



فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٦٩﴾
لَمَّا شَفَاءَ الْعِصْحَاءِ السَّوَالِجِ

أَسْنُ الْفَتَاوَى

بِحذف مكررات وتخریجات فرائض مسائل غیر مهمه

جلد ۹

(۱۸)

فقیہ العصر مفتی اعظم مفتی رشید احمد رضا رحمہ اللہ تعالیٰ

(وحد تقسیم کنندگان)

الحاج اہم سعید کھمی
ادب منزل پاکستان چوک ہراچی

کتبہ محمد قاروق سکودا

نام کتب — حسن الفتاویٰ

جلد — — — — —

زیر اہتمام — — — — —

صفحہ امت — — — — —

کتابت — — — — —

تعداد — — — — —

پریس — — — — —

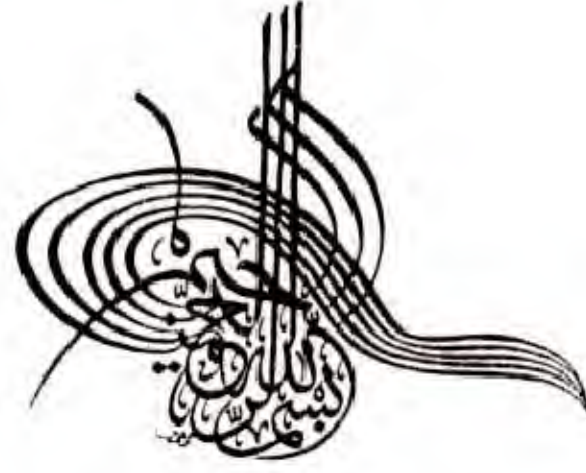
طبع اول — — — — —

طبع دوم — — — — —

ملنے کا پتہ — — — — —

ایچ ایم سعید کمپنی

ادب منزل پارک ناچوک کراچی



عرض مرتب

احسن الفتاویٰ کی آٹھ جلدیں حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں شائع ہو گئی تھیں، جلد نہم میں شامل رسائل کی کتابت پہلے سے مکمل ہو چکی تھی اور مسائل کا مسودہ حضرت کے وصال سے تقریباً ایک سال قبل مکمل ہو چکا تھا، مگر احسن الفتاویٰ کے کاتب منشی فاروق صاحب ضعف کی وجہ سے مزید کتابت سے معذور تھے۔ حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے معیار کا نیا کاتب ڈھونڈنا ایک مشکل کام تھا، کیونکہ حضرت کے ہاں خوبصورتی سے زیادہ اہمیت املاء و ترقیم کو تھی اور اس کی صحت کا ایسا اہتمام تھا کہ اس میں ذرا سا تسامح بھی گوارا نہ تھا۔ کئی کاتب اپنی کتابت دکھاتے رہے، مگر پسند نہ آئی، آخر ایک کاتب صاحب کی کتابت پر کچھ اطمینان ہوا تو مسودہ انہیں دیدیا گیا، آدھے یا اس سے زائد حصے کی کتابت کے بعد حضرت نے اس پر نظر ثانی شروع فرمائی تو املاء و کتابت کی غلطیوں کی کثرت دیکھ کر ساری کتابت مسترد فرمادی۔ پھر ایک نئے کاتب مولوی محمد عیسیٰ صاحب سر بازی سے جو پہلے کسی زمانہ میں حضرت کے بعض رسائل و مواعظ کی کتابت کر چکے تھے رابطہ کیا گیا اور مسودہ ان کے حوالے کیا گیا، وہ ابھی تین چوتھائی کتابت ہی کر پائے تھے کہ ۶ ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ کو حضرت والا کا وصال ہو گیا، رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً و رفع درجۃً و نزلہ المقعد المقرّب عنده۔

علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب کے اس جہانِ فانی سے رخصت ہونے پر ایسی تنہائی و محرومی محسوس ہونے لگی کہ کچھ عرصہ تک اس کام کے لئے یکسوئی و دلجمعی میسر نہ آئی، دوسری طرف کاتب صاحب کی مصروفیت بھی تاخیر کا باعث بنتی رہی، اس طرح اس جلد کی اشاعت میں حضرت کے وصال کے بعد بھی ڈیڑھ سال سے زیادہ تاخیر ہو گئی۔

یہ سطور لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ اس جلد کے تمام رسائل و مسائل حضرت والا رحمہ اللہ تعالیٰ کے اپنے تحریر فرمودہ ہیں یا بندہ کے تحریر کردہ ہیں جنہیں حضرت والا نے تصحیح و تصویب کے بعد احسن الفتاویٰ کے لئے منتخب فرمایا تھا۔

اس جلد کی پہلی طبع میں یہ وضاحت نہ ہو سکی تھی، حضرت استاذ صاحب دامت برکاتہم نے اس طرف توجہ دلائی، اس لئے دوسری طبع میں یہ سطور شامل کی جا رہی ہیں۔

محمد عفا اللہ عنہ

مرتب احسن الفتاویٰ

دارالافتاء والا رشادناظم آباد کراچی

۱۰ ذی القعدہ ۱۴۲۲ھ

عالم

فہرست مضامین احسن الفتاویٰ جلد نہم

صفحہ	عنوان
	<u>مسائل شتی</u>
۱۱	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بغاوت کیوں کی؟
۱۱	کیا سورہ اخلاص تین بار پڑھنے سے کامل قرآن کا ثواب ملتا ہے؟
۱۳	سورہ اخلاص کی فضیلت اور ایک غلط فہمی کا ازالہ۔
۱۶	موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو طمانچہ مارنا۔
۱۶	زندہ کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے؟
۱۷	فرائض کا بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے؟
۱۷	بدل کر آئے ہوئے سامان کا حکم۔
۱۸	سلام کہنا سنت مؤکدہ ہے۔
۱۸	لاؤڈ اسپیکر کے سلام کا جواب دینا۔
۱۹	جواب سلام کا اسماع۔
۱۹	دونوں نے بیک وقت سلام کہہ دیا۔
۲۰	اشارہ سے سلام کا جواب۔
۲۰	خالی گھر یا مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا۔
۲۱	نا بالغ پر سلام کا جواب واجب نہیں۔
۲۱	نا بالغ کے سلام کا جواب واجب نہیں
۲۱	حکم ابلاغ سلام۔
۲۲	لڑکیوں کا ختنہ مستحب ہے۔
۲۳	سوال مثل بالا۔
۲۵	ہندو کے متروک مکان سے سونا ملا۔
۲۶	عورت پر گھر کا کام واجب ہے۔
۲۷	بیوی پر شوہر کے کن احکام کی اطاعت لازم ہے؟
۲۷	اقہات المؤمنین رضی اللہ عنہم کو پردہ کیوں؟
۲۸	والدین کے گناہ معاف کروانے کا طریقہ۔
۲۸	تصویر شیخ کا حکم۔

صفحہ	عنوان
۲۹	بروز قیامت باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا جائے گا۔
۳۰	حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹے پر حد زنا جاری کرنے کا قصہ موضوع ہے۔
۳۱	حکم تبرکات شاہی مسجد لاہور۔
۳۱	روح پر موت نہیں آئے گی۔
۳۲	معاہدہ یا وعدہ کی خلاف ورزی۔
۳۳	کافر کا حق کیسے ادا کیا جائے؟
۳۳	غیبت اور تھوٹ فسق ہے۔
۳۳	جلد سازی میں کٹے ہوئے اوراق بھی قابل احترام ہیں۔
۳۳	قرآن مجید ہاتھ سے گر جانے کا کفارہ۔
۳۴	ارواح حیوانات کا مقام۔
	امیر کی اطاعت۔
۳۵	لفظ ”علیہ الصلوٰۃ والسلام“ ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ اور ”رحمۃ اللہ تعالیٰ“ کا استعمال
۳۷	عورت گھر کے نامحرم افراد سے پردہ کیسے کرے؟
۳۷	پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا۔
۳۸	چاند پر پہنچنا شریعت کے خلاف نہیں۔
۳۸	جلد بازی کو شیطان کی طرف منسوب کرنا۔
۳۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش۔
۳۹	۱۲ منہ کا مطلب۔
۳۹	سقوط مالیت کے بعد نوٹوں کے عوض بیع۔
۴۰	کسب حرام کا حکم۔
۴۰	ازار سنت ہے یا شلوار؟
۴۲	صلہ رحمی کے حقدار کونسے رشتہ دار ہیں؟
۴۲	نافرمان بیوی کے لئے وعید۔
۴۳	متعدد شوہروں والی عورت جنت میں کس کو ملے گی؟
۴۴	باکرات و مطلقات کس کو ملیں گی؟
۴۴	تصرف جنات و شیاطین کی حقیقت۔
۴۴	حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت۔
۴۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی صحیح تعداد۔
۴۹	کھانے کے دوران چھینک۔

صفحہ	عنوان
۵۰	کھانے کے لئے بیٹھنے کی ہیئت۔
۵۱	دو شملوں کا ثبوت۔
۵۱	بوقت سفر بیوی بچوں کے منہ میں لعاب ڈالنا۔
۵۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ چادر اوڑھنا۔
۵۴	سیاہ پگڑی۔
۵۴	والدین کی نافرمانی کا حکم۔
۵۴	والدین میں سے والد کی اطاعت مقدم ہے۔
۵۴	مثلیٰ بالا
۵۵	ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کا ٹٹنا افضل ہے۔
۵۵	بنیت دعوت جانور خریدنے سے ایفاء لازم نہیں
۵۶	عصمت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر پوری امت کا اجماع ہے
۵۸	استشارہ واستخارہ میں تعارض نہیں۔
۵۹	اسماء حسنی میں مختص باللہ تعالیٰ کونسے اسماء ہیں؟
۶۰	بے ختنہ کی امامت صحیح ہے۔
۶۱	بالغ و نو مسلم کے ختنہ کا حکم۔
۶۲	چلتے وقت پہلے سیدھا قدم اٹھانا۔
۶۳	کھانے کے آداب۔
۶۵	پینے کے آداب۔
۶۶	قول امام "اذا صبح الحدیث فہو مذہبی" کا مطلب۔
۶۷	عورت کے لئے مہندی لگانا مستحب ہے۔
۶۸	تلاوت قرآن استماع سے افضل ہے۔
۶۹	بیوی کے لئے الگ مکان۔
۷۰	مختلف نفل کا ثواب اختلاف موقع سے مختلف ہوتا ہے۔
۷۱	مہمان کے ساتھ کھانے میں شرکت۔
۷۲	مالی حقوق ادا کرنے کا طریقہ۔
۷۳	توبہ سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے۔
۷۴	منہ بولی بہن کا حکم۔
۷۴	تجارتی کتب میں بطور صدقہ رقم لگانے کی صورت۔
۷۴	سرمہ لگانے کا طریقہ۔
۷۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا دعویٰ۔

صفحہ	عنوان
۷۵	دعائے کاتین بار تکرار .
۷۶	حرام گوشت فروخت کرنے والے کا حکم .
۷۷	معانقہ میں تکرار .
۷۸	قضاے حاجت کے لئے بیٹھنے کی کیفیت .
۷۹	عاجز عن خلق العائۃ کا حکم .
۷۹	بالوں اور ناخنوں کو دفن کرنا
۷۹	عشرہ ذی الحجہ میں حجامت نہ بنوانا .
۸۰	کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے .
۸۰	ایک شخص کی زمین پھسل کر دوسری زمین پر چلی گئی .
۸۲	ناخن کاٹنے میں ترتیب کا ثبوت نہیں .
۸۳	ایسے درخت کا حکم جس سے پڑوسی کا ضرر ہو .
۸۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات .
۸۸	یوقت مصافحہ انگوٹھا پکڑنا .
۸۸	ویڈیو کی تصویر کا حکم .
۹۰	کھانے سے پہلے نمک چکھنا .
۹۱	مشغول لوگوں کے قریب تلاوت قرآن .
۹۳	مدت ختم قرآن .
	رسائل
۹۵	تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود .
۱۶۵	تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ کا ثواب .
۱۸۷	ستران کے خلاف کمپیوٹری سازش .
۱۹۷	مجلس ذکر .
۲۲۷	ہدایۃ المرتاب فی فرضیۃ الحجاب .
۲۶۳	المفتالۃ البیضاء فی العمامۃ السوداء .
	کتاب الوصیۃ والفرائض
۲۷۵	منکوحہ بلا غلوۃ صحیحہ وارث ہوگی .
۲۷۵	منکوحہ بنکاح فاسد وارث نہ ہوگی .
۲۷۶	اسقاط وارث سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا .
۲۷۷	سوال مثل بالا .
۲۷۹	بہن کا بھائیوں سے حصہ میراث نہ لینا .

صفحہ	عنوان
۲۸۰	عوض لے کر حصہ میراث چھوڑنا۔
۲۸۱	پاک و ہند کے مسلمانوں کے درمیان توارث ہوگا۔
۲۸۱	ایک شخص کی موت کے چھ ماہ بعد اس کی والدہ کو بچہ پیدا ہوا ہو جو ڈیڑھ سال سے { مطلقہ رجعیہ تھی تو یہ بچہ وارث ہوگا۔
۲۸۳	حمل غیر مورث کی وراثت کے لئے موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونا شرط ہے
۲۸۵	حمل غیر مورث موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہوا مگر ورثہ { بوقت موت وجود حمل کے مقرر ہیں تو یہ حمل وارث ہوگا
۲۸۵	ترکہ سے ایک وارث منافع لیتا رہا۔
۲۸۷	عرصہ دراز گزر جانے سے حق وراثت ساقط نہیں ہوتا۔
۲۸۸	بیٹی کی موجودگی میں خفی بہن محروم ہے۔
۲۸۹	مرتد کے لئے وصیت باطل ہے۔
۲۸۹	سہم الدور ساقط کا مطلب۔
۲۹۰	حکم الوصیۃ بالکفی۔
۲۹۱	قضاء نماز و روزہ کے فدیہ کی وصیت۔
۲۹۲	وصیت میں ترکہ کی تہائی کا اعتبار ہے۔
۲۹۲	اقارب کے لئے وصیت۔
۲۹۳	وصیت ایک ثلث تک ہو سکتی ہے۔
۲۹۳	یکے بعد دیگرے دو وصی مقرر کئے تو دونوں اتفاق رائے سے کام کریں گے۔
۲۹۵	وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔
۲۹۶	وصیت سے رجوع جائز ہے۔
۲۹۶	صحیح وصیت کے لئے ورثہ کا بلوغ شرط نہیں۔
۲۹۷	کرایہ کی وصیت
۲۹۸	ایک ظلم عظیم کی اصلاح۔
۲۹۸	مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ جائز نہیں۔
۳۰۰	وضع حمل تک تقسیم ترکہ کو ملتوی رکھنا بہتر ہے۔
۳۰۱	پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت جاری ہوگی۔
۳۰۱	پنشن کی رقم کا حکم۔
۳۰۲	بیوی کے نکاح ثانی سے اس کا حق وراثت ساقط نہیں ہوتا۔
۳۰۲	زندگی میں بعض ورثہ کو حصہ وراثت دینا۔
۳۰۳	لاوارث کی امانت کا حکم۔

صفحہ	عنوان
۳۰۴	اولاد کو محروم کرنا .
۳۰۴	نکاح فاسد و باطل میں وراثت .
۳۰۵	وقت نکاح سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونے والی اولاد وارث نہیں .
۳۰۶	عاق کرنے سے میراث سے محروم نہ ہوگا .
۳۰۷	ملازم کی موت کے بعد ملنے والی رقم .
۳۰۸	مفقود کی وراثت کا حکم .
۳۰۹	وراثت میں مال حرام ملنے کا حکم .
۳۱۰	زندگی میں وراثت تقسیم کرنا .
۳۱۱	بعض ورثہ کامیت پر کسی کے دین کا اقرار .
۳۱۱	مسلمان اور ذکری کے مابین وراثت جاری نہیں ہوتی .
۳۱۲	تقسیم ترکہ سے پہلے صدقہ و خیرات کرنا .
۳۱۲	کلامہ پر ایک اشکال کا جواب .
۳۱۳	وصی یا وارث کفن دفن کے مصارف ترکہ سے لے سکتا ہے .
۳۱۵	زوجہ کی تجہیز و تکفین کے مصارف زوج پر ہیں .
۳۱۶	اجنبی نے کسی کے کفن کا انتظام کیا تو ترکہ سے نہیں لے سکتا .
۳۱۶	وصی یا وارث نے اپنے مال سے قرض ادا کیا تو ترکہ سے وصول کر سکتا ہے
۳۱۷	والد کا صغیر کی اشیاء منقولہ کو خریدنا یا فروخت کرنا
۳۱۷	وصی کا یتیم کی اشیاء منقولہ کو خریدنا یا فروخت کرنا .
۳۲۰	وصی یا والد کا صغیر کی زمین خریدنا یا فروخت کرنا
۳۲۳	والد کے سوا دوسرے رشتہ داروں کے اوصیاء کا مال صغیر میں تصرف کرنا .
۳۲۵	وصی اب کا اولاد کبار کے مال میں تصرف .
۳۲۶	اب و وصی کی صغیر سے بیع و شراء میں ایجاب قبول اور ادا رثن کا طریقہ .
۳۲۷	مرض الموت کی تعریف
۳۲۹	مریض بمرض الموت کی املاک کا استعمال
	مسائل
۳۳۱	ارغام العنید فی میراث الحنفیہ (جلد اول میں آچکا ہے)
۳۳۲	الحکمة الغرار فی عدم توریت الانبیاء
۳۳۷	شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت
۳۴۷	تسہیل المیراث

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مسائل شتی

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کی بغاوت کیوں کی ؟

[اس مسئلہ کی تفصیل کتاب الجہاد ص ۱۹۹ ج ۲ رسالہ
”ذبت الجہول عن سبطل الرسول صلی اللہ علیہ وسلم“ میں ہے]

کیا تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے قرآن کا ثواب ملتا ہے ؟
سوال : کیا یہ صحیح ہے کہ سورۃ اخلاص تین بار پڑھنے سے کامل قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ملتا ہے ؟ بتینواتوجروا۔

الجواب ومنہ الصدق الصواب

سورہ اخلاص کی فضیلت کے بارے میں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں مندرجہ ذیل روایات منقول ہیں :
عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رجلاً سمع رجلاً یقرأ قل هو اللہ احد یردّدها، فلما أصبح جاء الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ، وكان الرجل یتقالها، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: والذی نفسی بیدہ انہا تعدل ثلث القرآن (صحیح البخاری ص ۲۵ ج ۲)

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا صحابہ: ایعجز احدکم ان یقرأ ثلث القرآن فی لیلۃ فشق ذلک علیہم وقالوا یتناطبق ذلک یا رسول اللہ فقال الواحد الصمد ثلث القرآن (حوالہ بالا)
عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خرج الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اقرأ علیکم ثلث القرآن فقرأ قل هو اللہ احد اللہ الصمد حتی ختمها۔ (مسلم ص ۲۷ ج ۱)

ان احادیث میں سورۃ اخلاص کو ثلث قرآن کے برابر قرار دیا گیا ہے جس کی محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، چند معروف توجیہات یہ ہیں :

① قرآن میں تین قسم کے مضامین بیان کئے گئے ہیں : اللہ تعالیٰ کی صفات، احکام اور قصص۔ سورۃ اخلاص پوری کی پوری صفات باری تعالیٰ پر مشتمل ہے، اس اعتبار سے یہ ثلث قرآن ہے۔

② اس کا ثواب ثلث قرآن کے برابر ہے۔

③ جس نے اس کے مضامین یعنی توحید اور اذعان بالخالق پر عمل کیا یعنی ایمان رکھا وہ (حصول مقصد میں) اس شخص کی طرح ہے جس نے ثلث قرآن پڑھا۔

④ ثواب ہی مراد ہے لیکن یہ صاحب واقعہ کے ساتھ خاص ہے۔

جبکہ حافظ ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ فضیلت پر یقین رکھنا چاہئے اور اپنی رائے سے کوئی توجیہ نہیں بیان کرنی چاہئے کہ سورۃ اخلاص ثلث قرآن کے برابر کیسے اور کیوں ہے ؟

قال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ : قوله (انہا) ای ان قراءة قل هو الله احد تعدل ثلث القرآن، واختلف في معناه فقال المازري: القرآن ثلاثة انحاء قصص واحكام وصفات الله عز وجل، وهذه السورة متمخصة للصفات وهي ثلث وجزء من الثلاثة، وقيل ثوابها يضاعف بقدر ثواب ثلث القرآن بغير تضعيف، وقيل القرآن لا يتجاوز ثلاثة اقسام: الارشاد الى معرفة ذات الله تعالى ومعرفة اسمائه وصفاته ومعرفة افعاله وسننه، ولما اشتملت هذه السورة على التقديس وازنها رسول الله صلي الله تعالى عليه وآله وسلم بثلث القرآن، وقيل ان من عمل بما تضمنته من الاقرار بالتوحيد والاذعان بالخالق كمن قرأ ثلث القرآن، وقيل قال ذلك لشخص بعينه قصده رسول الله صلي الله عليه وسلم، وقال ابو عمر: نقول بما ثبت عن النبي صلي الله تعالى عليه وسلم ولا نعدو ونكل ما جهلناه من معناه، فنزله اليه صلي الله تعالى عليه وسلم ولا ندرى لم تعدل هذه ثلث القرآن (عمدة القاري ۳ ج ۲۰)

والله سبحانه وتعالى اعلم.

۷ صفر ۱۳۵۵ھ

سورۃ اخلاص کی فضیلت اور ایک غلط فہمی کا ازالہ :

سوال : عام طور پر سورۃ اخلاص کی یہ فضیلت بیان کی جاتی ہے کہ تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملتا ہے اور حدیث کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ جب قرآن کی تلاوت سے مقصد ثواب کا حصول ہی ہے اور ہر شخص روزانہ کئی بار سورۃ

اخلاص پڑھ کر کئی قرآن پڑھنے کا ثواب حاصل کر سکتا ہے تو اسے باقاعدہ بالترتیب پورا قرآن پڑھنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر کوئی نہ پڑھے تو اس میں کیا حرج ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حدیث میں سورۃ اخلاص کو ثلث قرآن قرار دیا گیا ہے، مگر یہ بیان نہیں کیا گیا کہ یہ ثواب کے اعتبار سے ثلث قرآن ہے، یہ کس اعتبار سے ثلث قرآن ہے؟ اس کی محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں جن میں سے ایک توجیہ ثواب والی بھی ہے۔ معلوم ہوا کہ سورۃ اخلاص پڑھنے سے پورے قرآن کا ثواب ملنا حدیث نہیں بلکہ حدیث کی توجیہات مختلفہ میں سے ایک توجیہ ہے لہذا اس فضیلت کو بطور حدیث بیان کرنا جائز نہیں بلکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہتان کے زمرے میں آتا ہے اور ایسا شخص ”من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعده من النار“ میں بیان کردہ وعید کا مستحق ہے۔

بہر حال قرآن مجید کی باقاعدہ ترتیب سے تلاوت نہ کرنا اور صرف سورۃ اخلاص پڑھنے پر اکتفا کرنا شرعاً و عقلاً کسی طرح بھی صحیح نہیں، وجوہ درج ذیل ہیں :

① سورۃ اخلاص کی فضیلت الی حدیث کی کوئی تشریح خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہیں کہ سورۃ اخلاص کے ثلث قرآن ہونے سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کس اعتبار سے ثلث قرآن ہے؟ اسی لئے بعض حضرات محدثین نے اس حدیث کی کوئی توجیہ کرنے کو پسند نہیں کیا اور اسے مفوض الی الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ہے۔

② اگر توجیہ کا راستہ اختیار کیا بھی جائے تو بھی یہ توجیہ متعین نہیں کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن کے برابر ہے، بلکہ اس کی مختلف توجیہات کی گئی ہیں جن میں سب سے راجح توجیہ یہ ہے کہ یہ سورہ مضامین قرآن یعنی اسماء اللہ و صفاتہ، احکام اور قصص کے اعتبار سے ثلث قرآن ہے۔ لہذا یقین سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سورۃ اخلاص کا ثواب ثلث قرآن کے برابر ہے۔

③ اگر ثواب والی توجیہ ہی اختیار کی جائے تو اس میں مختلف احتمالات ہیں :

(۱) اجر بلا تضعیف مراد ہے، یعنی ثلث قرآن کا اجر حقیقی تو مل جائے گا مگر ثلث قرآن کی تلاوت پر جو اجر اضافی ملتا وہ نہیں ملے گا۔

(ب) یہ فضیلت صاحب واقعہ کے ساتھ خاص ہے۔

(ج) سب سے بہتر مطلب وہ ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا،

کہ اجر و ثواب کی انواع مختلف ہیں، سورۃ اخلاص پڑھنے سے ایک نوع کا ثواب ملے گا جو اگرچہ ثلث قرآن کے برابر ہوگا مگر بقیہ قرآن کی تلاوت نہ کی جائے تو دوسری انواع اجر اور منافع سے محرومی رہے گی جبکہ بندہ سب انواع اجر کا محتاج ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ تعالیٰ نے تقریباً فہم کے لئے محسوسات میں اس کی مثال بیان فرمائی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کے پاس مسکن، طعام، لباس اور کچھ نقدی موجود ہے جسکی مالیت ایک لاکھ روپے کے برابر ہے اور دوسرے شخص کے پاس مسکن، طعام و لباس کچھ نہیں ہے، البتہ ایک لاکھ روپے کی نقدی موجود ہے۔ اب یہ دوسرا شخص باوجودیکہ اس کے پاس پہلے شخص کے کلی سامان کی قیمت کے برابر نقدی موجود ہے ان چیزوں کا محتاج ہے جو پہلے شخص کے پاس ہیں اور پہلے شخص کے پاس ضرورت کی ہر چیز موجود ہے، وہ دوسرے کا محتاج نہیں۔ اسی طرح سورۃ اخلاص تین بار پڑھنے والے کو اجر و ثواب کی انواع مختلفہ میں سے صرف ایک نوع حاصل ہے، وہ بقیہ قرآن کی تلاوت پر ملنے والے اجر و ثواب کی انواع مختلفہ کا محتاج ہے اور جو پورا قرآن کریم بالترتیب پڑھتا ہے اسے تمام انواع حاصل ہیں، وہ کسی نوع کا محتاج نہیں۔

حاصل یہ کہ اولاً تو تین بار سورۃ اخلاص پڑھنے سے کامل قرآن پڑھنے کا ثواب ملنا متعین نہیں، محض احتمال ہے اور محض احتمال کی بنا پر بقیہ قرآن سے صرف نظر کرنا اور بالترتیب تلاوت نہ کرنا کسی طرح بھی معقول نہیں۔

ثانیاً ثواب کا حصول یقینی تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس سے ثلث قرآن کا اجر حقیقی ملے گا، اجر اضافی سے محروم رہے گا یا اجر کی ایک نوع حاصل ہوگی خواہ سینکڑوں بار سورۃ اخلاص پڑھ لے دوسری انواع اجر، تلاوت کی برکات اور اس میں غور و تدبیر کے منافع سے محروم رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بیان فضیلت سے اس سورۃ کا ہتم بالشان ہونا بیان کرنا ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ سورۃ تین بار پڑھنا پورے قرآن کے قائم مقام ہو جائے گا اور پورے قرآن کی تلاوت کی ضرورت نہیں رہے گی۔ جیسے والدین کی خدمت کی اہمیت بیان کرنے کے لئے اس پر حدیث میں جہاد کا اطلاق کیا گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ والدین کی خدمت جہاد کے قائم مقام ہو جائے گی اور فریضہ جہاد ادا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

اسی بنا پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور علماء و صلحا اہل امت کا تعامل یہی چلا آ رہا ہے کہ وہ بالترتیب پورے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے اور اسی کی تاکید

کرتے رہے کسی نے بھی سورۃ اخلاص کی قراءۃ پر کتفار کرتے ہوئے بالترتیب تلاوت کو ترک نہیں کیا۔
 قال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ: وقیل ثوابها یضاعف بقدر ثواب ثلث القرآن
 بغير تضعیف (الی ان قال) وقال ابو عمر نقول بما ثبت عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا فائدة
 ونکل ما جہلناہ من معناه فنردہ الیہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا ندري لم تعدل هذه ثلث
 القرآن وقال ابن راہویہ لیس معناه ان لو قرأ القرآن کلمہ کانت قراءۃ قل هو اللہ احد تعدل
 ذلك اذا قرأها ثلث مرات لا ولو قرأها اکثر من مأتی مرة۔ (عمدة القاری ص ۳۳ ج ۲۰)
 وقال العلامة الجنجوہی رحمہ اللہ تعالیٰ: ان المراد بذلك الاجر المعین لقراءة
 لیس مع ما یؤتی له بعد ذلك منة منہ تعالیٰ وفضلاً، وفي القرآن لم یرد ہہنا الا ما ہولہ
 معین من الاجر۔ (الکوکب الدرر ص ۴ ج ۲)

وقال شیخ الاسلام ابن تیمیۃ رحمہ اللہ تعالیٰ: فاذا قرأ الانسان (قل هو اللہ احد)
 حصل له ثواب بقدر ثواب ثلث القرآن، لكن لا یجب ان یكون الثواب الحاصل من جنس
 الثواب الحاصل ببقیۃ القرآن، بل قد یحتاج الی جنس الثواب الحاصل بالامر والنہی
 والقصاص، فلا تسد (قل هو اللہ احد) مسد ذلك ولا یقوم مقامہ فلیہذا الوقراً (قل
 هو اللہ احد) فانه وان حصل له اجر عظیم لكن جنس الاجر الذی یحصل بقراءة غیرہا
 لا یحصل له بقراءتھا، بل یبقى فقیراً محتاجاً الی ما یتیم بہ ایمانہ من معرفۃ الامر والنہی
 والوعد والوعید ولو قام بالواجب علیہ۔ فالمعارف التي تحصل بقراءة سائر القرآن لا تحصل
 بمجرد قراءة هذه السورة، فیکون من قرأ القرآن کلمہ افضل ممن قرأها ثلث مرات من هذه
 الجهة لتنوع الثواب، وان کان قارئ (قل هو اللہ احد) ثلاثاً یحصل له ثواب بقدر ذلك
 الثواب، لكنه جنس واحد لیس فیہ الانوع التي یحتاج الیہا العبد، کمن معہ ثلاثة
 آلاف دینار وأخر معہ طعام ولباس ومساكن ونقد یعدل ثلاثة آلاف دینار فان هذا معہ
 ما ینتفع بہ فی جمیع امورہ، وذاك محتاج الی ما مع هذا، وان کان ما معہ یعدل ما مع
 هذا وكذلك لو کان معہ طعام من اشرف الطعام یساوی ثلاثة آلاف
 دینار فانه محتاج الی لباس ومساكن، وما یدفع بہ الضرر من السلاح و
 الادویۃ وغير ذلك مما لا یحصل بمجرد الطعام۔

(مجموعہ فتاویٰ ابن تیمیۃ ص ۳۳ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

موسیٰ علیہ السلام کا ملک الموت کو طمانچہ مارنا :

سوال : کیا موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو قبض روح کئے وقت طمانچہ مارا تھا؟ کیا یہ صحیح ہے؟
بیٹنوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

یہ واقعہ صحیح ہے، ملک الموت شکل انسانی میں آئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کو موت کا اختیار بھی نہ دیا، حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو پہلے اختیار دیا جاتا ہے، اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے ملک الموت کو نہیں پہچانا اور کوئی انسان سمجھ کر طمانچہ مار دیا، بعد میں جب موسیٰ علیہ السلام کو موت کا اختیار دیا گیا تو آپ نے موت کو اختیار فرمایا۔ کافی روایت البخاری وغیرہ، کیونکہ اب آپ کو اس کا مأمور من جانب اللہ ہونا مستحق ہو گیا تھا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۹ صفر سنہ ۱۲۵۵ھ

زندہ کو بھی ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے :

سوال : کیا کسی زندہ شخص کو اعمالِ صالحہ و صدقات کا ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے جیسا کہ بعض عقیدتمند اپنے شیوخ و علماء کے لئے کرتے ہیں، نیز ایصالِ ثواب صرف نوافل کا کیا جاسکتا ہے یا فرائض کا بھی؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

زندہ کو ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے اور فرض و نفل میں کوئی فرق نہیں، دونوں کا ایصالِ ثواب کیا جاسکتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : وفي البحر من صام او صلی او تصدق و جعل ثوابه لغيره من الاموات ولا حياء جاز و يصل ثوابها اليهم عند اهل السنة والجماعة كذا في البدائع ثم قال و هذا اعلم انه لا فرق بين ان يكون المفعول له ميتا او حيا والظاهر انه لا فرق بين ان ينوي به عند الفعل للغير او يفعله لنفسه ثم بعد ذلك يجعل ثوابه لغيره لا اطلاق كلامهم وان لا فرق بين الفرض والنفل اه (رد المحتار ص ۶۵ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

یوم عرفہ سنہ ۱۲۸۳ھ

فرائض کا بھی ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے :

سوال : ایصال ثواب صرف نوافل کا کیا جاسکتا ہے یا فرائض کا بھی ؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

فرض و نفل دونوں کا ایصال ثواب کیا جاسکتا ہے (رد المحتار مش ۱ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم -

۱۲ رذی الحجہ سنہ ۸۴ھ

بدل کر آئے ہوئے سادہ کا حکم :

سوال : بعض مرتبہ دھوبی کے ہاں سے کپڑے بدل کر آجاتے ہیں ، اگر یہ واپس کر دیئے جاتے ہیں تو یہ بھی ہاتھ سے گئے اور اپنے کپڑے بھی نہیں ملتے ، اسی طرح بعض دفعہ مساجد میں جوتے تبدیل ہو جاتے ہیں اور کبھی چور نیا جوتا اٹھا کر پُرانا جوتا رکھ جاتا ہے ، کیا ان کپڑوں اور جوتوں کا استعمال کرنا جائز ہے ؟ بیٹنوا توجروا -

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر ان کپڑوں اور جوتوں کے مالک کا پتا لگانا ممکن نہ ہو تو جواز استعمال کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ اپنی بالغ اولاد یا کسی دوسرے عزیز پر صدقہ کر دے بشرطیکہ وہ فقیر ہوں ، پھر وہ اپنی رضا سے صدقہ کرنے والے کو واپس کر دیں ۔ اگر یہ شخص خود فقیر ہے تو اس حیلہ کی بھی ضرورت نہیں ، اس کے لئے ان کا استعمال کرنا جائز ہے ۔

قال العلامة طاہر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ : امرأة وضعت ملاء تھا فجاءت امرأة اخرى وضعت ملاء تھا فخرجت الاولى واخذت ملاء الثانية وذهبت لايسع للثانية ان تلتفع بملاء الاولى والحيلة ان تصدق الثانية بهذه الملاء على بنتها ان كانت فقيرة على نية ان يكون الثواب لصاحبته ان رضيت ثم تهب البنت الملاء منها فيسرها الانتفاع بها كاللقة (خلاصة الفتاویٰ مش ۳ ج ۲)

اگر کسی طرح اس کا یقین ہو جائے کہ یہ چیز اسی کی ہے جو اس کی چیز کو لے گیا ہے اور یہ بھی یقین ہو جائے کہ وہ اپنی چیز لینے یہاں نہیں آئے گا اور نہ ہی اس کا کوئی سراغ لگانا ممکن ہو تو اس چیز کو خود بھی رکھ سکتا ہے مگر اس کی قیمت زیادہ ہو تو نقد زائد صدقہ کر دے ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم -

۷ رذی الحجہ سنہ ۸۵ھ

سلام کہنا سنتِ مؤکدہ ہے :

سوال : ہر خاص و عام جو بھی راستہ میں ملے اسے سلام کہنا سنتِ مؤکدہ ہے یا غیر مؤکدہ؟
بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بعض نے وجوب سلام کا قول کیا ہے، مگر صحیح یہ ہے کہ ابتداءً بالسلام سنتِ مؤکدہ ہے اور جواب سلام واجب ہے، البتہ فاسق کو سلام کہنا مکروہ ہے۔

ڈاڑھی منڈانا یا کٹنا بھی فسق ہے، لیکن جن فساق سے تعارف ہو، ان کو سلام نہ کہنے سے تہمت کبر اور دین و اہل دین سے تنفر کا خطرہ ہو تو ان کو سلام کہنا جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله فلوا صمیر یہ تحریک شفتیہ)
قال فی شرح الشرح واعلم انہم قالوا ان السلام سنة واسماعہ مستحب وجوابہ
ای ردہ فرض کفایۃ واسماع ردہ واجب بحیث لو لم یسمعہ لایسقط هذا الفرض
عن السامع حتی قیل لو کان المسلم اصم یجب علی الراد ان یحرک شفتیہ ویریہ
بحیث لو لم یکن اصم لسمعہ (رد المحتار ص ۲۶۵ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
۱۹ شوال سنہ ۸۶ھ

لاؤڈ اسپیکر کے سلام کا جواب دینا :

سوال : لاءؤڈ اسپیکر سے سلام سننے پر اس کا جواب دینا ضروری ہے یا نہیں؟ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دامت برکاتہم نے آلاتِ جدیدہ ص ۱۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ ریڈیو سے سلام سننے تو جواب واجب نہیں، اس لئے کہ جواب سنانے پر قدرت نہیں، یہی علت لاءؤڈ اسپیکر میں بھی پائی جاتی ہے تو کیا اس کا بھی وہی حکم ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ریڈیو اور اسپیکر دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ سلام کا جواب واجب نہیں، اس لئے کہ یہ سلام ہی بے موقع ہے، وعظ و خطبہ وغیرہما سے قبل سلام شرعاً معہود نہیں۔

وردان رجلا عطس فسلم علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال صلی اللہ علیہ وسلم وعلی املک السلام فعدل صلی اللہ علیہ وسلم عن الجواب المسنون
الی الاسلوب الغریب تنبیہا لہ علی ان موقع السلام هو عند اللقاء لا بعد

العطاس رواہ الترمذی و ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۴۰۶)

اسماع پر قدرت و جواب کے لئے شرط نہیں، چنانچہ کسی خط کا جواب لکھنے کا ارادہ نہ ہو تو بلاغ جواب سلام بذریعہ خط پر حقیقتاً اگرچہ قدرت ہے مگر حکماً قدرت نہیں، اس لئے کہ خط کا جواب لکھنا ضروری نہیں، سو اس صورت میں سلام کا جواب لکھنے کو واجب قرار دینے میں حرج ہے، و ہودنوع۔ اس لئے یہ قدرت بحکم عدم قدرت ہے، معہذا زبان سے اس کا جواب دینا واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ويجب رد جواب کتاب التحيۃ) لان الكتاب من الغائب بمنزلة الخطاب من المحاضر فجبى والناس عنه غافلون طاقول المتبادر من هذا ان المراد رد سلام الكتاب لا رد الكتاب (وبعد اسطر) وقال النووي رحمہ اللہ تعالیٰ ولواتاه شخص بسلام من شخص اى فى ورقة وجب الرد فوراً (رد المحتار ص ۲۶۶ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵، ذی القعدہ سنہ ۸۶ھ

جواب سلام کا اسماع :

سوال : کیا سلام کا جواب اتنی بلند آواز سے دینا ضروری ہے کہ سلام کہنے والا اسے سُن لے یا مطلقاً جواب کافی ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر اسماع جواب پر قدرت ہو تو ضروری ہے ورنہ نہیں، جیسے خط کے سلام کا جواب اگر خط کا جواب لکھا تو اس میں سلام کا جواب لکھنا بھی واجب ہے اور یہ بلاغ بمنزلہ اسماع ہے اور اگر خط کا جواب نہیں لکھا تو زبان سے جواب دینا واجب ہے، تفصیل ”احسن الفتاویٰ“ جلد ۸ کتاب الحظر والاباحۃ میں عنوان ”خط کے سلام کا جواب“ کے تحت ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۶، ذی القعدہ سنہ ۸۶ھ

دونوں نے بیک وقت سلام کہہ دیا :

سوال : دو آدمیوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو سلام کہا تو دونوں پر رد سلام واجب ہوگا یا کیا حکم ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

دونوں پر جوار۔ دینا واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ عن التتارخانیۃ: فان سلما معا یرد کل واحد (رد المحتار ص ۲۶ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۶ رذی القعدہ سنہ ۸۶ھ

اشارہ سے سلام کا جواب :

سوال : ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے والے کو جواب دینا واجب ہے یا نہیں ؟
بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملهم الصواب

اگر آواز پہنچانے پر قدرت کے باوجود صرف ہاتھ کے اشارہ سے سلام کیا تو اس کا جواب واجب نہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳ ربیع الاول سنہ ۸۹ھ

خالی گھر یا مسجد میں داخل ہوتے وقت سلام کہنا :

سوال : اگر کوئی شخص اپنے گھر یا مسجد میں جلے جہاں کوئی شخص موجود نہ ہو یا ایسی جگہ سے نکلے تو اسے سلام کہنا چاہئے یا نہیں، اگر کہنا چاہئے تو کن الفاظ سے ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

خالی گھر میں داخل ہوتے وقت استحباب سلام کی فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے اور گھر اور مسجد میں بظاہر کوئی فرق نہیں، بلکہ مسجد میں وجود ملائکہ اقرب ہے، یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مسجد خالی ہو، اگر اس میں لوگ ہوں تو سلام کہنا جائز نہیں اس لئے کہ اس سے ان کی عبادت میں خلل واقع ہوگا۔

ایسے موقع پر سلام ان الفاظ سے کہنا چاہئے :

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین - قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله واذا اتی دار انسان الخ) وان دخل بیتا لیس فیہ احد یقول السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین فان الملائکة ترد علیہ السلام (رد المحتار ص ۲۶ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳ ربیع الثانی سنہ ۸۹ھ

نابالغ پر سلام کا جواب واجب نہیں :

سوال : بالغ اگر نابالغ کو سلام کہے تو نابالغ پر جواب دینا واجب ہے یا نہیں ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

نابالغ غیر مکلف ہے، اس لئے اس پر سلام کا جواب واجب نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ رذی الحجہ سنہ ۱۲۸۹ھ

نابالغ کے سلام کا جواب واجب نہیں :

سوال : نابالغ اگر بالغ کو سلام کہے تو بالغ پر جواب دینا واجب ہے یا نہیں ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

واجب نہیں بشرطیکہ بچہ عاقل نہ ہو، اس کی دل شکنی کا اندیشہ نہ ہو ورنہ سلام کا جواب واجب معلوم ہوتا ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ :

رد السلام واجب الا على { من في الصلوة او يأكل شغلا
او شابة يخشى بها افتتان

(رد المحتار ص ۴۱۵ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ رذی الحجہ سنہ ۱۲۸۹ھ

حکم ابلاغ سلام :

سوال : اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ فلاں کو میرا سلام کہہ دینا، وہ خاموش رہا تو

سلام پہنچانا ضروری ہوگا یا نہیں ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

سکوت عرفاً و دلالتاً رضا و التزام ہے، اس لئے اس صورت میں سلام پہنچانا واجب ہے

البتہ اگر صراحتاً یا دلالتاً التزام نہ کیا ہو مثلاً پہنچانے سے معذرت کر دی یا ان شاء اللہ کہہ دیا تو

پہنچانا واجب نہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : ولو قال لأخراً قرأ فلاناً السلام يجب

عليه ذلك۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله يجب عليه ذلك) لانه من

ايصال الامانة لمستحقها والظاهر ان هذا اذا رضى بتحملها تأمل ثم رأيت في

شرح المناوی عن ابن حجر التحقیق ان الرسول ان التزمه اشبه الامانة والا فودیعة اه ای فلا یجب علیه الذهاب لتبلیغه کما فی الودیعة - (رد المحتار ج ۲ ص ۵) وقال العلامة المحضی رحمه الله تعالى : والودیعة ما تترك عند الامین وهي اخص من الامانة كما حققه المصنف وغيره وركنتها الايجاب صریحا كادعتك او كناية كقوله لرجل اعطني الف درهم واعطني هذا الثوب مثلاً فقال اعطيتك كان ودنه - بحر لان الاعطاء یحتمل الهبة لكن الودیعة ادنی وهو متیقن فصل كناية او فعلا كما لو وضع ثوبه بین یدي رجل ولم یقل شیئا فهو ایداع ، والقبول من المودع صریحا قبلت او دلالة كما لو سكت عند وضعه فانه قبول دلالة كوضع ثيابه فی حمام بمأی من الثیابی وكقوله لرب الخان این اربطها فقال هناك كان ایداعا خانية وهذا فی حق وجوب الحفظ واما فی حق الامانة فتتم بالايجاب وحده حتى لو قال للغاصب اودعتك المصوب برئ عن الضمان وان لم یقبل اختیار - قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالى : (قوله شیئا) فلو قال لا اقبل لا یكون مودعا لان الدلالة لم توجد بمجرد فیه عن الخلاصة لو وضع كتابه عند قوم فذهبوا وتركوه ضمنوا اذا صنع وان قاموا واحدا بعد واحد ضمنوا الا خیر لان تعیین للحفظ فتعین للضمان اه فكل من الايجاب والقبول فیه غیر صریح (رد المحتار ج ۲ ص ۴۹۳) والله سبحانه وتعالى اعلم -

۶ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۱۹ھ

لڑکیوں کا ختنہ مستحب ہے :

سوال : آج کل کے زمانہ میں لڑکیوں کا ختنہ سنت ہے یا نہیں؟ کسی حدیث سے اس کا ثبوت ہے؟ بیٹنوا توجروا -

الجواب باسم ملہم الصواب

لڑکیوں کا ختنہ حدیث سے ثابت ہے ، لڑکوں کا ختنہ سنت مؤکدہ ہے اور لڑکیوں کا ختنہ الذئی الجماع ہونے کی وجہ سے مستحب ہے ، نہ کرنے میں کوئی گناہ نہیں -

قال العلامة ابن عابدین رحمه الله تعالى تحت (قوله الختان) : لان الختان سنة للرجال من جملة الفطرة لا يمكن تركها وهي مكرومة في حق النساء كما في

الكفاية (رد المحتار ص ۱۳۴ ج ۵)

وقال رحمه الله ايضاً: (قوله وختان المرأة) الصواب خفاض لانه لا يقال في حق المرأة ختان وانما يقال خفاض حموى (قوله بل مكروه للرجال) لانه الذي الجماع زيبي (قوله وقيل سنة) جزم به البزازي معللاً بأنه نص على ان الخنثى تختن ولو كان ختانها مكروه لم تختن الخنثى لاحتمال ان تكون امرأة ولكن لا كالسنة في حق الرجال اقول ختان الخنثى لاحتمال كونه رجلاً وختان الرجل لا يترك فلذا اتصيان سنة احتياطاً ولا يفيد ذلك سنيتها للمرأة تأمل وفي كتاب الطهارة من السراج الوهيج اعلم ان الختان سنة عندنا للرجال والنساء وقال الشافعي رحمه الله تعالى واجب وقال بعضهم سنة للرجال مستحب للنساء لقوله عليه الصلوة والسلام ختان الرجال سنة وختان النساء مكروه (رد المحتار ص ۴۹ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم۔

غرة ذی الحج سنہ ۸۶ھ

سؤال مثل بالا:

سوال: عورت کا ختنہ کرنا سنت ہے یا مستحب؟ اور یہ حکم تمام علاقوں کے لئے عام ہے یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسماء ملہم الصواب

مذہب الحنفیہ: ختنہ رجال کے حق میں سنت مؤکدہ ہے اور نساء کے حق میں مستحب۔

مذہب المالکیہ: دونوں کے حق میں سنت ہے۔

مذہب الشافعیہ: رجال و نساء دونوں کے حق میں واجب ہے، اسی کو امام نووی رحمہ اللہ

نے اختیار کیا ہے، دوسرا قول نساء کے حق میں عدم وجوب کا ہے۔

مذہب الحنابلہ: رجال کے حق میں واجب ہے اور نساء کے حق میں مستحب۔

احادیث ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتوں کے

ختنہ کا عام دستور تھا:

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جاءوا

الختان الختان وجب الغسل فعلته انا ورسول الله صلى الله عليه وسلم فاغتسلنا

رواه الترمذی وابن ماجہ (المشکوٰۃ ص ۲۸ ج ۱)

عن ام عطية الانصارية ان امرأة كانت تختن بالمدينة فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم لا تنهكي فان ذلك احظي للمرأة ولحب الى البعل (ابوداؤد ص ۳۶۸ ج ۲) خرج سباع فقال هل من مبارز؟ قال فخرج اليه حمزة بن عبد المطلب صلى الله عليه عنه فقال يا سباع يا ابن ام انما رمقطة البظور الحديث (بخاری مع فتح الباری ص ۲۹۵ ج ۲) بعض نے عورتوں کے ختنہ کے بارے میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ بعض ممالک میں مستحب ہے اور بعض میں نہیں، بعض کتب طبیہ میں اس کی وجہ یہ نظر سے گزری ہے کہ گرم ممالک میں بظریعہ لمبا ہوتا ہے اس لئے اسے کاٹ دیا جاتا ہے۔

قال العلامة السهارنفوری رحمہ اللہ تعالیٰ: واختلف في وجوب الختان فرؤى عن الشافعي وكثير من المشايخ رحمهم الله تعالى انه واجب في حق الرجال والنساء وعند مالك وابي حنيفة رحمهما الله تعالى قال النووي وهو قول اكثر العلماء انه سنة فيهما قاله الشوكاني، وقال الحافظ في الفتح: قد ذهب الى وجوب الختان دون باقي الخصال المذكورة في الباب الشافعي رحمه الله تعالى وجمهور اصحابه وقال به من القداماء عطاء رحمه الله تعالى حتى لو اسلم الكبير لم يتم اسلامه حتى يخنن وعن احمد وبعض المالكية لا يجب وعن ابى حنيفة رحمه الله تعالى واجب وليس بفرض وعنه سنة يأثم بتركه وفي وجه للشافعية لا يجب في حق النساء انتهى (بذل المجهود ص ۳۳۹ ج ۶)

وقال العلامة المحصفي رحمه الله تعالى: والاصل ان الختان سنة كما جاء في الخبر وهو من شعائر الاسلام وخصائصه فلوا جتمع اهل بلدة على تركه حاربهم الامام فلا يترك الا لعذر وعذر شيخ لا يطيقه ظاهر (الى قوله) وختان المرأة ليس سنة بل مكروية للرجال وقيل سنة۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله بل مكروية للرجال) لانه الذ في الجماع زيلعي (قوله وقيل سنة) جزم به البرازي معللا بأنه نص على ان الخنثى تختن ولو كان ختانها مكروية لم تختن الخنثى لاحتمال ان تكون امرأة ولكن لا كالسنة في حق الرجال اه اقول ختان الخنثى لاحتمال كونه رجلا وختان الرجل لا يترك فلذا كان سنة احتياطوا ولا يفيد ذلك، سنيت للمرأة تأمل وفي

کتاب السراج الوہاج اعلیٰ ان الختان سنة عندنا للرجال والنساء وقال الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ واجب وقال بعضهم سنة للرجال مستحب للنساء لقوله عليه الصلوة والسلام ختان الرجال سنة وختان النساء مکرمۃ (رد المحتار ص ۲۷۹ ج ۵)

قال العلامة ابن قدامة رحمہ اللہ تعالیٰ: فاما الختان فوجب علی الرجال ومکرمۃ فی حق النساء وليس بوجب علیہن هذا قول كثير من اهل العلم (المغنی ص ۶۲ ج ۱)

قال الامام النووي رحمہ اللہ تعالیٰ: فالختان واجب عند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وكثير من العلماء وسنة عند مالك رحمہ اللہ تعالیٰ واكثر العلماء وهو عند الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ واجب علی الرجال والنساء جميعا (شرح النووي علی مسلم ص ۱۲۸ ج ۱)

وفي عون المعبود شرح سنان ابی داؤد: اختلفت فی النساء هل یخفذن عموما او یفرق بین نساء المشرق فیخفذن ونساء المغرب فلا یخفذن لعدم الفضلة المشرع قطعها منهن بخلاف نساء المشرق (عون المعبود ص ۱۲۳ ج ۲)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۷ ربیع الثانی سنہ ۱۴۱۹ھ

ہندو کے متروک مکان سے سونا ملا :

سوال : زینب جب ہندوستان سے پاکستان آئی تھی تو ایک ہندو کے مکان سے اکتیس تولہ سونا ملا تھا جس کا اس نے زیور بنالیا، اب دریافت یہ کرنا ہے کہ کیا وہ اس کی مالکہ ہو گئی ہے؟ اور کیا اس کی زکوٰۃ ادا کرنا اس کے ذمہ فرض ہے؟ بتینوا توجروا۔

الجواب باسمہما الصواب

اگر یہ واقعہ ابتداء قیام پاکستان کا ہے تو ان دنوں دونوں حکومتوں کے معاہدہ کے تحت اس سونے پر ہندو کی ملکیت قائم رہے گی، مالک کی تلاش کر کے اس تک پہنچانا فرض ہے، اگر انتہائی کوشش کے باوجود مالک کا علم نہ ہو سکے تو یہ سونا واجب التصدق ہے اگر زینب خود مسکینہ ہے تو خود بھی رکھ سکتی ہے۔

اگر دونوں حکومتوں کا معاہدہ ختم ہو جانے کے بعد یہ سونا ملا تو بحکم فی رہے جس پر حکومت پاکستان کی اجازت کے بغیر قبضہ کرنا درست نہیں، ہاں اگر زینب مسکینہ تھی تو بدون اجازت حکومت بھی اس کا قبضہ صحیح ہو گیا، وہ اس کی مالکہ ہو جائے گی۔

جن صورتوں میں زینب کی ملک کی صحت تحریر کی گئی ہے ان صورتوں میں زینب پر اس سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی، دوسری صورتوں میں زکوٰۃ واجب نہیں کیونکہ یہ مال غصب ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۳ صفر سنہ ۸۷ھ

عورت پر گھر کا کام واجب ہے :

سوال : کیا عورت پر گھر کا کام کاج جیسے شوہر اور بچوں کا کھانا پکانا واجب ہے؟ بصورت وجوب اگر عورت کوئی دینی یا دنیوی اعزاز و شرف رکھتی ہو تو کیا اس پر بھی واجب ہے؟ بدینا تو جروا۔

الجواب باسمہم الصواب

عورت خواہ کوئی بڑے سے بڑا شرف رکھتی ہو تو بھی اس پر گھر کا کام کاج دیانتہ واجب ہے، البتہ اگر کھانا پکانے سے انکار کرے تو قضاء واجب نہ ہونے کی وجہ سے اس کو مجبور نہیں کیا جاسکتا، اس صورت میں اگر عورت ایسے خاندان سے ہو کہ اس کی لڑکیاں خود کام نہ کرتی ہوں یا اسے کوئی ایسی بیماری ہو کہ کھانا نہیں پکا سکتی تو شوہر پر اسے کھانا پکوا کر دینا واجب ہے ورنہ نہیں۔

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : استأجر امرأة لتخبز له خبز اللاكل لم يجز وللبيع جاز صيرفية۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله لم يجز) لان هذا العمل من الواجب علیہا دیانتہ لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قسم الاعمال بین فاطمة وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فجعل عمل الداخل علی فاطمة وعمل الخارج علی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما وافاد المصنف آخر الباب ان استئجر المرأة للطبخ وخبز وسائر أعمال البيت لا تنعقد ونقله عن المصنفات طقلت كأنه لانه واجب علیہا دیانتہ ثم راجعت باب النفقة فرأيت علی به وزاد ولو شريفة لانه علیہ السلام قسم الاعمال الخ (رد المحتار ص ۳۹ ج ۵)

وقال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ : امتنعت المرأة عن الطحن والخبز ان كانت ممن لا تخدم او كان بها علة فعليه ان يأتئها بطعام مهياً والابأن كانت ممن تخدم نفسها وتقدر علی ذلك لا يجب علیہ ولا يجوز لها اخذ الاجرة

على ذلك لوجوبه عليها ديانة ولو شريفة لانه عليه الصلوة والسلام قسم الاعمال
بين على وفاطمة رضي الله تعالى عنهما فجعل اعمال الخارج على على رضي الله تعالى عنه
والداخل على فاطمة رضي الله تعالى عنها مع انها سيدة نساء العالمين بحر-
(قوله لوجوبه عليها ديانة) فتفتى به ولكنها لا تجبر عليه ان ايت بدائع -

(رد المحتار ص ۶۲۸ ج ۲)

والله سبحانه وتعالى اعلم-

۱۰ جمادی الثانیہ سنہ ۸۷ھ

بیوی پر شوہر کے کن احکام کی اطاعت لازم ہے؟

سوال : بیوی پر شوہر کے کن احکام کا ماننا لازم ہے، شوہر اوامر کے اقتال اور نواہی
سے اجتناب کے لئے کہے یا مباحات کا حکم دے تو کیا بیوی ان احکام کی تعمیل سے انکار کرنے
کی صورت میں نافرمان کہلائے گی؟ بیٹنوا توجروا -

الجواب باسمہم الصواب

بیوی پر شوہر کے ہر جائز حکم کی تعمیل فرض ہے، اوامر شرع اور نواہی کے بارے میں شوہر
کے حکم کی تعمیل بطریق اولیٰ فرض ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم-

۸ ربیع الاول سنہ ۸۹ھ

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو پردہ کیوں؟

سوال : امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے پردہ کرتی
تھیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ پردہ تو اس سے فرض ہے جس سے نکاح جائز ہو اور امہات المؤمنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا کسی سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ بیٹنوا توجروا -

الجواب باسمہم الصواب

امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی حرمت تکریمًا ہے اور پردہ میں بھی تکریم ہے،
نیز حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بعد الوفات بھی بعض احکام میں مثل اجارہیں، اس
لئے امہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی حرمت ذوات زوج ہونے کی وجہ سے ہے جو پردہ کے
منافی نہیں، علاوہ ازیں اس میں یہ حکمت بھی ہے کہ اُمت پر پردہ کی اہمیت واضح ہو -

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم-

۱۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۸۸ھ

والدین کے گناہ معاف کروانے کا طریقہ :

سوال : جس شخص کے والدین نے گناہ کی زندگی گزاری اور یہ معلوم نہیں کہ توبہ واستغفار کیا یا نہیں، ایسی حالت میں اولاد کا کیا فریضہ بنتا ہے؟ کیا کوئی ایسا عمل ہے جس سے ان کے گناہوں کی معافی یا کم از کم تخفیف ہو سکتی ہو؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

والدین کے انتقال کے بعد اولاد پر ان کے یہ حقوق ہیں :

① ان کے لئے دعاء واستغفار کریں۔

② انہوں نے کسی سے کوئی عہد کیا ہوا تھا مگر پورا کرنے سے پہلے انتقال ہو گیا تو اس عہد کو پورا کریں۔

③ والدین کے اہل قرابت کے ساتھ صلہ رحمی اور اہل تعلق کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کریں۔

④ بلا قیود و شرائط بدنی و مالی عبادت کر کے ایصال ثواب کرنا بھی بہتر ہے۔

اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف ہوں گے اور ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔

عن ابی اسید السامدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بیانا نحن عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذ جاءہ رجل من بنی سلمۃ فقال یا رسول اللہ هل بقی من براہوی شیء ابرہما بہ بعد موتہما قال نعم الصلوۃ علیہما والاستغفار لہما وانفاذ عہدہما من بعدہما وصلۃ الرحمۃ لا تتوصل الاہما واکرام صدیقہما رواہ ابوداؤد وابن ماجہ (مشکوۃ ص ۴۲)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۹ جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۱۸ھ

تصویر شیخ کا حکم :

سوال : جو شخص تصویر شیخ اور فیض از قبور اولیاء کا انکار کرے کیا وہ اہل سنت سے خارج ہو جاتا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

تصویر شیخ اور استفادہ از قبور اولیاء سے عوام کو منع کرنا چاہئے تاکہ شرک تک نوبت

نہ پہنچ جائے، اگرچہ فی نفسہ یہ دونوں امور جائز ہیں، لہذا اگر کوئی شخص سداً لباب الفتنة انکار کرتا ہے تو اس کا انکار صحیح ہے اور واقعہً منکر ہے تو حقیقت سے ناواقفیت اور جہل کی بنا پر ہے اس لئے ایسے شخص کو بدعتی یا اہل سنت سے خارج کہنا صحیح نہیں۔

ایسے مسائل میں زیادہ بحث مباحثہ کر کے عوام میں تفرقہ پیدا کرنا اور ان کو دین سے قریب لانے کی بجائے مزید دور کرنا جائز نہیں، اپنی تمام تر کوشش خود کو اور دوسروں کو محرمات و منکرات قطعہ سے بچانے اور دنیا و آخرت میں سرخرو کرنے پر صرف کرنی چاہئے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۲ رجب سنہ ۱۴۸۸ھ

بروز قیامت باپ کی طرف نسبت کر کے پکارا جائیگا :

سوال : قیامت کے روز لوگوں کو والد کے نام سے پکارا جائے گا یا والدہ کے نام سے؟
بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

چونکہ نسب باب کی طرف سے ثابت ہوتا ہے اس لئے باپ کی طرف منسوب کر کے پکارا جائیگا، البتہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے چونکہ والد نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کاملہ سے بغیر والد کے حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا فرمایا تھا، اس لئے ان کو والدہ کی طرف منسوب کر کے عیسیٰ ابن مریم کہہ کر پکارا جائے گا۔
امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ترجمۃ الباب قائم فرمایا ہے، ”باب یدعی الناس بابائهم“ اور اس میں یہ روایت ذکر فرمائی ہے :

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الغادر یرفع
لہ لواء یوم القیامۃ یقال ہذا غدر فلان بن فلان (صحیح بخاری ص ۹۱۲ ج ۲)
قال الحافظ العینی رحمہ اللہ تعالیٰ : قال ابن بطال الدعاء بالاباء اشد فی التعریف
وابلغ فی التمییز (وبعد اسطر) وفی حدیث الباب رد لقول من یزعم انہ لا یدعی الناس
یوم القیامۃ الا بما تھاہم لان فی ذلک ستر علی ابائہم وفیہ جواز الحکم بظاہر
الامور (عمدة القاری ص ۲۰۱ ج ۲)

وعن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تدعون

یوم القیامة باسمائکم واسماء آبائکم فاحسنوا اسماءکم رواہ ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۲۰۸)

قال العلامة عبدالحق المحدث رحمہ اللہ تعالیٰ : فاحسنوا اسماءکم پس نیک بنہید نامہائے خود را، این خطاب است مرجمع بنی آدم را، پس پدران نیز داخل باشند و در بعضی روایات آمدہ کہ روز قیامت مردم را بنام مادران خوانند و گفتہ اند کہ حکمت درین آن است کہ تا اولاد زنا شرمندہ و رسوا نشوند بجهت رعایت حال عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کہ پدر ندارد و از برائے اظہار فضل و شرف حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما باظہار نسب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اگر این روایت ثابت شود آبائکم را عمل بر تعلیم میتوان کرد چنان کہ ابوین میگویند و شاید کہ گاہے بآباء خوانند و گاہے بامہات یا بعضے را بنسبت پدران و بعضے را بنسبت مادران یا در بعضے موطن چنان و در بعضے بنی اللہ اعلم (اشعۃ اللمعات ص ۵۴) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۵ رجب سنہ ۱۲۸۸ھ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹے پر حد زنا جاری کرنیکا قصہ موضوع ہے :

سوال : مشہور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کسی بیٹے کو زنا کرنے کی وجہ سے کوڑے مارے، حد ابھی تک پوری نہیں ہوئی تھی کہ ان کا انتقال ہو گیا، چنانچہ بقیہ کوڑے ان کی نعش پر مارے، کیا یہ قصہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس بیٹے کا نام کیا تھا اور عمر کتنی تھی؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

یہ قصہ واعظین کے درمیان مشہور ہے جو موضوع اور باطل ہے، چنانچہ اللالی المصنوعۃ میں یہ روایت شیرویہ بن شہریار کی سند سے نقل کی ہے، اس کے بعد فرمایا ہے :
موضوع فیہ مجاہیل قال الدارقطنی حدیث مجاہد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی حدیث ابی شحمة لیس بصحیح وقد روی من طریق عبد القدوس بن الحجاج عن صفوان عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعبد القدوس یضع وصفوان بینہ و بین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رجال۔

صحیح قصہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے عبد الرحمن الاوسط البو شحمہ کے نبیذ پینے کا ہے جس کے بعد انہوں نے خود اپنے آپ کو مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ

کے سامنے حد جاری کرنے کے لئے پیش کیا، انھوں نے مجمع عام کی بجائے گھر کے اندر ان پر حد جاری کی، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو تنبیہ فرمائی اور مدینہ منورہ ٹوٹنے کے بعد ان پر دوبارہ حد جاری کی، چنانچہ اللہ الی المصنوعہ میں ہے:

والذی ورد فی ہذا ما ذکرہ الزبیر بن بکار وابن سعد فی الطبقات وغیرہما ان عبد الرحمن الاوسط من اولاد عمر ویکفی ابا شحمة کان بمصر غازیاً فشر بہ لیلۃ نبیذا فخرج الی السکة فجاء الی عمر بن العاص فقال اقم علی الحد فامتنع فقال له انی اخبر ابی اذا قد مت علیہ فضر بہ الحد فی دارہ ولم یخرجه فکتب الی عمر یلوہ و یقول الّا فعلت بہ ما تفعل بجمیع المسلمین فلما قدم علی عمر ضربہ واتفقا انہ مرض فمات۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۵ رجب سنہ ۵۸۸ھ

حکم تبرکات شاہی مسجد لاہور:

سوال: لاہور کی شاہی مسجد میں تبرکات یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ، عصا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلاہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دستاویزات رکھی ہیں، کیا واقعہً یہ چیزیں انہی حضرات کی ہیں جن کی طرف منسوب ہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

ان کی تصدیق لازم نہیں اور انکار مناسب نہیں، امکان ثبوت کی بنا پر احترام ضروری ہے اور اگر ان کی زیارت سے شرک و بدعات کی تائید ہوتی ہو تو اس سے احتراز واجب ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۶ رجب سنہ ۵۸۸ھ

روح پر موت نہیں آئے گی:

سوال: کیا روح پر موت آئے گی؟ کیا یہ مسئلہ اتفاقی ہے یا اختلافی؟ باحوالہ تحریر فرمائیں۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

ارواح کی فنایت میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ روح پر موت نہیں آئے گی۔ فنایت ارواح سے مراد افتراق عن البدن ہے، ناقابل انتفاع ہو جانے یا تبدیل صفت

کو فنایت سے تعبیر کر دیا جاتا ہے، بالخصوص تقييد یا الزمان کا قالوا فی الجواب عن عدم
فناء جہنم والجنة والعرش والكرسى -

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ : والصواب ان يقال موت الروح هو مفارقة
الجسد فان ارید بموتها هذا القدر، فهي ذائقة الموت وان ارید انها تعدم وتضمحل
فهي لا تموت بل تبقى مفارقة لما شاء الله ثم تعود الى الجسد وتبقى معه في نعيم
او عذاب ابد الأبدین ودهر الداهرين وهي مستثناة ممن يصعق عند النفخ في
الصود على ان الصعق لا يلزم منه الموت والهلاك ليس مختصا بالعدم بل يتحقق
بمخرج الشيء عن حد الانتفاع به ونحو ذلك وما ذكر في تفسير الاما تین
غیر مسلم (روح المعانی ص ۱۵۹ ج ۱۵)

وقال الشاہ عبد العزیز المحدث الدہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ : زیرا کہ مضمونے کہ بایں
قسم تاکید فرمودہ اند آنست کہ جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود بحفظ الہی
محفوظ است شکستہ شدن و فنا پذیرفتن از محالات است و لہذا در حدیث شریف وارد است
انما خلقتم للأبد - یعنی جان آدمی کہ در حقیقت آدمی عبارت از آنست ابدی است ہرگز
فنا پذیر نیست و آنچه در عرف مشہور است موت ہلاک جان میکند محض مجاز است نہایت کار
موت آنست کہ جان از بدن جدا شود و بسبب نایافت مربی و محافظ از ہم پاشد والا جان
را فنا متصور نیست و اثبات عالم برزخ و امکان حشر نشتر مبنی بر ہمیں مسئلہ است (تفسیر عزیزی ص ۱۳۲)
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۶ شعبان سنہ ۸۸ھ

معاہدہ یا وعدہ کی خلاف ورزی :

سوال : معاہدہ یا وعدہ کی خلاف ورزی گناہ کبیرہ ہے یا صغیرہ ؟ بیٹو اتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

معاہدہ جانبین سے ہوتا ہے، اس کی خلاف ورزی کرنا گناہ کبیرہ ہے، وعدہ جانب واحد سے ہوتا ہے،
اس کے خلاف کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وعدہ کرتے وقت ہی ایفار کی نیت نہ ہو تو گناہ کبیرہ ہے اور
اگر ایفار کی نیت تھی، بعد میں بدل گئی تو بلا عذر خلاف کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور عذر کی وجہ سے ہو تو مباح،
بشرطیکہ اس سے دوسرے کو ایذا نہ پہنچے، ایذا پہنچانا بہر حال حرام ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ شعبان سنہ ۸۸ھ

کافر کا حق کیسے ادا کیا جائے؟

یہ مسئلہ ”احسن الفتاویٰ“ جلد ۶ کتاب اللقطہ ص ۳۸۹ پر آچکا ہے۔

غیبت اور جھوٹ فسق ہے :

سوال : فاسق کی جامع و مانع تعریف کیا ہے؟ کیا غیبت کرنا اور جھوٹ بولنا فسق کی

تعریف میں آتا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اصطلاح شریعت میں فاسق ایسے شخص کو کہا جاتا ہے جس کے اعمال میں نقص و فتور ہو، یعنی

شریعت میں جن اعمال کے کرنے کا حکم ہے ان کو ترک کرتا ہو اور جن کے ترک کا حکم ہے ان

کا ارتکاب کرتا رہتا ہو۔

غیبت کرنا اور جھوٹ بولنا کیا نہیں سے ہیں اس لئے یہ بدرجہ اتم فسق کی تعریف میں داخل ہیں۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیر قولہ تعالیٰ ”یا ایہا الذین آمنوا ان

جاءکم فاسق بنبأ فتبینوا“ الایۃ : والفاسق الخارج عن حجر الشرع من قولہم :

فسق الرطب اذا خرج عن قشرہ ، قال الراغب : والفسق اعم من الکفر یقع بالقلیل

من الذنوب والكثیر لکن تعورف فیما کانت کثیرۃ ، واكثر ما یقال الفاسق لمن التزم

حکم الشرع واقربہ ثم اخل بجميع احکامہ او ببعضہا ، واذا قیل للکافر الاصلی

فاسق فلائنہ اخل بحکم ما الزمہ العقل واقتضتہ الفطرۃ (روح المعانی ص ۱۲۵ ج ۲۶)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۱ رذی القعدہ سنہ ۱۴۰۸ھ

جلد سازی میں کٹے ہوئے اوراق بھی قابل احترام ہیں :

سوال : قرآن مجید کی جلد بندی میں جو اوراق غیر محررہ کٹ جاتے ہیں، وہ بھی قابل تعظیم ہیں

یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو کاغذ لکھنے کی غرض سے تیار کیا گیا ہو وہ قابل احترام ہے، خواہ وہ بعد میں کسی وجہ سے

نا قابل تحریر ہو گیا ہو، اس لئے ایسے کاغذ کی تعظیم و احترام ضروری ہے، خصوصاً جبکہ قرآن کا

کاغذ ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۹ رذی القعدہ سنہ ۱۴۰۸ھ

قرآن مجید ہاتھ سے گر جانے کا کفارہ :

سوال : اگر کسی سے قرآن مجید گر جائے تو کیا شرعاً اس کا تدارک ضروری ہے؟ مثلاً کچھ صدقہ کرے اور توبہ واستغفار کرے، بلا قصد گر جائے تو معصیت تو نہیں ہوگی؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

صدقہ کرنا شرعاً ضروری نہیں، نفس پر جبرمانہ اور ادھی الی قبول التوبہ ہونے کی وجہ سے بہتر ہے، بلا قصد و ارادہ گر جانے سے معصیت نہیں ہوگی، معہذا صورت معصیت وعدم احتیاط کی وجہ سے توبہ کرنا چاہئے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹/ ذی القعدة سنہ ۸۸ھ

ارواح حیوانات کا مقام :

سوال : جانوروں کی ارواح کا مقام کہاں ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

حیوانات کی ارواح کے مقام کے بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا ہے کہ جانوروں کی ارواح ہوا میں معلق رہتی ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ معدوم ہو جاتی ہیں اور بعض نے مذکورہ بالا اختلاف اقوال کی بناء پر یہ ذکر فرمائی کہ جو حضرات حیوانات لئے حشر کے قائل ہیں جیسا کہ مشہور مذہب ہے، ان کے نزدیک ان کی ارواح ہوا میں یا جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہو وہاں معلق رہتی ہیں اور جو حضرات حیوانات کے لئے عدم حشر کے قائل ہیں جیسا کہ امام غزالی اور اہل ظاہر کا مذہب ہے، ان کے نزدیک حیوانات کی ارواح معدوم ہو جاتی ہیں قول اول صحیح ہے۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیر قولہ تعالیٰ یسئلونک عن السروح فی المبحث السادس فی مستقر الارواح بعد مفارقة الابدان : ثم ان ارواح سائر الحيوانات من البہائم ونحوھا قیل تكون بعد المفارقة فی الهواء ولا اتصال لھا بالابدان وقیل تعدم ولا یعجز اللہ تعالیٰ شیء ومن الناس من قال ان کان للحيوانات حشر یوم القيامة کما هو المشہور الذی تقتضیہ ظواہر الایات والاختیار فالاولی ان یقال ببقاء ارواحھا فی الهواء وحيث شاء اللہ تعالیٰ وان لم یکن لھا حشر کما ذهب الیہ الغزالی واهل الظواہر فالاولی ان یقال بانعدامھا هذا

وبقیۃ ابحاث کثیرۃ ترکناھا لضیق القفس واتساع دائرة الغصن ولعل
فیما ذکرناہ هنا مع ما ذکرناہ فیما قبل کفاۃ لاهل البدایۃ والہدایۃ لمن
ساعدتہ العناۃ واللہ عزوجل ولی الکرم والجود وعندہ سبحانہ بدأ کل شیء
والیہ جل وعلا یعود۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۹ ذی الحجہ سنہ ۸۸ھ

امیر کی اطاعت :

سوال : تبلیغی جماعت والے اپنے امیر کی بڑی اطاعت کرتے ہیں، کیا مامور کو اپنے
امیر کی ایسے ہی اطاعت کرنی چاہئے جیسے بیوی اپنے شوہر کی یا غلام اپنے آقا کی اطاعت
کرتا ہے اور اس کے تابع رہتا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جیسے تبلیغی جماعت والے اپنے امیر کی اطاعت کرتے ہیں، ہر دینی جماعت کو ہر ایسے
حکم میں جو معصیت نہ ہو اپنے امیر کی ایسے ہی اطاعت کرنی چاہئے، اس میں حسن انتظام ہے
اور تشدد و افتراق سے اجتناب ہے جس کی شریعت نے تاکید فرمائی ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۸ ذی الحجہ سنہ ۸۸ھ

”علیہ الصلوٰۃ والسلام“، ”رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ اور ”رحمۃ اللہ تعالیٰ“ کا استعمال :

سوال : لفظ علیہ الصلوٰۃ والسلام، رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور رحمۃ اللہ تعالیٰ کا استعمال کس
کی شان میں مسنون ہے اور کس کی شان میں مکروہ یا ناجائز ہے؟ کیا
امام ابو حنیفہ کے لئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین کے لئے علیہ الصلوٰۃ والسلام کہنا جائز ہے؟
بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

لفظ علیہ الصلوٰۃ والسلام انبیاء و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے، غیر انبیاء
کے لئے اس کا استعمال جائز نہیں، لہذا حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علی علیہ الصلوٰۃ والسلام
کہنا جائز نہیں، البتہ تبعاً استعمال کرنا جائز ہے، یعنی کسی نبی کے نام کے بعد آل نبی یا صلحہ کا ذکر
آجائے تو سب کے لئے علیہم الصلوٰۃ والسلام کہنا جائز ہے۔

مستحب یہ ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ و صلحاء کے ساتھ رحمہم اللہ تعالیٰ استعمال کیا جائے، البتہ اس کے برعکس یعنی صحابہ کرام کے لئے ترجم اور ائمہ و صلحاء کے لئے ترضی کا استعمال بھی جائز ہے اس لئے امام ابو حنیفہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا لکھنا جائز ہے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: ولا یصلی علی غیر الانبیاء ولا علی غیر الملائکۃ الا بطریق التبع وهل يجوز الترحم علی النبی قولان زلیعی قلت وفي الذخیرۃ انه یکره وجوزہ السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ تبعاً لاستقلالاً فلیکن التوفیق وباللہ التوفیق ولیستحب الترضی للصحابة وكذا من اختلف فی نبوتہ كذی القرنین ولقمان وقیل یقال صلی اللہ علی الانبیاء وعلیہ وسلم كما فی شرح المقدمة للقرماني والترحم للتابعین ومن بعدهم من العلماء والعباد وسائر الاخیر، وكذا يجوز عكسه وهو الترحم للصحابة والترضی للتابعین ومن بعدهم علی الراجح ذكرہ القرماني وقال الزلیعی الاولی ان یدعو للصحابة بالترضی وللتابعین بالرحمة ولمن بعدهم بالمغفرة والتجاوز۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله ولا یصلی علی غیر الانبیاء الخ) لان فی الصلوة من التعظیم ما لیس فی غیرها من الدعوات وهي لزيادة الرحمة والقرب من اللہ تعالیٰ ولا یلیق ذلك بمن یتصور منه الخطایا والذنوب الاتبعایان یقول اللہم صل علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم لان فیہ تعظیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم زلیعی واختلف هل تکره تحریماً او تنزیہاً او خلاف الاولی وصحیح النووی رحمہ اللہ تعالیٰ فی الاذکار الثانی لکن فی خطبۃ شرح الاشباہ للبیری من صلی علی غیرہم اثم وکره وهو الصحیح وفي المستصفی وحديث صلی اللہ علی آل ابی او فی الصلوة حقہ فله ان یصلی علی غیرہ ابتداءً اما الغیر فلا ہ واما السلام فنقل اللقانی فی شرح جوہرۃ التوحید عن الامام الجوینی انه فی معنی الصلوة فلا یستعمل فی الغائب ولا یفرض بہ غیر الانبیاء فلا یقال علی علیہ السلام وسواء فی ہذا الاحیاء والاموات الا فی الحاضر فیقال السلام او سلام علیک او علیکم وهذا جمیع علیہ اھ (رد المحتار ص ۴۹ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

عورت گھر کے نامحرم افراد سے پردہ کیسے کرے؟

سوال : چند بھائی ایک گھر میں رہتے ہیں، ہر ایک کے لئے علیحدہ مکان بنانے کی استطاعت نہیں، ایسی صورت میں عورت پردہ کرنے کی کیا تدبیر اختیار کرے، جبکہ اسے گھر میں مختلف کام سرانجام دینے پڑتے ہیں اور نامحرم سے بات کرنے کی ضرورت بھی پیش آتی ہے۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

شرعی پردہ اللہ تعالیٰ کا قطعی حکم ہے، اگر قلب میں کچھ فکر آخرت ہو تو اس پر عمل کرنا کوئی مشکل نہیں، اس کے لئے علیحدہ گھر ہونا ضروری نہیں، چہرہ چھپانا اور بلا ضرورت بات کرنے سے احتراز ایک گھر میں رہتے ہوئے بھی ممکن ہے، بقدر ضرورت بات کرنے کی گنجائش ہے، اس گنجائش سے ناجائز فائدہ اٹھا کر بلا ضرورت گپ شپ لگانے یا بالکل پردہ ترک کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، عورت گھونگٹ کر کے گھر کے سارے کام کر سکتی ہے، تفصیل و غلط شرعی پردہ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۹ محرم سنہ ۸۹ھ

پیوند لگا ہوا کپڑا پہننا :

سوال : کیا پیوند لگا ہوا کرتا یا تہبند سنت ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پیوند لگا ہوا لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ثابت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی ترغیب دی تھی اس لئے بنیت اتباع پیوند لگا ہوا کپڑا پہننے پر ثواب کی اُمید ہے۔ البتہ اپنے زمانہ کے علماء و صلحا کی وضع کے خلاف کوئی صورت اختیار کرنا ریا و نمودار و عجب و کبر اور دوسروں کو کمتر سمجھنے کا باعث ہو سکتا ہے، اس لئے ایسی امتیازی شان سے احتراز کرنا چاہئے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ اذا اردت اللہ فلیکفک من اللہ نیا کراد الراكب ایاک و محالسة الاغنیاء ولا تستخلفی ثوبا حتی ترقعیه رواہ الترمذی (مشکوٰۃ ص ۳۷۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۲۴ صفر سنہ ۸۹ھ

چاند پر پہنچنا شریعت کے خلاف نہیں :

سوال : قرآن مجید میں ”تَبْرُكُ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا“ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ سب آسمانوں میں ہیں، اسی طرح چند تفاسیر میں بھی یہی تحریر ہے اور آجکل لوگ چاند پر اتر رہے ہیں اور اسی طرح زہرہ پر اتر رہے ہیں اور وہاں اسٹیشن قائم کر رہے ہیں اور یہ لوگ آسمانوں کے قائل نہیں ہیں اور دلیل یہی دے رہے ہیں کہ اگر آسمان ہوتے تو ہمیں جانے میں رکاوٹ ہوتی، مہربانی فرما کر تسلی بخش جواب مرحمت فرمائیں۔ بیادینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

سما کے لغوی معنی بلندی کے ہیں، لہذا آیہ مذکورہ میں اگر اس کے لغوی معنی مراد لئے جائیں جو کثرت سے آتے ہیں کما قالوا فی قوله تعالى ”وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً“ تو کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، جیسے کہ ”کل فی فلك یسبحون“ میں فلك کے لغوی معنی یعنی تدویر مراد لینے سے اعتراض رفع ہو جاتا ہے، نیز دونوں جگہ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ حرف ”فی“ ظاہر رؤیت کے اعتبار سے لایا گیا ہے، یعنی بظاہر یہ سیارات آسمان کے اندر نظر آ رہے ہیں، اگرچہ حقیقت نیچے ہیں، چنانچہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ میں نے آسمان پر یا آسمان میں فلاں چیز دیکھی، یا آسمان پر بادل ہیں، حالانکہ یہ اشیاء آسمان سے بہت نیچے ہیں۔ نیز آیات مذکورہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سیارات شخں سما میں مرکوز ہیں، کیونکہ اشیاء مجاورہ کے لئے بھی ”فی“ استعمال ہوتا ہے، کما فی قوله تعالى ”لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ“ سو قرب الی السما یا بالطبع مائل الی المحيط ہونے کی وجہ سے ”فی السما“ کا اطلاق صحیح ہے بلکہ ”یسبحون“ سے یہی متبادر ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۹ھ

جلد بازی کو شیطان کی طرف منسوب کرنا :

سوال : مشہور ہے کہ جلدی کا کام شیطان کی طرف سے ہوتا ہے کیا یہ صحیح ہے؟ نیز اس کی وجہ کیا ہے؟ بیادینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

صحیح ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ جلد بازی بُری چیز ہے اور ہر بُری چیز کو شیطان

کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔

عن سهل بن سعد الساعدي رضي الله تعالى عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال الاشارة من الله والعجلة من الشيطان رواه الترمذي (مشکوٰۃ ص ۲۲۹)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۱۸ ربیع الاول سنہ ۸۹ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش :

یہ مسئلہ احسن الفتاویٰ ص ۳۶۸ ج ۲ میں بعنوان ”محسن عظم صلی اللہ علیہ وسلم کی

تاریخ ولادت“ مفصل آچکا ہے۔

۱۲ منہ کا مطلب :

سوال : عبارت کے آخر میں جو ۱۲ منہ لکھا ہوتا ہے اس کا کیا مطلب ہے؟ بتینواتوجروا۔

الجواب باسمولہم الصواب

بحساب ”ابجد“ نقط ”حد“ کا عدد ۱۲ نکلتا ہے، مطلب یہ ہوتا ہے کہ عبارت ختم

ہوگئی اور منہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ حاشیہ ماتن کی طرف سے ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۰ رجب سنہ ۹۱ھ

سقوط مالیت کے بعد نوٹوں کے عوض بیع :

سوال : نوٹ مال ہے یا مال کی سند؟ چند ماہ قبل حکومت نے سواور پانچ سو

کے نوٹوں کی مالیت کے ساقط ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس اعلان کے بعد شرعاً وہ نوٹ

مال کے حکم میں ہیں یا نہیں؟ نیز اس منسوخ نوٹ کے عوض بیع و شرائر یا کوئی عقد کیا

جائے تو صحیح ہوگا یا نہیں؟ بتینواتوجروا۔

الجواب باسمولہم الصواب

نوٹ مال نہیں بلکہ مال کی سند ہے، جب حکومت نے اس سند کو منسوخ کر دیا تو اب یہ

مال کے حکم میں نہیں رہا، اس لئے اس کے عوض بیع و شرائر وغیرہ صحیح نہیں۔

نوٹوں کے بارے میں مفصل تحقیق رسالہ کاغذی نوٹ اور کرنسی کا حکم ”مندرجہ احسن الفتاویٰ“

جلد ۶ میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۶ شعبان سنہ ۹۱ھ

کسب حرام کا حکم :

سوال : میرے ایک دوست نے مجھے رقم دی کہ کاروبار کرو، نفع نقصان میں سے دوثلث میرے اور ایک ثلث اس کا طے ہوا، میں نے کاروبار شروع کیا، کچھ دن بعد معلوم ہوا کہ رب المال نے یہ پیسے ناجائز طریقہ سے کمائے تھے تو میں نے اس سے تعلق منقطع کر لیا اور رقم واپس کرنا چاہی، مگر وہ واپس نہیں لیتا، اب وہ پاکستان میں نہیں ہے اور رقم میرے پاس بطور امانت رکھی ہوئی ہے، کچھ رقم خرچ بھی ہو گئی ہے، آئندہ بھی اگر میں جمع رکھوں تو ضائع ہونے کا خطرہ ہے اور بینک میں رکھوں تو اس میں بھی گھٹ جائے گی۔ دریا طلب امر یہ ہے کہ میں یہ رقم تجارت میں لگا دوں اور اس میں سے کچھ لوں یا کیا کروں؟ بیٹنوا متوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

یہ رقم جن لوگوں سے ناجائز طریقہ سے حاصل کی اگر وہ معلوم ہوں تو ان کو لوٹانا واجب ہے ورنہ واجب التصدق ہے، صاحب معاملہ خود اس کا مالک نہیں، لہذا اس کی اجازت سے بھی آپ اس میں کوئی تصرف نہیں کر سکتے، نہ ہی صاحب معاملہ کو واپس لینا جائز ہے، بہر حال اصل مع منافع کا مساکیں پر صدقہ کرنا واجب ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم
۱۷ شوال سنہ ۹۱ھ

ازار سنت ہے یا شلوار؟

سوال : کیا ازار سنگی کو کہتے ہیں؟ شلوار سنت ہے یا ازار؟ دونوں میں سے افضل کونسی ہے؟ بیٹنوا متوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ازار سنگی کو کہتے ہیں، سنگی اور شلوار دونوں سنن عادیہ میں سے ہیں، چونکہ اس زمانے میں سنگی ہی کا عام دستور تھا، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی عام معمول سنگی باندھنے کا تھا، مگر شلوار کو بھی آپ نے پسند فرمایا اور خریدا، جس سے پہننے کا ثبوت ملتا ہے اور بعض روایات میں پہننے کی تصریح بھی ہے اور بعض روایات سے اس کی فضیلت ثابت ہے۔ علاوہ ازیں شریعت میں تستر کی بہت اہمیت ہے اور ظاہر ہے کہ تستر شلوار میں زیادہ ہے، اس لئے شلوار پہننا افضل ہے۔

قال المحافظ العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ : وصحراہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتری

سراويل من سويد بن قيس اخرجها الاربعة واحمد وصححها ابن حبان من حديثه و
اخرجها احمد ايضا من حديث مالك بن عميرة الاسدي قال قدمت قبل مهاجرة
رسول الله صلى الله عليه وسلم فاشتري مني سراويل فارجم لي وما كان
ليشتريه عبثا وان كان غالب ليسه ازارا واخرج ابو يعلى والطبراني في الاوسط
من حديث ابى هريرة رضي الله تعالى عنه دخلت يوم السوق مع رسول الله
صلى الله عليه وسلم فجلس الى البراز فاشتري السراويل باربعة دراهم الحديث
وفيه قلت يا رسول الله وانتك لتلبس السراويل قال اجل في السفر والحضر والليل
والنهار فاني أمرت بالتسترو فيه يونس بن زياد البصري وهو ضعيف قال ابن القيم
في الهدى اشترى صلى الله عليه وسلم السراويل والظاهر انه انما اشتراه ليلبسه ثم
قال وروى في حديث انه لبس السراويل وكانوا يلبسونه في زمانه وباذنه قلت
ويؤخذ ادلة ذلك كله مما ذكرته ووقع في الاحياء للغزالي ان الثمن ثلاثة دراهم
والذي تقدم انه اربعة دراهم اولي (فتح الباري ص ۲۲ ج ۱۰)

وقال الحافظ العيني رحمه الله تعالى: وقال شيخنا زين الدين رحمه الله تعالى
روينا من حديث ابى هريرة رضي الله تعالى عنه مرفوعا ان اول من لبس السراويل
ابراهيم عليه السلام رواه ابو نعيم الاصبهاني وقيل هذا هو السبب في كون اول من
يكسى يوم القيامة كما ثبت في الصحيحين من حديث ابن عباس رضي الله تعالى عنهما
فلما كان اول من اتخذ هذا النوع من اللباس الذي هو اسائر للعورة من سائر
الملابس جوزى بان يكون اول من يكسى يوم القيامة وفيه استحباب لبس السراويل
(دبعد سطر) ورواه ابو يعلى في مسنده من حديث ابى هريرة رضي الله تعالى عنه
مطولا وفيه اقبال صلى الله عليه وسلم عن نفسه انه يلبس السراويل وروى
الترمذي ايضا من حديث ابن مسعود رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله
عليه وسلم قال كان على موسى عليه السلام يوم كاهن كساء صوف وكمة صوف وجبة
صوف وسراويل صوف وكانت نعلاء من جلد حمار ميت والكمة القلنسوة الصغيرة
(عمدة القاري ص ۳ ج ۲۱) والله سبحانه وتعالى اعلم -

صلہ رحمی کے حقدار کون سے رشتہ دار ہیں ؟ :

سوال : صلہ رحمی کے حق دار کون کون سے رشتہ دار ہیں ؟ اپنے اصول و فروع کے علاوہ چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی، ان کی اولاد اور سسرالی عزیزوں پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے یا نہیں ؟ بیٹنوا متوجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

صلہ رحمی میں اصول و فروع کے علاوہ قریب و بعید کے رشتہ دار بھی داخل ہیں، البتہ درجہ میں تفاوت ہے، جو زیادہ اقرب ہے اس کا حق مقدم ہے، سسرالی عزیزوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا، مگر حقوق ان کے بھی ہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وصلة الرحم واجبة) نقل القزطبی فی تفسیرہ اتفاق الامة علی وجوب صلتہا و حرمة قطعہا للادلة القطعیة من الكتاب والسنة علی ذلك قال فی تبیین المحارم و اختلفوا فی الرحم التي يجب صلتہا قال قوم ہی قرابة کل رحم محرم و قال اخرون کل قریب محرم کان او غیرہ والثانی ظاہر اطلاق المتن قال النووی فی شرح مسلم وهو الصواب واستدل علیہ بالاحادیث نعمت تفاوت درجاتہم ففی الوالدین اشد من المحارم و فیہم اشد من بقية الارحام و فی الاحادیث اشارة الی ذلك کما بینہ فی تبیین المحارم (رد المحتار ص ۲۶۲ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹ صفر سنہ ۹۲ھ

نافرمان بیوی کے لئے وعید :

سوال : عورت کا اپنے شوہر کو مارنا، دانت سے کاٹنا اور گستاخی کرنا کیسا ہے ؟ ایسی عورت کا شرعاً کیا حکم ہے ؟ کیا اس سے بات چیت بند کر دی جائے ؟ اس کے ہاتھ سے کھانا پینا کیسا ہے ؟ بیٹنوا متوجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

الرجال قوامون علی النساء۔

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم بنایا ہے، لہذا عورتوں پر حدود شرع کے اندر رہتے ہوئے مردوں کی اطاعت واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر

میں اللہ کے سوا کسی اور کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اس سے شوہر کی تدر و منزلت واضح ہو جاتی ہے۔

ایسی عورت جو شوہر کو مارتی ہے یا دیگر گستاخیاں کرتی ہے سخت گناہ گار ہے، شوہر کو ستانے والی عورت کے لئے قرآن و حدیث میں سخت وعیدیں ہیں۔ اس کی عبادات قبول نہیں ہوتیں جب تک کہ شوہر اس سے راضی نہ ہو جائے۔

مذکورہ عورت کو پہلے سمجھایا جائے، اگر نہ سمجھے تو بستر الگ کر دیا جائے، پھر بھی نہ سمجھے تو شوہر اس کو مار کر درست کر سکتا ہے، لیکن چہرہ پر نہ مارے، اس کے ہاتھ سے کھانا پینا جائز ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: والّٰتی تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فی

المضاجع واضربوهن فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلاً (۴-۳۳)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۴ رذی القعدہ سنہ ۹۲ھ

متعدد شوہروں والی عورت جنت میں کس کو ملے گی؟ :

سوال: جس عورت نے یکے بعد دیگرے شوہروں کے انتقال کر جانے کی وجہ سے

کئی نکاح کئے ہوں وہ جنت میں کس کے ساتھ رہے گی؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب باسمہم الصواب

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آخری شوہر کو ملے گی اور بعض سے معلوم ہوتا ہے

کہ عورت کو اختیار دیا جائے گا، جس کے ساتھ زیادہ موافقت ہو اس کو اختیار کرے

اور بعض حضرات نے یوں تطبیق دی ہے کہ اگر سب شوہر حسن خلق میں مساوی ہوں

تو آخری شوہر کو ملے گی ورنہ اختیار دیا جائے گا۔

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأة

لا ٰخر اذ و لاجھا (احکام النساء ص ۱۲)

وعن عروۃ بن رویم اللخمی قال لما احتضر موسیٰ علیہ السلام قالت لہ

امراتہ سل اللہ ان یزوجنیک فی الجنۃ قال ان احببت ذلک لا ٰتزوجی بعدی

ولا تأکل من رشح جبینک فکانت تتبرق بعدہ للقاط فاذا راھا الحصادون

لم یخاطوها فاذا احست بذلك تركته وفي رواية اخرى فان المرأة لأخر ازواجها
(حوالہ بالا)

عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قلت يا رسول الله المرأة تزوج الزوجين
والثلاثة والاربعة ثم تموت فتدخل الجنة ويدخلون معها من يكون زوجها منهم قال
انها تخير فتختار احسنهم خلقا فتقول يا رب ان هذا كان احسنهم خلقا في دار الدنيا
فزوجنيه يا ام سلمة ذهب حسن الخلق بخير الدنيا والاخرة (معجم طبرانی ص ۳۶۸ ج ۲۳)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۲۸ جمادی الثانیہ سنہ ۹۳ھ

باکرات و مطلقات کس کو ملیں گی ؟ :

سوال : مردوں کو جنت میں حوریں ملیں گی۔ کنواری لڑکیوں اور مطلقہ عورتوں کو کیا
ملے گا ؟ اور غلمان کیا چیز ہے ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کنواری اور مطلقہ عورتوں کو جنت میں اختیار دیا جائے گا کہ جس مرد کو چاہیں پسند
کریں، اگر کسی کو بھی پسند نہ کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے لئے مذکور حور پیدا فرمائیں گے۔
غلمان ان نو عمر لڑکوں کو کہا جاتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کی خدمت کے لئے
پیدا فرمایا ہے۔

ولو ماتت قبل ان تتزوج تخیر ایضا ان رضیت بأدھی زوجت منه وان لم
ترض فاللہ یخلق ذکراً من الحور العین فیزوجھامنہ (مجموعۃ الفتاویٰ بحوالہ غرائب)
قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ : (غلمان لہم) مسالین مختصون بہم
(روح المعانی ص ۳۷ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۲ ربیع الثانی سنہ ۹۴ھ

تصرف شیاطین و جنات کی حقیقت :

سوال : کسی شخص پر شیاطین و جنات کا تصرف ہو سکتا ہے یا نہیں ؟ قرآن و حدیث
میں اس کا کوئی ثبوت ہے یا نہیں ؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا
کوئی واقعہ ہوا ہے ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی پرچن کے تسلط کا کوئی واقعہ صراحتہً نظر سے نہیں گزرا، البتہ اس کا امکان قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔

① الذین یأکلون الربوا لا یقومون الا کمایقوم الذی یتخططہ الشیطان من المس، سود خوروں کی حالت قیامت کے روز اس شخص کی طرح ہوگی کہ جسے شیطان نے بدحواس کر دیا ہو۔

② کالذی استھوتہ الشیاطین فی الارض حیران۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: ای کالذی ذہبت بہ مردۃ الجن فی المہامہ والقفار (روح المعانی ص ۱۸۹ ج ۷)

③ لہ معقبات من بین ید یہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ۔

قال الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ: اخراج ابن ابی الدنیا والطبرانی والصابونی عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتکل بالمؤمن ثلاثا وستون ملکا یدفعون عنہ ما لم یقدر علیہ من ذلک (الی قولہ) وما لو وکل العبد فیہ الی نفسہ طرفۃ عین لا ختطفہ الشیاطین (روح المعانی ص ۱۱۳ ج ۱۳)

④ سورۃ ناس میں ہے کہ شیطان لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ شیطان انسان کے جسم کے اندر تصرف کرتا ہے، سو یہ تصرف بصورت ایذا بھی ہو سکتا ہے۔

⑤ قرآن کی آیات اور احادیث سے یہ امر ثابت ہے کہ شیطان انسانوں کو گناہ کی دعوت دیتا ہے اور ظاہر ہے کہ انسانوں کی طرح جن سامنے آکر گناہوں کی ترغیب نہیں دیتا، بلکہ اس کی ترغیب و تلقین قلب پر ہوتی ہے، یہ اس کا قلب پر تصرف ہے تو دماغ اور دوسرے اعضاء پر بھی تصرف ممکن ہے۔

⑥ ان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم۔

⑦ بچہ بوقت ولادت مس شیطان کی وجہ سے روتا ہے۔

⑧ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بسا اوقات بھوک کی وجہ سے گر جایا کرتا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم مجھے آسیب زدہ سمجھ کر میرا علاج کیا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ آسیب لگنا اُس زمانے میں معروف تھا اور اسکا علاج بھی کیا جاتا تھا۔

⑨ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شیطان نے یہ تعلیم دی کہ آیت الکرسی کے ذریعہ میرے شر سے بچ سکتے ہیں، اس مفصل قصہ سے ثابت ہوا کہ شیطان انسانوں کی چیز چوری کرتا ہے اور آیت الکرسی کے ذریعہ اس سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

⑩ جنات کا سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنا ثابت ہے۔

قال العلامة ابن عبد البر رحمہ اللہ تعالیٰ : ولم یختلفوا انه وجد میتا فی مغتسلہ وقد اخضر جسدا ولم یشعروا بموتہ حتی سمعوا قائلًا یقول ولا یرون احدا

قتلنا سید الخرج سعد بن عبادہ

رمیناہ بسہم فلم یخط فؤادہ

ویقال ان الجن قتلتہ وروی ابن جریر عن عطاء قال سمعت الجن

قالت فی سعد بن عبادہ فذکر البیتین (الاستیعاب ص ۱۶۴ ج ۲)

⑪ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لاصحابہ وهو بمکہ من احب منکم ان ينظر اللیلۃ اشر الجن فلیفعل قال (ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فلم یحضر احد منهم غیری فلما کنا با علی مکہ خطلی برجلہ خطا ثم امر فی أن اجلس فیہ (فتح الباری ص ۲۹۴ ج ۶)

اس سے جنات کا تکلیف پہنچانا اور ان کے شر سے حفاظت کے لئے حصار کھینچنا ثابت ہوا۔

⑫ اذا کان جنح اللیل او امسیتم فکفوا صبیانکم فان الشیطان ینتشر جند فاذا ذهب ساعة من اللیل فخلوہم واغلاقوا الابواب واذکروا اسم اللہ فان الشیطان لا یفتح بابا مغلقا متفق علیہ (مشکوٰۃ ص ۳۷۲)

⑬ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان وهامة

(جامع الترمذی ص ۲۶ ج ۲)

یہ کلمات پڑھ کر بچوں کو دم کرنا ثابت ہے۔

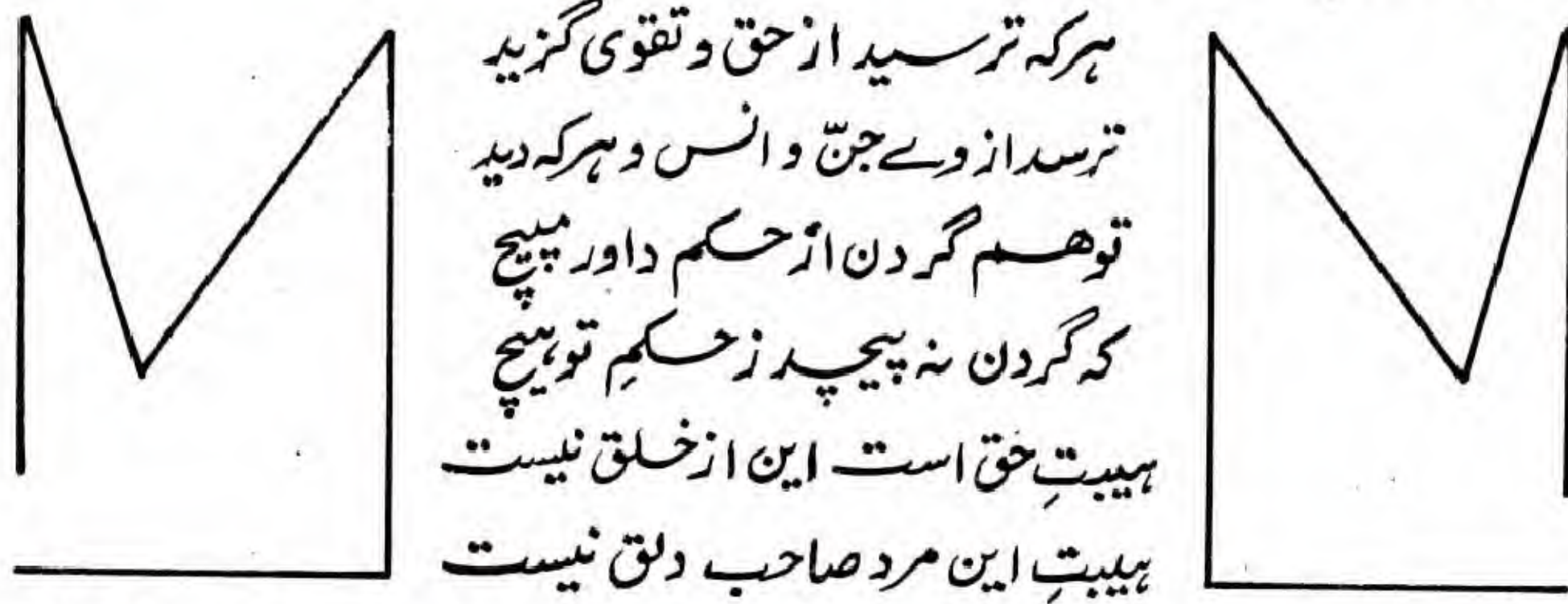
⑭ قال ابن القیم رحمہ اللہ تعالیٰ : قلت الصرع صرعان صرع من الارواح

الخبیثۃ الارضیۃ وصرع من الاخلاط الردیۃ والثانی هو الذی یتکلم فی الاطباء

فی سببہ وعلاجه واما صرح الارواح فائمتهم وعقلاؤهم يعترفون به ويزيد فعونه ويعترفون بان علاجه بمقابله الارواح الشريفة الخيرة العلوية لتلك الارواح الشريفة الخبيثة فتدافع اثارها وتعارض افعالها وتبطلها وقد نص على ذلك بقراط في بعض كتبه (زاد المعاد ص ۶۶ ج ۲)

⑮ سحر بھی اثر جن ہے اور سحر کا ثبوت اور اس کا مؤثر ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے :
واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان وما كفر سليمان ولكن الشياطين
كفروا يعلمون الناس السحر..... فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه ..
تنبيه :

دلائل، شواہد اور عام مشاہدات و تجربات سے یہ حقیقت واضح ہے کہ جنات
کے اس قسم کے تصرفات عموماً فساق و فجار پر ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں
سے جنات بہت ڈرتے ہیں۔



هَذَا، فانه ظاهر جدا على من طالع احوال الرجال وصاحبها باب الكمال -
حضرت عبد اللہ بن مسعود و سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے واقعات میں تاویل
کا مجال و ابطال استدلال یا انتشار احتمال کا باب بہت وسیع ہے، کمالاً یخفی علی
من اوتی الحکمة ومن شاء الاطلاع علی قصص فرار الجن من هذا
العبد الضعیف فلیراجع الجزء الثاني من "انوار الرشید" فی باب "نسبت موسویہ"
واللہ هو الحفیظ ولا حول ولا قوۃ الا بہ۔

۲۱ ربیع الاول سنہ ۱۴۲۲ھ

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت :

سوال : حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا علم تصوف میں کوئی مقام ہے یا نہیں؟ اور ان کی حدیثیں اور فقہی مسائل کتنے ہیں؟ زید کہتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ و شان صرف صاحبزادگی کی وجہ سے ہے، کیا یہ صحیح ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

تصوف و حدیث میں مہارت ہونے کے لئے ضروری نہیں کہ دوسرے تک بھی ان کی حدیث و تصوف کا سلسلہ پہنچے، چنانچہ اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کی روایات بہت کم ہیں، مثلاً حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں احادیث کثرت سے موجود ہیں، کیا یہ اثبات فضل کے لئے کافی نہیں؟ باقی رہا علمی مقام تو وہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے :

عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال سألت خالی ہند بن ابی ہالہ وکان وصافاً عن حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتہی ان یصف لی منها شیئاً (الحی قولہ) قال الحسن فکتبتہا الحسن بن زمران ثم حدثتہ فوجدتہ قد سبقنی الیہ فسألہ عما سألتہ فوجدتہ قد سأل اباه عن مدخلہ وعن مخرجہ وشککہ فلم یدع منہ شیئاً (شمائل الترمذی ص ۲۲)

حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوٹے ہونے کے باوجود حلیہ مبارکہ و سیرت مبارکہ سے متعلق علم حاصل کرنے میں اپنے بڑے بھائی سے دو اعتبار سے سبقت لے گئے :

① سیرت طیبہ پہلے معلوم کرنے میں۔

② زیادہ امور کا علم حاصل کرنے میں۔

جب علوم غیر مقصودہ کی تحصیل میں حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس

قدر سبقت کی تو علوم مقصودہ میں کیونکر غفلت کی ہوگی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
۲۳ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی صحیح تعداد :

سوال : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد کی تعداد کیا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

آپ کی صاحبزادیاں چار تھیں، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

صاحبزادوں کی تعداد میں اختلاف ہے، بعض مؤرخین کے قول کے مطابق ان کی تعداد پانچ ہے، قاسم، عبداللہ، طیب، طاہر اور ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعض کے قول کے مطابق طیب و طاہر بھی عبداللہ ہی کو کہا جاتا ہے، اس قول کے مطابق تعداد تین بنتی ہے۔

ان تمام اولاد میں سے صرف حضرت ابراہیم حضرت ماریہ قبطنیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے ہیں، باقی سب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن سے۔
قال الحافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ قال ابن اسحاق فولدت (خدیجہ) لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولدا کلام الا ابراہیم : القاسم وکان بہ یکنی والطیب والظاہر وزینب ورقیہ وام کلثوم وفاطمہ (البداية والنهاية ص ۲۹۲ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۵ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ

کھانے کے دوران چھینک :

سوال : اگر کھانا کھاتے ہوئے چھینک آئے تو ”الحمد للہ“ کہنا

چاہیے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر منہ میں لقمہ ہونے کا عذر ہو تو استحباب ساقط ہو جائے گا ورنہ نہیں۔
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۴ ربیع الثانی ۱۲۹۴ھ

کھانے کے لئے بیٹھنے کی ہیئت :

سوال : کھانے کے لئے بیٹھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟ نیز مرد اور عورت کے بیٹھنے کی ہیئت میں کوئی فرق ہے یا نہیں؟ بیٹنوا متوجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

کھانے کے لئے بیٹھنے کی بہتر ہیئت وہ ہے جس سے جلد سیری محسوس ہوتی ہو۔ چنانچہ اسی بنا پر دو طریقے بہتر قرار دیئے گئے ہیں :

① دایاں گھٹنا کھڑا کر کے بایاں بچھا کر بیٹھنا۔

② دوزانو بیٹھنا۔

مرد اور عورت کی بیٹھنے کی ہیئت میں کوئی فرق منقول نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ معزیا الی شرح الجامع الصغير

للعلقی :

واحسن الجلسات للاکل الاقواء علی الوركین ونصب الركبتین ثم الجثی علی الركبتین وظہور القدمین ثم نصب الرجل الیمنی والجلوس علی اليسری وتماہ فیہ (رد المحتار ص ۲۸۲ ج ۵)

علقی کی عبارت مذکورہ میں پہلی صورت شاید اس روایت سے مأخوذ ہے :

قال انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقبیا یا کل تمرا وفي رواية يقسمه وهو محتفزيا كل منه اكلًا ذریعاً۔

(صحیح مسلم مع شرح النووی ص ۱۸ ج ۲)

اس روایت کے پورے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اکل تمر وغیرہ کے ساتھ خاص ہے، اس لئے حافظ عینی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے ذکر نہیں کیا، دو صورتیں بتائی ہیں، ونصہ :

فالمستحب فی صفة الجلوس للاکل ان یکون جالساً علی رکبتیه وظہور

قدمیه اوینصب رجله الیمنی ویجلس علی اليسری (عمدة القاری ص ۴ ج ۲۱)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۶ محرم ۱۴۹۵ھ

دو شملوں کا ثبوت :

سوال : شملہ اوپر نیچے دونوں طرف سنت سے ثابت ہے یا اوپر والا بدعت ہے ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

دونوں شملے سنت سے ثابت ہیں۔

قال الحافظ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ : عن عمرو بن حرث قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارنخی طرفیہا بین کتفیه (زاد المعاد ص ۳۵ ج ۱) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
۷ محرم سنہ ۹۵ھ

بوقت سفر بیوی بچوں کے منہ میں لعاب ڈالنا :

سوال : بعض لوگوں کی عادت ہے کہ جب سفر پر جاتے ہیں تو اپنے بیوی بچوں کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے ہیں، وہ اس کو بیکل لیتے ہیں، ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اس سے صبر نصیب ہوتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

اس کی کوئی اصل نہیں، ایسا عقیدہ رکھنا غلط ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۷ محرم سنہ ۹۵ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ چادر اوڑھنا :

سوال : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ”کالی کملی والا“ کہا جاتا ہے، آپ نے جو کالی کملی استعمال فرمائی، کیا وہ سورۃ منزل کے نزول کے وقت آپ نے اوڑھی ہوئی تھی یا کسی اور موقع پر ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ بالوں کی چادر استعمال فرمانا ثابت ہے۔ مگر اس پر مد اور مت ثابت نہیں، بوقت نزول سورۃ منزل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سیاہ چادر اوڑھے ہوئے ہونا ثابت نہیں۔

قالت عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فداۃ

وعليه صراط مرحل من شعر اسود فجاء الحسن بن علي فادخله ثم جاء الحسين فدخل معه، ثم جاءت فاطمة فأدخلها ثم جاء علي فأدخله ثم قال انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا (صحیح مسلم ص ۲۸۳ ج ۲)
اس آیت کی تفسیر رسالہ ”عمدة التفسیر لآية التطهير“ مندرجہ آسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

سیاہ پگڑی :

سؤال : سیاہ رنگ کی پگڑی کئی لوگوں کو پہنے دیکھا ہے، کیا یہ سنت ہے ؟
اگر سنت ہے تو کیا اہل تشیع کے ساتھ تشابہ کے باوجود اسکا استعمال درست ہے ؟
بیتنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

سیاہ رنگ کی پگڑی کا استعمال اگرچہ فی نفسہ ثابت اور جائز ہے، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سفید لباس اور عمامہ زیادہ پسند تھا اور عام حالات میں سفید رنگ ہی کا لباس اور عمامہ استعمال فرماتے تھے، اس لئے سفید رنگ کا عمامہ افضل ہے۔
نیز اہل تشیع کی مشابہت کی وجہ سے بھی سیاہ رنگ کا ترک بہتر ہے۔

عمامہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ کے بارے میں مکمل تحقیق رسالہ ”المقالة البيضاء في العمامة السوداء“ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۱۹ رجب سنہ ۱۴۰۵ھ

والدین کی نافرمانی کا حکم :

سؤال : اگر کوئی شخص والدین کی نافرمانی کرے، بلکہ ان کو مارے پیٹے تو شریعت نے دنیا میں اس کے لئے کیا سزا متعین فرمائی ہے ؟ بیتنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

اسلام میں والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت کو بہت اہمیت دی گئی ہے چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے :

اٰمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَخَفَضَ لَهُمَا جَنَاحَ الذَّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔

یعنی والدین کے سامنے کوئی ایسی بات بھی نہ کی جائے جس سے انہیں ناگواری محسوس ہو اور ان کے سامنے ہمیشہ عاجزی اختیار کی جائے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دُعا کی جائے کہ یا اللہ! تو ان پر رحم فرما جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھ پر رحم کیا اور میری پرورش کی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم کو اپنی توحید و عبادت کے حکم کے ساتھ بیان فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے :

وَقَضَىٰ رَبِّيَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاہَ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

نیز حکم فرمایا ہے کہ میری دی ہوئی نعمتوں پر شکر ادا کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے، چنانچہ ارشاد ہے :

أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ

اس کے علاوہ اس بارے میں احادیث بھی بکثرت منقول ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں :

- ① عَنْ أَبِي أَمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَجُلًا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا حَقُّ الْوَالِدَيْنِ عَلَيَّ وَلَدُهُمَا قَالَ هُمَا جَنَّتُكَ وَنَارُكَ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَه -
- ② عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مَطِيعًا لِلَّهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بِأَبَانٍ مَفْتُوحَانِ مِنَ الْجَنَّةِ إِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا وَمِنْ أَصْبَحَ عَاصِيًا لِلَّهِ فِي وَالِدَيْهِ أَصْبَحَ لَهُ بِأَبَانٍ مَفْتُوحَانِ مِنَ النَّارِ إِنْ كَانَ وَاحِدًا فَوَاحِدًا قَالَ رَجُلٌ وَإِنْ ظَلَمَاهُ قَالَ وَإِنْ ظَلَمَاهُ وَإِنْ ظَلَمَاهُ رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ -
- ③ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ وَلَدَ بَاسًا يَنْظُرُ إِلَى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةِ الْآكَةِ ، اللَّهُ لَهُ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حِجَّةٌ مَبْرُورَةٌ قَالُوا وَإِنْ نَظَرَ كُلَّ يَوْمٍ مِائَةَ مَرَّةٍ قَالَ نَعَمْ اللَّهُ أَكْبَرُ وَاطْيَب - رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ -

- ④ عَنْ أَبِي بَكْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ الذَّنُوبِ يَغْفِرُ اللَّهُ مِنْهَا مَا شَاءَ إِلَّا عَقُوقَ الْوَالِدَيْنِ فَانْه

یجزل لصاحبه فی الحیوة قبل الممات رواه البیهقی (مشکوٰۃ ص ۲۲۱)
غرضیکہ قرآن و حدیث میں والدین کا بہت بڑا مقام بیان کیا گیا ہے مگر شریعت نے والدین کی نافرمانی کرنے والے کے لئے دنیا میں حد کے طور پر کوئی سزا مقرر نہیں کی، بلکہ ناگہانی آفات و بلیات میں مبتلا ہونے کی وعید سنائی ہے۔
ظاہری سزا کو حاکم کی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے، حکومت پر لازم ہے کہ ایسے شخص کو سخت سزا دے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۰ رذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

والدین میں سے والد کی اطاعت مقدم ہے :

سوال : والدین میں سے کس کا حق اولاد کے ذمہ زیادہ ہے اگر اس میں کچھ تفصیل ہو تو وہ بھی بیان کی جائے، بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہم الصواب

احسان اور حسن معاشرت میں والدہ کا حق مقدم ہے اور وہ امور جن کا تعلق تعظیم و ادب اور رائی سے ہے ان میں والد کا حق مقدم ہے۔

قال علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ : وقال الخطابی لم یخص الامہات بالعقوق فان عقوق الاباء محرم ایضا ولكن نبہ باحدہما علی الآخر فان بر الامم مقدم علی بر الاب الا ان لعقوق الامہات منزلة فی القبح، وحق الاب مقدم فی الطاعة وحسن المتابعة لرأیہ، والنفوذ لامرہ، وقبول الادب منہ (المرواۃ ص ۶۵ ج ۸) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰ رذی القعدہ ۱۳۹۶ھ

مثل بالا :

سوال : کسی امر جائز کے لئے لڑکے کو باپ منع کر رہا ہے اور ماں کرنے کا حکم دے رہی ہے یا بالعکس تو یہ کس کے حکم کی تعمیل کرے؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہم الصواب

چونکہ عورت شرعاً خود شوہر کی محکومہ ہے اس کا شوہر کے حکم کے خلاف حکم کرنا خود معصیت ہے اور معصیت میں اطاعت جائز نہیں لہذا

ماں کا کہنا نہ مانے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۰، ردی القعدہ ۹۶ھ

ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا افضل ہے :

سؤال : ایک شخص کی ڈاڑھی بہت لمبی ہے تو کیا ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنا بہتر ہے یا نہ کاٹنا بہتر ہے خواہ جتنی لمبی ہو جائے، نیز گالوں کے بال کاٹنا کیسا ہے؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہم الصواب

ایک مشت سے زائد بالوں کا کاٹنا افضل ہے ،
دونوں جبرٹوں کی حد فاصل سے اوپر بڑھنے والے بالوں کا کاٹنا جائز ہے
ضروری نہیں۔

قال العلامة ابن النجيم رحمه الله تعالى : وقد صرح في النهاية بوجوب قطع ما زاد على القبضة بالضم ومقتضاها الاثم بتركه۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وقد صرح في النهاية بوجوب قطع ما زاد الخ) قال في النهر وسمعت من بعض اعزاء الموالی ان قول النهاية يجب بالحاء المهملة ولا بأس به اه قال الشيخ اسماعيل ولكنه خلاف الظاهر واستعمالهم في مثله يستحب اه وكأنه لهذا والله تعالى اعلم لم يعول عليه الشيخ علاء الدين مع شدة متابعتهم للنهر وقال مقتضاها الاثم بتركه الا ان يحمل الوجوب على الثبوت اه قلت وظاهر قول الهداية ولا يفعل لتطويل اللحية الخ يفيد الكراهة تأمل (البحر ص ۲۸ ج ۲) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۸، جمادی الثانیہ ۹۶ھ

بنیت دعوت جانور خریدنے سے ایفاء لازم نہیں :

سؤال : زید نے ایک دنبہ خریدا اور نیت یہ تھی کہ بچے قرآن پڑھ لیں گے تو اس کو ذبح کر کے دوست احباب کو دعوت کھلاؤں گا مگر زید کے پاس مصالحہ وغیرہ دیگر اخراجات کے لئے پیسے نہیں، اس لئے اس دنبہ کو فروخت

کر کے رقم تعمیر مسجد یا مدرسہ عربیہ کے لئے وقف کرنا چاہتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

بچوں کے قرآن ختم کرنے یا حفظ مکمل کرنے پر جو دھوم دھام سے دعوتیں کرنے کا بہت رواج ہو گیا ہے، اس میں کئی قبائح ہیں، اس لئے ذنب فروخت کر کے اس کی قیمت تعمیر مسجد یا کسی مدرسہ میں خرچ کرنا زیادہ بہتر ہے، اس سے صدقہ جاریہ و اشاعت علم کا ثواب ملے گا، اگر دعوت میں کوئی قباحت نہ ہو تو بھی اس نیت سے خریدے ہوئے جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۴ شعبان سنہ ۱۴۰۶ھ

عصمت انبیاء علیہم السلام پر پوری اُمت کا اجماع ہے :

سوال : بعض لوگ عصمت انبیاء کے منکر ہیں اور عصمت کے قائلین پر طعن کرتے ہیں وہ اپنے استدلال میں یہ دلائل پیش کرتے ہیں :

- ① وعصى آدم ربہ فغوی۔
- ② حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تین مقامات پر جھوٹ بولا :

بل فعلہ کبیرہم ہذا

انی سقیم

ہذا اختی

- ③ قال ہذا ریتیٰ ہذا اکبر، یہ شرک ہے۔

- ④ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو مار ڈالا،

فوکذہ موسیٰ فقصی علیہ۔

- ⑤ حضرت یونس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر اپنی قوم سے

مفرور ہوئے۔

کیا ان لوگوں کا ان آیات سے استدلال صحیح ہے؟ اگر نہیں تو ان آیات کا کیا مطلب ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

عصمت انبیاء علیہم السلام پر پوری اُمت مسلمہ کا اجماع ہے، کوئی مسلمان عدم عصمت کا قول نہیں کر سکتا، اگر کوئی شخص ایسی بکو اس کرتا ہے وہ دیوانہ ہے یا مسلمانوں کے لباس میں دشمن اسلام ہے۔

عصمت انبیاء علیہم السلام پر دلائل پیش کرنا اس کو نظری بتانے کے مترادف ہے اور بالکل ایسے ہے جیسے کوئی احمق دو پہر کے وقت دن کے وجود کو دلائل سے ثابت کرنا چاہے۔

سوال میں پیش کردہ آیات سمجھنے کے لئے کچھ فہم درکار ہے اور وہ کسی اہل فہم کے پاس بیٹھنے سے حاصل ہوتی ہے۔

جن آیات میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرف معصیت یا کذب کی نسبت کی گئی ہے ان کے ظاہری معنی مراد نہیں یا خلاف اولیٰ پر محمول ہیں جس کو کبار مفسرین نے مفصل بیان فرمایا ہے۔

قال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله (والانبياء علیہم الصلوٰۃ والسلام کلہم منزہون عن الصغائر والكبائر والكفر والقبائح) ای جمیعہم الشامل لرسلمہم ومشاہیرہم وغیرہم اولہم آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام علی ما ثبت بالكتاب والسنة واجماع الامة (منزہون) ای معصومون (شرح کتاب الفقہ الکبر ص ۹۹)

وقال العلامة ظفر احمد العثماني رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله تعالیٰ (قال اني جاءك للناس اماما، قال: ومن ذريتي، قال: لا ينال عهدى الظالمين) وفيه دلالة على عصمة الانبياء علیہم الصلوٰۃ والسلام عن الكبائر قبل البعثة لان كل ذنب ظلم، لانه تجاوز عن الحق وتعدا عليه، وكثير من الذنوب يسمى ظلما في الشرع فدللت الآية على ان نيل النبوة لا يجامع الظلم السابق، فاذا تحقق النيل كما في الانبياء علم عدم اتصافهم حال النيل بالظلم السابق (وبعد اسطر) فالحق ان المراد بالظلم خلاف العدل، فكل نبي معصوم عن الكبائر من الذنوب فما نقل عن

الانبياء عليهم الصلاة والسلام مما يشعربكذب او معصية فما كان منقولا بطريق الأحاد فمردود، وما كان منقولا بطريق التواتر فمصرّف عن ظاهره ان امكن والا فمحمول على ترك الاول (احكام القرآن ص ۶۶ ج ۱/۱)

قال العلامة الشيخ رجب بن احمد رحمه الله تعالى في الطريقة المحمدية (وهم) اي الرسل (مبرؤن) اي مطهرون ومنزهون (عن الكفر والكذب مطلقا وعن الكبائر) بجميع انواعها وعن كل فرد من افرادها اجماعا (و) عن (الصغائر المنفرة) بصيغة الفاعل من التنقيح التبعية من قامت به (البريقة الحمودية ص ۱۹۵)

شارح ابوسعید الخادمی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس پر مفصل بحث کی ہے اور تمام شبہات کا ازالہ کیا ہے، مفصل بحث کے آخر میں فرماتے ہیں:

والحاصل ان الانبياء عليهم الصلاة والسلام معصومون عن الجهل فيما يتعلق بالذات والصفات بعد النبوة عقلا واجماعا وقبلها سمعا ونقلًا عن الجهل في الامور التبليغية قطعًا وشرعًا وعقلا وعن الكذب وخلف القول بعد النبوة قصدًا وغير قصد شرعًا واجماعًا نظرًا وبرهانًا وقبل النبوة قطعًا وعن الكبائر اجماعًا وعن الصغائر تحقيقًا وعن استدامة السهو والغفلة تدقيقًا واستمرار الغلط والنسيان في الامور الشرعية حال غضب ورضا وجد وهرج (البريقة الحمودية ص ۱۹۹ ج ۱) واللّٰهُ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

، رذی الحجہ ۹۶ھ

استشارہ واستخارہ میں تعارض نہیں:

سؤال: قرآن مجید میں استشارہ کا حکم ہے:

وشاورهم في الامر فاذا عزمت فتوكل على الله

الذين استجابوا لربهم واقاموا الصلوة وامرهم شورى بينهم۔

اور حدیث میں تردد کے موقع پر استخارہ کی ترغیب ہے، اور عدم استخارہ پر ترہیب بھی ہے، دریافت طلب یہ ہے کہ مشورہ لینے کے بعد مشورہ لینے والے کی جو رائی قائم ہوئی اگر استخارہ میں دل کا رجحان اس کے خلاف ہو تو ترجیح

کس کو ہوگی؟ مشورہ کے بعد قائم ہونے والی رائی کو یا استخارہ کے بعد دل کے رجحان کو؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

استشارہ و استخارہ دونوں مأمور بہ ہیں، مگر اول کا امر زیادہ مؤکد ہے، معہذا دونوں میں سے کسی کے ثمرہ پر عمل کرنا ضروری نہیں، نیز استخارہ کے بعد جو شق قلب میں راجح معلوم ہو، اس کا نافع ہونا ضروری نہیں، بلکہ استخارہ کا حاصل صرف اتنا ہے جتنا دُعا پر ماثور سے مفہوم ہے، یعنی جو شق مفید ہوگی، اللہ تعالیٰ اس کے اسباب پیدا فرمادیں گے اور دوسری شق کے اسباب کو سوخت فرما کر موانع پیدا فرمادیں گے، بس یہی یقین رکھتے ہوئے استخارہ کرنا چاہیے، اگر استخارہ کے بعد بھی دونوں جانب اسباب موجود رہے تو بھی استشارہ کے بعد جو کچھ بھو کرے گا اسی میں خیر ہوگی۔

اس تشریح کے بعد معلوم ہو گیا کہ استشارہ و استخارہ میں تعارض نہیں ہو سکتا، کیونکہ وار د قلبی کے خلاف اگر استشارہ کے مطابق عمل کر لیا گیا تو یہ استخارہ کے خلاف نہیں ہوا بلکہ استخارہ کی بدولت یہ کام ہوا ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۱ رذی الحجہ سنہ ۱۴۰۶ھ

اسما حسنیٰ میں مختص باللہ تعالیٰ کون سے اسماء ہیں :

سوال : آج کل عام طور پر باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کی طرف عبد کی اضافت کر کے نام رکھتے ہیں مگر عموماً غفلت کی وجہ سے مسمیٰ کو بدون عبد کے پکارا جاتا ہے حالانکہ بعض اسماء باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں مثلاً رزاق، رحمن وغیرہ۔

اندریں احوال اپنی جستجو کے موافق فیض الباری ص ۲۳۲ ج ۴ سے اسماء حسنیٰ درج کر رہا ہوں تحقیق فرمائیے کہ کون کون سے اسماء باری تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں کہ ان کو بدون عبد مسمیٰ کے لئے کہنا گناہ کبیرہ ہے، اگر ان کے علاوہ کوئی اور اسماء ہوں تو ان کو بھی بمع تحقیق درج فرمائیے، نیز ان اسماء کے شروع میں یا آخر میں محمد یا احمد کا اضافہ کیسا ہے؟

بیٹنوا توجروا

الجواب باسمہم الصواب

ہر زبان میں اسمارتین طرح استعمال ہوتے ہیں :

① مختص باللہ مفرداً و مضافاً -

② غیر مختص مفرداً و مضافاً -

③ مختص مفرداً لا مضافاً -

مثلاً فارسی میں خدا مفرداً مختص باللہ تعالیٰ ہے مگر مضافاً مختص نہیں بلکہ غیر پر بھی اطلاق کیا جاتا ہے اور اردو میں بہر حال یہ مختص باللہ تعالیٰ ہے، اس سے ثابت ہوا کہ اس میں اہل لسان کا عرف معتبر ہے، البتہ جن اسماء کا مبداء اشتقاق ہی غیر میں نہیں پایا جاتا جیسے خالق و رازق وغیرہ ان سے متعلق عرف کے معلوم کرنے کی ضرورت نہیں، ایسے اسماء لازماً کسی علاقہ کے عرف میں بھی غیر اللہ پر نہیں بولے جاتے، جن اسماء کا مبداء اشتقاق غیر اللہ میں پایا جاتا ہے ان کے جواز استعمال کے لئے مفرداً و مضافاً عرف کو دیکھا جائے گا چونکہ ننانوے اسماء حسنیٰ عربی ہیں اس لئے ان میں سے وہ اسماء جن کا مبداء اشتقاق غیر میں پایا جاتا ہے ان کے جواز استعمال للغير کے لئے عرب کے عرف کو دیکھا جائے گا۔ یہ تفصیل اطلاق اسماء کے بارے میں ہے، کسی کا نام رکھنے کی صورت میں حذف مضاف بہر حال جائز ہے، اس لئے کہ وہ متکلم کی مراد میں داخل ہے، معہذا کراہت سے خالی نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ محرم سنہ ۱۴۰۷ھ

بے ختنہ کی امامت صحیح ہے :

سوال : کوئی ختنہ شدہ مولوی صاحب فی الحال کسی وجہ سے بے ختنہ

ہو جائے تو وہ مولوی صاحب شرعاً مسجد کا پیش امام ہو سکتا ہے یا نہیں ؟

بیّنوا تو جروا۔

الجواب باسمہم الصواب

اس کی امامت صحیح ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۵ محرم سنہ ۱۴۰۷ھ

بالغ و نو مسلم کے ختنہ کا حکم :

سوال : مذہب حنفی میں کتنی عمر کے بچے کا ختنہ کروانا چاہیے، اگر والدین نے ختنہ کروانے میں سستی کی اور بچہ نو یا دس برس کا ہو گیا تو کیا اب ختنہ کروایا جاسکتا ہے؟ ستر کا چھپانا اس عمر میں فرض ہے کہ نہیں؟ نیز بالغ و نو مسلم کا حکم بھی تحریر فرمائیں۔ بیٹنوا تو جروا

الجواب باسم ربهم الصواب

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ختنہ کے لئے عمر کی کوئی تحدید نہیں فرمائی، جب اصحاب رائی بچے میں ختنہ کے تحمل کا فیصلہ کر لیں وہی عمر ختنہ کے لئے بہتر ہے۔
دور حاضر میں ختنہ کا طریقہ انتہائی سہل و بے ضرر ہے، نئی نئی دواؤں کی ایجاد نے زخم کا جلد مندمل ہونا بھی آسان بنا دیا ہے، اس لئے تحمل مشقت کے لئے کسی انتظار کی ضرورت نہیں، جتنا جلد ہو بہتر ہے۔

اگر والدین نے ختنہ کروانے میں غفلت کی اور بچہ نو دس سال کا ہو گیا تو بھی اسکا ختنہ کروایا جائے، اگرچہ چار سال کے بچے کا ستر دیکھنا بھی بلا ضرورت جائز نہیں مگر بضرورت تداوی ستر کھولنا جائز ہے اور ختنہ تو شعار اسلام ہے اس کے لئے ستر کھولنا بطریق اولیٰ جائز ہے، بالغ و نو مسلم کا بھی یہی حکم ہے۔
البتہ اگر خود ختنہ کر سکتا ہو۔ یا زوجہ یا امہ سے کروا سکتا ہو تو غیر کے سامنے کشف عورتہ جائز نہیں۔

اگر کسی وجہ سے مشقت ختنہ کا تحمل نہ ہو تو یہ حکم ساقط ہو جائے گا۔

قال الامام الكاساني رحمه الله تعالى : فلا بأس ان ينظر الرجل من الرجل الى موضع الختان ليختنه ويد اويه بعد الختن وكذا اذا كان بموضع العورة من الرجل قرح او جرح او وقعت الحاجة الى مداواة الرجل (بدائع الصنائع ص ۱۲۳ ج ۵)

وقال الامام قاضي خان رحمه الله تعالى : وكذا للحجام ان ينظر الى فرج البالغ عند الختان (وبعد سطرین) وینبغی ان یختن الصبی اذا بلغ تسع سنین فان ختنوه وهو اصغر من ذلك فحسن وان كان فوق

ذلك قليلا قالوا لا بأس به ابو حنيفة رحمه الله تعالى لم يقدر وقت الختان
قال شمس الأئمة الحلواني رحمه الله تعالى وقت الختان من حين يحتمل
الصبي ذلك الى ان يبلغ (الخانية بهامش الهندية ص ۴۹ ج ۳)

وقال ايضا: وكذا المجوسى اذا اسلم وهو شيخ ضعيف اخبر اهل
البصرة انه لا يطبق الختان يترك (حواله بالا)

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى لصنا
الحمام ان ينظر الى العورة وحجة الختان وقيل فى ختان الكبير اذا افكته ان
يختن نفسه فعل والام يفعل الا ان لا يمكنه النكاح او شراء الجارية والظاهر فى
الكبير ان يختن ويكفى قطع الاكثر.

وقال العلامة ابن عابد بن رحمه الله تعالى: (قوله عن ابى حنيفة الخ) هذا غير
المعتمد لما فى شرح الوهبانية وينبغى ان يتولى طلى عورته بيده دون الخادم هو
الصحيح لان لا يجوز النظر اليه لا يجوز مسه الا فوق الثياب وعن ابن مقاتل لا
بأس ان يطلى عورة غيره بالنورة كالختان ويغض بصره اهـ

قلت: وفى التتارخانية قال الفقيه ابوالليث هذا فى حالة الضرورة لا غير (قوله
وقيل الخ) مقابل لقوله وحجة الختان فانه مطلق يشمل ختان الكبير والصغير وكذا
اطلقه فى النهاية واقرة الشراح والظاهر ترجيحه ولذا عبر عن التفصيل بقيل
(قوله الا ان لا يمكنه النكاح) كذا رأيت فى المجتبى والصواب اسقاط لا بعد ان
كما وجدت فى بعض النسخ موافقا لما فى التتارخانية وغيرها والمراد ان لا يمكنه
ان يتزوج امرأة تختنه او يشتري امته كذلك (قوله والظاهر فى الكبير انه يختن) الظاهر
ان يختن مبنى للمجهول اى يختنه غيره فيوافق اطلاق الهداية تأمل (رد المحتار
(۲۴۵ ج ۵))

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: صبي حشفته ظاهرة بحيث لو رآه انسان
ظنه مختونا ولا تقطع جلدة ذكره الا بتشديد المهر ترك على حاله كشيخ اسلم وقال
اهل النظر لا يطبق الختان ترك ايضا (رد المحتار ص ۴۸ ج ۵) والله سبحانه وتعالى اعلم -

چلتے وقت پہلے سیدھا قدم اٹھانا :

سوال : کیا چلتے وقت پہلے سیدھا قدم اٹھانا سنت ہے ؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی کتاب میں نظر سے نہیں گزرا، بعض بزرگوں سے منقول اور قواعد کلیہ سے یہی مستنبط ہوتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۵ جمادی الثانیہ سنہ ۱۲۹۷ھ

کھانے کے آداب :

سوال : اللہ تعالیٰ کا حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ کھانے سے

متعلق کیا ہے ؟ کہ جب کا خیال رکھ کر ہمارا کھانا دین بن جائے۔ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

کھانے کے آداب یہ ہیں :

① کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے نہ جائیں اور نہ ہی کسی چیز کو چھوئیں۔

② کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر پونچھے جائیں۔

③ کھانے سے قبل بسم اللہ پڑھنا، اگر جماعت ہو تو بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا

بہتر ہے۔

④ کھانے کے بعد دُعا رُما ثور: الحمد للہ کثیرا طیباً مبارکاً فیہ غیر

مکفی ولا مودّع ولا مُستغنی عنہ رَبَّنَا (بخاری)

الحمد للہ الذی کفانا واروانا غیر مکفی ولا مکفور (بخاری)

الحمد للہ الذی اطعمنا وسقانا وجعلنا مسلمین (ابوداؤد و الترمذی)

⑤ کھاتے وقت چار زانو یا تکیہ لگا کر نہ بیٹھے، بلکہ ایک پاؤں بچھا کر

اس پر بیٹھے دوسرا گھٹنا کھڑا رکھے، یا دو زانو بیٹھے، کوئی غدر ہو تو جیسے چاہے بیٹھ سکتا ہے

⑥ کھانا نیچے یا چوکی وغیرہ پر بیٹھ کر کھائے، میز کرسی پر کھانا، یا خود نیچے

بیٹھ کر کھانا چوکی پر رکھنا، یا خود پڑھی یا گدے وغیرہ پر بیٹھنا اور کھانا نیچے رکھنا یہ

سب صورتیں کھانے کے آداب کے خلاف ہیں، کھانے والے کی نشست اور کھانا رکھنے کی

جگہ دونوں بلندی میں برابر ہوں۔

- ④ کھانے کے اوپر کوئی پیالہ وغیرہ نہ رکھنا۔
- ⑤ دسترخوان پر پاؤں نہ رکھے۔
- ⑥ روٹی دسترخوان پر بغیر برتن کے نہ رکھے۔
- ⑦ کھانا اپنے سامنے سے کھانا، البتہ اگر دسترخوان پر متفرق چیزیں ہوں تو دوسرے کے سامنے سے اٹھا کر کھانا بھی درست ہے۔
- ⑧ انگلیوں کا چاٹنا۔ روٹی سے، رومال سے اور دسترخوان سے انگلیاں صاف کرنا بے ادبی ہے۔
- ⑨ اگر انگلیاں چاٹنے کے بعد خشک کرنے کی ضرورت ہو تو کسی الگ رومال سے خشک کرنے میں مضائقہ نہیں۔

- ⑩ کھانے میں عیب نہ لگانا، رغبت ہو تو کھالینا در نہ چھوڑ دینا۔
- ⑪ لقمہ گر جائے تو صاف کر کے کھالینا۔
- ⑫ کھانا دائیں ہاتھ سے کھانا۔
- ⑬ پیٹ بھر کر نہ کھانا
- ⑭ زیادہ گرم کھانا نہ کھائے۔
- ⑮ کھانے کو سونگھے نہیں۔
- ⑯ کھانے میں پھونک نہ مارے۔

قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ : سنة الاجل البسطة اوله والمحمدية
آخرة وغسل الیدین قبله وبعده -

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وغسل الیدین قبله) لنفی
الفقر ولا یمسح یدہ بالمدنیل لیسقی اثر الغسل وبعده لنفی الیم ومیسحها
(الی قوله) ویکره وضع المملحة والقصعة علی الخبز ومسح الید او
السکین به ولا یعلقہ بالخوان ولا بأس بالاکل متکثراً او مکشوف
الرأس فی المختار (الی ان قال) وان لا یترک لقمۃ سقطت من یدہ
فانہ اسراف بل ینبغی ان یتدائی بها ومن السنة ان لا یأکل من
وسط القصعة فان البرکۃ تنزل فی وسطها، وان یأکل من موضع وحده

لأنه طعام واحد بخلاف طبق فيه الوان الثمار فانه يأكل من حيث شاء لأنه الوان، بكل ذلك ورد الآثار وييسر رجله اليسرى وينصب اليمنى ولا يأكل الطعام حاراً ولا يثمه وعن الثاني انه لا يكره النفخ في الطعام الا بماله صوتة نخواف وهو محل النهي ويكره السكوت حالة الاكل لأنه تشبه بالمجوس ويتكلم بالمعروف (الى ان قال) ولعن القصعة وكذا الاصابع قبل مسحها بالمنديل وتماه في الدار المنتقى والبرازية وغيرها (رد المحتار ص ۲۱۶ ج ۵)

عن وهب بن كيسان عن عمر بن ابي سلمة رضي الله تعالى عنه قال كنت في حجر رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت يدي تطيش في الصحيفة فقال لي يا غلام سم الله وكل بيمينك وكل مما يليك - (مسلم ص ۱۷۲ ج ۲)

عن ابي هريرة رضي الله تعالى عنه ما عاب رسول الله صلى الله عليه وسلم طعاما قط كان اذا اشتهى شيئا اكله وان كرهه تركه (مسلم ص ۱۸۷ ج ۲) والله سبحانه وتعالى اعلم
۲ رجب ۱۳۹۷ھ

پینے کے آداب :

سؤال : پینے کے آداب کیا ہیں ؟ بیٹنوا توجروا -

الجواب باسم ملهم الصواب

- ① پینے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا -
- ② دائیں ہاتھ سے پینا -
- ③ کم از کم تین سانس میں پینا -
- ④ برتن منہ سے ہٹا کر سانس لینا -
- ⑤ کھانے پینے کی اشیاء میں ایسی پھونک مارنا جس سے آواز پیدا ہو درست نہیں۔ البتہ ٹھنڈا کرنے کے لئے بغیر آواز کے پھونکنے کی بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے گنجائش دی ہے مگر کراہت طبعیہ سے بہر حال خالی نہیں۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا اكل احدکم فلیأکل بيمينه واذا شرب فلیشرب بيمينه فان الشيطان يأکل بشماله ویشرّب بشماله (مسلم ص ۱۷۱ ج ۲)

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یتنفس فی الاناء ثلاثاً و فی رواية یتنفس فی الشراب ثلاثاً (مسلم ص ۱۷۲ ج ۲)
وعن عبد اللہ بن ابی قتادة عن ابيه رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یتنفس فی الاناء (حوالہ بالا)

وعن ابن عباس رضی اللہ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی ان یتنفس فی الاناء او ینفخ فیہ ہذا حدیث حسن صحیح (ترمذی ص ۱۷۱ ج ۲)
وترجم الامام النووی رحمہ اللہ تعالیٰ لمثل ہذہ الاحادیث ”باب کراہۃ التنفس فی نفس الاناء واستحباب التنفس ثلاثاً خارج الاناء“ ثم قال ہذان الحدیثان محمولان علی ما ترجمناہ لہما فالاول محمول علی اول الترجمة والثانی علی آخرہا۔
وقال ایضاً: (قوله فی الحدیث الثانی کان یتنفس فی الاناء او فی الشراب) معناه فی اثناء شربه من الاناء او فی اثناء شربه الشراب واللہ اعلم۔

(شرح مسلم للنووی ص ۱۷۲ ج ۲)

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: وعن الثانی انه لا یکرہ النفخ فی الطعام الا بمالہ صوت نحوف وهو محل النہی (رد المحتار ص ۲۱۶ ج ۵)
قال فی الہندیۃ: وفي النوادر قال فضل بن غانم سألت ابا یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ عن النفخ فی الطعام هل یکرہ قال لا الا مالہ صوت مثل ان وهو تفسیر النہی ولا یؤکل طعام حار ولا یشم ولا ینفخ فی الطعام والشراب (عالمگیریہ ص ۳۳۷ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲، رجب سنہ ۱۲۹۷ھ

قول امام ”اذا صح الحدیث فهو مذہبی“ کا مطلب :

سوال : غیر تقلیدین کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اگر میرا کوئی قول صحیح حدیث کے خلاف ہو تو اسے ترک

کردو، اذا صح الحدیث فهو مذہبی۔ ”جب حدیث موجود ہو تو وہی میرا مذہب ہے“ جب خود امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں تو پھر حنفیہ ان کے مخالف حدیث اقوال پر عمل کیوں کرتے ہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ قول دو شرطوں سے مشروط ہے جو عقلاً و نقلاً ثابت ہیں :

- ① یہ ارشاد مجتہد کے لئے ہے، اس لئے کہ ناسخ و منسوخ اور حدیث کی صحت و سقم معلوم کرنا اور ادلہ متعارضہ میں تطبیق یا ترجیح صرف مجتہد کا کام ہے۔
- ② یہ ظن غالب ہو کہ یہ حدیث حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچی، اگر یہ حدیث پہنچنے کے باوجود امام نے اسے قبول نہیں کیا تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ عند الامام صحیح نہیں، یا آپ کے سامنے اس سے زیادہ قوی کوئی دلیل ہوگی، اس صورت میں اسی حدیث کو امام رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب قرار دینا بدیہی البطلان ہے۔ قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : قلت ولا يخفى ان ذلك لمن كان اهلاً للنظر في النصوص ومعرفة محكمها من منسوخها (رسائل ابن عابدین ص ۲۴) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ محرم سنہ ۹۸ھ

عورت کے لئے مہندی لگانا مستحب ہے :

سوال : کیا مہندی لگانا سنت ہے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ عورت کے ہاتھ بغیر مہندی کے ہوں تو مردوں سے مشابہت ہوتی ہے، کیا یہ درست ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

عورت کا ہاتھوں پر مہندی لگانا سنت ہے، نہ لگانے سے مردوں سے مشابہت ہوتی ہے، اس لئے خالی ہاتھ رہنا مکروہ ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان ہذا بنت عتبة قالت یا نبی اللہ! یا یعنی فقال لا ابایعک حتی تغیری کفیک فکانما کفاسبع رواہ ابوداؤد۔
وعنها قالت اومت امرأة من وراء ستر سیدھا کتاب الی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فقبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدہ فقال ما ادری
ایدا رجل ام ید امرأة قالت بل ید امرأة قال لو کنت امرأة لغيرت اظفار
یعنی بالحناء رواہ ابوداود والنسائی (مشکوٰۃ ص ۳۸۳)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال لعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
المخنثین من الرجال والمترجلات من النساء وقال واخرجوہم من
بیوتکم رواہ البخاری۔

قال العلامة علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ : (اخرجوہم من بیوتکم) ای
من مساکنکم او من بلدکم، فی شرح السنۃ : روى عن ابی ہریرۃ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتی بمخنث قد خضب یدیه ورجلیہ
بالحناء فامر بہ فنفی الی النقیع ، ففی شرعۃ الاسلام : الحناء سنۃ للنساء و
یکره لغيرہن من الرجال الا ان یرکون لعدولانہ تشبہ بہن ، مفہومہ ان
تخلیۃ النساء عن الحناء مطلقا مکروہ ایضا لتشبہہن بالرجال وهو مکروہ
(المرقاة ص ۲۱۷ ج ۸)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۳ شعبان سنہ ۹۸ھ

تلاوتِ قرآنِ استماع سے افضل ہے :

سؤال : تلاوت کرنے میں زیادہ ثواب ہے یا استماع قرآن میں ؟ بہارِ شریعت

میں ہے :

” قرآن مجید سننا تلاوت کرنے اور نفل پڑھنے سے افضل ہے۔“ (غنیہ)

(بہارِ شریعت ص ۱۰۳ ج ۳)

تحقیق کیا ہے ؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

قال فی الغنیۃ واستماع القرآن افضل من تلاوتہ وکذا من الاشتغال

بالتطوع لانه یقع فرضا والفضل من النفل (کبیری ص ۲۹۷)

اس عبارت سے ثابت ہوا کہ استماع کی افضلیت کا قول اس کی فرضیت پر

مبنی ہے اور رائج یہ ہے کہ خارج صلوٰۃ میں استماع فرض نہیں، لہذا افضلیت بھی نہ رہی۔

نیز الفرض افضل من النفل کا قاعدہ بھی کلیہ نہیں، مثلاً جواب سلام واجب ہے ابتداء سلام سنت ہے، معہذا ابتداء سلام کا ثواب بالاتفاق زیادہ ہے، جس طرح جواب کی فضیلت ابتداء سلام پر موقوف ہے، اسی طرح استماع کی فضیلت بھی تلاوت پر موقوف ہے، اس لحاظ سے بھی تلاوت میں دو ثواب ہوتے، ایک خود تلاوت کرنے کا اور دوسرا غیر کے استماع کا سبب بننے کا۔ جمع الفوائد میں مسند احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت نقل کی ہے:

من استمع الى آية من كتاب الله كتبت له حسنة مضاعفة ومن تلاها كانت له نورا يوم القيامة (جمع الفوائد ص ۱۶۶ ج ۲)

اس حدیث سے بھی سماع پر تلاوت کی افضلیت ثابت ہوئی، سماع قرآن پر صرف حسنة مضاعفة کا وعدہ ہے اور تلاوت پر حسنة مضاعفة کے علاوہ نور کا بھی۔

احیاء میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص نے نماز میں کھڑے ہو کر قرآن مجید پڑھا اس کو ہر حرف پر سونیکیاں ملیں گی اور جس شخص نے نماز میں بیٹھ کر پڑھا اس کے لئے پچاس نیکیاں ہیں اور جس نے بغیر نماز کے وضو کے ساتھ پڑھا اس کے لئے پچیس نیکیاں اور جس نے بلا وضو پڑھا اس کے لئے دس نیکیاں اور جو شخص پڑھے نہیں بلکہ صرف پڑھنے والے کی طرف کان لگا کر سنے اس کے لئے ہر حرف کے بدلے ایک نیکی (احیاء ص ۲۵۷ ج ۱)

اس میں تصریح ہے کہ تلاوت کا ثواب استماع سے زیادہ ہے۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۵ شوال ۱۴۰۸ھ

بیوی کے لئے الگ مکان :

سوال : اگر بیوی خاوند سے الگ مکان لے کر رہنے پر اصرار کرے، جبکہ لڑکے کے والدین اس پر خوش نہ ہوں اور لڑکے کو اندیشہ ہو کہ وہ والدین کو جو خرچ دیتا ہے اس میں بھی کمی واقع ہوگی تو ایسی صورت میں لڑکے کو کیا کرنا چاہیئے؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بیوی کو الگ مکان کے مطالبہ کا حق ہے، مگر مستقل مکان کا حق نہیں، بلکہ ایسا ایک کمرہ کافی ہے کہ جس میں اور کسی کا کوئی دخل نہ ہو، بیوی کو الگ کمرہ دینے میں کئی مفاسد سے حفاظت ہے، اس کے پیش نظر بھی اس کا یہ مطالبہ پورا کرنا ضروری ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک اور بقدر استطاعت اخراجات میں تعاون کرتا رہے۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ : وبیت منفرد من دار له غلق
وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وبیت منفرد ای مایبات
فیہ وهو محل منفرد معین قہستانی والظاهر ان المراد بالمنفرد ما كان مختصا
لیس فیہ ما یشار کھا بہ احد من اهل الدار (رد المحتار ص ۶۶۳ ج ۲)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۸ ذی القعدہ سنہ ۹۸ھ

مختلف نفل کا ثواب اختلاف موقع سے مختلف ہوتا ہے :

سؤال : نفلی حج میں اور اس میں کہ اس رقم کو مساکین پر خرچ کیا جائے یکساں ثواب ہے؟ یا کوئی فرق ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

احوال متصدقین اور ضرورت و موقع کے اعتبار سے ثواب مختلف ہوتا ہے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : حج الغنی افضل من حج الفقیر
حج الفرض اولی من طاعة الوالدین بخلاف النفل بناء الریاط افضل من
حج النفل واختلف فی الصدقة ربح فی البزازیة افضلیة الحج۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ربح فی البزازیة
افضلیة الحج) حیث قال الصدقة افضل من الحج تطوعا کذا روی عن الامام
لکن لما حج وعرف المشقة اُفتی بأن الحج افضل و مراده انه لو حج نفلا و
انفق الفا فلو تصدق بهذه الالف علی المحتاج فہو افضل لان ینکون

صدقة فلس افضل من انفاق الف في سبيل الله والمشقة في الحج لم
كانت عائدة الى المال والبدن جميعا افضل في المختار على الصدقة اه قال
الرحمى والحق التفصيل فما كانت الحاجة فيه اكثر والنفعة فيه اشمل فهو
الافضل كما ورد حجة افضل من عشر غزوات وورد عكسه فيحمل على ما كان
انفع فاذا كان اشجع وانفع في الحرب فجهادة افضل من حجه او بالعكس فحجه
افضل وكذا بناء الرباط ان كان محتاجا اليه كان افضل من الصدقة وحج
النفل واذا كان الفقير مضطرا او من اهل الصلاح او من آل بيت النبي
صلى الله عليه وسلم فقد يكون اكرامه افضل من حجرات وعمر وبناء ربط كما
حكى في المسامرات عن رجل اراد الحج فحمل الف دينار يتأهب بها فاجاءته
امرأة في الطريق وقالت له انى من آل بيت النبي صلى الله عليه وسلم وبى
ضرورة فافرغ لها مامعه فلما رجع حجاج بلدة صار كلما لقي رجلا منهم
يقول له تقبل الله منك فتعجب من قولهم فرأى النبي صلى الله عليه وسلم
في نومه وقال له تعجبت من قولهم تقبل الله منك قال نعم يا رسول الله قال
ان الله خلق ملكا على صورتك حج عنك وهو يحج عنك الى يوم القيامة
باكرامك لامرأة مضطرة من آل بيتى فانظر الى هذا الاكرام الذى ناله
لم يملكه بمحجرات ولا بناء ربط (رد المحتار ص ۲۵۲ ج ۲) والله سبحانه وتعالى اعلم.

۲۹ ذی الحجہ سنہ ۹۹ھ

مہمان کے ساتھ کھانے میں شرکت :

سؤال : میزبان کا مہمان کے ساتھ مل کر کھانا کھانا مستحب ہے یا بغیر شرکت
کے ان کی خدمت کرنا؟ دونوں میں سے بہتر صورت کونسی ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اصل یہ ہے کہ مہمان کی خدمت کرے، اگر مہمان زیادہ نہ ہوں اور ان کے
ساتھ دسترخوان پر بیٹھ کر کھانے میں ان کی خدمت میں خلل نہ ہوتا ہو تو مہمان کے ساتھ
بیٹھنے میں بھی کوئی حرج نہیں، یعنی مستحب خدمت ہے، ساتھ بیٹھنا نہیں۔

قال في الهندية : ينبغي ان يخدم المضيف بنفسه اقتداء بابراهيم

على نبينا وعليه الصلوة والسلام كذا في خزنة المفتين واذا دعوت قوما الى طعامك فان كان القوم قليلا فجلست معهم فلا بأس لان خدمتك اياه على المائدة من المروءة وان كان القوم كثيرا فلا تقعد معهم واخذ منهم بنفسك ولا تغضب على الخادم عند الاضياف ولا ينبغي ان تجلس معهم من يشغل عليهم فاذا فرغوا من الطعام واستأذنوا ينبغي ان لا يمنعهم (عالمگیریہ ص ۳۵ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۱، صفر سنہ ۱۲۰۰ھ

مالی حقوق ادا کرنے کا طریقہ :

سوال : عبداللہ نے زمانہ ماضی میں بہت چوریاں کی ہیں، جس میں وقف اور لقطہ کا مال بھی شامل ہے، اب وہ توبہ کر چکا ہے، جن لوگوں کے اموال چوری کئے ہیں ان میں سے اکثر کا تبلیغی جماعت سے تعلق ہے، اس لئے قوی امید ہے کہ انھوں نے معاف کر دیا ہوگا، دوسرے لوگوں کے بارے میں دونوں احتمال ہیں کئی ایسے لوگ بھی ہیں جن کا اب کوئی پتا نہیں کہ کہاں ہیں، عبداللہ مسکین ہے اور چوری سے پکی توبہ بھی کر چکا ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا توبہ کافی ہے یا ان اموال کا ادا کرنا اور اصحاب تک پہنچانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو اس کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جو ملاک معلوم ہیں، ان سے معاف کروائے، اگر معاف نہ کریں تو اپنی آمدن سے کچھ حصہ خواہ وہ قلیل مقدار میں ہی ہو یہ حقوق ادا کرنے کے لئے مختص کر دے، یوں رفتہ رفتہ تمام حقوق ادا ہو جائیں گے، اگر بالفرض قلیل مقدار بھی مختص کرنے کی قدرت نہیں تو یہ نیت رکھے کہ جب بھی قدرت ہوگی حسب قدرت ادا کرنا شروع کر دے گا۔

جن ملاک کا علم نہیں ان کی طرف سے حسب طریقہ مذکورہ مساکین پر صدقہ کرے گا :

مال وقف کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے ایسے وقف سے چوری کیا ہو جس کا یہ خود مصرف ہے تو اس پر ضمان اگرچہ نہ ہوگا مگر یہ سخت گناہ ہے۔ اس کی نظیر غنیمت کا مال ہے کہ اس کا مصرف

مجاہدین ہی ہوتے ہیں مگر تقسیم سے پہلے اس سے کوئی چیز چرانے پر سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اس لئے اس بدترین گناہ پر خوب استغفار و توبہ کرے اور اگر یہ خود اس کا مصرف نہیں تو واپس کرنا واجب ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹ ربیع الثانی ۱۴۲۰ھ

توبہ سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے :

سوال : کیا توبہ سے حقوق العباد اور حقوق اللہ میں سے کبیرہ گناہ سب معاف ہو جاتے ہیں ؟ حقوق العباد کی تفصیل اور جن کا ضائع کرنا گناہ کبیرہ ہے، ان کی تفصیل بھی بیان فرمائیں۔ بدینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

توبہ سے حقوق اللہ معاف ہوتے ہیں اگرچہ کبیرہ ہوں، حقوق العباد بدون ادار یا اسقاط معاف نہیں ہوتے۔

کسی کی جان، عزت یا مال کا نقصان کرنا حقوق العباد کی تضييع میں داخل ہے اور ان تینوں میں سے ہر ایک گناہ کبیرہ ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۰ھ

منہ بولی بہن کا حکم :

سوال : میں نے ایک لڑکی کو اپنی بڑی بہن بنایا ہے، میں اسے باجی کہہ کر پکارتا ہوں، اس بارے میں شریعت کیا کہتی ہے ؟ میں الجھن میں اس لئے مبتلا ہوں کہ میں نے تاریخ اسلام میں زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ پڑھا ہے کہ ان کو زید بن محمد کہا جاتا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمادیا تو اس کی وجہ کیا تھی ؟ بدینوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کسی کو منہ بولی بہن بنانے سے واقعہ بہن نہیں بن جاتی، شرعاً اس کے احکام بالکل اجنبی اور غیر محرم عورت کے ہیں، زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بھی اسی نوع کا ہے، اسی لئے اس سے ممانعت وارد ہوئی۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۸ جمادی الثانیہ ۱۴۲۰ھ

تجارتی کتب میں بطور صدقہ رقم لگانے کی صورت :

سوال : بندہ ایک تاجر ہے ، ایک دینی کتاب طبع کروانا چاہتا ہے ، ایک صاحب نے کچھ رقم دی ہے کہ اس رقم کو بھی مصارف طباعت میں شامل کر لیا جائے تاکہ صدقہ جاریہ کا ثواب ان کو بھی ملتا رہے ، از روئے شرع اس شرکت کی نوعیت و صورت کیا ہونی چاہیے ؟ بیٹنوا توجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :

① ان صاحب خیر کی رقم کے مساوی قیمت کی کتابیں اہل صلاح میں مفت تقسیم کر دی جائیں ۔

② کتاب کے مصارف سے اتنی رقم وضع کر کے باقی مصارف پر منفعت رکھی جائے ، اس طرح کتاب خریداروں کو نسبت سستی پڑے گی ۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

۲۵ جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ

سرمہ لگانے کا طریقہ :

سوال : سرمہ کس وقت لگایا جائے اور لگانے کا طریقہ کیا ہے ؟ بیٹنوا توجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کوئی وقت متعین نہیں ، البتہ سونے سے پہلے لگانا زیادہ مفید ہے ، طریقہ یہ ہے کہ تین سلائی ہر آنکھ میں لگائی جائیں ، دائیں آنکھ سے ابتداء کی جائے ۔

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اکتحلوا بالاثمد فانه یجلو البصر ویذبت الشعر و زعم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کانت له مکحلة یکتحل منها کل لیلۃ ثلاثۃ فی ہذہ وثلاثۃ فی ہذہ (التوفدی ص ۳۰۵ ج ۱)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یکتحل قبل ان ینام بالاثمد ثلاثا فی کل عین (شمائل التوفدی ص ۱)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ۔

۲۷ رجب سنہ ۱۴۰۰ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا دعویٰ :
 سوال : ایک شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں شخص جب روضہ اقدس پر
 حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے مصافحہ فرمایا، کیا یہ دعویٰ درست ہو سکتا ہے؟
 بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر وہ شخص خود دعویٰ نہیں کرتا تو اس سے متعلق دوسرے کا دعویٰ قبول
 نہیں اور اگر وہ خود کہتا ہے تو اس کی تصدیق کے لئے تین شرطیں ہیں :
 ① یہ شخص مکمل طور پر دیندار مشہور ہو، یعنی تمام ادا امر بحال آتا ہو اور تمام
 منکرات سے اجتناب کرتا ہو۔

② معاملہ کی تشہیر نہ کرتا ہو۔

③ بوقت مصافحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جو دوسرے
 زائرین موجود تھے وہ اس کی شہادت دیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ رجب ۱۴۲۵ھ

دعا کا تین بار تکرار :

سوال : میں نے سنا ہے کہ دعا مانگتے وقت ہر دعا کو تین تین مرتبہ
 کہنا چاہیے، سنت طریقہ کیا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تین تین بار مانگنا افضل و اقرب الی القبول ہے، ایک بار مانگنا خلاف
 سنت نہیں۔

عن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کان یعجبہ ان یدعو ثلاثا ویستغفر ثلاثا (ابوداؤد ص ۲۲ ج ۱)

عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان النبی صلی اللہ
 علیہ وسلم اذا دعا ثلاثا واذا سأل سأل ثلاثا (حلیۃ الاولیاء ص ۱۵۳ ج ۲)
 عن حفصۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کان اذا اراد ان یرقد وضع یدہ الیمنی تحت خدہ ثم یقول اللہم قفی

عذابك يوم تبعث عبادك ثلاث مرات رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۲۱۱)
 عن عبد الرحمن بن ابی بكرة قال قلت لابی یا ابی اسمعك تقول
 كل غداة اللهم عافني في بدني اللهم عافني في سمعي اللهم عافني في
 بصري لا اله الا انت تكررهما ثلاثا حين تصبح وثلاثا حين تمسي فقال
 يا بني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يدعوهن فانا احب ان
 استن بسنته رواه ابوداؤد (مشکوٰۃ ص ۲۱۲) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۸ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

حرام گوشت فروخت کرنے والے کا حکم :

سوال : ایک شخص اپنی دکان پر حرام اور مردار جانوروں کا گوشت
 فروخت کرتا ہے کچھ حلال گوشت بھی رکھتا ہے ، جن بعض بوگوں کو معلوم ہے
 وہ تو اس سے نہیں خریدتے مگر اکثر کو معلوم نہیں ، وہ خریدتے ہیں ، اس کو سمجھایا
 بھی گیا مگر وہ اس سے باز نہیں آتا تو دریافت طلب یہ ہے کہ اس شخص کا کیا حکم ہے ؟
 نیز ایسے شخص کی آمدن حلال ہے یا حرام ؟ بیٹنوا تو جروا ۔

الجواب باسم ربهم الصواب

اگر یہ شخص اس عمل شنیع کو حلال سمجھتا ہے تو مرتد ہو گیا اور بیوی بھی حرام
 ہو گئی ، حکومت پر فرض ہے کہ وہ اسے توبہ کی تلقین کرے اور اس سے
 تجدید اسلام و تجدید نکاح کروائے ۔

اور اگر یہ شخص اس کو حرام سمجھ کر کرتا ہے تو فاسق ہے ، مسلمانوں او
 حکومت پر فرض ہے کہ وہ اس کو اس گناہ کبیرہ سے روکنے کی ہر ممکن تدبیر
 اختیار کریں ، ورنہ سب اس گناہ میں شریک سمجھے جائیں گے ۔

جب تک وہ اس گناہ سے باز نہیں آتا ، اس سے گوشت خریدنا جائز
 نہیں ، اس کی حرام گوشت کی آمدن حرام ہے اور حلال گوشت کی آمدن حلال ہے ، البتہ خلط
 کے بعد جب تک حرام آمدن کو الگ کر کے ملاک تک نہ پہنچائے یا ملاک تک پہنچانا متعذر ہوئے
 کی صورت میں صدقہ نہ کرے اس کے لئے اس پورے مال سے کسی قسم کا نفع حاصل کرنا حرام ہے ۔

۴ محرم ۱۴۰۱ھ

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم ۔

معانقہ میں تکرار :

سوال : آپ کا فتویٰ موصول ہوا، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تین بار گلے ملنا خلاف سنت ہے، ایک بار مسنون ہے، ایک عالم کہتے ہیں کہ تعامل تین بار کا ہی ہے، اگر حدیث میں کوئی حد ذکر ہوتی تو اس کے خلاف کرنا خلاف سنت ہو سکتا ہے مگر ایسا نہیں تو مروجہ معانقہ کو خلاف سنت کہنا صحیح نہیں، جیسا کہ فرضوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام تک دُعا کرنا ثابت ہے، لیکن آجکل لمبی چوڑی دُعا مانگی جاتی ہے، اگرچہ فرائض کے بعد لمبی دُعا کرنے میں سب علماء کرام شامل نہیں مگر اس کو کسی نے بدعت نہیں کہا تو معانقہ مروجہ کیوں خلاف سنت ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر معانقہ میں تکرار کو ثواب سمجھا جائے تو خلاف سنت ہی نہیں بلکہ بدعت ہوگا، ورنہ محض رسم ہوگی جو سنت سے ثابت نہیں، چونکہ اس کی ترویج اس کو سنت سمجھنے کا پیش خیمہ ہے اس لئے اس سے احتراز کرنا چاہیے۔

معانقہ کی مفصل و مدلل تحقیق رسالہ ”مصافحہ و معانقہ“ میں ہے، جو ”احسن الفتاویٰ“ جلد ۹ ”مسائل شتی“ میں ہے۔

فرائض کے بعد طویل دُعا کو معمول بنالینا بدعت ہے، حاجتِ خاصہ کے لئے احیاناً طویل دُعا جائز ہے، تفصیل رسالہ ”زبدۃ الکلمات فی حکم الدُعا بعد المکتوبات“ مندرجہ احسن الفتاویٰ جلد ۳ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۰ صفر ۱۴۰۱ھ

قضاء حاجت کے لئے بیٹھنے کی کیفیت :

سوال : بیت الخلاء میں فراغت کے وقت کس طرح بیٹھنا چاہیے؟

بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بائیں پاؤں پر وزن زیادہ ہو اور پاؤں کشادہ رکھے جائیں۔

عن سراقه بن مالك رضى الله تعالى عنه قال علمنا رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخلاء ان نقعد على اليسرى فنصب اليمنى، رواه البيهقي بسند ضعيف -

قال الشيخ الامام محمد بن اسمعيل الصنعاني رحمه الله تعالى : و اخرجہ الطبرانی قال المجازى : فی سندہ من لا نعرفہ ولا نعلم فی الباب غیرہ قیل : والحکمة فی ذلك انه يكون اعون على خروج الخارج ، لان المعدة فی الجانب الايسر ، وقيل : ليكون معتمدا على اليسرى ويقل مع ذلك استعمال اليمنى لشرفها (سبل السلام شرح بلوغ المرام ص ۲۸ اج ۱)

والله سبحانه وتعالى اعلم -

۲۶ صفر ۱۴۰۱ھ



حلق عانہ سے عاجز کا حکم :

سؤال : ایک شخص ضعیف العمر ہے اور اس کی بیوی بھی زندہ نہیں ہے، صحت کی حالت میں وہ زیر ناف بال خود لے سکتا ہے، مگر بیماری کی حالت میں نہیں لے سکتا، اب وہ کیا کرے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر پاؤڈر خود رگانے پر قادر ہو تو پاؤڈر سے صفائی کرے، ورنہ دوسرا شخص ہاتھ پر دستانہ پہن کر پاؤڈر سے اس طرح صفائی کرے کہ اس مقام پر نظر ڈالنے سے حتی الامکان احتراز کرے۔

لا بأس بأن يتولى صاحب الحمام عورة انسان بیده عند التوبیر اذا كان یغض بصره وقال الفقیه ابو اللیث هذا فی حالة الضرورة لافى غیرها (عالمگیری ص ۳۲ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ بالوں اور ناخنوں کو دفن کرنا :

سؤال : بعض بزرگوں کو دیکھا ہے کہ بال اور ناخن کاٹ کر ایک پھیلی میں رکھتے ہیں، پھر بڑے اہتمام سے ان کو دفن کرتے ہیں، تحقیق کیا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

دفن کرنا بہتر ہے، بسہولت انتظام ہو سکے تو دفن کر دے، ورنہ تب تکلف اہتمام کرنا تعمق و غلو ہے جو مذموم ہے، امر مندوب کا التزام اعتقاداً یا عملاً ممنوع ہے اور ایسی حالت میں امر مندوب واجب ترک ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ امر تشریعی نہیں بلکہ سحر سے حفاظت کے لئے ہے۔

قال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ معزیاً الى الخانیۃ : وروی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم امر بدفن الشعر والظفر وقال لا تغلب بہ سحرۃ بنی آدم (طحطاوی علی المراقی ص ۲۸۷) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۶ صفر سنہ ۱۴۰۵ھ

عشرۃ ذی الحجہ میں حجامت نہ بنوانا :

یہ مسئلہ احسن الفتاویٰ جلد ۷ کتاب الاضحیۃ والعقیقۃ ص ۴۹۶ پر بعنوان

”عشرۃ ذی الحجہ میں ناخن وغیرہ نہ کاٹنے کی حیثیت“ آچکا ہے۔
کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مستحب ہے :

سؤال : غسل الیدین قبل الطعام سے متعلق ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ
مرقاۃ ص ۳۳ ج ۱ پر تحریر فرماتے ہیں :

هذا مستحب واختلف العلماء في استحباب غسل الیدین والاظهر
استحبابه الا ان يتيقن نظافة الیدین من النجاسة والوسخ واستحبابه
بعد الفراغ الا ان يبقى على الید اثر الطعام .

اور مرقاۃ ص ۱۸ ج ۸ پر لکھا ہے :

كان سفیان الثوری رحمہ اللہ تعالیٰ یکرہ غسل الیدین قبل الطعام
علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سنت لکھا ہے اور اُمت کا تعامل
بھی اسی پر ہے، تحقیق کیا ہے سنت مؤکدہ ہے یا مستحب ؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کھانے سے پہلے ہاتھ صاف ہونے کا یقین ہو تو بھی
ہاتھ دھونا مستحب ہے، سنت مؤکدہ نہیں۔

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت میں سنت سے مراد سنت شرعیہ
نہیں، سنت عادیہ ہے جو مستحب کے درجہ میں ہے، نیز علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ
تعالیٰ نے یقین نظافت و عدم یقین کی کوئی تفصیل بیان نہیں فرمائی، اس لئے
کھانے سے پہلے ہاتھ دھونا مطلقاً مستحب ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وغسل الیدین قبل)
لنفی الفقر ولا یمسح یدہ بالمدیل لیبقی اثر الغسل وبعده لنفی اللہم ویمسحها
لیزول اثر الطعام وجاء انه بركة الطعام ولا بأس به بدقیق وهل غسل فمه
للاكل سنة كغسل یدہ الجواب لا (رد المحتار ص ۲۱۶ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۱۳ صفر سنہ ۱۴۰۵ھ

ایک شخص کی زمین پھسل کر دوسرے کی زمین پر چلی گئی :

سؤال : آج سے تقریباً چھ، سات سال قبل میری ایک زمین بوجہ کثرت

بارش اوپر سے پھسل کر بح درخت کسی اور کی زمین پر گر پڑی اور وہ درخت اب بھی پھسلی ہوئی زمین کے ساتھ موجود ہیں اور میں اس زمین میں کاشت کرتا ہوں، اور جس شخص کی زمین نیچے دب گئی ہے اس نے اب تک پوچھا بھی نہیں، لہذا شرعی مسئلہ سے بمع حوالہ کتب تحریر فرمائی کہ زمین میری ہے یا اس شخص کی، اور میں درخت وغیرہ کاٹ کر ملکہ ہٹالوں اور زمین اس کے حوالہ کر دوں، صریحہ جزئیہ اگر لکھ دیں تو بہت مہربانی ہوگی۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

یہ معاملہ چونکہ غیر اختیاری طور پر ہوا ہے اس لئے بصورت نقصان کسی پر کوئی ضمان نہ ہوگا۔

قال فی الہندیہ : لان هذا نقصان حصل لا بفعل احد فليس احدهما بايجاب الضمان عليه اولى من الاخر كذا فی فتاویٰ قاضیخان
(عالمگیریہ ص ۱۳۲ ج ۵)

اوپر کی زمین کے مالک کا انتفاع بتاویل ملک تھا اس پر کسی قسم کا ضمان نہ ہوگا بالخصوص جبکہ نیچے کی زمین کے مالک نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا۔

قال العلامة محمد خالد الاتاسی رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا يلزمه شيء من اجرة المثل او حصه من الزرع وان كانت معدة للاستغلال او المزارعة لانه استعملها بتاویل ملك (شرح المجلة ص ۹ ج ۲)

اگر دونوں زمینوں کی قیمت برابر ہے تو اس زمین میں دونوں مالک برابر کے شریک ہیں، اور اگر قیمت کم و بیش ہے تو زیادہ قیمتی زمین کا مالک دوسرے کو اس کے حصہ کی قیمت دے کر اس کا مالک بن جائے گا۔

نقل فی الہندیہ عن الخانیة : شجرة القرم اذا نبتت فی ملک رجل فصارت فی حب رجل آخر وعظم القرم فتعذر اخراجه من غیر کسر الحب فہی بمنزلة اللؤلؤة اذا ابتلعتها دجاجة ينظر الی اکثر المالین یقال لصاحب اکثر ان شئت اعطيت الآخر قيمة ماله فیصير لك وان ابی یباع الحب علیہما ویكون الثمن بینہما۔

وبعد اسطر : ولو ادخلت دابة رجل رأسها في قدر آخر ولا يمكن
الخراج الا بالكسر كان لصاحب الدابة ان يملك الآخر بقيمة ونظائرهما
كثيرة لصاحب أكثر المالكين ان يملك الآخر بقيمة فان كانت قيمتهما على
السواء يبلغ عليهما ويقسمان الثمن (عالمگیری ص ۱۳۳ ج ۵)

وقال العلامة محمد خالد الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ : لو سقط جبل بما عليه
من الروضة على الروضة التي تحته يتبع الأقل في القيمة الأكثر يعني صاحب
الارض التي قيمتها أكثر يضمن لصاحب الأقل ويملك تلك الارض مثلاً
لو كان قبل الانهدام قيمة الروضة الفوقانية خمس مائة وقيمة التحتانية
الفايضة صاحب الثانية لصاحب الاولى قيمتها ويملكها (شرح المجلة ص ۲۳۳ ج ۳)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۳ جمادی الآخرہ سنہ ۱۴۱۲ھ

ناخن کاٹنے میں ترتیب کا کوئی ثبوت نہیں :

سؤال : ناخن کاٹنے کا جو طریقہ مشہور ہے کہ دائیں ہاتھ اور دائیں پاؤں سے
شروع کیا جائے ، اس طرح کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے شروع کر کے دائیں ہاتھ
کے ابهام پر ختم کیا جائے اور دائیں پاؤں کی چھوٹی انگلی سے شروع کر کے بائیں پاؤں
کی چھوٹی انگلی پر ختم کیا جائے ، کیا یہ طریقہ سنت یا مستحب ہے ؟ کیا اسکا
ثبوت ہے ؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ترتیب کا کوئی ثبوت نہیں ، اس بارے میں جتنی روایات منقول ہیں سب بے صل ہیں
قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ : قلت وفي المواهب اللدنية
قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ انه يستحب كيف ما احتلج اليه ولم
يثبت في كفيته شيء ولا في تعيين يوم له عن النبي صلى الله عليه وسلم
وما يعزى من النظم في ذلك للامام علي ثم لابن حجر قال شيخنا انه
باطل۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله قلت الخ) وكذا

قال السيوطي رحمه الله تعالى وقد انكر الامام ابن دقيق العيد جميع هذه
الابیات وقال لا تعتبر هيئة مخصوصة وهذا الاصل له في الشريعة
ولا يجوز اعتقاد استحبابه لان الاستحباب حكم شرعي لا بد له من
دليل وليس استسهال ذلك بصواب اه (ردالمحتار ص ۲۶ ج ۵)

وقال العلامة ابو السعود رحمه الله تعالى: وقال ابن حجر رحمه الله
تعالى في شرح الشامل: ولم يثبت في كیفیته ولا في تعیین يوم له شیء
وما یعزى من النظم في ذلك لعلی او غیره باطل انتهى (فتح المعین ص ۳۱)
والله سبحانه وتعالى اعلم

۲۰ رجب سنہ ۱۴۱۵ھ

ایسے درخت کا حکم جس سے پڑوسی کو ضرر ہو :

سوال : ہمارا علاقہ سرسبز ہے جہاں باغ کثرت سے ہیں، ایک دوسرے کی
املاک متصل ہونے کی وجہ سے چند سوالات پیدا ہوتے ہیں :

① ایک کے اشجار کی شاخیں دوسرے کی زمین میں واقع ہوتی ہیں جس
کی وجہ سے اس کے جوار کو ہل چلانے میں دقت ہوتی ہے۔

② درخت کی شاخیں اوپر ہیں جس سے ہل چلانے میں دقت نہیں ہوتی،
لیکن دوسرے کی زمین کی بالکل محاذات پر واقع ہونے کی وجہ سے جوار کہتا ہے
کہ اپنے درخت کی شاخیں کاٹ کر میری زمین سے دور کریں اس لئے کہ آپ
کے درخت کے سایہ سے میری زمین کو نقصان پہنچتا ہے، یعنی پیداوار صحیح نہیں
دیتی۔

کیا از روئے شرع مذکورہ دونوں صورتوں میں مالک اشجار پر اپنے درخت کی
شاخیں کاٹنا لازم ہے یا نہیں؟ بیّنوا بالتفصیل توجروا عند اللہ الجلیل۔
فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔

الجواب باسمہم الصواب

① صاحب اشجار پر لازم ہے کہ وہ اغصان کو باندھے یا قطع کرے تاکہ
دوسرے کی ملک میں نہ جائیں، صاحب بستان وارض اسے شاخیں کاٹنے یا

باندھنے پر مجبور کر سکتا ہے بشرطیکہ کوئی دوسری صورت ممکن نہ ہو۔

(۲) اگر درختوں کی شاخیں اپنی ہی ملک میں ہیں مگر سایہ سے زراعت کو نقصان ہوتا ہے تو قطع اغصان وغیرہ لازم نہیں، ہاں اگر ضرر بین و فاحش ہو جس سے زراعت وغیرہ بالکل نہ ہوتی ہو تو استحساناً حکم قطع ہے۔

قال العلامة محمد خالد الاتاسی رحمہ اللہ تعالیٰ: اذا تدلت اغصان شجرة انسان لدار جارة او بستانه فللجار ان يكلفه تفریغ هوائه بالربط او القطع سواء تضرر الجار بذلك ام لا، لانه تصرف في ملك الغير بلا اذنه۔
وقال ايضا: ان لا تتدلى اغصان شجرة على هواء دار الجار وارضه وانما ارتفعت في هواء بستانه حتى منعت الشمس عن ارض الجار فلا تقطع تلك الشجرة وان تضرر زرع الجار لها سيأتى في المادة الآتية من انه لا يمنع احد من التصرف في ملكه الا اذا كان ضرره لغيره فاحشاً وسيأتى في المادة ۱۱۹۹ ان الضرر الفاحش ما يمنع من الحوائج الاصلية ومنع الشمس والريح ليس منها يل من الحوائج الزائدة كما في جامع الفصولين عن الذخيرة قال: فصار كرجل له شجرة يستظل بها جارة اراد قلعها لا يمنع منه ولو تضرر به جارة اذرب الشجرة بالقلع يمنع عن الانتفاع بملكه اه اقول: ان المنفعة الاصلية من ارض الزراعة او البستان هي الزراعة فكان ما يمنع منها نظير ما يمنع من السكنى في البناء على ما سيأتى في المادة المذكورة وما بعدها الا ان يجاب بالفرق بين ما يمنع من الانتفاع بها اصلاً وبين ما يقللها بأن ينتفع بزراعتها مع نوع ضرر تأمل اه

(شرح المجلة ص ۱۳۸ ج ۲)

وهكذا احرر الشيخ علي حيدر رحمہ اللہ تعالیٰ (درر المحکام ص ۲۱۸ ج ۱۰)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۲۶ رجب سنہ ۱۴۱۶ھ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ وفات:

سوال: آپ نے ”ارشاد العابد“ میں تحریر فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی تاریخ ولادت ۸ ربیع الاول ہے اور تاریخ وفات ۱۲ ربیع الاول ۱۲ ربیع الاول کو ولادت اور وفات کی تاریخ سمجھنا غلط ہے، اس تاریخ کا حساب کسی صورت بھی صحیح نہیں ہو سکتا۔

حالانکہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اختلاف مطالع کی بنا پر تاریخ وفات = ۱۲ ربیع الاول کی یہ تاویل فرمائی ہے :

وقد اشتهر هذا الايراد على هذا القول وقد حاول جماعة الجواب عنه ولا يمكن الجواب عنه الا بمسلك واحد وهو اختلاف المطالع بأن يكون اهل مكة رأوا هلال ذي الحجة ليلة الخميس واما اهل المدينة فلم يروه الا ليلة الجمعة ويؤيد هذا قول عائشة رضي الله تعالى عنها وغيرها خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم لخمس بقين من ذي القعدة - يعني من المدينة - الى حجة الوداع ويتعين بما ذكرنا انه خرج يوم السبت وليس كما زعم ابن حزم انه خرج يوم الخميس لانه قد بقي اكثر من خمس بلا شك واجاز ان يكون يوم الجمعة لان النساء رضي الله تعالى عنه قال صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم الظهر بالمدينة اربعاء والعصر بذي الحليفة ركعتين فتعين انه خرج يوم السبت لخمس بقين فعلى هذا انما رأى اهل المدينة هلال ذي الحجة ليلة الجمعة واذا كان اول ذي الحجة عند اهل المدينة الجمعة وحسبت الشهور بعدة كوامل يكون اول ربيع الاول يوم الخميس فيكون ثاني عشر يوم الاثنين والله اعلم (البداية والنهاية ص ۲۷ ج ۵) بيتوا توجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

اعتبار اختلاف مطالع کسی صورت میں بھی ممکن نہیں، شرعاً، عقلاً اور فلکیات کسی لحاظ سے بھی اس کا کوئی امکان نہیں، اس کی تفصیل میرے رسالہ ”الطوالع لتنوير المطالع“ میں ہے۔

اس خیال باطل کو بطریق فرض محال تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی مکہ و مدینہ کے درمیان اس کا احتمال بہت کم بلکہ کالعدم ہے، اس لئے کہ بلاد مختلفہ میں

ہلال کے قابل رؤیت ہونے میں اختلاف کے چار اسباب ہیں:

① سب سے زیادہ مؤثر اختلاف طول البلد۔

② دوسرے درجہ میں اختلاف عرض البلد۔

③ تیسرے درجہ میں زیادت میل شمس۔

④ سب سے آخری درجہ میں زیادت میل قمر۔

مکہ اور مدینہ دونوں ایک ہی طول البلد پر ہیں اور دونوں کے عرض البلد میں فرق صرف 2° و 3° ہے اور بحساب تقویم غرة ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ بیوم خمیس = ۲ مارچ ۱۹۰۷ء ہے، جس میں میل شمس جنوبی صرف ۷° ہے، اس قدر فرق قلیل سے اختلاف رؤیت کا تصور خیال خام ہے، رہا سب سے آخری درجہ کا مؤثر یعنی میل قمر، سو اس کے بہت زیادہ ہونے کی صورت میں اختلاف رؤیت ہو سکتا ہے، مگر مؤثرات ثلاثہ قویہ کے فقدان کی صورت میں صرف ایک مؤثر ضعیف کی وجہ سے اختلاف رؤیت کا امکان بہت بعید ہے اور یہ امکان بعید بھی صرف اس صورت میں ہے کہ میل بہت زیادہ ہو، میل کم ہونے کی صورت میں امکان بعید بھی نہیں۔

امکان رؤیت ایسا بعید کہ کالعدم یا معدوم اور تاریخ معہود میں میل قمر کی تخریج طول عمل، اس لئے میں نے اس کا حساب نہیں لگایا اور اس کی ضرورت بھی نہیں، اس لئے کہ یہ بحث محض فرض محال پر مبنی ہے، مکہ و مدینہ کے درمیان امکان اختلاف رؤیت تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی حقیقت وہی ہے کہ اختلاف مطالع کو معتبر قرار دینے کی کوئی صورت ممکن ہے ہی نہیں۔

اعتبار اختلاف مطالع سے قطع نظر بلاد مختلفہ میں اختلاف رؤیت کی صورت میں متفقہ قاعدہ یہ ہے کہ ایک شہر کی رؤیت کی خبر دوسرے شہر میں بشرط معہود پہنچ جائے تو وہ ان کے لئے موجب عمل ہے، حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بنفس نفیس تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا جم غفیر بھی، رؤیت مکہ کے بارے میں ان کی خبر اہل مدینہ کے لئے کیوں موجب عمل نہ ہوئی۔

مدینہ منورہ میں غرة ذی الحجہ بیوم جمعہ کا خیال بوجہ ذیل بالکل باطل ہے:

- ① اعتبار اختلاف مطالع کا خیال بالکل بدیہی البطلان ہے۔
 - ② بلحاظ مکان و زمان اختلاف مطالع کا اثر بعید از قیاس ہے۔
 - ③ رؤیت ہلال کے اصول مسلمہ کے خلاف ہے۔
 - ④ دنیا بھر میں مسلم تقویم قمری میں اس کا کوئی امرکان نہیں۔
 - ⑤ اس صورت میں چار ماہ مسلسل تیس دن کے بنتے ہیں جو بہت بعید ہے۔
 - ⑥ اس خیال کی تصحیح کی صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ اختلاف مطالع کو معتبر قرار دیا جائے جسے شرذمہ قلیلہ کے سوا پوری اُمت مسلمہ بالاجماع غیر معتبر قرار دے رہی ہے ان دونوں کو ملانے سے لازماً یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاذ اللہ پوری اُمت نے اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح فیصلہ کو ٹھکرا دیا ہے اور یہ محال ہے، والامر المستلزم للمحال محال، اس سے بڑی اور کیا دلیل ہو سکتی ہے؟
- فیائی حدیث بعداۃ یؤمنون۔

④ وہ شرذمہ قلیلہ جو اعتبار اختلاف مطالع جیسے بین البطلان و ہم اور ناممکن، ممتنع و محال خیال میں گرفتار ہے، ان میں سے بھی کسی نے اپنے اس عہم باطل پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر صریح فیصلہ اور اتنی بڑی دلیل بین سے استدلال نہیں کیا۔

اس سے ثابت ہوا کہ وہ بھی غرہ بیوم جمعہ کے خیال کو باطل سمجھتے ہیں۔

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

ایام کے شمار کرنے میں بسا اوقات پہلے دن کو بھی مستقل دن شمار کر لیا جاتا ہے مباحث حدیث و سیر میں اس کی کئی مثالیں پائی جاتی ہیں، اس کے مطابق شنبہ سے چہار شنبہ تک پانچ دن بن جاتے ہیں۔

اس حدیث میں حساب کا یہ کثیر الوقوع طریقہ اختیار کرنا محض تاویل بصورت احتمال نہیں، بلکہ مفاسد و ممتنعات مذکورہ کے تحت یہ امر لازم و حقیقت بدیہیہ ہے جس سے کوئی مفر نہیں۔

حاصل یہ کہ مکہ اور مدینہ دونوں میں خمیس کو غرہ ذی الحجۃ تسلیم کرنے کے سوا کوئی

چارہ کار ممکن نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

بوقت مصافحہ انگوٹھا پکڑنا :

سوال : علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ مصافحہ کرتے وقت انگوٹھا پکڑنا چاہیے یہ محبت پیدا کرتا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ حدیث میں آیا ہے، کیا ایسی کوئی حدیث ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

علامہ ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ کی عبارت یوں ہے :

والسنة ان تكون بکلتا یدیه وان يأخذ الابهام فان فیہ عرقا ینبت المحبة کذا جاء فی الحدیث ذکرہ القہستانی وغیرہ (رد المحتار ص ۲۴ ج ۵)
حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں بلکہ قہستانی کا حوالہ ہے، قہستانی کو دیکھا گیا تو اس میں بھی حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں ملا، پھر کتب حدیث میں تلاش کیا گیا مگر اس کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔

اگر اس کا کوئی ثبوت ہوتا تو مصافحہ جیسے کثیر الوقوع عمل سے متعلق ہونے کی وجہ سے روایات کثیرہ میں اس کا ذکر ہونا چاہیے تھا جبکہ متداول اور معروف کتب حدیث اس کے ذکر سے خالی ہیں۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ

ویڈیو کی تصویر کا حکم :

سوال : ویڈیو کیمرے سے کسی بھی تقریب و محفل کی پوری کارروائی محفوظ کر لی جاتی ہے اور بعد میں وی سی آر پر اس محفل کے تمام مناظر دیکھے جاسکتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا یہ تصویر میں داخل ہے؟ بعض علماء کرام اس کو تصویر نہیں سمجھتے وہ کہتے ہیں کہ اس کو قرار و بقا حاصل نہیں، بلکہ یہ برقی ذرات ہوتے ہیں جو بنتے اور فوراً ٹٹتے رہتے ہیں اور بعض علماء اس کو عکس کہتے ہیں، تحقیق کیا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

اس بارے میں مندرجہ ذیل امور قابل غور ہیں :

① ویڈیو کیمرے سے کسی بھی تقریب کی منظر کشی کا عمل تصویر سازی کی ایک ترقی یافتہ صورت ہے، جیسے قدیم زمانے میں تصویر ہاتھ سے بنائی جاتی تھی پھر

کیمرے کی ایجاد نے اس قدیم طریقہ میں ترقی کی اور تصویر ہاتھ کی بجائے مشین سے بننے لگی جو زیادہ سہل اور دیر پا ہوتی ہے، اب اس عمل میں نئی نئی سائنسی ایجادات نے مزید ترقی اور جدت پیدا کی اور جامد وساکن تصویر کی طرح اب چلتی پھرتی، دوڑتی بھاگتی صورت کو بھی محفوظ کیا جانے لگا۔

یہ کہنا صحیح نہیں کہ اس کو قرار و بقا نہیں، اگر اس کو بقا نہیں تو وہ ٹی وی اسکرین پر چمکتی دھمکتی، اچھلتی کودتی نظر آنے والی چیز کیا ہوتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ وہی تصویر ہے جو کسی وقت لے کر محفوظ کر لی گئی تھی، صرف اتنی بات ہے کہ کیسٹ کی پی پی میں ایسی فنی جدت سے کام لیا گیا کہ دیکھنے میں پی ٹی خالی نظر آتی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ وہ تصویر مٹ کر معدوم نہیں ہوتی ورنہ وی سی آر پر دوبارہ کیسے ظاہر ہو سکتی ہے۔

(۲) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ وہ مٹ جاتی ہے اور پھر بنتی ہے، یہی عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے تو اس میں تو اور زیادہ قباحت ہے کہ بار بار تصویر بنانے کا گناہ ہوتا ہے۔

(۳) اس کو عکس کہنا بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ عکس اصل کے تابع ہوتا ہے، اور یہاں اصل کی موت کے بعد بھی اس کی تصویر باقی رہتی ہے۔

(۴) اگر عدم بقا یا اس کا عکس ہونا تسلیم کر لیا جائے تو عوام اس دقیق فرق کو نہیں سمجھتے، اس کی گنجائش دینے سے ان میں تصویر سازی کی لعنت کے جواز کی اشاعت اور خوب تبلیغ ہوگی، اور واقعی و متفق علیہ تصویر کو بھی جائز سمجھنے کا مفسدہ پیدا ہوگا۔

(۵) تصویر ہونے نہ ہونے کا مدار عرف پر ہونا چاہیے نہ کہ سائنسی و فنی ترقیقات پر، اور عرف عام میں اسے تصویر ہی سمجھا جاتا ہے، جیسے شریعت نے صبح صادق اور طلوع و غروب کا علم کسی دقیق علم و فن پر موقوف نہیں رکھا، ظاہری و سہل علامات پر رکھا ہے۔

(۶) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ عوام بار بار فرق کا اعلان کرنے سے سمجھ گئے ہیں یا سمجھ جائیں گے تو بھی اس میں عام تصویر سے کسی گنا بڑھ کر مفاسد

پائے جاتے ہیں، جن میں سے چند ایک اوپر بیان کئے گئے ہیں، ظاہر ہے کہ کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا فیصلہ اس کے عام استعمال و ابتلا کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے نہ کہ قلیل کا عدم استعمال کے پیش نظر۔

ماضی قریب کے بعض ملحد و گمراہ مفکرین نے سینما دیکھنے کو یہ کہہ کر جائز قرار دیا تھا کہ یہ سینما ہال میں اسکرین پر ظاہر ہونے والی صورت تصویر نہیں عکس ہے، اس سے نوجوان نسل کو عریاں و فحش فلمیں دیکھنے کی جو ترغیب و تشجیع ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، وہ ایک ناجائز و حرام فعل کو جائز سمجھ کر بے محابا کرنے لگے، اب یہی حال بعض علماء کی اس نئی تحقیق کا، کہ ویڈیو تصویر کو چونکہ قرار و بقا نہیں اس لئے یہ تصویر نہیں، اس سے وہ افراد جوٹی وی وغیرہ کو ناجائز سمجھ کر اس سے گریزاں و ترساں تھے، ان کو اس گنجائش سے کھلی چھوٹ مل گئی اور وہ جائز و منکرات سے پاک مناظر کو دیکھنے کے بہانے رفتہ رفتہ ہر غلط پروگرام، رقص سرود اور عریانی و فحاشی کے مناظر دیکھنے میں مبتلا ہو رہے ہیں، اس کا محض امکان نہیں بلکہ وقوع ہے کہ بعض بظاہر دیندار لوگوں نے مسلمانوں کی مطلوبیت اور جہاد کے مناظر دیکھنے دکھانے کے بہانے ٹی وی اور وی سی آر خریدا اور پھر ہر فحش ڈرامہ اور فلم دیکھنے کے عادی ہو گئے، اس طرح نوجوان نسل دنیا و آخرت کی تباہی کا شکار ہو رہی ہے اور بعض مخلصینی جماعتوں اور جہادی تنظیموں سے منسلک نوجوان اپنے اندر دین و جہاد کا جذبہ پیدا کرنے کی بجائے بے راہ روی اور غلط روش کا شکار ہو رہے ہیں، جس سے دین و جہاد کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اللہم انا نعوذ بک من شرور الفتن ما ظہر منها وما بطن، انت العالم ولا ملجأ ولا منجا منك الا الیک، واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۰، جہادی الثانیہ ۱۴۱۷ھ

کھانے سے پہلے نمک چکھنا :

سوال : کھانے کی ابتداء و انتہاء میں نمک چکھنا سنت ہے یا نہیں ؟

اگر مسنون یا مستحب نہیں تو شامیہ، احیاء العلوم اور دیگر کتب معتبرہ میں کھانے کے آداب میں کیوں لکھا ہے ؟ اس کا کیا جواب ہے ؟ بیٹنوا متوجروا۔

الجواب باسم ملهم الصواب

کھانے کی ابتداء و انتہاء میں نمک چکھنے کے بارے میں جو اقوال کتب متبدا اولہ میں مذکور ہیں وہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں، اس بارے میں جتنی بھی احادیث ہیں سب موضوعہ ہیں۔ لہذا ابتداء و انتہاء طعام بالملح کو سنت قرار دینا تسامح ہے۔

فی حاشیۃ فردوس الاخبار سید ادا فکرم الملح و فی اسنادہ عیسیٰ بن ابی عیسیٰ متروک کما فی التقریب لابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ وقال الذہبی فی ترجمۃ عیسیٰ ضعیفہ احمد وغیرہ وقال الفلاس والنسائی متروک (فردوس الاخبار ص ۲۶۳ ج ۲) وقال العلامة السيوطي رحمه الله تعالى: حديث يا علي عليك بالملح فانه شفاء من سبعين داء الجد ام والبرص والجنون لا يصح والمتهم به عبد الله بن احمد بن عامر وابوه فانهما يرويان نسخة عن اهل البيت كلها باطلة (اللائی المصنوعة ص ۲ ج ۲)

وقال الملا علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ومنها وصایا علی کلہا موضوعۃ سوی الحدیث الاول وهو یا علی انت منی بمنزلۃ ہارون من موسیٰ غیرانہ لانی بعدی قال الصنعانی ومنها وصایا علی کلہا التی اولہا یا علی لقلان ثلاث علامات (الاسرار المرفوعة ص ۳۸۸)

وقال العلامة الشوکانی رحمہ اللہ تعالیٰ: حدیث یا علی عليك بالملح فانه شفاء من سبعين داء هو موضوع (الفوائد المجموعة ص ۱۶) وفي التعليقات على الكشف الالهي: عليكم بالملح فانه شفاء من سبعين داء منه الجنون والجد ام والبرص قال العجلوني ولعله موضوع ونص ابن القيم على انه موضوع (الكشف الالهي ص ۳۹۲ ج ۱) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غرة رجب ۱۴۱۷ھ

مشغول لوگوں کے قریب تلاوت قرآن :

سؤال: کوئی خارج صلوٰۃ تلاوت کر رہا ہے تو اس کا سننا فرض عین ہے یا فرض کفایہ؟ بعض اوقات دوران تلاوت لوگ کام میں مشغول ہوتے ہیں

اگر وہ کام چھوڑ کر تلاوت سنتے ہیں تو کاموں کا حرج ہوتا ہے، ایسی صورت میں کیا کیا جائے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس بارے میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال مختلف ہیں، وجوب ارجح واحوط ہے اور عدم وجوب اوسر وایسر، بوقت ضرورت اس پر عمل کرنا جائز ہے۔
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: فی شرح المنیۃ والاصل ان الاستماع للقرآن فرض کفایۃ لانه لا قامة حقد بأن يكون ملتفتاً الى غير موضع فذلك يحصل بانصات البعض كما في رد السلام حين كان لرعايد حوالمسلم كفي فيه البعض عن الكل (رد المحتار ص ۳۶ ج ۱)
 قال القاضی ثناء اللہ الغانی فقی رحمہ اللہ تعالیٰ: اختلف العلماء فی وجوب الاستماع والانصات علی من هو خارج الصلوة یبلغه صوت من یقرأ القرآن فی الصلوة او خارجها قال البیضاوی: عامدا العلماء علی استحبابها خارج الصلوة، وقال ابن الهمام: وفي كلام اصحابنا ما يدل علی وجوب الاستماع فی الجهر بالقراءة مطلقاً قال فی الخلاصة: رجل یکتب الفقه و یجنيه یقرأ القرآن فلا یمكنه استماع القرآن فالاشم علی القاری، و علی هذا القول علی السطح فی اللیل جهرًا والناس نيام یأثم، وهذا صریح فی اطلاق الوجوب ولان الحبرة لعموم اللفظ دون خصوص السبب، قلت وقد ثبت عنه صلی اللہ علیہ وسلم انه کان یقرأ القرآن باللیل جهرًا بحيث یسمع من وراء حجرته وربما یسمع الجیران۔ روى الترمذی والنسائی وابن ماجه عن ام هانی قالت کنت اسمع قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل وانا علی عرشی۔

وروى ابو داود والترمذی عن ابن عباس قال کان قراءة النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی قد رما یسمعه من فی الحجرة وهو فی البيت وروی البخاری فی الصحیح عن عائشة قالت کنت انا مبین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجلی فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتها قالت والبیوت یومئذ لیس فیها مصابیح۔ وکان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرءون القرآن باللیل والنهار رافعی اصواتهم من غیر نکیح۔ وروی مسلم عن ابی موسی الاشعری ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال له لقد رأیتنی وانا اسمع لقراءتک البارحة

وفی الصحیحین عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لاعرف اصوات رفقة الاستغریین حین یرحلون واعرف منازلہم من اصواتہم بالقرآن باللیل وان کنت لمارمنازلہم حین نزلوا بالنہار، ولا شک ان بعض الناس فی العسکر کانوا نیاما وقت قراءة الاستغریین..... فہذہ الاحادیث تدل علی فساد ما افقی بہ صاحب الخلاصۃ واخرج ابن مردویہ فی تفسیرہ قال ثنا ابواسامۃ عن سفیان عن ابی المقدام ہشام بن زید عن معاویۃ ابن قرۃ قال سألت بعض مشایخنا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احسبہ قال عبد اللہ بن مغفل: کل من سمع القرآن وجب علیہ الاستماع والانصات قال انما نزلت ہذہ الایۃ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا فی القراءة خلف الامام۔

قلت: واللام فی قوله تعالیٰ اذا قرئ القرآن للعہد دون الجنس والمراد بہ القرآن المقروء لاسماعکم کالامام یقرأ حتیٰ یسمع من خلفہ والخطیب یقرأ للتخاطب والمقرئ یقرأ علی التلمیذ واللہ اعلم۔ (التفسیر المظہری ص ۲۵ ج ۳) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم
۸ جمادی الثانیہ ۱۴۱۸ھ

مدت ختم قرآن :

سؤال : قرآن مجید کی تلاوت مستحب ہے یا واجب ؟ نیز کتنے دن میں ختم کرنا مستحب یا واجب ہے ؟ بتینواتوجروا۔

الجواب باسمہم الصواب

تلاوت قرآن مستحب ہے ، مدت ختم میں مختلف اقوال ہیں ، معتدل و راجح قول ایک مہینے کا ہے ۔

قال العلامة الحلبي رحمه الله تعالى : قيل الاولى ان يهتم القرآن في كل اربعين يوما وقيل ينبغي ان يهتم في السنة مرتين روى عن ابی حنيفة رحمه الله تعالى انه قال من قرأ القرآن في السنة مرتين فقد قضی حقہ وقيل اذا اراد ان يقضى حقہ فليهتم في كل اسبوع وقيل في كل شهر مرة وبه افقی ابو عصمة رحمه الله تعالى (حلبی کبیر ص ۲۹۶)

وقال العلامة الانصاري رحمه الله تعالى : وينبغي لحامل القرآن ان

یختم فی کل اربعین یوماً، وفی السراجیة : ینبغی له ان یرکع فی کل سنة
 ختمان، وفی الیثیمہ : سئل عمر الحافظ عن العروی عن ابی حنیفة رحمہ اللہ
 تعالیٰ ان من قرأ القرآن فی السنة مرتین فقد قضی حقہ ان المراد به فی سنة
 فی عمرة ام فی کل سنة؟ فقال : بل فی کل سنة - واختلف مشایخنا رحمہم اللہ
 تعالیٰ فی قارئ القرآن اذا اراد ان یقضی حقہ الواجب بقراءتہ، قال بعضهم :
 یختم کل اسبوع، وقال الحسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ : فی کل سنة
 مرتین، والاحسن فیہ ان یقال : الختم فی کل شهر مرة، وبہذا فتی
 ابو عصمة رحمہ اللہ تعالیٰ (الفتاوی التتارخانیة ص ۵۰ ج ۱)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۸ جمادی الثانی۱۴۱۸ھ





آرٹھوون
 سید باقیوں کا حکم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے
 اور اللہ کی عسود کی حفاظت کرنے والے
 (۱۱۳:۹)

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حرز

اولاً فرضہ تبلیغ دین میں افراط و تفریط کے
 درمیان راہ اعتدال و صراط مستقیم کی وضاحت

تبلیغ کی شرعی حیثیت

اور حدود

یہ رسالہ درحقیقت اس زمانہ کی ایک بہت

اہم ضرورت پر

فقیہ العصر حضرت اقدس دارمست برکاتہم

کے ایک نہایت مؤثر وعظ کا خلاصہ ہے،

جو عرصہ سے مستقل رسالہ کی صورت میں شائع

ہوتا چلا آ رہا ہے، اور اسلام میں افراط و تفریط

کے دور حاضر میں طالبین صراط مستقیم کے لئے

مشعل راہ و ہدیٰ للمتقین کا کام دے رہا ہے۔

چونکہ یہ فتویٰ کی حیثیت سے بھی بہت اہمیت

رکھتا ہے بالخصوص علماء و طلبہ کے لئے بہت

مضبوط اور نہایت قوی سند ہے اس لئے

اب اس کو "حسن الفتاویٰ" کا بھی جزو

بنادیا ہے۔

اشاریہ

- تبلیغ کی اقسام
- ایک غلط فہمی کا ازالہ
- نہی عن المنکر کی اہمیت اور اسکے ترک پر وعیدیں
- آج کے علماء اور دینداروں کی مدامت پرستی
- بے دینوں کے ساتھ محبت رکھنے کا عذاب
- برائیوں سے روکنے پر آنے والی مصیبتوں پر صبر کا حکم
- نہی عن المنکر کا صحیح اور مؤثر طریقہ
- تبلیغ دین کے مختلف شعبے
- علامات اخلاص
- اعمال صالحہ کے چور
- اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت
- ایمان کی علامت
- نیکی مکرنے کے بعد بھی ڈرتے رہنا چاہیے
- اہل اللہ کا خوف آخرت
- دینی کام کرنے والوں کے لئے شریعت کے قوانین
- اہل تبلیغ کا ایک غلط نظریہ
- اہل تبلیغ سے تین باتیں
- تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہونے والوں کی مثال
- اہل مدارس کا غلط نظریہ
- اہل سیاست کا غلط نظریہ
- غلط استدلال اور اس کا جواب
- تبلیغ بصورت قتال فی سبیل اللہ چھوڑنے پر وعیدیں

فرض تبلیغ کی دو قسمیں :
جو تبلیغ فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں :

① فرض عین

② فرض کفایہ

① فرض عین :

جو تبلیغ ہر مسلمان مرد و عورت پر اس طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ فرض ہے خواہ اس شخص کا تعلق تبلیغ کا کام کرنے والی کسی جماعت سے ہو یا نہ ہو، اس کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف ہر ایک کے لئے ارشاد فرمایا ہے :

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ ۔

”تم میں سے جو کوئی کسی بُرائی کو دیکھے اس پر لازم ہے کہ اس بُرائی کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنے دل سے اس بُرائی کو مٹائے یعنی بوقت استطاعت مٹانے کا عزم رکھے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔“

اگر کوئی یہ فرض ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا تو گویا اسکے اندر ایمان ہی نہیں ہے۔ اس حدیث میں استطاعت کی ترتیب کا ذکر ہے، جب منکر اور گناہ سے روکنے کی استطاعت ہو تو اسے استعمال کرنے میں یہ ترتیب ہے کہ گناہ کا کام کرنے والے کو پہلے زبان سے روکا جائے، پھر زبان سے روکنے میں بھی یہ تفصیل ہے کہ پہلے نرمی سے سمجھایا جائے، اگر نرمی سے کہنے سے گناہ چھوڑ دے تو سختی اور غصہ سے کام لینا جائز نہیں۔ نرمی سے کام نہ چلے تو سختی سے کہا جائے۔ اگر سختی سے کہنے سے کوئی باز نہیں آتا تو ہاتھ استعمال کرے، اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ بقدر ضرورت ہی ہاتھ استعمال کیا جائے، مثلاً ایک تھپڑ سے کام چل سکتا ہے تو دوسرا تھپڑ لگانا جائز نہیں۔ غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو گناہ کو مٹا کر چھوڑنا ہے۔

یہ بات مسلمان کی شانِ کینلاف ہے کہ وہ کسی گناہ کو دیکھ کر صبر کر لے۔ اگر گناہ کے مٹانے میں ذرا سی بھی غفلت کی تو وہ اس حدیث کی رو سے مسلمان ہی نہیں ہے۔

اگر زبان یا ہاتھ کے استعمال کرنے میں کسی ناقابل برداشت فتنہ کا اندیشہ ہو تو زبان یا ہاتھ کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ :

لیکن اس کے باوجود اس بات کا خوب استحضار رکھنا کہ ”اگر مجھے قدرت ہوتی تو میں اس گناہ کو مٹا کر چھوڑتا۔“ اور یہ پختہ عزم رکھنا کہ ”آئندہ جب بھی قدرت ہوئی اسے مٹا کر چھوڑوں گا“ فرض ہے، فان لم یستطع فبقلمہ کا یہی مطلب ہے۔ حدیث کے اس جملہ کا مطلب سمجھنے میں بہت سے مولوی بھی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ اس حدیث کا یہی مطلب سمجھتے اور بیان کرتے رہتے ہیں کہ ”دل میں برا سمجھتا رہے۔“ دل میں برا سمجھنا تو بڑی آسان سی بات ہے۔ حدیث کے الفاظ میں غور کیا جائے کہ فبقلمہ کا تعلق فلیغیر کے ساتھ ہے یعنی اپنے دل کے ذریعہ مٹائے، اور دل سے مٹانا اسی وقت پایا جائے گا جب اس بات کا عزم رکھے گا کہ ”قدرت ملنے پر اس گناہ کو مٹا کر چھوڑوں گا“ ایک دوسری حدیث سے بھی جس کی تفصیل آئندہ بیان کروں گا اس مطلب کی تائید ہوتی ہے۔ جو شخص کسی بُرائی کو دیکھ کر ہاتھ یا زبان سے مٹانے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں بار بار اپنے دل میں بوقت قدرت اس کے مٹانے کا پختہ عزم نہیں کرے گا وہ بہت بُرا مجرم اور سخت گنہگار ہوگا، اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا، یہ نہی عن المنکر ہے وہ تبلیغ جو فرض عین ہے، آج تو لوگوں نے اسلام کو بہت میٹھا بنا رکھا ہے بس لوگوں کو میٹھی میٹھی باتیں بتا دیں اور ہو گئے ساری دنیا کے مبلغ۔

گناہوں سے روکنے کے لئے کسی کو سزا دینا ہر ایک کیلئے جائز نہیں :

اس حدیث میں جس مسئلہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اسے اصطلاح شریعت میں ”تغیر منکر“ کہا جاتا ہے جو ہر مسلمان پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً ڈاڑھی کٹائے یا منڈائے یا کوئی عورت بے پردہ گھر سے باہر نکلے تو اسے ایسی عبرتناک سزا دی جائے کہ آئندہ کسی کو ایسی حرکت کرنے کی ہمت نہ ہو، شرعی اصطلاح میں اسے ”تعزیر“ کہا جاتا ہے۔ ایسی سزا دینا ہر مسلمان کے لئے جائز نہیں بلکہ یہ صرف حکومت کا کام ہے۔

لیکن آج کی حکومت ایسے گناہوں پر سزا تو کیا دیتی، ایسے گناہوں سے بچنے والوں کو سزا دیتی ہے۔ اسی طرح آپ نے کسی شخص کو کوئی گناہ کرتے دیکھا، آپ کے منع کرنے سے اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا، آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے چلے جانے کے بعد پھر گناہ کرے گا، ایسی صورت میں آپ کے لئے جائز نہیں کہ آئندہ کے لئے اسے گناہ سے روکنے کی خاطر اسے سزا دیں۔ اس لئے کہ آپ پر ”تغییر منکر“ یعنی گناہ کو مٹانا فرض تھا وہ حاصل ہو گیا۔

البتہ والدین اپنی نابالغ اولاد کو، شوہر بیوی کو، استاد شاگرد کو اور پیر مریدوں کو حدود شرع کی پابندی کرتے ہوئے مناسب سزا دے سکتا ہے۔ اس میں نیت صحیح ہونا ضروری ہے، اللہ کی رضا مقصود ہو، ایسا نہ ہو کہ غصہ تو اپنی کسی ذاتی غرض سے آیا اور شریعت کا بہانہ بنا کر انتقام لینا شروع کر دیا۔

ان لوگوں یعنی والدین، شوہر، استاد اور پیر کے سوا کسی دوسرے کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی کو ایسی سزا دے، شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسے مجرموں کو حکومت سے سزا دلائی جائے، البتہ حکومت اپنا یہ فرض ادا نہ کرے تو دوسرے لوگ بھی تعزیر لگا سکتے ہیں بشرطیکہ کسی بڑے فتنے کا خطرہ نہ ہو۔

نہی عن المنکر کی اہمیت اور اسکے ترک پر وعیدیں :

چونکہ نہی عن المنکر بہت مشکل بھی ہے اور بہت اہم بھی، اس لئے اس کے ترک پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ان سے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں سن لیں :

① وَالْعَصْرُ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝

”زمانہ شاہد ہے کہ بیشک انسان خسارے میں ہے مگر جو ایمان لایا، نیک اعمال کئے، حق بات کی ایک دوسرے کو نصیحت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔“

اللہ تعالیٰ کے عذاب اور خسارے سے بچنے کے لئے انسان کو چار کام کرنے پڑیں گے :

① عقائد صحیح رکھنا۔

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود — ۶

② نیک اعمال اختیار کرنا

③ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا

④ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا

① عقائد صحیح رکھنا :

تمام عقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہوں
ان میں سے اگر ایک عقیدہ بھی غلط ہوا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

② نیک اعمال اختیار کرنا :

نیک اعمال کا یہ مطلب نہیں کہ تسبیحات زیادہ ہوں ، نمازیں لمبی لمبی ہوں ، تسبیح ، اشراق اور چاشت وغیرہ نفل نمازوں اور نفل روزوں ، نفل حج ، عمرے اور صدقات خیرات وغیرہ کی بہت پابندی ہو ، بلکہ نیکی کی بنیاد اور روح گناہوں کو چھوڑنا ہے تفصیل کے ساتھ یہ بیان وعظ ” ترک گناہ “ اور ” ترک منکرات “ میں چھپ چکا ہے۔

③ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا :

عقائد صحیحہ کی ایک دوسرے کو تبلیغ کرتے رہنا۔

④ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا :

ایک دوسرے کو اعمال صالحہ یعنی گناہوں سے بچنے اور نفسانی تقاضوں کے قوت صبر کی تلقین کرتے رہنا۔

نظر بد نظری کا تقاضا کر رہی ہو ، زبان غیبت یا فضول گوئی اور لایعنی باتوں کا تقاضا کر رہی ہو تو ایسے مواقع پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیا کریں۔

مذکورہ چاروں کاموں میں سے اگر کسی ایک کام میں بھی کوتاہی یا غفلت ہوئی تو انسان دنیا و آخرت کے خسارے سے نہیں بچ سکے گا۔

② لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ

مَرْيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ۝ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ

فَعَلُوهُ ط لِبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (۵-۷۸، ۷۹)

”بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن

مریم علیہما السلام کی زبان سے یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انھوں نے حکم کی

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود —————

مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جو بُرا کام انھوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہیں آتے تھے، واقعی ان کا فعل بیشک بُرا تھا۔

اس آیت کے شان نزول میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
 علماء بنی اسرائیل شروع میں لوگوں کو گناہوں سے روکتے، تبلیغ کرتے اور اللہ سے ڈراتے رہتے تھے، مگر جب وہ نہ مانے تو ان علماء نے انہی لوگوں کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا شروع کر دیا، گناہوں سے بیزاری ظاہر نہیں کی، ان علماء کی اس حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت کی گئی۔
 آج کے علماء اور دینداروں کی مہذبیت پرستی :

آج کے علماء، مشائخ اور ظاہری دینداروں میں یہ وبا بہت تیزی سے پھیل رہی ہے۔ انھوں نے لوگوں کے سامنے اسلام کو ایسا ثابت کر دیا ہے کہ گویا ان کی یہ دینداری اسلام کی خاطر نہیں بلکہ اختلاف طبع و مزاج کی وجہ سے ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے ”پسند اپنی اپنی“۔ ایک شخص ڈاڑھی رکھے ہوئے ہے، لباس اسلام کے مطابق ہے، رہن سہن اور کھانے پینے کے تمام طور طریقے شریعت کے مطابق ہیں مگر جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے یا کٹاتے ہیں، لباس ان کا کوٹ پتلون ہے، میز کرسی پر کھاتے ہیں، ان کے ساتھ اس کی گہری دوستی ہے، ان کے ساتھ ہنسی، دل لگی کی باتیں کرتا رہتا ہے، ان کے یہاں آنا جانا بھی ہے، ان کی دعوتوں میں بھی شریک ہوتا ہے، اس طرح یہ شخص لوگوں کی نظروں میں یہ ثابت کرتا ہے :
 ”اس کا یہ طرز زندگی اسلام کی خاطر نہیں ہے بلکہ اپنی طبعی پسند کی وجہ سے ہے۔ اسے ڈاڑھی پسند ہے تو دوسروں کو کلین شیو پسند ہے، سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔“

اس کا مزید نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ایک ہی شخص ایک وقت میں ڈاڑھی رکھ لیتا ہے، لباس اسلام کے مطابق پہن لیتا ہے، پھر وہی شخص دوسرے وقت میں ڈاڑھی منڈا کر کوٹ پتلون پہن لیتا ہے۔ اس کے اس عمل سے دوسرے لوگوں کو اور آنے والی نئی نسلوں کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو کسی خاص قسم کے طرز زندگی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دیتا ہے۔

اگر آپ لوگوں کے گناہ دیکھ کر بھی ان کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ہمیں آپ کے گناہوں سے کوئی نفرت نہیں تو آپ کی یہ دینداری اللہ کے لئے نہیں ہے، اگر اللہ کے لئے ہوتی تو لوگوں کے گناہ دیکھ کر ان سے بیزاری کا اظہار کرتے۔ گناہوں کو دیکھ کر ان سے بیزاری کا اظہار نہ کرنے والوں پر بھی اللہ کا عذاب اسی طرح آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے علماء پر آیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ گنہگاروں کے ساتھ بد خلقی سے پیش آئیں، انہیں حقیر و ذلیل سمجھیں، دین کی طرف راغب کرنے اور دینی دعوت دینے کی غرض سے تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی ہی سے پیش آنا چاہئے۔

یہ مطلب بھی نہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ مختلف ضرورتوں کی وجہ سے میل جول رکھنا پڑتا ہے ان سے میل جول ختم کر دیں مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر آپ ان کے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کر سکتے ہیں تو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے اتنا تو کر سکتے ہیں کہ ایسے شخص پر نظر پڑتے ہی فوراً اس کے لئے دُعا کر لیں یا کم از کم چوبیس گھنٹے میں ایک وقت متعین کر کے اس میں تمام گنہگاروں کے لئے دُعا کر لیا کریں۔ ایسا کرنے سے اللہ کے عذاب سے بچنے کے علاوہ یہ فائدہ بھی حاصل ہوں گے :

① ایک مسلمان بھائی کا حق ادا ہوگا۔ کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اس کے لئے دُعا کرنا اس کا حق ہے۔ ایک مسلمان گناہوں میں مبتلا ہو اس سے بڑی تکلیف کیا ہو سکتی ہے ؟

② آپ میں عجب و کبر پیدا نہیں ہوگا کہ ہم تو ایسے متقی ہیں اور یہ گنہگار ہیں، دُعا کے ساتھ عجب کا علاج بھی ہو گیا۔

③ دل میں گنہگاروں سے نفرت اور ان کی تحقیر پیدا نہیں ہوگی۔

④ گناہوں کی برائی کا استحضار اور ان سے بچنے کے اہتمام میں اضافہ ہوگا، جب دوسروں کو بچانے کے لئے دُعا کریں گے تو لازماً اپنے کو بچانے کے لئے اس سے زیادہ دُعا اور اہتمام کریں گے۔

بے دینیوں کے ساتھ محبت رکھنے کا عذاب :

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود — ۹

بہت سے لوگوں کو فساق و فجار سے نفرت ہونے کی بجائے ان کی بہت سی باتیں انھیں اچھی لگتی ہیں۔

ایک شخص نے کہا :

”انگریز بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج ہوتے ہیں اور یہ علماء اور بزرگ حضرات خشک مزاج ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی خوش مزاجی ان کی زبان کا اثر ہے۔“ ایسی باتیں اور بھی بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں اسلئے اسکے جوابات سن لیں :

① مسلمان ہر کام میں اپنے اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے۔ وہ کوئی کام بھی قانون کے خلاف نہیں کر سکتا کہ جیسا دل میں آیا کر لیا، ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات یا حرکت نہ ہو جائے جس سے میرا مالک ناراض ہو جائے۔

انگریز بالکل آزاد ہیں جیسا دل میں آیا کر لیا، اس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے خوش مزاج ہیں۔

جو شخص قانون کا پابند ہوگا وہ خوش مزاج ہو ہی نہیں سکتا، اگر خوش مزاجی کی کوئی بات کر لیا بھی تو قانون کا پابند رہ کر، سوچ سمجھ کر، موقع محل دیکھ کر اور اللہ کی رضا کے لئے کر لیا، آزادی سے بلا سوچے سمجھے، بے موقع و محل اور مخلوق کی رضا کے لئے نہیں کرے گا۔

② اللہ تعالیٰ کا حکم ہے :

”اللہ کے باغیوں اور مجرموں کے سامنے ان کے گناہوں سے بیزاری کا اظہار کر دو۔“ اللہ والے اللہ کے اس قانون کی پابندی کرتے ہیں، اس لئے اللہ کے باغیوں اور مجرموں کے ساتھ زیادہ خوش مزاجی نہیں کرتے ہیں۔

اور انگریز جب خود ہی اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں تو وہ دوسرے باغیوں سے نفرت کیا کریں گے بلکہ محبت ہی کریں گے، اسی لئے وہ ہر ایک سے خوش مزاجی سے پیش آتے ہیں۔

ان دو وجہوں سے معلوم ہوا کہ انگریزوں کی خوش مزاجی کی یہ خوبی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، البتہ بہت سی باتیں غیر مسلم اقوام میں ایسی ہوتی ہیں جن میں واقعہً خوبی ہوتی ہے، جیسے نظم اوقات، پابندی وقت، سلیقہ مندی وغیرہ، انکے بارے

میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں دراصل اسلامی تعلیمات ہیں، مسلمانوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور کفار ان پر عمل کر کے دنیوی ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ ایسی خوبیوں کو یہ سوچ کر حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ یہ ہم نے کھودی تھیں دوسروں کے پاس دیکھ کر یاد آ گئیں کہ یہ تو ہمارے اپنے گھر کی ہیں۔

غیر قوموں میں بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو عقلاً و شرعاً صحیح نہیں ہوتیں مگر بعض لوگوں کو طبعاً پسند آتی ہیں، ایسی باتوں کی طرف طبیعت کا مائل ہونا بہت ہی خطرناک ہے جو انسان کو کفر تک لیجا سکتا ہے۔

بعض باتیں غیر قوموں میں غیر اختیاری ہوتی ہیں، مثلاً جسمانی ساخت، خوش رنگ، لمبا قد، قوت، شجاعت وغیرہ، اگر ان چیزوں کی وجہ سے ان کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے اور ان کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، اس لئے کہ یہ بات سب کے نزدیک مسلم ہے :

”جس کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اس کی خوبیاں اور کمالات بھی بُرے لگتے ہیں، اور جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اسکی بُری باتیں بھی اچھی لگتی ہیں۔“

آپ کے سامنے اگر کوئی آپ کے کسی دشمن کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دے تو آپ کو کتنی ناگواری ہوتی ہے، آپ تو اس کا نام سُنا بھی پسند نہیں کرتے، پھر اللہ کے اتنے بڑے دشمنوں اور باغیوں کی غیر اختیاری خوبیوں کو دیکھ کر اگر آپ متاثر ہو جاتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ کو اللہ کے دشمنوں سے محبت ہے، پھر انجام بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ :

”انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جسکے ساتھ اس نے دنیا میں محبت کی۔“

کسی میں کوئی خوبی نظر آئے تو یہ دیکھیں کہ یہ شخص مسلمان اور دیندار ہے یا نہیں، اگر مسلمان ہے اور دیندار ہے تو سب کچھ ہے۔

مذکورہ تینوں باتوں سے بچنے کی کوشش کریں ورنہ ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے اپنی اصلاح کیسے کریں ؟

اولاً یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کو جن کے ساتھ محبت ہمیں بھی انہی کے ساتھ محبت

اور اللہ کے نزدیک جو مبغوض ہیں ہمارے نزدیک بھی مبغوض۔

دوسرا علاج یہ کہ اگر غیر اختیاری طور پر انکی کوئی خوبی سامنے آئے یا کوئی آپکے سامنے بیان کرے تو اسکی طرف متوجہ ہونے کی بجائے بتکلف یوں رد کرنے کی کوشش کیا کریں:

”جو لوگ اللہ کے باغی ہوتے ہیں ان میں کوئی کمال ہو ہی نہیں سکتا، کسی کا ظاہر اچھا ہونے سے ضروری نہیں کہ اس کا باطن بھی اچھا ہو۔ سانپ کا ظاہر کتنا اچھا اور خوبصورت ہوتا ہے لیکن اندر زہر بھرا ہوتا ہے۔“
آپ کفر کی جتنی برائیاں بیان کریں گے اتنی ہی کفر سے نفرت بڑھے گی اور جتنی کفر سے نفرت بڑھے گی اتنی ہی اسلام سے محبت بڑھے گی۔

اگر بتکلف ان کی برائیاں سوچنے اور بیان کرنے کی بجائے ان کی خوبیوں کو سوچیں گے یا سنیں گے یا کسی کو بتائیں گے تو ان سے محبت بڑھنے لگی جو بالآخر کفر تک لیجائے گی، خلاصہ یہ کہ فساق و فجار سے خوش مزاجی سے پیش آنا یا محبت کرنا اور دوستانہ تعلق رکھنا تو درکنار ان کے فسق و کفر سے نفرت ظاہر کرنا فرض ہے اور ان کے فسق و کفر کے مٹانے کی ادنیٰ سی کوشش سے بھی غفلت کرنا، یعنی دل میں انکے مٹانے کا پختہ عزم نہ رکھنا بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے بنی اسرائیل پر نہی عن المنکر ترک کرنے کی وجہ سے یہ عذاب آیا کہ انھیں بندر اور خنزیر بنادیا گیا تھا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **وَالَّذِي نَفْسِي مَحْتَدٌ بِيَدِهِ لِيُخْرِجَنِي عَنْ أَمَتِي إِنْ أَسَ مِنْ قَبْرِ هَمٍّ فِي صُورَةِ الْقُرْآنِ وَالْخَنَازِيرِ دَاهِنُوا أَهْلَ الْمَعَاصِي سَكْتُوا عَنْ نَهْيِهِمْ وَهُمْ يَسْتَطِيعُونَ** ”اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری اُمت کے بہت سے لوگ اپنی قبروں سے بندر اور خنزیر کی صورت میں نکلیں گے اس وجہ سے کہ انھوں نے گناہ کرنے والوں کے ساتھ مدافعت سے کام لیا اور قدرت باری کے باوجود انھیں گناہوں سے نہیں روکا۔“

(۳) **وَاسْتَقْوُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً** (۲۵: ۸)

اللہ کے عذاب سے ڈرو جو دنیا میں پھیل جانے والا ہے، اگر کوئی کہے کہ

بأهلها فقال يا رب ان فيهم عبد لا فلانا لم يعصك طرفه عين قال فقال
قلب عليه وعليهم فان وجهه لم يتمعر في ساعة قط (بیهقی شعب الایمان)
اللہ تعالیٰ عزوجل نے جبریل علیہ السلام کو حکم دیا :
” فلاں فلاں شہر کو ان کے رہنے والوں پر الٹ دو “

انہوں نے کہا :

” اے میرے رب ! ان لوگوں میں تیرا ایک فلاں بندہ ایسا ہے جس نے پلک جھپکنے
بھر بھی تیری نافرمانی نہیں کی “
اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا :

” اس پر بھی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس شہر کو الٹ دو، اس لئے کہ لوگوں کے
گناہ دیکھ کر میری خاطر کبھی بھی اس کے چہرے پر بل نہیں پڑا “
اتنا بڑا عابد اور زاہد جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا تھا
اور ذرا سی دیر کے لئے بھی اس نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی، لیکن چونکہ اسے
لوگوں کے گناہ دیکھ کر ذرا بھی رنج و غم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی اس نے برائیوں کو
مٹانے کی سب سے آخری کوشش یعنی دل میں مٹانے کا عزم کیا، جس کا ظہور گناہوں
کو دیکھ کر بیزاری کا اظہار کرنے سے ہوتا ہے اس لئے اس کی عبادت اور ریاضت
اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی ۔

(۳) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

ما من رجل یكون فی قوم یعمل فیہم بالمعاصی یقدر ان علی ان
یغیر و اعلیہ ولا یغیر و الا اصابہم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا (ابوداؤد)
” اگر کسی قوم کا کوئی فرد گناہ کرتا ہو اور اس قوم کے دوسرے افراد اسکو روکنے
کی قدرت بھی رکھتے ہوں اس کے باوجود وہ اسے گناہوں سے نہیں روکتے تو اللہ تعالیٰ
ان کے مرنے سے پہلے ان پر عذاب بھیج دیگا “
نہی عن المنکر میں حفظ حدود اللہ :

نہی عن المنکر کی اہمیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا :

الْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ (۱۱۲: ۹)

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود ————— ۱۴

”نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے باز رکھنے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے“۔

جو لوگ نہی عن المنکر کرتے ہیں وہ حدود اللہ کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ حدود اللہ کی حفاظت کیسے؟

اولاً تو نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کر کے ہی حدود اللہ کی حفاظت کی اس لئے کہ جو لوگ برائیوں کو دیکھ کر اسے مٹانے کی کوشش نہیں کرتے وہ حدود اللہ کو توڑ رہے ہیں۔ دوسری صورت حدود اللہ کی حفاظت کی یہ کہ برائیوں کو روکتے ہوئے دل میں یہ خیال نہ آئے۔

”میں نے بہت بڑا کام کر لیا اور میں بہت بڑا مجاہد ہوں“۔

بلکہ نظر اللہ تعالیٰ پر رہے کہ میرا اللہ مجھ سے کام لے رہا ہے۔ اگر نظر اپنے کمال پر چلی گئی تو ساری کوششیں رائیگاں گئیں، ایسا کام اللہ کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس کے لئے ہوتا ہے۔

اگر کبھی کسی بُرائی سے روکتے ہوئے درمیان میں نفسانیت کا کوئی خیال آجائے تو اپنا کام نہ چھوڑیں بلکہ اگر اسی موقع پر تنبہ ہو جائے تو استغفار کر کے نیت خالص کر لیں اور اگر بڑا وقت تنبہ نہ ہو تو بعد میں جب تنبہ ہو تو استغفار کریں، نفس کا محاسبہ جاری رکھیں۔

تیسری صورت حفظ حدود اللہ کی یہ ہے کہ کسی بُرائی کو روکتے ہوئے غصہ اتنا زیادہ نہ جاری کرے کہ حد سے تجاوز ہو جائے۔ مثال کے طور پر کسی کو گناہ سے روکنے کے لئے زبان سے کہنا، معمولی ڈانٹنا کافی ہو تو اسے بڑا بھلا کہنا یا اس پر ہاتھ اٹھانا جائز نہیں ہے۔ غصہ صرف اتنا جاری کرے جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے، دوسروں کو گناہوں سے روک دے۔ یوں سمجھے :

”جیسے کسی بھنگی کو کسی بہت بڑے بادشاہ نے اپنے سامنے یہ حکم دیدیا کہ میرے بیٹے کو سزا دو۔ اس بھنگی پر کیا گزرے گی؟ اگر تعمیل حکم نہیں کرتا تو بھی خطرہ اور اگر کرتا ہے تو بھی بادشاہ کی ناگواری کا خطرہ کہیں سزا میں زیادتی نہ ہو جائے یا شہزادے کی تحقیر نہ ہو جائے۔

اسی طرح جب کوئی کسی کو گناہ سے روکے تو یہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کو اپنے تمام بندوں سے محبت ہے کسی سے کم کسی سے زیادہ، اسے گناہوں سے روکنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے لیکن اس حکم کی تعمیل میں اگر کہیں حد سے تجاوز ہو گیا تو میرا کیا بنے گا۔

برائیوں سے روکنے پر آنے والی مصیبتیں :

قرآن کریم میں ہر جگہ دوسروں کو نیکیوں کی تبلیغ کرنے کے ساتھ برائیوں سے روکنے کا حکم بھی ہے۔ فریضہ تبلیغ جیسی ادارہ ہو گا کہ دونوں کام ہوں۔ نیکی کی تبلیغ کرنا آسان ہے برائیوں سے روکنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کو مناز پرٹھنے کی تبلیغ کرے تو لوگ خواہ اس کی تبلیغ سے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں بہر حال اس کی اس تبلیغ سے اس کے دشمن نہیں بنیں گے بلکہ اس کی تعریف کریں گے اور اسے شاباش بھی دیتے رہیں گے لیکن جہاں کہا، ٹی وی مت دیکھو، گانا مت سنو، تصویر کی لعنت سے بچو، ڈاڑھی منڈانا اور کٹانا چھوڑ دو، آمدنی کے حرام ذرائع سے بچو، شریعت کے مطابق پردہ کرو۔

تو پھر دیکھئے کہ سارے گھروالے، رشتہ دار اور سب محلے والے اس کے کیسے دشمن بن جاتے ہیں۔ اسی لئے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نقل فرمایا ہے :

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأَصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ (۳۱ : ۱۷)

”اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور بُرے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو

مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر۔“

نہی عن المنکر پر جو مصیبتیں آئیں گی ان پر آپ کو صبر کرنا پڑے گا کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے جیسے کفار کے ساتھ جہاد کرنا مشکل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم ہونے کی وجہ سے فرض ہے اور جہاد کی تکالیف اور مشقتوں پر صبر کرنا ضروری ہے اسی طرح برائیوں سے روکنے میں بھی تکلیفیں ضرور پہنچیں گی، کہیں کم کہیں زیادہ کم از کم لوگ اتنا تو ضرور کہیں گے :

”اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، پاگل، دقیانوس، پرانے خیالات کا اور

تنگ نظر ہے، دنیا میں رہنا نہیں جانتا، کہاں سے دنیا میں آگیا، کہیں جنگل میں چلا جائے، اس کے پیچھے لگو گے تو دنیا تباہ ہو جائے گی، خود تو خراب ہوا ہمارے بچوں کو بھی خراب کر رہا ہے۔“

یہ بھی ایک قسم کی اذیت اور تکلیف ہے۔ بلکہ اگر آپ لوگوں کی ان ایذاؤں کی وجہ سے نہی عن المنکر چھوڑ کر تنہائی اختیار کر کے صرف اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کریں گے تو بھی لوگ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے آپ کو اپنے ساتھ گناہوں میں شامل ہونے پر مجبور کریں گے۔ اور یہ قصہ آج کا نہیں ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے زمانے سے چلا آ رہا ہے۔ مفسرین نے رہبانیت کی تاریخ میں لکھا ہے :

”اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ جب لوگ برائیوں میں مبتلا ہونے لگے تو ان کے علماء اور صلحاء نے انہیں ان برائیوں سے روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ لوگ برائیوں سے باز نہیں آئے تو انہوں نے سوچا کہ اب تو معاملہ ہماری قدرت سے باہر ہو گیا، ہم تو انہیں منع کر کے بری الذمہ ہو گئے، چلیں اب اپنی ہی حفاظت کرتے ہیں، مگر ان لوگوں نے کہا کہ ہم تمہیں یوں آرام سے بیٹھنے نہیں دیں گے تمہیں ہمارے ساتھ گناہوں میں شامل ہونا پڑے گا۔ پھر بادشاہ کے پاس جا کر شکایت لگا دی کہ ان پاگلوں کو سمجھائیے اور مجبور کریں کہ یہ گناہوں میں ہمارا ساتھ دیا کریں۔“

رقیبوں نے رپٹ جا جا کے لکھوائی ہے تھانے میں

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بادشاہ نے لوگوں کی شکایت سن کر ان علماء اور صلحاء سے کہا کہ بہتر تو یہی ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ گناہوں میں شامل ہوا کرو ورنہ شہر چھوڑ کر کہیں جنگل میں چلے جاؤ شہر میں رہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، شہر میں وہی رہ سکتا ہے جو گناہوں کی مجال میں شامل ہوا کرے، ان لوگوں نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر شہر چھوڑ دیا اور جنگل میں جا کر رہنے لگے۔“ آج کل بھی اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آرہے ہیں۔ اولاد نیک بننا چاہتی ہے لیکن ان کے والدین انہیں نیک بننے نہیں

دیتے۔ ایک لڑکے نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس کے گھر والے اس سے کہتے ہیں :
 ”مسلمان بن کر رہنا ہے تو گھر میں رہو اور اگر مولوی بن کر رہنا ہے تو گھر
 سے بھلی جاؤ۔“ چونکہ لوگوں کو گناہوں سے روکنے کا جہاد بہت مشکل ہے اس لئے
 آج کل مولویوں اور مقررہوں نے یہ طے کر رکھا ہے :
 ”تقریروں میں صرف میٹھی میٹھی باتیں بتائی جائیں ورنہ لوگ ناراض ہو کر
 چلے جائیں گے۔“

نہی عن المنکر کا صحیح اور موثر طریقہ :

جو لوگ آپ کے ماتحت اور زیر تسلط ہیں جیسے بیوی، اولاد اور ملازم وغیرہ
 انہیں برائیوں سے روکنے کے لئے حدود اللہ کی پابندی کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش
 کرنا فرض ہے، لیکن جو لوگ آپ کے ماتحت نہیں انہیں گناہوں سے روکنا ہر ایک پر
 فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، اور ایسے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے دو طریقے ہیں :

① خطاب خاص ② خطاب عام

① خطاب خاص :

اگر کوئی شخص ایسا ہو جس کے ساتھ آپ کی ایسی بے تکلفی ہو کہ اگر آپ اسے
 کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے تنبیہ کریں تو اسے ناگواری نہ ہو بلکہ خوشی ہو
 اور آپ کی اس تنبیہ پر آپ کا احسان مند ہو تو ایسے شخص کو کسی گناہ میں مبتلا
 دیکھ کر خصوصی خطاب کے ذریعے گناہوں سے روکنا آپ پر فرض ہے۔
 لیکن اگر کسی شخص کے ساتھ ایسی بے تکلفی نہ ہو یا اجنبی ہو تو ایسے شخص
 کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر خصوصی خطاب کے ذریعے گناہوں سے روکنے
 کی کوشش کبھی نہ کریں۔

اگر ایسا شخص بظاہر دیندار ہے تو آپ کی تبلیغ سے اسے ناگواری ہوگی
 اور اس کے دل میں آپ کے خلاف بغض اور کینہ پیدا ہوگا اور اپنے گناہوں
 کی غلط تاویل بھی کریگا

اور اگر ایسا شخص بظاہر دیندار نہیں لیکن دل میں دین اور دینداروں کی
 کچھ عظمت اور وقعت ہے تو آپ کی تبلیغ سے اسے بھی ناگواری تو ہوگی لیکن

دل میں دین کی تھوڑی سی عظمت ہونے کی وجہ سے زبان سے وہ کچھ نہیں کہے گا مگر اس کے دل سے دینداروں کی وقعت جاتی رہے گی اور وہ آئندہ دینداروں سے بچنے کی کوشش کرے گا کہ یہ لوگ تو بات بات پر ٹوکتے رہتے ہیں۔

اور اگر کوئی شخص ایسا بے دین ہے کہ اس کے دل میں دین اور دینداروں کی کوئی عظمت اور وقعت نہیں ہے تو وہ آپ کی تبلیغ سن کر فوراً کوئی کلمہ کفر بک دیگا، مثلاً کسی شخص کو ڈاڑھی رکھنے کی تبلیغ کی اور اس نے جواب میں کہہ دیا،

”جاؤ! یہ تو مولویوں کے کام ہیں“

یا کہہ دیا،

”ڈاڑھی رکھنے سے صورت کیسی بکرے جیسی لگتی ہے“ تو فوراً کافر ہو جائیگا اور اس کے کفر کا سبب آپ ٹھہریں گے۔ اس قسم کے لوگوں کو اجمالی طور پر صرف اس قسم کی تبلیغ کرنا چاہیے :

”ہم مسلمان ہیں، مسلمان کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہوتی ہے، اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت سے توبہ کریں، اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزاریں، خصوصاً ان گناہوں سے بچنے کی زیادہ کوشش کریں جو ہمارے معاشرے میں کینسر کی طرح داخل ہو گئے ہیں اور جنہیں لوگوں نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے“

② خطاب عام :

نبی عن المنکر کی تبلیغ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے عام مجمع میں معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کے فسادات اور ضرابیاں خوب کھل کر بیان کی جائیں۔ البتہ خطاب عام میں بھی اس بات کی رعایت نہایت ضروری ہے کہ انداز بیان میں ایسی درشتی اور تیزی نہ ہو جس سے سننے والوں کو وحشت ہو اور وہ اپنی توبہ میں محسوس کریں بلکہ خطاب محبت، شفقت اور درد دل کے ساتھ ہو۔ اس لئے کہ دل سے نکلنے والی باتوں میں زیادہ اثر ہوتا ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے

پر نہیں طاقت پر واز مگر رکھتی ہے !

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود۔ — ۱۹

اور

از دل خیزد بردل ریزد۔

”دل سے نکلنے والی بات دل پر ہی گرتی ہے۔“

تبلیغ فرض کفایہ :

تبلیغ کی دوسری قسم ہے فرض کفایہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں کے بسنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ انھیں مذہب اسلام کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، ایسے موقع پر تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو ان کی طرف بھیجیں جو انھیں اسلام کی دعوت دیکر مسلمان بنائیں اور اس کے بعد انھیں اسلام کے احکام اور فرائض سکھلائیں۔ اگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ فرض ادا نہ کیا تو سب گنہگار ہونگے اور اگر صرف ایک شخص نے یہ فرض ادا کر دیا تو سب مسلمان بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اس وقت پوری دنیا میں کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے بلکہ کسی ملک میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں اسلام کی دعوت پہنچانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہو، اس لئے کہ اس زمانے میں اسلام کی شہرت خود ہی دعوت بن کر پورے عالم میں پھیل چکی ہے، دنیا کے ہر فرد کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ ”اسلام بھی دنیا میں کوئی مذہب ہے اس لئے اب یہ فرض اور ذمہ داری خود ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب کی تحقیق کر کے حق اور باطل مذہب کو پہچانیں اور جو مذہب حق ہے اسکا اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر غور و فکر کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ اسی لئے مسئلہ ہے کہ :

”اگر کوئی شخص ایسی جگہ پیدا ہو جہاں دوسرا کوئی انسان نہ رہتا ہو تو تبلیغ ہونے کے بعد اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا فرض ہے۔“

اسی طرح جو لوگ پیدائشی مسلمان ہیں، مسلمانوں کے گھروں میں پلے، بڑھے اور جوان ہوئے یہ فرض اور ذمہ داری ان ہی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے احکام اور اوامر و نواہی معلوم کریں۔ دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض اور ذمہ داری

نہیں کہ ان کے پاس جا جا کر انھیں اسلام کے احکام بتائیں کسی شخص کے مسلمان ہونے کا یہ مطلب ہوتا ہے :

”اس نے اسلام کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے اس لئے وہ کوئی کام بھی اسلام کے قانون کے خلاف نہیں کرے گا۔“

اسلام کے قوانین کیا کیا ہیں؟ انھیں معلوم کر کے ان پر عمل کرنا اسکا فرض ہے کسی اور کا نہیں۔ اس لئے یہ کسی قانون کی خلاف ورزی کر کے یہ کہہ کر جرم کی سزا سے نہیں بچ سکتا،

”مجھے اس قانون اور مسئلہ کا علم نہیں تھا،“

دنیا میں جب کوئی شخص کسی حکومت کو تسلیم کر لیتا ہے پھر وہ خواہ پہاڑوں کے غاروں میں رہنے کی وجہ سے یا شہر میں رہ کر ہی خواب غفلت میں سوتے رہنے کی وجہ سے حکومت کے قوانین معلوم نہ کرے، اور کوئی کام حکومت کے خلاف کر ڈالے۔ پھر جب عدالت میں پکڑا کر لے جایا جائے تو یہ عذر بیان کرے :

”مجھے یہ قانون معلوم نہیں تھا۔“

تو کیا کسی کا یہ عذر دنیا کی کسی عدالت میں تسلیم کر لیا جائے گا؟ اور اسے جرم کی سزا سے بری کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ جب دنیا کی حکومتوں کا یہ دستور ہے تو اللہ کی حکومت کیا دنیا کی حکومتوں سے کم ہے؟ وہ تو صاف صفا اعلان فرما رہے ہیں :

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى ۝ (۷۵ : ۳۶)

”کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہل چھوڑ دیا جائے گا۔“

جس طرح دنیا کی کوئی حکومت قانون سے لاعلمی کا عذر تسلیم نہیں کرتی اور اپنے قوانین کو لوگوں تک پہنچانے کے لئے اپنے آدمیوں کو نہیں بھیجتی بلکہ لوگ از خود قوانین معلوم کرنے کیلئے حکومت کے کارندوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام نے بھی مسلمانوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا ہے کہ ناواقف لوگوں کے پاس جا جا کر احکام اسلام بیان کیا کریں۔ اگر کسی کے دل میں ایسی ہمدردی ہو کہ وہ خواب غفلت میں سونے والوں کو بیدار کر کے انھیں اسلام کے احکام

بتائے تو اس کے اس عمل کو مستحب اور موجب ثواب تو کہا جائے گا لیکن فرض نہیں کہا جاسکتا، اگر کوئی غلط فہمی اور لاعلمی کی وجہ سے اس عمل کے فرض ہونے کا عقیدہ رکھے تو یہ سراسر دین میں تحریف ہے جو بالکل ناجائز ہے۔

البتہ ہر علاقے میں دین کی حفاظت اور بقا کے لئے مسلمانوں میں سے کچھ ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جن سے لوگ احکام اسلام معلوم کرسکیں، جو دین کو دشمنان اسلام کی تحریف سے بچاسکیں اور آئندہ کے لئے حاملین دین و محافظین دین پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔

تبلیغ دین کے مختلف شعبے :

پھر جس طرح دنیا کی حکومتوں کو اپنے ملکی انتظام کے لئے امور انتظامیہ کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شعبہ صنعت و تجارت کا ہے تو کوئی وزارت و عدالت کا ہے، کوئی شعبہ مواصلات کا ہے تو کوئی معاملات کا۔ پھر ان میں سے ہر ایک شعبے میں بھی مختلف شعبے ہیں۔

اسی طرح دین اسلام کی حفاظت اور بقا کے لئے دینی کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا لازمی ہے۔ کوئی شعبہ تعلیم و تدریس کا ہے تو کوئی افتاء و تخریج مسائل اور ترمیم افتاء کا، کوئی شعبہ اصلاح و تلقین کا ہے تو کوئی عوام میں وعظ و تبلیغ کا، کوئی شعبہ اسلحہ سے جہاد کا ہے تو کوئی قلمی جہاد کا، تصنیف و تالیف کے ذریعہ تبلیغ اور دین سے دفاع۔ پھر ان میں سے ہر ایک شعبے میں بھی مختلف شعبے ہوتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے مختلف شعبوں کو ختم کر کے صرف ایک شعبہ باقی رکھنے کا مشورہ دینا مثلاً :

”صرف ”صنعت و تجارت“ کا شعبہ رکھا جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو ختم کر کے ان میں کام کرنے والے لوگوں کو بھی سب کو اسی شعبہ میں لگایا جائے“

خلاف عقل اور جہالت ہے،

اسی طرح دین اسلام کے مختلف شعبوں کو ختم کر کے صرف ایک شعبہ باقی رکھنے کا مشورہ دینا مثلاً :

”صرف عوام میں دُعو و تبلیغ“ کا شعبہ رکھا جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو ختم کر کے ان میں کام کرنے والے سب لوگوں کو بھی عوام میں ”دُعو و تبلیغ“ کے کام میں لگا دیا جائے۔ یہ سراسر جہالت اور دین سے ناواقفیت کے علاوہ خلاف عقل بھی ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تبلیغ ہی کے شعبے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ عوام میں تبلیغ کا شعبہ ہے اور دوسرے شعبے خواص میں تبلیغ کے ہیں، یہ خواص میں تبلیغ کے شعبے تدریس، تصنیف، افتاء اور اصلاح باطن چند وجوہ کی بناء پر عوامی تبلیغ سے بہت زیادہ اہم ہیں، اس کی وجوہ یہ ہیں :

(۱) ان ذرائع تبلیغ سے دین کی بنیادی خدمات انجام دی جاتی ہیں، مثلاً :

قرآن و حدیث کے صحیح مفہوم کی تعیین و تشریح ،

اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ قوانین و احکام کی توضیح و تحدید،

دشمنان اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف اٹھنے والے نظریاتی فتنوں

سے اسلام کے حصار کی حفاظت و استحکام۔

(۲) ان میں ان لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے جو دور دور سے طلب لے کر آتے ہیں،

میں ان شاء اللہ تعالیٰ اسی بیان میں تفصیل سے بتاؤں گا کہ طالبین کو دوسروں

پر مقدم رکھنا ضروری ہے، انھیں چھوڑ کر دوسروں کی طرف توجہ کرنا اور ان پر

محنت کرنا جائز نہیں۔

(۳) ان طالبین میں دین کی بنیادی خدمات انجام دینے کی صلاحیت و استعداد

ہوتی ہے۔ ان بنیادی خدمات کی تفصیل و اہمیت پہلی وجہ کے بیان میں بتا چکا

ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن علماء کو اسلام کی ایسی اہم اور ضروری

بنیادی تبلیغ کی خدمات انجام دینے کی صلاحیت عطا فرمائی ہو ان کے لئے عوامی تبلیغ

میں نکلنا ہرگز جائز نہیں، اسی طرح ان طلبہ کے لئے بھی جائز نہیں جن میں ایسی

استعداد پیدا ہونے کی توقع ہو، البتہ جن سے ایسی توقع نہ ہو انھیں عوامی تبلیغ

میں نکلنا ضروری ہے، مدارس میں بیکار پڑے رہنا اور وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔

یہ ذمہ داری مدارس کے مہتمم حضرات پر عائد ہوتی ہے ان پر فرض ہے کہ ایسے بیکار طلبہ کو مدارس میں بھرتی کرنے کی بجائے انہیں عوامی تبلیغ یا جہاد میں بھیجیں دینی کام کر نیوالوں کو درپیش خطرات :

دین کے ان مختلف شعبوں میں اخلاص کے ساتھ دین کی حفاظت اور بقا کے لئے محنت اور کوشش کرتے رہنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے لیکن دین کے کام کرنے والوں کو خصوصاً نفس و شیطان کی طرف سے ایسے خطرات اور حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اگر ان خطروں اور حملوں سے حفاظت کا اہتمام نہ کیا جائے تو ان کاموں سے اخلاص نکل جاتا ہے، پھر یہ دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا سامان بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کا سامان بننے لگتی ہیں۔

اتنی بات تو ظاہر ہے کہ اگر کسی عبادت اور دینی خدمت میں اخلاص نہ ہو تو اس پر کتنا وبال پڑتا ہے، لیکن کوئی عبادت اور دینی خدمت کرتے وقت یہ معلوم کرنا کہ دل میں اخلاص ہے یا نہیں؟ بہت مشکل ہے۔ بظاہر تو اخلاص ہی نظر آئے گا اور ہر شخص اخلاص ہی کا دعویٰ بھی کر سکا لیکن جب تک اخلاص کی تمام ظاہری و باطنی علامات اور معیار نہ پائے جائیں اخلاص کا فیصلہ کر لینا صحیح نہیں، حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کسی اہل دل کے ساتھ باضابطہ اصلاحی تعلق قائم نہیں کیا جاتا اس وقت تک اپنے قلب میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنا تو درکنار اخلاص کے فقدان کا احساس تک بھی نہیں ہوتا، اس لئے اس دولت کو حاصل کرنیکی فکر اور اس کی طرف توجہ اور رغبت ہی نہیں ہوتی، اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

الرَّحْمَنُ فَسَّخِلْ بِهِ خَيْرًا (۲۵-۵۹)

”رحمن کا راستہ کسی باخبر سے پوچھو“

اس لئے کسی مصلح کامل اور معالج باطن کے ساتھ باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کریں، شیخ کامل کی علامات بہشتی زیور کے ساتویں حصہ میں دیکھیں، اخلاص پیدا کرنے کا اصل طریقہ تو یہی ہے، اس وقت اخلاص کی علامات بیان کرنا مقصود ہے۔

علاماتِ اخلاص

اخلاص کی چند بڑی بڑی علامات بیان کر دیتا ہوں، ہر قسم کی عبادت خصوصاً دینی خدمات کرنے کے مواقع میں ان علامات کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے، اگر آپ کی عبادات و خدمات اس معیار کے مطابق ہیں تو قبول ہیں ورنہ نہیں، ثواب کی بجائے موجب عذاب ہیں۔

اخلاص و قبول کی پہلی علامت

فکر استدراج :

انسان جو بھی عبادت یا دینی خدمت انجام دیتا ہے اُس کی تین حالتیں ہوتی ہیں :

- (۱) اس کی عبادت و خدمت اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوتی ہے اور اس کا اثر و ثمرہ دنیا میں بھی ظاہر ہو رہا ہوتا ہے۔
- (۲) اس کی عبادت و خدمت اخلاص نہونے یا کسی اور نالائق کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوتی اور دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی یہ سزا ملتی ہے کہ اس عبادت و خدمت سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

- (۳) دنیا میں تو محروم نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں خوب ترقی ہونے لگتی ہے، عبادت میں خوب شوق اور رغبت پیدا ہونے لگتی ہے اور دینی خدمات کا خوب اثر و ثمرہ ظاہر ہونے لگتا ہے لیکن اس کے نامہ اعمال میں بجائے حسنات اور نیکیوں کے سیئات اور برائیاں لکھی جا رہی ہوتی ہیں۔

یہ تیسری حالت استدراج کہلاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی نجی عبادات یا دینی خدمات میں ترقی دیکھ کر اسکے استدراج ہونے کا خیال آتا ہے اور فکر و خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں میری یہ حالت ”استدراج“ تو نہیں، تو یہ اخلاص و لہیت کی علامت ہے۔

اور اگر ایسا خیال کبھی آتا ہی نہیں ہمیشہ اپنے کمال ہی میں مگن رہتا ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے اندر اخلاص نہیں، اس کی عبادات اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ

کے یہاں مقبول نہیں ہیں۔

جن لوگوں میں اخلاص ہوتا ہے وہ دینی خدمات انجام دینے میں لذتِ نفس سے پاک ہوتے ہیں۔

بندگانِ نفس دین کا تھوڑا سا کام کر لینے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ہم نے دین کی بہت زیادہ خدمت کر لی۔ بہت سے لوگ جو بیرونی ممالک تبلیغی دورے میں جاتے رہتے ہیں وہ مجھے بھی خطوط بھیجتے رہتے ہیں۔ ان میں وہ اپنی فتوحات بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ کارنامہ انجام دیا، وہ انجام دیا، بس اپنے کارنامے ہی لکھتے رہتے ہیں، اُن کیلئے دل سے دعا ہی نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اخلاص عطا فرمائیں، اپنی مرضی کے مطابق کام لے لیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمالیں۔

دوسروں کی ہمت افزائی اور انھیں ترغیب دینے کے لئے کبھی ایسے حالات کا ذکر کرنا بھی پڑتا ہے مگر یہ نہیں کہ ہر وقت اپنے کمالات ہی گنتے گناتے رہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر ایسے حالات صرف بقدر ضرورت ہی بتانے پر اکتفا کرنا چاہیے اور عین بتاتے وقت بھی نفس و شیطان کے فریب سے ہوشیار رہنا لازم ہے، اللہ کی عنایت سے نظر ذرا سی ہٹ کر اپنے کمال پر گئی اور سیدھے جہنم میں، اتنی محنتیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں اور بنایا جہنم کا سامان۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

پھر اگر ایسے شخص کی کوئی ذرا سی تعریف بھی کر دے پھر تو سُبْحَانَ اللہ! کیا کہنا، احمق سمجھنے لگتا ہے :

”میں واقعہً ایسا ہی ہوں“

لوگوں کی واہ واہ انسان کو تباہ کر دیتی ہے، اپنے ناگفتہ بہ حالات کا خوب علم بھی ہے اس کے باوجود جب کوئی تعریف کرتا ہے تو نفس و شیطان کے فریب میں آکر خود کو کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

ایک شخص نے اپنا گھوڑا بیچنے کو دلال سے کہا، دلال نے خریدار کے سامنے گھوڑے کی تعریف شروع کی، تو مالک کہنے لگا :

”یہ گھوڑا ایسا اچھا ہے تو رہنے دیجئے، میں نہیں بیچوں گا“

ایک ناؤن اپنے جہان کے گھر گئی، اس کی بیوی نے گھر دھونے کے لئے

اُتاری ہوئی تھی۔ نائن سمجھی کہ یہ بیوہ ہو گئی ہے، جا کر نانی کو بتایا، جحمان کہیں دوزخ کے شہر گیا ہوا تھا، نانی وہاں پہنچا، جحمان کو خبر دی :

”آپ کی بیوی بیوہ ہو گئی ہے“

وہ رونے لگا، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا :

”میری بیوی بیوہ ہو گئی ہے“

لوگ آ کر تعزیت کرنے لگے، کسی عقلمند کا ادھر گزر ہوا، اسنے کہا :

”آپ زندہ بیٹھے ہیں تو آپ کی بیوی کیسے بیوہ ہو گئی؟ یہ بات عقل میں تو نہیں آرہی“
جحمان نے جواب دیا :

”عقل میں تو میری بھی نہیں آرہی، مگر ہمارا نانی بہت معتبر ہے کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا“

سوا حق شخص کا حال یہی ہوتا ہے اپنی حالت بخوبی جانتا ہے پھر بھی تعریف کرنے والوں کی باتوں پر اعتماد کر کے خود کو باکمال سمجھنے لگتا ہے۔

گر گدھے کے کان میں کہہ دو کہ عاشق تجھ پہ ہوں
ہے یقین کامل کہ وہ بھی گھاس کھانا چھوڑ دے

اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمائیں۔

الغرض جس شخص سے اللہ تعالیٰ دین کا بہت زیادہ کام لے رہے ہوں، لوگوں کو اس سے بہت زیادہ دینی نفع پہنچ رہا ہو اور دین حاصل کرنے کے لئے لوگوں کا اسکی طرف بہت زیادہ رجوع ہو رہا ہو ایسی حالت میں اسے غافل نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ ہر وقت ہوشیار رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ توقع سے بہت زیادہ جو یہ دین کا کام لے رہے ہیں کہیں یہ استدراج تو نہیں، ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ خدمت قبول نہ ہو مگر ڈھیل دیدی ہو، یہ سوچتے رہنا چاہئے، ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور استغفار و دعا قبول کرتے رہنا چاہئے۔

ایک سبق آموز واقعہ :

ایسے موقع پر ایک شخص کا واقعہ سوچتے رہنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے، مجھے تو سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، از خود ہی یہ واقعہ میرے ذہن میں آتا رہتا ہے،

ایک شخص بہت مکار تھا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے بزرگوں کی صورت اختیار کر کے بیٹھ گیا۔

آجکل تو لوگوں کو دھوکہ دینا بہت آسان ہے اسلئے کہ اتوؤں اور گدھوں کی کڑیچہ اندر کچھ بھی نہ ہو بس کوئی صورت بنا کر کہیں بیٹھ جائے، دیکھئے لوگ کیسے پھنستے ہیں، اس زمانے میں یہ فریب دینا بہت آسان ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ ہشیار تھے، دین کی فہم تھی، لوگ جلدی دھوکے میں نہیں آتے تھے، اس لئے اس زمانے میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے مکار کو بھی اس فن کی اصطلاحات اور پیچیدہ مسائل کا علم چل کرنا پڑتا تھا، وہ شخص فن تصوف حاصل کر کے شیخ بن کر بیٹھ گیا اور لوگوں کو اُوراد، اذکار، اشغال اور مراقبات وغیرہ تلقین کرنے لگا، لوگوں کا بہت زیادہ رجوع ہونے لگا اور بہت سے لوگ تائب ہو کر اولیاء اللہ بن گئے۔

ایک دن ان اولیاء اللہ کو خیال آیا کہ چلیں آج مکاشفہ میں اپنے حضرت کا مقام دیکھتے ہیں۔ سب مل کر متوجہ ہوئے مگر حضرت کا کہیں بھی کوئی مقام نظر نہ آیا، بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ خود حضرت ہی سے ان کا مقام پوچھتے ہیں، حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم سب نے ملکر حضرت کے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کہیں بھی آپ کا مقام نظر نہیں آیا، آپ خود ہی ہمیں اپنا مقام بتادیں۔

اس کا جواب تو بہت ہی آسان تھا یوں کہہ سکتے تھے :
”تم تو ابھی ابھی پیدا ہوئے اور میرا مقام تلاش کرنے لگ گئے۔ میرا مقام تو بہت بلند ہے۔ بیسیوں سال تم مجاہدہ کرتے رہو پھر کہیں جا کر میرے مقام کا شاید ہی پتہ چلے۔ کس کام میں لگ گئے چلو اپنا کام کر دو۔“

مگر اہل اللہ کی صورت بنانے اور ذکر اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت انہی طرف متوجہ ہوئی۔ صاف کہہ دیا :

”سچی بات یہ ہے کہ میرے اندر کچھ بھی نہیں۔ مکار ہوں، مال و جاہ کی ہوس سے اولیاء اللہ کا روپ دھار رکھا ہے۔“

ان اولیاء اللہ کی دانشمندی دیکھئے کہ جب انہیں حقیقت کا پتہ چلا تو یہ نہیں سوچا کہ ارے کہاں پھنسے رہے چلو بھاگو یہاں سے، اس کی مار پٹائی کرتے، لوگوں

کے سامنے اسے ذلیل کرتے اس کی تذلیل و تحقیر کی بجائے کہنے لگے: ”چلو سب مل کر دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کا ہم پر بہت احسان ہے، ان کے بتائے ہوئے نسخوں سے ہمارے گناہ چھوٹے، تیری محبت اور تعلق نصیب ہوا، یا اللہ! انھیں بھی اولیاء اللہ کی فہرست میں داخل فرما“

ان لوگوں کی دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے انھیں بھی ولی اللہ بنا دیا، اور اپنے تعلق قرب اور محبت سے نوازا۔

ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دستگیری کیوں ہوئی؟ اس لئے کہ انھوں نے اللہ والوں کی، اللہ کے محبوب بندوں کی صورت اختیار کی ہوئی تھی، اگرچہ دنیا حاصل کرنے کے لئے یہ صورت بنائی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل ایسا پسند آیا کہ انھیں بھی اپنے محبوب و مقرب بندوں کی فہرست میں داخل فرمالیا۔ دنیا حاصل کرنے کے لئے اولیاء اللہ کی نقل اتارنے والے کو جب اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اسکے ساتھ ان کی دستگیری ہوتی ہے تو جو کوئی خالص اللہ کے لئے اہل اللہ کی نقل اتارے گا اور ان کی شکل و صورت اختیار کرے گا، کیا اللہ تعالیٰ اسے محروم چھوڑ دیں گے، اپنا محبوب نہیں بنائیں گے اور اسکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہیں ہوگی؟

الغرض جب بھی کوئی اطلاع یا خط ایسا آتا ہے جس میں اس بات کا ذکر ہوتا ہے کہ سارے گناہ چھوٹ گئے اور تمام گناہوں سے دل میں نفرت پیدا ہو گئی تو اسی وقت اس واقعے کی طرف از خود ذہن چلا جاتا ہے سوچتا ہوں:

”کہیں اس مکار جیسا معاملہ تو نہیں ہو رہا کہ دوسروں کی حالت تو سدھرتی جائے اور اپنی حالت ناگفتہ بہ ہو“

ساتھ ساتھ یہ دعا بھی ہو جاتی ہے، رَبِّ لَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، اے میرے رب! مجھے روزِ حشر رسوا نہ کیجئے۔

اس قصہ کو سوچنے سے بہت نفع ہوتا ہے، انسان کو اپنی حالت کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

آخرت کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے بڑی ہے:

روزِ حشر میں رسوائی کا کیا مطلب؟ ان لوگوں کے لئے جن سے اللہ تعالیٰ دین کا کوئی

کام لے رہے ہوں، جو لوگ دوسروں کے مقتدا ہوں، لوگ انکے معتقد ہوں، ہاتھ چومتے ہوں، بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہوں، ان لوگوں کیلئے رذر حشر میں رسوائی یہ ہے کہ ان کے معتقدین اور مریدین تو جا رہے ہوں جنت میں اور انھیں لیجا یا جا رہا ہو جہنم میں، کتنی بڑی رسوائی ہے؟ جہنم میں جانے کی رسوائی کے علاوہ یہ رسوائی الگ کہ جو لوگ دنیا میں انکے مرید تھے دُور دُور سے ہدایت کے لئے ان کے پاس آیا کرتے تھے مسائل اور دین سیکھتے تھے، خط و کتابت کے ذریعہ بھی استفادہ کا سلسلہ رکھتے تھے، وہ تو جا رہے ہوں جنت میں اور یہ پیر صاحب جہنم میں اُلٹے لٹکائے ہوئے ہوں، اس دعا کے وقت اس حالت کو سوچتے رہنا چاہیے۔

میں جب اس صورت حال کو سوچتا ہوں تو وہ مثال سامنے آجاتی ہے جسے مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی میں ذکر فرمایا ہے۔

”پہلے زمانے میں طوطے کو شکار کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ کسی نلکی کو دھاگے وغیرہ میں پرو کر کسی درخت سے لٹکا دیتے تھے، طوطا جب اس پر آکر بیٹھتا تو وہ نلکی گھوم جاتی اور وہ طوطا اُلٹا ہو جاتا، سر نیچے پاؤں اوپر، شکاری اسے غفلت میں پا کر پکڑ لیتا۔“ یہ صورت سامنے آجاتی ہے کہ اگر خدا نخواستہ ہماری یہ عبادت قبول نہیں، اخلاص نہیں، ریا و نمود ہے تو قیامت کے دن کیا حال ہوگا، مریدین اور معتقدین دیکھ رہے ہوں گے کہ یہ پیر صاحب تو اُلٹے لٹکائے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے حالات پر رحم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے

اپنے نیک اعمال پر ناز کرنیوالوں کی مثال :

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں :

ایک مرتبہ ایک چور کسی کے گھر میں رات کے وقت گھس گیا، مالک کی آنکھ کھل گئی، اس نے چقماق جلا کر دیکھنے کی کوشش کی،

پہلے زمانے میں روشنی کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ چقماق سے روئی میں آگ لگاتے تھے،

چقماق سے جو چنگاری اُٹھتی تو روئی میں آگ لگ جاتی اور روشنی پیدا ہوتی۔

مالک نے اس طرح روشنی پیدا کر نیکی کوشش کی لیکن چور اسکے سراپنے بیٹھ گیا جو

چنگاری چقماق سے نکل کر روئی پر گرتی اسے فوراً ہاتھ سے مسل دیتا، جس کی وجہ سے روئی میں آگ نہ لگی، مالک پر نیند کا غلبہ تھا ہی، جب ایک دوبار کی کوشش سے دشمنی نہ ہوئی تو چھوڑ کر دوبارہ سو گیا پھر اس ہوشیاری اور رکاری سے پورے گھر کا صفایا کر گیا، حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں :

”ہمارے پاس دینی نعمتیں بہت زیادہ ہیں، سارے گناہ بھی چھوٹ گئے، عبادات بھی بہت ہیں اور متعدی خدمات بھی بہت ہو رہی ہیں، جنت کا مکمل سامان ہو چکا ہے، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں،“
اپنے خیال میں بہت خوش ہو رہے ہیں لیکن خدا نخواستہ کوئی چور چھپ چھپ کر سارے مال کا صفایا کر گیا ہو اور آپ کو خبر بھی نہ ہو تو آخرت میں کیا بنے گا؟
اعمال صالحہ کے چور :

وہ چور کون ہیں؟ نفس اور شیطان، جب بھی ان کی طرف سے دل میں یہ خیال آنے لگے کہ ہم بڑے متقی، پرہیزگار اور کامل ہیں تو ایک دم سارا کیا کر یا ضائع کیا، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر سہٹ کر اپنے اوپر نظر لگئی تو بجائے جنت کے سامان کے جہنم کا سامان بن گیا، ساری عمر گناہ چھوڑنے کی مشقت بھی برداشت کی، عبادت میں وقت صرف کیا لیکن پھر بھی جنت ہاتھ نہ آئی، اس کی بجائے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ، کتنی بڑی محرومی کی بات ہے؟

نیک اعمال پر فخر کرنے والوں کی دوسری مثال :

دوسری مثال حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی کہ ایک شخص نے بہت سا اناج اپنی کوٹھیوں میں بھر کر رکھ لیا کہ جب اناج کی قلت ہوگی تو نکال لیں گے، اپنے خیال میں بہت خوش ہو رہا ہے کہ میرے پاس تو کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، لیکن جب اناج کی ضرورت پیش آئی کوٹھیوں کو کھولا تو ایک دانہ بھی نظر نہ آیا، سارا اناج چوہے نکال کر لیجا چکے تھے۔ ایسے موقع پر وہ شخص کتنا پریشان ہوگا۔

یہ مثال بھی حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے بیان فرمائی ہے جو

یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس تو جنت کے سامان کے انبار لگے ہوئے ہیں، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، نجی عبادات بھی بہت ہیں اور دوسروں تک دین پہنچانے کی خدمت بھی بہت، دین کی بہت زیادہ خدمت ہو رہی ہے، اپنے طور پر بھی گناہ چھوٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روک رہے ہیں، اپنے خیال میں بہت ہی خوش ہو رہے ہیں کہ ہم تو اب بالکل جنت کے مستحق بن گئے، ہمارے پاس تو خزانوں کے خزانے ہیں۔

لیکن جب خزانہ کھولنے کا وقت آیا، کب؟ کل قیامت کے روز خزانہ کھولنے کا وقت آئے گا، جب تمام اعمال پیش کئے جائیں گے، حساب و کتاب کا وقت سامنے آئے گا، اس روز اگر خدا نخواستہ اپنے خزانہ میں سے ایک دانہ کے برابر بھی کچھ نہ نکلا اور نفسِ شیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا ہو تو کیا بنے گا؟ کتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا؟

نفس و شیطان کے چوہے خزانوں پر کس طرح حملہ کرتے ہیں؟ دل میں جہاں یہ خیال آیا کہ سب کچھ میرا کمال ہے اور میرے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو نفس و شیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا۔

مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ کا واقعہ :

مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قصہ بیان فرمایا کہ انھوں نے اپنی زمین کی پیداوار کی شکر کو کٹھلے میں بھر کر بند کر دیا تاکہ جب شکر کی قلت ہوگی تو نکال کر استعمال کریں گے، لیکن جب نکالنے کا وقت آیا، کٹھلا کھولا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شکر کا نام و نشان تک نہیں بلکہ تلے میں سیاہ تہ نظر آرہی ہے۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چیونٹے ہیں، ان چیونٹوں نے تمام شکر کا صفایا کر دیا تھا۔

اسی طرح جو شخص اپنے نیک اعمال پر خوش ہو رہا ہو کہ میرے پاس تو جنت کے خزانے بھرے پڑے ہیں اور کل قیامت کے روز حساب و کتاب کا وقت آئے تو کچھ بھی نہ ہو تو کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟ ڈرتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ

کے عذاب سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت :

جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اسکی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کسی بھنگی چار کو اپنے خزانے کا خازن بنا دیا ہو اور وہ اس خزانے کو اپنا سمجھنے لگے تو ایسے شخص کو بادشاہ موت کی سزا دیگا کہ اس نے تو اسے امین سمجھ کر خازن بنایا تھا اور اس بھنگی پر اتنا بڑا احسان کیا مگر یہ ایسا نالائق اور اتنا بڑا خائن نکلا کہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے۔

اگر بادشاہ ایسے نالائق اور خائن کو موت کی سزا نہ دے تو کم سے کم معطل تو کر ہی دیگا۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر یوں سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں خواہ وہ دنیوی نعمتیں ہوں یا دینی، پھر دینی نعمتوں میں سے علمی نعمتیں ہوں یا عملی، اپنی ذات میں ہوں یا دوسروں تک علم و عمل پہنچانے کی نعمت ہو، دوسروں کو عامل اور نیک بنانے کی کوشش ہو، ان تمام نعمتوں کے بارے میں اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت ہے، یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں، دنیا میں جس سے اللہ تعالیٰ کوئی کام لے رہے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خازن ہے، خزانہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اسکی معرفت دوسروں میں تقسیم کر رہا ہے ہیں، بادشاہ کے خزانہ میں جو کوئی خیانت کر لیا، انھیں اپنا سمجھے گا تو یہ تو ممکن ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کو پتہ نہ چلے کہ اس کا خازن خزانہ پر اپنا دعویٰ کر رہا ہے یا چھپ چھپ کر چوری کر رہا ہے یا ان خزانوں کو غصب کر لے اور بادشاہ کو مروا ڈالے مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نقص نہیں، ان کی قدرت میں کوئی نقص نہیں، انھیں تو دلوں کے حالات کا بھی علم ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے خارج نہیں، اسکا وبال اس پر یہ پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے معطل کر دیں گے اور تمام نعمتوں سے اسے محروم کر دیں گے کہ اس نالائق کو تو بنایا تھا اپنے خزانے کا خازن اور یہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے،

کتنا بڑا خائن ہے؟ پھر دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی۔
جن دعاؤں کا میرا معمول ہے ان میں ان تینوں مثالوں کی مناسبت سے بھی
ایک دعا ہے۔

یا اللہ! چوہے، چوہ اور امانت میں خیانت سے حفاظت فرما، ہر وقت
تیری طرف ہی توجہ رہے اور تیری دستگیری پر نظر ہے۔
اخلاص قبول کی دوسری علامت کثرتِ دعا و استغفار :
انفرادی عبادات اور دینی خدمات کے قبول ہونے کی دوسری علامت یہ ہے کہ
ہمیشہ دعا :

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

کا معمول رہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ نیکی کی توفیق ہو جانا اور گناہوں کا چھوٹ جانا
اپنی ذات میں ہو یا دوسروں میں نیکی کی تلقین اور گناہ چھڑانے کی کوشش کرنا اور اس
کوشش میں کامیابی حاصل ہونا، لوگوں کا نیکی کی طرف آنا، گناہوں کا چھوڑنا یا اللہ!
یہ سب تیری دستگیری سے ہے، دوسروں سے گناہ چھڑانا تو دوسری بات خود کو گناہوں
سے محفوظ رکھنا بلکہ ان سے بچنے کا دل میں خیال آ جانا، آخرت کی فکر کا پیدا ہو جانا تیری
دستگیری نہ تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ كَنْزٌ مِّنْ كَمُوزِ الْجَنَّةِ - ”لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ جنت کے خزانوں میں سے ایک بہت بڑا خزانہ ہے“ تین سیکنڈ میں یہ جملہ
ادار ہو جاتا ہے۔ اتنے مختصر جملہ میں اتنا بڑا خزانہ کیوں ملتا ہے؟ اس لئے کہ اس سے
نفس و شیطان پر آرے چلتے ہیں، نفس و شیطان جو تمام نیکیوں کو برباد کرنے والے ہیں
اول تو ویسے ہی نیکی کی طرف آنے نہیں دیتے، ہر وقت گناہوں میں مست رکھنے کی
کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی گناہوں سے بچ گیا اور نیکی کی طرف مائل ہوا تو اب اس
کی نیکیوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے دل میں کبر و عجب کے خیالات
ڈالیں گے کہ ہم تو بڑے نیک ہیں، بہت پارساہیں۔

الغرض سوچتے رہنا چاہیے کہ نیکی کی توفیق اور دوسروں کو تبلیغ کی توفیق، پھر

اس تبلیغ میں اثر کا پیدا ہونا، لوگوں کا دیندار بننا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو رہا ہے، وہ چاہیں گے تو ہماری تبلیغ میں اثر ہوگا، نہیں چاہیں گے تو نہیں ہوگا۔

لا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ | اس میں جس بات کی تعلیم دی گئی ہے اگر دیکھا جائے تو لاکھوں انسانوں میں شاید ہی کسی پر اس تعلیم کا اثر ہوا ہو۔ یوں تو دنیا کے تمام انسانوں، مسلمان، کافر سب کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اس کے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں مالی اور جسمانی نعمتیں ہوں یا اپنے اپنے عقیدے کے مطابق دینی نعمتیں، سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے۔ بڑے سے بڑے متکبر اور پندار والے سے بھی اگر پوچھا جائے: ”تمہارا یہ منصب، مال، صحت اولاد وغیرہ کس کی طرف سے ہیں؟“ تو وہ بھی یہی کہیگا: ”سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔“

البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہو تو وہ یہ کہے گا کہ یہ سب میرا کمایا ہوا ہے، جیسے قارون اللہ تعالیٰ کا منکر تھا، اس نے کہہ دیا تھا کہ یہ مال و دولت سب کچھ میرا کمایا ہوا ہے کوئی دوسرا دینے والا نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے مال و دولت کے ساتھ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قارون نے تو زبان سے کہا تھا کہ یہ سب کچھ میرا ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ دین کی یہ تمام نعمتیں میرا ہی کمال ہے تو قارون سے مشابہت تو ہو ہی گئی، اصل مرض تو دل کا ہے، قارون کی زبان سے بھی ظاہر ہو گیا، ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اسی جیسا حشر نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمام نعمتیں سلب کر لیں۔

غرضیکہ عقیدہ تو مسلم کافر سب کا یہی ہے کہ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، زمان سے بھی سب ہی کہتے ہیں مگر لا حول ولا قوۃ الا باللہ کی حقیقت بھی کسی کے دل میں ہے یا نہیں، اسے معلوم کرنے کا ایک تھرا میٹر ہے، اسکی کسوٹی اور معیار ہے:

”کسی کے متوجہ کئے بغیر دل میں بار بار یہ خیال آتا رہے کہ میرے پاس دین کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان میں سے خدا نخواستہ میری کوئی بات یا عمل اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو، یا اپنے کمال پر نظر چلی جائے پھر اس کا وبال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام نعمتیں

مجھ سے سلب کر لیں، یہ خیال ہر وقت دل و دماغ پر مسلط رہے، خصوصاً جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو جائے، برائی سے بچنے کی توفیق ہو جائے، دوسروں کو تبلیغ کی توفیق ہو جائے اور اس تبلیغ پر اثر بھی مرتب ہو رہا ہو۔

اگر کسی کے دل کی حالت و کیفیت اس تھرمامیٹر کے مطابق ہے تو لاحول ولاقوة الا باللہ کی حقیقت دل میں اُتری ہوئی ہے، اگر نہیں تو دل کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا چاہیے، ساتھ ساتھ دل کو عجب و کبر سے بچانے کے لئے یہ دعا بھی کرتے رہنا چاہیے :

يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِيْ شَاغِبِيْ كُلَّهُ وَلَا تَكِلْنِيْ اِلَى نَفْسِيْ طَرْفَةً عَيْنٍ ،

”اے وہ ذات جو زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہے، بھٹکنے اور گرنے والوں کو سنبھالنے والی ہے، تیری بارگاہ میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ میرے تمام حالات کی اصلاح فرما (عقیدہ بھی صحیح ہو، عمل بھی صحیح ہو اور کبھی دل میں یہ خیال بھی نہ آنے پائے کہ اس میں میرا کوئی کمال ہے) اور آنکھ جھپکنے کی دیر کے لئے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔“

اِنَّ النَّفْسَ لَا مَسَارَةَ اِلَّا بِالسُّوْرِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ،

”نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے، مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے“
اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری شامل حال نہ ہو تو نفس و شیطان انسان کو تباہ و برباد کر دیں۔
کبھی واللہ المستعان کی دعا ہو،

کبھی اللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ عَلٰی طَاعَتِكَ کی دعا ہوتی ہے۔

کبھی لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی دعا ہو،

بس ہر وقت ڈر لگا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مالک کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں سلب نہ فرمائیں۔

ایمان کی علامت :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : مَا خَافَ اِلَّا الْمُؤْمِنُ وَلَا اَمَنَ اِلَّا الْمُتَّقِي (بخاری) اللہ تعالیٰ سے صرف مؤمن ہی ڈرتا ہے یعنی اسے ہر وقت یہ خطرہ لگا

رہتا ہے کہ میرا یہ علم و عمل اور یہ کمالات سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں، ذرا سی ان کی نظر کرم ہٹی اور تباہ و برباد ہوئے۔ اور منافق کے دل میں کبھی یہ خطرہ نہیں آتا وہ ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔

اپنا جائزہ لیں کہ اگر دل مطمئن رہتا ہے اور کبھی خطرہ نہیں آتا، ہر وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ ہم اتنے نیک بن گئے، دوسروں کو بھی تبلیغ کر رہے ہیں، اتنے لوگوں کو دیندار بنادیا، ہمارا یہ کمال اور وہ کمال، بس اسی میں ہر وقت مست ہیں تو یہ علامت نفاق ہے، ڈرنا چاہیے۔

ڈرتا بھی رہے اور اُمید بھی رکھے، خوش بھی رہے، خوشی کس پر؟ اس پر نہیں کہ میں کام کر رہا ہوں بلکہ اس پر کہ میرا مالک مجھ سے کام لے رہا ہے لیکن صرف زبان اور عقیدے تک یہ خیال کافی نہیں، بلکہ یہ خیال دل میں اُتر جائے، دل اس سے رنگ جائے، بار بار یہی خیال آتا رہے کہ میرا مالک مجھ سے کام لے رہا ہے۔

جب اس خیال سے خوشی ہوگی تو لازماً ساتھ ساتھ خوف بھی ہوگا کہ جو مالک مجھ سے کام لے رہا ہے کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔ جیسے کوئی شخص سرکاری عہدہ پر ہو تو خوشی بھی ہوگی کہ حکومت کا آدمی ہوں اور خوف بھی کہ کہیں حکومت کو میری کوئی بات ناپسند ہو جس کی وجہ سے میں نکال دیا جاؤں، غرضیکہ خوشی بھی ہو اور خوف بھی دونوں چیزیں ساتھ ساتھ رہیں ۵

غافل مرو کہ مرکب مردانِ مردار در سنگلاخ باد یہ پیمایریدہ اند
نومیدیم مباش کہ زندانِ بادہ نوش ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند
”غافل مت چلو، اس لئے کہ کئی مشہور شہسوار راستے ہی میں رہ گئے ہیں اور نا اُمید بھی نہ ہو، اس لئے کہ کئی شراب خور زندا چانک ہی منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں“
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم | اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں :
کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ
لَكَ بِهِ عَلَيْنَا وَكِيلًا إِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَبِّكَ إِنَّ فَضْلَهُ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيرًا

(۸۷: ۱۷)

اگر ہم چاہیں تو آپ کے تمام علوم ختم کر دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پوری دنیا

کے علوم سے زیادہ ہے، اسکے باوجود تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ سب کچھ میرے ہی قبضہ قدرت میں ہے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے یہ میری رحمت ہے اور میرا کرم ہے۔

پھر ایک بار اللہ تعالیٰ نے اسکا تجربہ بھی کر کے دکھا دیا، ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کسی اجنبی شخص کی صورت میں تشریف لائے اور اسلام کے عقائد و اعمال کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کئے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیم دلانا مقصود تھا، چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی بیکار سوال نہ کر ڈالیں، خصوصاً جب قرآن کریم میں اسکی ممانعت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور زیادہ ڈرنے لگے اسی لئے حضرت جبریل علیہ السلام نے سوالات کئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جوابات دیئے جس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فائدہ ہو گیا۔

اس وقت ابتداء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو پہچانا نہیں، جب وہ تشریف لے گئے تو حاضرین سے فرمایا کہ انھیں تلاش کریں، جب وہ نہیں ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے۔

تیس سال تک جن کے ساتھ دوستی رہی آخر عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں پہچان نہیں سکے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اپنی قدرت کا اظہار تھا کہ سب کچھ ہمارے قبضہ میں ہے، ہم جب چاہیں اسے واپس لے لیں۔ یہ تنبیہ تو مہی علم کے بارے میں، عمل کے بارے میں فرمایا :

وَلَوْلَا اَنْ تَبْتَئَكَ لَقَدْ كُنْتَ تَرْكُنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا (۷۴: ۱۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری دستگیری ہے، ہم نے حق پر مضبوطی عطا کی ہے، یہ سب کچھ ہماری رحمت سے ہے، ہم نے تھام رکھا ہے، اگر ہم آپ کو نہیں تھامے ہوتے تو آپ پورے نہیں تو کچھ نہ کچھ ضرور ان کفار کی طرف مائل ہو جاتے۔

یا اللہ! ہمیں بھی حق پر اس طرح جمائے رکھ کہ برا ماحول، برا معاشرہ، نفس و شیطان بال برابر بھی ہٹانہ سکیں، ہمارے دلوں کو ایسے مضبوط بنادے، اپنے دین، اپنی محبت اور فکر آخرت پر ہمارے دلوں کو تھام لے، ان میں ذرہ برابر بھی لچک پیدا نہ ہو، غیر کا تعلق اور محبت غالب نہ آنے پائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا :
 وَكَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ أَنْ يُضِلُّوكَ (۱۱۳:۴)
 اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا فضل و کرم نہ ہو تو کفار کی ایک ایسی جماعت آپ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پیچھے ہر وقت اس فکر میں لگی ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راہِ حق
 سے ہٹا دے۔

یہ ہماری دستگیری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حملوں سے محفوظ ہیں اور حق
 پر قائم ہیں۔

یہ تینوں آیتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہیں، دوسروں کو اسی
 پر قیاس کر لینا چاہیے کہ ذرا سا عجب و کبر دل میں پیدا ہوا اور سب کیا کرایا گیا، جب
 سید دو عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو کسی دوسرے کی کیا مجال۔
 گناہ چھوڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل :
 عام مومنین کے بارے میں فرمایا :

وَكَوْلَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ مَا زَكَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ أَبَدًا وَلَكِنَّ
 اللَّهَ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ (۲۴:۲۱)

”اگر تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہو تو تم میں سے کوئی بھی کبھی
 بھی گناہوں سے پاک نہیں ہو سکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہے گناہوں سے پاک کر دیں۔“
 اللہ تعالیٰ گناہ چھڑانے کو پاک کرنا فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب
 کو گناہوں سے پاک کر دیں،

معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری اسی وقت ہوتی ہے
 جب ان پر نظر ہے۔ کوشش، ہمت، گناہ چھوڑنے کی تدابیر اور علاج یہ سب اپنی
 طرف سے ہو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن نظر اپنے کمال پر نہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ
 پر ہے کہ ان اسباب میں اثر ڈالنا ان کے اختیار میں ہے، انکی مدد و دستگیری ہوگی
 تو گناہ چھوڑیں گے ان کی دستگیری کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا قول نقل فرماتے ہیں :

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ (۱)

”اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ فرماتے تو ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی۔“
غزوہ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفس خود بھی خندق کھود رہے تھے آپ کا شکم مبارک مٹی سے لت پت ہو رہا تھا اور آپ اپنے مولیٰ سے یوں عجز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے :

وَاللّٰهُ كَوَلَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا،
”اللہ کی قسم ! اگر اللہ کی دستگیری نہ ہوتی تو ہم دین کا کوئی کام نہ کر پاتے۔“
جہاد جیسی عبادت اور خندق کھودنے کی بہت سخت محنت، اسکے باوجود اپنے عمل پر ناز کی بجائے نیاز ہی نیاز۔
نیکی کرنے کے بعد بھی ڈرتے رہنا چاہیئے :

حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے ہیں، تعمیر بھی ایسی کہ صرف مال نہیں بلکہ اپنی جان بھی اس میں لگا رہے ہیں۔ گارا خود بناتے، اینٹیں خود اٹھا کر لاتے اور لگاتے۔

پھر تعمیر بھی اپنی طرف سے نہیں، بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں، لیکن دل کا حال یہ ہے کہ ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے کہ معلوم نہیں ہمارا یہ عمل قبول بھی ہے یا نہیں اس لئے ہر وقت یہ دعا جاری ہے :

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (۲: ۱۲۷)
”اے ہمارے رب! ہماری کوششوں کو قبول فرما۔ بیشک تو سننے والا ہے جاننے والا ہے۔“
اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ دیکھئے کہ وحی کے ذریعہ یہ نہیں فرمادیا کہ ہاں مطمئن رہو ہم نے قبول کر لیا، وہ تو اپنے بندہ کو اسی حال میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ ڈرتا رہے اور توبہ کرتا رہے۔

مگر آج کے شیطان یا نام کے مسلمان جنہیں لوگ بزرگ اور صوفی سمجھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں :

”کرتے رہو اور ڈرتے رہو، کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔“
گناہ کرتے کرتے لوگوں کی عقلیں مسخ ہو گئی ہیں، اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی

کہ جیڑے گا وہ گناہ کرے گا کیسے ؟

ایک مثال سے سمجھ لیجئے کسی سے سانپ کے بل میں انگلی ڈالنے کے لئے کہا جائے تو کیا کوئی ایسی ہمت کرے گا ؟ اگرچہ انگلی ڈالنے سے نقصان پہنچنے کا یقین نہیں اسلئے کہ وہاں دوسرے بھی کئی احتمالات ہیں ، مثلاً :

① شاید وہ بل سانپ کا نہ ہو ، کسی اور جانور کا ہو ۔

② اگر سانپ ہی کا ہو تو کیا ضروری ہے کہ سانپ اندر ہی ہو ، شاید کہیں باہر گیا ہو ۔

③ اگر اندر ہی ہو تو ضروری نہیں کہ ڈسنے کے لئے تیار بیٹھا ہو ، ممکن ہے کہ سو رہا ہو ۔

④ اگر جاگ بھی رہا تو کیا ضروری ہے کہ ضرور ڈسے گا ۔

⑤ اگر ڈس بھی لے تو ضروری نہیں کہ اس کے ڈسنے سے کوئی مر جائے ، کبھی اس کا زہر الٹا اثر بھی کر جاتا ہے اور صحت کے لئے مفید ثابت ہوتا ہے ۔ اتنے سارے احتمالات کے باوجود کوئی شخص سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کرتا ، اسلئے کہ اس کے دل میں ڈر اور خوف موجود ہے ، اسی طرح جب کوئی شخص جہنم کے عذاب سے ڈرے گا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہو گا تو وہ گناہ کیسے کریگا ؟

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے حالات :

”کرتے رہو اور ڈرتے رہو“ کا مطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھئے ، جب یہ آیت نازل ہوئی :

وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُم إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿۲۷﴾

”اور جو لوگ عمل کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں“

اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں ایک سوال پیدا فرمایا ، اگر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت نہ ہوتی وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں یہ سوال پیدا نہ فرماتے ، تو آج کل کے صوفیوں کو ایک دلیل ہاتھ لگ جاتی ،

وہ یہی کہتے رہتے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔
حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:
”کیا اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں؟“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
”نہیں! اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیک اعمال کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔“ نماز،
روزہ، صدقات و خیرات کرتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارے اعمال اور
ہماری نیکیاں قبول بھی ہیں یا نہیں۔

نیکیاں یا رب مری بدکاریوں سے بدھوئیں
وہ بھی رسوا کُن ترے دربار میں بے حدھوئیں

فرمایا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (۳: ۱۱۰)

”اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے رہو اور کثرت ذکر کے ساتھ استغفار بھی کرتے رہو۔“
ذکر اللہ کے ساتھ استغفار کی تلقین کی جا رہی ہے کہ معلوم نہیں ہماری یہ تسبیح
قبول بھی ہے یا نہیں، کہیں اجر و ثواب کی بجائے اس پر گرفت نہ ہو جائے۔ قبول اور
اجر کے لائق تو نہیں مگر یا اللہ! تیرا کرم بڑا وسیع ہے، اس کرم کے صدقے سے تجھ
سے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ! قبول فرما، لیکن آج کا صوفی یہ کہتا ہے کہ گناہ کے بعد
بھی استغفار نہیں، کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

اور فرمایا:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ ۚ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝

(۱۸، ۱۷: ۵۱)

اللہ کے بندے راتوں میں بہت کم سوتے ہیں۔ اول قلیلاً میں قلت، پھر تنوین
میں قلت، من میں قلت، ما میں قلت، چار تاکیدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں
کہ ہمارے بندے راتوں کو بہت کم سوتے ہیں، ساری رات عبادت میں گزار دیتے ہیں لیکن
جب صبح ہونے لگتی ہے تو اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے کہ ہم نے ساری رات اللہ کی یاد
میں گزاری بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری عبادت قبول بھی ہے یا نہیں؟

اور فرمایا: الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَنِتَّةِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ
بِالْأَسْحَارِ (۱۷: ۳)

ایسے ایسے اوصاف میں اس قدر کمال اور اتنا بلند مقام رکھنے کے باوجود آخر
شب میں استغفار کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی زندگیاں گزرتی ہیں۔ اپنی نیکیوں پر
بھی استغفار کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ قبول ہوئیں یا نہیں ہوئیں! اللہ تعالیٰ
کا کرم دیکھئے کہ ہر طرف سے دستگیری کرتے ہیں کہ اگر ناز اور عجب پیدا ہونے لگے تو تنبیہ فرمادی
کہ تمہارا کوئی کمال نہیں سب کچھ ہمارے قبضہ قدرت میں ہے اور اگر بہت زیادہ خوف
اور مایوسی پیدا ہونے لگے تو یوں تسلی دیتے ہیں:

اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْخِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا (۱۷: ۵۷)

اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کر دیتے ہیں اور اس میں پھل پھول پیدا
فرما دیتے ہیں تو اسکی قدرت پر یہ کیا مشکل ہے کہ اپنی رحمت کی بارش سے تمہارے
مردہ دلوں کو زندہ کر دے اور ان میں اپنی محبت و اطاعت کے باغ لگا دے۔
یوں سوچا کریں کہ جس کریم نے عمل کی ظاہری صورت اور قالب کی توفیق عطا
فرمائی ہے وہی اس کے قبول کرنے والے بھی ہیں اگر قبول کرنا مقصود نہ ہوتا تو عمل
کی ظاہری صورت کی توفیق کیوں عطا فرماتے؟

یوں دعا کیا کریں:

”یا اللہ! تو نے جو عمل کی ظاہری صورت عطا کی ہے، ہم تیرے اس کرم کا واسطہ
دیکر تجھ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اس میں اپنے فضل سے روح بھی عطا فرما، اسے قبول فرما“
جب مقام قرب زیادہ بلند ہوتا ہے تو کبھی خوف کی حالت غالب آجاتی ہے۔
ایک بزرگ پر یہ کیفیت غالب آگئی اور وہ بہت پریشان ہوئے تو جواب ملا:—
گفت ایں اللہ تو لبیک ماست : ایں فغان و آہ زاری پیک ماست
فرمایا:

”تمہیں جو ہمارا نام لینے کی توفیق ہو جاتی ہے یہی ہماری طرف سے قبولیت کا پیغام ہے“
ایک بار ”اللہ“ کہنے کے بعد دوسری بار ”اللہ“ کہنے کی توفیق ہو جانا، ایک بار
نماز پڑھنے کے بعد دوسری بار نماز کی توفیق ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت

کی علامت ہے، اسی لئے تو دوسری بار اپنا نام لینے کی اور اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دیدی

ایں فغان و آہ وزاری پیک ماست

اگر ہماری محبت اور خوف سے رونا آتا ہے، گڑ گڑاتے ہو، چیختے ہو، چلاتے ہو تو یہ اس بات کا پیغام ہے کہ تم ہمارے دربار میں حاضر ہو، بس اب مطمئن رہو، زیادہ مت ڈرا کرو، اُمید بھی رہے اور خوف بھی۔

الْإِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَا

”ایمان خوف اور اُمید کے درمیان ہے“

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حال بیان فرماتے ہیں :

وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ (۱۷ : ۵۷)

”اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں“

دوسری جگہ فرمایا :

تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا (۳۲ : ۱۶)

”ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو خوف اور اُمید سے پکارتے ہیں“

استغفار کی حقیقت :

غرضیکہ اہل اللہ کو اپنی عبادت پر ناز نہیں ہوتا بلکہ وہ عبادتوں کے ساتھ ساتھ کثرت سے استغفار بھی کرتے رہتے ہیں بہت سے لوگ استغفار کو صرف وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں، کسی نے روزانہ سو بار پڑھنے کا معمول بنا رکھا ہے، کسی نے صبح و شام پڑھنے کا معمول بنا رکھا ہے، لیکن صرف پڑھنے سے کام نہیں چلے گا جب تک استغفار کی حقیقت دل میں نہیں آتاریں گے، استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ آپ واقعہً اپنے آپ کو گنہگار سمجھ کر دل پر ندامت طاری کر کے یوں کہیں :

”یا اللہ ! میں اقراری مجرم ہوں، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، یا اللہ ! تو مجھے معاف کر دے، آئندہ کے لئے گناہوں سے میری حفاظت فرما، یا اللہ ! میں بہت عاجز ہوں، نفس و شیطان، بُرا ماحول اور بُرا معاشرہ غالب ہے، انکے مقابلے میں تو میری مدد فرما، دستگیری فرما، تیری مدد ہو تو مجھ پر کسی کا کوئی زور نہیں چل سکتا“

اس استغفار اور دعا کا معمول بنالیں، یہ بہت ہی اکسیر نسخہ ہے اسکی قدر کریں
اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں۔

اہل اللہ کا خوف آخرت :

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں :
رِحَالٌ لَا تُلْهِهُمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ
الزَّكَاةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ (۲۴ : ۳۷)

اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہوتے ہیں جنہیں دنیا کا بڑے سے بڑا نفع بھی اللہ تعالیٰ کی یا
سے غافل نہیں رکھ سکتا، ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی یاد مقدم رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی یا
سے غافل نہ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر وقت اللہ، اللہ کرتے رہتے ہیں بلکہ
مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ان سے نہیں ہو پاتی،

اللہ تعالیٰ کی یاد ان کی زبان کے علاوہ ان کے دلوں میں بھی اتنی رچ بسر
جاتی ہے کہ اگر کبھی بڑی سے بڑی منفعت بھی انکے سامنے آجائے تو وہ بھی انہیں اللہ تعالیٰ
کی اطاعت اور فرمانبرداری سے غافل نہیں کر سکتی، وہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو بھول نہیں
جاتے، انہیں ہر وقت یہ خیال لگا رہتا ہے :

”میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے، ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ میرا مالک کہیں
مجھ سے ناراض نہ ہو جائے، میں ساری دنیا کو تو ٹھکرا سکتا ہوں لیکن اپنے مالک کو
ناراض نہیں کر سکتا۔“

لیکن اتنا اونچا مقام ہوتے ہوئے بھی انکے دل میں عجب و کبر پیدا نہیں ہوتا کہ ہم
اتنے بڑے ہیں بلکہ عاجزی و انکساری کی یہ کیفیت ہوتی ہے،
يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ

قیامت کے خوف سے ان کے دل دہل رہے ہوتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکیوں
سے دل الٹ پلٹ جائیں گے، شدتِ خوف سے قیامت کا نقشہ انکے سامنے رہتا ہے
ایک شبہ کا ازالہ :

کسی کو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک دعا
کی تلقین فرمائی ہے :

اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ الَّذِينَ إِذَا أَحْسَنُوا اسْتَبْشَرُوا وَإِذَا أَسَاؤُوا اسْتَخَفَّروا

”یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے کہ جب ان سے کوئی اچھا کام ہو جائے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی بُرا کام ہو جائے تو فوراً استغفار کر لیتے ہیں۔“

اس دعا میں تو یہ ہے کہ نیک کام سے خوش ہوتا چاہیے حالانکہ اس سے پہلے جو آیات بتائی ہیں انہیں یہ تھا کہ اللہ کے نیک بندے نیک کام کر نیکیے بعد خوش نہیں ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری عبادات قبول بھی ہیں یا نہیں،

اس اشکال کا جواب ماقبل کی تفصیل میں بتا چکا ہوں کہ دل میں دونوں حالتیں پیدا ہونی چاہئیں، خوشی بھی اور خوف و ندامت بھی، جیسے کسی عورت کو بچہ پیدا ہونے والا ہوتا ہے تو وہ عین موقع پر ڈر رہی ہوتی ہے کہ معلوم نہیں کیا حالت ہوگی، کہیں مرنے جاؤں، اور خوش بھی ہوتی ہے کہ کیا گوہر ملنے والا ہے جسے بچہ پیدا ہونے کی خوشی ہے اسے خوشی کے ساتھ خوف بھی لگا ہوا ہے، اسی طرح جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جائے ان کی محبت دل میں پیدا ہو جائے، نیک اعمال کی توفیق مل جائے، گناہ چھوٹنے لگ جائیں، ایسی حالت میں اس کا دل خوشی سے بھرا رہے گا مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی لگا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے، یہ محض انہی کی عطاوار انہی کا کرم ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے، میری کسی حالت پر وہ ناراض ہو جائیں اور یہ ساری نعمتیں چھن جائیں تو پھر کیا بنے گا، اس لئے وہ ڈرتا رہتا ہے، اس طرح دونوں کیفیتیں دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

اس حالت کو یوں بھی تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ اہل اللہ عبادت کی ظاہری صورت پر خوش ہوتے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان سے عبادت کی ظاہری صورت بھی نہیں بن پاتی، مگر جب وہ یہ سوچتے ہیں کہ ان کی عبادت میں روح بھی ہے یا نہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو ہے ہی نہیں، اس پر وہ روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں استغفار کرتے ہیں۔

ایک دوسری تعبیر یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ عبادت کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی، یہ ان کا انعام ہے، ان کا کرم ہے، پھر یہ سوچتے ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اور دوسری طرف یہ حالت کہ میں نے اسے صحیح طریقہ پر ادا نہیں کیا، عبادت

کا حق ادا نہ ہوا، میں بہت ناقص ہوں، عبادت کی کمیت ہی نہیں بن پارہی کیفیت تو کیا ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو خوشی ہوتی ہے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو ندامت ہوتی ہے، اس پر استغفار کرتے ہیں۔

عبادت کے قبول ہونے کی میں نے یہ جو علامت بتائی ہے کہ انسان کتنا بھی رہے اور ڈرتا بھی رہے، یہ علامت اور معیار عام ہے خواہ کوئی متغیری خدمت انجام دے رہا ہو یا نجی عبادت میں مشغول ہو دونوں صورتوں میں یہ حالت رہنی چاہیے۔

اخلاص و قبول کی تیسری علامت

لوگوں میں تبلیغ کرنے کی بجائے خلوت میں زیادہ دل لگنا :

جو شخص دوسروں تک دین پہنچا رہا ہو اگر اس کی طبیعت اور اصل مذاق یہ ہو کہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے لئے دل بے چین رہتا ہو، نہ کسی سے ملنے کو دل چاہتا ہو نہ کسی سے بات کرنے کو گویا یہ حال بنا ہوا ہو۔

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب و روز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

لوگوں کو تبلیغ کرنے میں طبیعت پر بہت بوجھ پڑتا ہو مگر مالک کے حکم کی تعمیل میں مجبوراً تبلیغ کر رہا ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی تبلیغ اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں۔

اور اگر خلوت میں بیٹھنے سے دل گھبراتا ہو، ہر وقت لوگوں میں تبلیغ اور بیان کرنے کا شوق چڑھتا رہتا ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کی دینی خدمات قبول نہیں، اس لئے کہ وہ یہ خدمات اللہ کے لئے نہیں کر رہا، اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے نفس کے لئے کر رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور اصل مذاق یہ تھا :
حَبِيبُ الْبِرِّ الْخَلَاءِ

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود ————— ۴۷

”اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے خلوت کو محبوب بنا دیا تھا“
تبلیغ کے لئے لوگوں میں بیٹھنا آپ کو طبعاً بہت گراں تھا، اسلئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:
وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَفْشِ
يُرِيدُونَ وَجْهَهُ (۱۸: ۲۸)

”اور آپ اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض ان کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں۔“
یعنی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں بیٹھنا آپ پر گراں ہے، اس لئے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ تبلیغ کی خاطر اپنی طبیعت پر جبر کر کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں۔
دل تو ہر وقت بلا واسطہ محبوب کے دیدار کے لئے بے چین ہے مگر اسکا حکم ہے کہ دوسروں تک میری باتیں پہنچاؤ، اس لئے محبوب کے حکم کی تعمیل میں اپنی خواہش کو فنا کر دیتے ہیں۔

ارید وصالہ ویریدا ہجری فاترک ما اریدا لما یریدا
”میں تو محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور محبوب میرا فراق چاہتا ہے پس میں اپنی خواہش کو محبوب کی خواہش پر قربان کرتا ہوں۔“
نہ دیکھا جائے گا خون تمنا اپنی آنکھوں سے
مگر تیرے لئے جان تمنا یہ بھی دکھیں گے

اخلاص و قبول کی چوتھی علامت

دینی خدمات قوانین شریعت کے مطابق ہوں:

دنیا میں انسان جو کام بھی کرتا ہے خواہ دنیا کا کام ہو یا دین کا، اللہ تعالیٰ کی جو عبادت بھی کرتا ہے اور شریعت کے جس حکم کی بھی تعمیل کرتا ہے ان سب کاموں، عبادتوں اور احکام کو بجالانے کے کچھ قوانین مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان قوانین کا پابند بنایا ہے، اس کی مرضی اور طبیعت کے حوالہ نہیں کر دیا ہے کہ جس طرح دل میں آئے اسی طرح کرو، فرمایا:

أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى (۵: ۳۶)

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود ————— ۴۸

”کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ اسے یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا“
 ہر کام کرتے وقت انسان یہ سوچتا رہے کہ میں قانون کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے
 بنائے ہوئے قوانین سے سرمو برابر بھی میں ادھر ادھر نہیں جاسکتا، اگر ان قوانین کی مطابق
 کام کیا تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی، ان کی رضا حاصل ہوگی، مقصد میں
 کامیابی حاصل ہوگی، اور اگر بالفرض قانون پر چلنے سے کام نہیں بنا بلکہ بگڑ گیا، ہوا ہی نہیں
 تو پھر بھی میں کامیاب ہوں، اسلئے کہ میری کامیابی اسی میں ہے کہ مالک کے قوانین
 کے خلاف نہ کروں، اگر قوانین کے خلاف کر کے میں نے ساری دنیا بھی فتح کر لی تو آخرت
 میں جہنم میں پھینکا جاؤں گا، وہاں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کام کتنا کیا؟ وہاں تو یہ
 پوچھا جائے گا کہ ہمارے قوانین کے مطابق کیا یا نہیں؟

لہذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اگر وہ قوانین کی
 پابندی کرتے ہوئے دین کا کام کرتے ہیں تو ان کی دینی خدمات قبول ہیں اور اگر اپنے
 دل میں جو کچھ آیا اسکے مطابق کر لیا، قوانین کی رعایت نہیں کرتے، تو وہ اپنے نفس
 کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں، ان کی دینی خدمات اپنے نفس کیلئے ہیں
 اللہ تعالیٰ کے لئے نہیں، ان کی تبلیغ قبول نہیں، خواہ وہ تبلیغ اہل مدرسہ کی ہو، اہل
 سیاست کی ہو، اہل خالقاہ کی ہو یا جنھیں ”تبلیغی“ کہتے ہیں ان کی ہو، کسی کی بھی قبول
 نہیں، وہاں کسی کی رعایت نہیں سب کے لئے اللہ تعالیٰ کا ایک ہی قانون ہے۔
 اب نمبر وار اللہ تعالیٰ کے قوانین بتاتا ہوں، جو لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے
 ہیں وہ انھیں سامنے رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور سوچیں کہ ان کی دینی
 خدمات اللہ تعالیٰ کے لئے ہو رہی ہیں یا اپنے نفس کے لئے۔

دینی کام کرنے والوں کے لئے شریعت کے قوانین

پھلا قانون، کسی بھی مصلحت سے | پہلا قانون اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تم ہمارے
 چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں | دین کی خدمت کرو لیکن دین کی خدمت
 کے لئے ہمارے قوانین میں کہیں بھی تمہیں ترسیم کرنے کی اجازت نہیں، ہم نے دین کو
 قیامت تک کے لئے مکمل کر دیا ہے، قیامت تک ہونے والے واقعات مصلحتیں

نکتہ سب ہماری نظر میں ہیں۔

کہیں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کے قوانین میں کوئی تبدیلی کرے یا کسی مصلحت سے کسی قانون کو چھوڑ دے یا کوئی گناہ کر لے یا کسی کے ساتھ گناہ میں شریک ہو جائے، اس کی کوئی گنجائش نہیں، خواہ وہ مصلحت لوگوں کو دعوت و تبلیغ میں جوڑنے کی ہو، اہل سیاست کی سیاسی مصلحت ہو، اہل مدرسہ کے لئے مدرسہ کو باقی رکھنے کی مصلحت ہو، کسی بھی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جائز نہیں بل تبلیغ کا ایک غلط نظریہ :

بہت سے تبلیغ والے کہتے ہیں :

”لوگوں کو دین کی طرف بلانے کے لئے مصلحت کی خاطر گناہ کرنا جائز ہے مصلحت سے گناہوں کی مجلس میں شامل ہو جاؤ، بدعات میں شریک ہو جاؤ، بینک والوں کی عورتیں قبول کر لو، ان کی گاڑیوں میں بیٹھ جاؤ، یہ سارے گناہ مصلحت کی خاطر جائز ہیں مگر ایسا کرنے میں ثواب ہے“

کسی مصلحت کی خاطر گناہ کے جائز ہونے میں تین قسم کے نظریات ہو سکتے ہیں :

① کسی کا نظریہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لئے سارے گناہ جائز ہوں۔ کفر، شرک، بدعت، زنا، چوری، ڈکیتی، شراب پینا، خنزیر کھانا، ناحق قتل کرنا، یہ سارے گناہ حلال ہو جائیں۔

میرے خیال میں یہ نظریہ کسی کا نہیں ہو سکتا، لیکن گناہوں کو حلال کرنے کا جو رواج چل رہا ہے اس سے خطرہ ضرور ہے کہ کہیں آئندہ لوگوں کا یہی نظریہ نہ بن جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھیں، آمین،

② دوسرا نظریہ یہ ہے کہ دین کی کسی بھی مصلحت کی خاطر چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جو ہمیں ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں کہ کسی حال میں بھی کسی مصلحت سے بھی کوئی گناہ جائز نہیں ہو سکتا، دعوت کا وہ طریقہ ہی ناجائز ہے جس میں گناہوں کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، وہ دعوت خود ہی گناہ ہے۔

آگے یہ مضمون تفصیل سے آ رہا ہے، مرتب

③ تیسرا نظریہ یہ ہو سکتا ہے کہ مصلحت کی خاطر بعض گناہ تو جائز ہو جاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے۔

جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے وہ یہ بتائیں کہ اس کا ان کے پاس کوئی معیار بھی ہے کہ کون سے گناہ جائز ہو جاتے ہیں اور کونسے ناجائز؟ بینک، انشورنس اور کسٹم جیسی حرام آمدنی والوں کے یہاں کھانے پینے کو تو ان لوگوں نے حلال کر دیا، تو زنا، شراب، خنزیر اور مردار وغیرہ کیوں حلال نہیں؟ بتائیے! ان میں اور ان میں کوئی فرق ہے؟ یہ بھی حرام وہ بھی حرام، بلکہ سود کی حرمت تو دوسری حرام چیزوں سے زیادہ ہے، جس کے دین کی دعوت دے رہے ہیں ان کا ارشاد سن لیجئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

”سود کا ایک رہم چھتیل زنا سے بدتر ہے“ (مسند احمد)

دوسرا ارشاد :

”سود میں ہتر گناہ ہیں ان میں سب سے چھوٹا گناہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔ (حاکم علی شرط الشیخین)

تیسرا ارشاد :

”مجھے شب معراج میں ایک ایسی قوم کے پاس سے لیجا یا گیا جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے کمرے، ان میں بڑے بڑے سانپ تھے جو ان کے پیٹ کے باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبریل! یہ کون لوگ ہیں، انھوں نے کہا کہ یہ لوگ سود کھانے والے ہیں۔“ (مسند احمد)

مجالس بدعات، میلاد، قرآنی خوانی، تیجہ، چالیسواں میں شرکت کو بھی جائز کر دیا، بدعت جتنا بڑا گناہ تو دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا، اگر دین کی تبلیغ کی خاطر بدعات میں شامل ہونا جائز ہو گیا تو ہر بڑے سے بڑا گناہ جائز ہو گیا، پھر یہ تبلیغ دین کی نہ رہی گناہ کی تبلیغ ہو گئی، ہونا تو یہ چاہیے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑیں، مگر یہ خود ان لوگوں کے ساتھ جوڑ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کٹے ہوئے ہیں۔ یہ بھی سوچیں کہ آپکے اس رویہ سے ان لوگوں پر آپکی تبلیغ کا کیا اثر ہوگا؟ آپ خود ہی گناہ نہیں چھوڑ رہے تو وہ کیسے چھوڑیں گے؟

اہل تبلیغ سے تین باتیں :

ایسے تبلیغی لوگوں سے میں تین باتیں کہتا ہوں، ان پر خوب غور کریں۔ ع
شاید کہ اتر جائے کسی دل میں مری بات

وہ تین باتیں یہ ہیں :

① کیا تبلیغ کی غرض سے جوڑ پیدا کرنے کے لئے ہر قسم کے گناہ جائز ہیں؟ کفر، شرک، بدعت، زنا، شراب، جوا، سود، رشوت، بے پردگی، بے حیائی، تصویر اور ٹی وی کی لعنت، چوری، ڈکیتی وغیرہ ہر قسم کی بد معاشی اور فحاشی، کیا بغرض تبلیغ یہ سب کچھ جائز ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کوئی معیار بتائیے کہ فلاں فلاں گناہ ناجائز ہیں اور باقی جائز۔

② آپ جب فساق و فجار کے ساتھ گناہوں میں شریک ہوتے ہیں تو آپ ان کو رحمن سے نہیں جوڑ رہے بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر شیطان سے جوڑ رہے ہیں، انکو اپنے ساتھ ملا کر جنت میں نہیں لے جا رہے بلکہ خود انکے ساتھ مل کر جہنم میں جا رہے ہیں۔

③ جب آپ اپنی مقدس صورت لیکر لوگوں کے ساتھ گناہوں میں شامل ہونگے تو آپ کے اس رویہ کی وجہ سے وہ لوگ دو خرابیوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا ہونگے :

① اولاً تو وہ یہ اثر لیں گے کہ جب دنیا بھر میں دعوت و تبلیغ کا کام کر نیوالے پاس حضرات بھی ان بدعات، منکرات اور فواحش سے نہیں بچتے تو یہ ان چیزوں کے حلال و جائز ہونے کی دلیل ہے۔ پہلے تو وہ لوگ ان محرمات کو حرام سمجھتے ہوئے ان کا ارتکاب کرتے تھے، شاید کبھی توبہ و استغفار کی توفیق ہو جاتی ہو، کم از کم ندامت تو ہوتی ہی ہوگی، مگر آپ کے جوڑ کے بعد تو سب کچھ حلال ہی ہو گیا، ایسے حالات میں فواحش سے بچنے یا ندامت اور توبہ و استغفار کی ضرورت ہی نہ رہی۔

② اگر انھوں نے محرمات کو حلال سمجھنے کا سبق آپ سے نہ بھی پڑھا تو کم از کم اتنا اثر تو لازماً لیں گے کہ محرمات و فواحش کو بہت خفیف اور بہت ہلکے سمجھنے لگیں گے اور یہ عقیدہ رکھیں گے کہ انسان بڑے سے بڑے گناہوں کے ارتکاب کے باوجود بھی پورا دیندار اور کامل مسلمان بلکہ دین اسلام کا داعی بھی بن سکتا ہے۔

پھر وہ بھی جماعت میں داخل ہو جائیں گے، آپ تو پہلے ہی سے ان کو جوڑنے کی خاطر خوب گناہ کر رہے تھے، اب وہ بھی گناہوں سے تائب ہوئے بغیر آپ کے ساتھ مل گئے، بلکہ دوسروں کو جوڑنے کے لئے اور بھی زیادہ گناہ کریں گے، اس طرح تو تبلیغ دین کرنے والی یہ پوری جماعت فساد و فجار ہی کی بن کر رہ جائے گی۔

خدا را ذرا سوچئے کہ پھر یہ دین کی تبلیغ ہوگی یا فسق و فجور اور بدعات و منکرات کی؟
تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہونیوالوں کی مثال :

جو لوگ تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں ڈوب رہا ہو، اسے بچانے والا یا تو کوئی ماہر تیراک ہو یا اسکے پاس کوئی کشتی ہو پھر تو وہ اسے ڈوبنے سے بچالے گا، ورنہ جو شخص اسے بچانے کی خاطر خود بھی اسکے ساتھ سمندر میں بہتا چلا جائے وہ اسے بچانے کی بجائے خود بھی ڈوبے گا، اسی طرح جو لوگ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے گناہ سے نکالنے کی بجائے خود بھی اسکے ساتھ گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں وہ اسے جہنم سے بچانے کی بجائے خود ہی جہنم میں گرے جا رہے ہیں۔

ایک پیر صاحب کا واقعہ :

پنجاب سے ایک مشہور پیر صاحب کراچی آئے ہوئے تھے جو تبلیغ میں بھی بہت چلے لگاتے ہیں، جس مکان میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے ان گھر والوں کے ساتھ ٹی وی دیکھتے ہوئے کسی نے انھیں دیکھ لیا، پوچھا آپ کو تو چاہیے کہ انھیں روکیں، آپ خود ہی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہیں؟ وہ پیر صاحب کہنے لگے :

”ہم اگر ان لوگوں کے ساتھ شریک نہوں تو ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟“

آج کے پیر گناہوں میں شریک ہونے کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بتا رہے ہیں، دوسروں کو جہنم سے بچانے کی خاطر خود جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔

اہل مدارس کا غلط نظریہ :

اہل مدارس بھی بہت سے ناجائز اور حرام کام مصلحت کی خاطر کر لیتے ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ یہ کام تو ناجائز ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں مدرسہ کی مصلحت ہے۔

مدارس تو اسلئے ہیں کہ دین کی حفاظت ہو، دین کے ایک مسئلہ کی خاطر ہزاروں مدارس بلکہ دنیا بھر کے مدارس قربان ہو جائیں لیکن یہاں مدرسہ کی حفاظت اور مصالحت کی خاطر دین کو قربان کیا جا رہا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کے لئے کام نہیں کر رہے اپنی نفس پرستی اور تن پرستی کے لئے کام کر رہے ہیں۔

جو لوگ اللہ کے لئے دین کا کام کرتے ہیں انکے اعمال اور نظریے کیسے ہوتے ہیں؟
اللہ کے لئے کام کرنے والوں کے حالات :

دارالعلوم دیوبند کا واقعہ ہے، قصبہ دیوبند میں ایک شخص صاحب ثروت اور بااثر رہا کرتا تھا لیکن وہ صالح اور نیک نہیں تھا، اس نے ایک بار یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ اسے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا جائے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہ اس وقت دارالعلوم کے سرپرست تھے، وہ اسے رکن بنانے پر آمادہ نہ ہوئے، مدرسہ کی شوریٰ کا رکن تو صالح لوگوں کو بنایا جاتا ہے۔
حضرت حکیم الامتہ قدس سرہ فرماتے ہیں :

”میں نے حضرت گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں لکھا کہ حضرت میری یہ رائے ہے کہ اسے رکن بنالیا جائے، اسے رکن بنانے میں کوئی نقصان نہیں، اسلئے کہ فیصلہ تو کثرت رائے سے ہوگا اور اکثریت ہم لوگوں کی ہے،

اور اسے رکن نہ بنانے میں دارالعلوم کو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ بہت شریعہ مال و دولت والا بھی ہے اور اثر و رسوخ والا بھی، دارالعلوم کو نقصان پہنچائے گا، اس لئے مصالحت اسی میں ہے کہ اسے رکن بنالیا جائے“

حضرت گنگوہی قدس سرہ کا جواب سنئے اور دلوں میں اُتار لیجئے، اللہ کرے کہ دلوں میں اُتر جائے، بات سمجھ میں آجائے، فرمایا :

”میں اسے ہرگز رکن نہیں بناؤں گا، اس لئے کہ اسے رکن بنانے کی صورت میں جب اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ نالائق کو رکن کیوں بنایا؟ تو میرے پاس اسکا کوئی جواب نہیں، اور اگر میں نے اسے رکن نہیں بنایا تو اولاً تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور مرضی کے مطابق کام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی، دارالعلوم کو ترقی ہوگی نقصان نہیں پہنچے گا، جس کے ساتھ اللہ ہوا اسے کوئی نقصان

پہنچائے! اللہ کو ساتھ لینے والے کو کبھی دنیا کا کوئی فرد بلکہ پوری دنیا کے لوگ مل کر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اور اگر بالفرض کوئی نقصان پہنچا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ دارالعلوم بند ہو جائے گا۔

اسے رکن نہ بنانے سے اگر دارالعلوم بند ہو گیا تو قیامت کئی دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی اور سوال ہو گا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو میں جواب میں یہ کہہ سکوں گا : ”یا اللہ! میں نے تیرے قانون کے مطابق کام کیا، غیر صالح کو رکن نہیں بنایا، دارالعلوم میرا تو تھا نہیں تیرا ہی تھا، اس کا چلانا اور بند کرنا تیرے قبضہ قدرت میں تھا، جب تو نے اسے نہیں چلایا تو ہم کون ہو سکتے ہیں چلانے والے؟“

جو لوگ اللہ کے لئے دین کا کام کرتے ہیں، جن کے دلوں میں اخلاص، فکر آخرت اور حساب و کتاب کا خوف ہوتا ہے وہ دین کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کی حفاظت میں بڑی سے بڑی مصلحت کو قربان کر دیتے ہیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کی استقامت کا یہ ثمرہ نکلا کہ وہ شخص چختا چلاتا رہ گیا اور دارالعلوم کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا بلکہ دارالعلوم ترقی پہ ترقی کرتا چلا گیا۔ (اہل مدارس کی بدعنوانیوں کے بارے میں حضرت والا کا ایک مستقل وعظ بھی ہے، بنام ”مدارس کی ترقی کا راز“ مرتب)

اہل سیاست کا غلط نظریہ :

اہل سیاست بھی اپنے خیال میں دین کی تبلیغ اور خدمت کر رہے ہیں، مگر اپنی سیاسی مصلحت کے لئے بہت سے ناجائز و حرام کاموں کا ارتکاب کر لیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ ناجائز کام آپ کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس میں ہماری سیاسی مصلحت ہے، جب ہماری حکومت ہو جائے گی تو ہم پورے ملک میں مکمل اسلام نافذ کر دیں گے۔ اپنے اس غلط نظریے کے لئے یہ لوگ ایک حدیث سے غلط استدلال بھی کرتے رہتے ہیں۔

غلط استدلال اور اس کا جواب :

بعض سیاسی لوگ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں :

”حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کی تعمیر جدید کا خیال تھا، اس طرح کہ نیچے سے چبوترانکال کر اسے زمین کے برابر کر دیا جائے، اور مشرق کی طرح مغرب

کی طرف ایک دروازہ کھولا یا جائے اور حطیم کو بھی بیت اللہ میں داخل کر دیا جائے۔ مگر چونکہ بہت سے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، انھیں اپنے آبار و اجداد کی پرانی تعمیر سے محبت تھی، اس لئے نئی تعمیر سے خطرہ تھا کہ بہت سے لوگ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور جو لوگ ابھی تک اسلام نہیں لائے ان میں نفرت پیدا ہو جائے گی کہ انھوں نے ہمارے آبار و اجداد کی تعمیر گرا دی، اسلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ ارادہ ترک فرما دیا۔

اس واقعہ سے اہل سیاست یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصالحت اور حکمت کی بنا پر دین کا کتنا بڑا کام چھوڑ دیا۔

اہل سیاست کا یہ استدلال بالکل غلط ہے، اسلئے کہ پرانی تعمیر کو گرا کر نئی تعمیر کرنے کا تعلق شریعت کے کسی مسئلہ سے نہیں تھا بلکہ یہ امور انتظامیہ سے تھا، بیت اللہ کی جدید تعمیر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض بیت اللہ کو وسیع کرنا اور لوگوں کو سہولت پہنچانا تھا، شریعت کا کوئی مسئلہ اس سے متعلق نہ تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے البتہ جہاں شریعت کا کوئی مسئلہ اور اللہ تعالیٰ حکم کے سامنے تمام مصالحتیں قربان کر دیں کا حکم سامنے آیا تو حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسوقت تمام مصالحتوں کو قربان کر دیا، اس کی چند مثالیں سنئے :

① حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متبنی تھے جسے ”لے پالک“ کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، انھوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیدی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ ان سے نکاح کر لیا جائے، مگر ایک بہت بڑی دینی مصالحت سامنے آئی کہ لوگ اس زمانے میں اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو اپنی حقیقی بیوی کی طرح حرام سمجھتے تھے، اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کر لیا تو لوگ بد اعتقاد اور بدظن ہو جائیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنی بیوی سے نکاح کر رہا ہے۔ ممکن ہے کہ جو لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اور ان کا ایمان پختہ نہیں ہوا ہے وہ اسلام سے ہٹ جائیں، اور جو ابھی اسلام نہیں لائے وہ اسلام کی طرف آنے سے رُک جائیں گے، تبلیغ

اسلام کا بہت بڑا کام بند ہو جائے گا۔

مگر چونکہ یہ نکاح نہ کرنے سے کفار کے غلط عقیدہ کی تائید ہوتی جو اللہ کے قانون کے خلاف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حلال کیا ہے اور ان لوگوں نے اسے حرام کر دیا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی کہ ہمارے اس قانون کی حفاظت کیلئے تمام مصلحتوں کو قربان کرنا پڑیگا اور یہ نکاح ضرور کرنا پڑیگا خواہ کوئی اسلام لائے یا نہ لائے اور خدا نخواستہ اسلام کی طرف آئے ہوئے مسلمان سارے کافر ہی کیوں نہ ہو جائیں، اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کھلے الفاظ میں قرآن کریم میں حکم فرمایا کہ یہ نکاح لازمًا کرنا پڑیگا اور نہ کرنے کی مصلحت سوچنے پر بہت سخت تنبیہ فرمائی، یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنے کی ہے کہ اسلام میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا کوئی فرض واجب نہیں، صرف جائز ہی تو ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اتنی سختی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکا حکم فرمایا جیسے کسی بہت اہم فرض کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس سے اسی حقیقت کو واضح کرنا اور اسکا اعلان کروانا مقصود تھا کہ کسی بڑی سے بڑی مصلحت کی خاطر اللہ کے کسی قانون کو نہیں توڑا جاسکتا۔ اہل سیاست، اہل مدائن اور تمام تبلیغ کے کام کرنے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ اپنی جماعت، اپنی تنظیم اور اپنے ادارے کی چھوٹی چھوٹی مصلحتوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کے کتنے قوانین کو توڑ رہے ہیں، جو لوگ اہل بصیرت اور معرفت ہوتے ہیں وہ تو یہ فرماتے ہیں :

”دین کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کے سامنے دنیا بھر کی مصالح کو مصالحے کی طرح پیس ڈالو، مصالحے کو جتنا زیادہ پیسا جاتا ہے سالن اتنا ہی زیادہ لذیذ بنتا ہے۔“
(۲) دوسرا قصہ سنئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روسائے مشرکین سے مخاطب تھے ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی طرف توجہ نہ فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں انکے سوال کرنے سے ناگوار ہی ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں یہ مصلحت تھی :

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود ————— ۵۷

”یہ تو اپنے ہی ہیں، انہیں استفادہ کا دوسرا موقع بھی مل سکتا ہے، ان مشرکین رؤسار کو سمجھانے کے لئے یہ موقع غنیمت ہے، ممکن ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں، ان سے اسلام کو بہت ترقی ہوگی۔“

مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور اور قانون ہے: ”جن لوگوں کے دلوں میں طلب ہو ان کی زیادہ رعایت کی جائے اور انہیں ان لوگوں پر مقدم رکھا جائے جن میں طاب نہیں۔“ اس لئے اللہ تعالیٰ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل پسند نہ آیا اور سورہ عبس میں اس پر بہت سخت تنبیہ فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلَّى ۝ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمٰی ۝ وَمَا يَدْرِيكَ لَعَلَّہٗ يَزْكٰی ۝ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهٗ الَّذِیْ كُرِی ۝ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰی ۝ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدِّیْ ۝ وَمَا عَلٰیكَ الْاَلَّا یَزْكٰی ۝ وَاَمَّا مَنْ جَاءَكَ یَسْعٰی ۝ وَهُوَ یَخْشٰی ۝ فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰی (۸۰ : اتا ۱۰)

پسینمبر چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے، اس بات سے کہ انکے پاس نابینا آیا، اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا، پھر جو شخص بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی توفکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپکے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔“

جو لوگ عربی جانتے ہیں اور جنہیں قرآن فہمی کی کچھ صلاحیت ہے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی سخت تنبیہ فرمائی ہے، ان آیتوں کے نزول کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کیا گزر رہی ہوگی اتنی سخت تنبیہ کیوں فرمائی گئی؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ میں مصلحت کو ترجیح دی جا رہی تھی۔

اس واقعہ سے بھی دین کے کام کرنے والوں کو سبق اور عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ کے قانون سے مصلحت کو مقدم کرنے پر جب حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنی سخت تنبیہ کی گئی تو آج جو یہ لوگ معمولی معمولی مصلحتوں کیلئے اللہ تعالیٰ کے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے اور دنیا میں انکے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہوگی؟ ہرگز ہرگز نہیں!

دوسرا قانون، کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے | اب دوسرا قانون سنئے، میں نے پہلا قانون تو یہ بتایا ہے کہ کسی بڑی سے بڑی مصلحت کی خاطر کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ کرنا بھی جائز نہیں، یہ دوسرا قانون اس سے بھی بڑا ہے، خود کسی گناہ میں مبتلا ہونا تو درکنار دوسروں کو گناہوں سے روکنا فرض ہے، اگر آپ کسی قسم کی کوئی متعدی خدمت انجام دے رہے ہوں یا تبلیغ کے کسی شعبے سے وابستہ ہوں تو امر بالمعروف اور نیکی کی تبلیغ کے ساتھ ہی عن المنکر اور برائیوں سے بچنے کی تبلیغ بھی فرض ہے، اگر صرف امر بالمعروف کرتے رہے اور برائیوں سے بچنے کی تبلیغ نہیں کی تو آپ نے ایک فرض تو ادا کر دیا لیکن دوسرے فرض کے تارک رہے، آپ کی یہ خدمت اور تبلیغ نامکمل ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی امر بالمعروف کا حکم فرمایا ہے ساتھ ہی نہی عن المنکر کا حکم بھی فرمایا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۱۱۰:۳)

”تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کیلئے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بُری باتوں سے روکتے ہو“

الْأَمْرُؤَنِ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُؤَنِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُؤَنِ لِحُدُودِ اللَّهِ (۱۱۲:۹)

”نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بُری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے“

البتہ نہی عن المنکر کے مختلف درجات اور مختلف طریقے ہیں جن کا بیان شروع میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

ایک غلط خیال کی اصلاح :

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فساق و فجار کو اچھی مجالس اور نیک صحبت میں لانا بھی منکرات سے روکنے کا ایک طریقہ ہے، اچھی صحبت کے اثر سے کچھ کہے بغیر ہی گناہ چھوٹنے لگتے ہیں۔ اس طریقہ میں اتنی بات تو صحیح و مسلم ہے کہ اچھی صحبت کا اچھا اثر ہوتا ہے، مگر صرف اسی پر اکتفا کرنا اور گناہوں کی تفصیل اور ان پر عذاب و وعیدیں نہ بتانا مدراہنت ہے۔ اس میں کئی فسادات ہیں :

① اگر منکرات سے روکنے کی اس تدبیر کو کافی سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ! اس حکمت عملی کا اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے بعد چودہ سو سال تک پوری امت میں سے کسی کو بھی علم نہ تھا، معاذ اللہ! قرآن حدیث اور فقہ کے ذخائر میں امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کا ذکر اور اس میں مداخلت پر وعیدیں سب بیکار ہیں اور حکمت عملی کے سراسر خلاف ہیں۔ جہاد، تعزیرات اور حدود و قصاص کے تمام احکام بالکل بے معنی اور سراسر ظلم ہیں۔

② حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی صحبت و نصیحت سے زیادہ مؤثر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اس کے باوجود وہ بھی لوگوں کی ہدایت کے لئے کافی نہ ہوئی۔ اکثر نے قبول نہ کیا۔

③ اچھی صحبت میں آنے کے باوجود کئی گناہوں کے گناہ ہونے کا جب علم نہ ہوگا تو ان سے توبہ کیونکر کرے گا؟ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ تبلیغی جماعت میں عمریں صرف کر دینے والے کئی حضرات کو علم نہ تھا کہ شریعت کے مطابق پردہ نہ کرنا اور ڈاڑھی منڈانا یا کٹانا گناہ ہے، وہ اتنے بڑے کبیرہ گناہوں اور اللہ و رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی علانیہ بغاوت کو ہلکا تو کیا صغیرہ گناہ بھی نہ سمجھتے تھے۔

④ اگر کوئی اچھی صحبت کے اثر سے ایسے گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کو صرف بہتر حالت سمجھتا ہے، اس لئے وہ اس سے پہلے جو ان کبار اور علانیہ بغاوتوں کا ارتکاب کرتا رہا ان سے توبہ کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا حتیٰ کہ اسی حالت میں یعنی کبیرہ گناہوں اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی بغاوتوں سے توبہ کئے بغیر موت آجاتی ہے

⑤ اگر اچھی صحبت میں پہنچتے ہی محبت، نرمی اور دلسوزی سے ترک منکرات کی تبلیغ بھی خطاب عام کی صورت میں جاری رکھی جائے تو شاید سننے والا پہلے روز یا چند ہی دنوں کے بعد توبہ کر لے ورنہ کم از کم اس کے دل میں ندامت تو پیدا ہو ہی جائے گی اور خود کو اتنا راری مجرم سمجھنے لگے گا، یہ ندامت قلب بھی بہت بڑی دولت ہے۔

ترک منکرات کی تبلیغ نہ کرنے کی صورت میں اگر کسی کو محض اثر صحبت سے کچھ مدت کے بعد توبہ کی توفیق ہو بھی گئی تو توبہ سے قبل جتنا وقت گناہوں میں گزرے گا اس کا عذاب اور وبال ان مداخلتوں پر بھی ہوگا جو اس کی تبلیغ نہیں کرتے اور اگر توفیق توبہ سے قبل ہی موت آگئی تو ایک مسلمان کو جہنم میں پہنچانے کی ذمہ داری ان مداخلتوں پر ہوگی جنہوں نے اسے ترک منکرات کی تبلیغ نہ کی۔

تیسرا قانون تبلیغ بصورت قتال بھی فرض ہے | تبلیغ کے مختلف شعبے اور طریقے ہیں :

قرآن کریم کے الفاظ کی تعلیم، قرآن کریم کے احکام کی تبلیغ، جس کی مختلف صورتیں ہیں :
درس و تدریس، تصنیف و تالیف، افتاء و ارشاد، لوگوں میں چل پھر کر وعظ و تلقین۔
مگر یہ سارے طریقے اس حالت میں ہیں جب اسلام دشمن طاقتیں اسلام کے راستہ
میں حائل نہ ہوں اور کسی بھی طریقہ سے اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ نہ بنیں۔

اگر کفار کی طاقت زور پکڑ جائے اور وہ اسلام اور مسلمانوں کو دنیا سے مٹانے کے
درپے ہو جائیں یا اسلام کی تبلیغ میں رکاوٹ پیدا کریں، کبھی تو صراحتاً ممنوع قرار دیدیں،
اور کبھی ظاہراً اجازت تو دیں مگر ان کی سیاست اور منصوبہ بندی یہ ہو کہ کوئی اسلامی حکومت
قائم نہ ہو جائے اور تمام کفار اسلام میں داخل نہ ہو جائیں تو ان حالات میں مسلمانوں کی طرف شریعت کا ایک
اور قانون متوجہ ہو جاتا ہے کہ اب تبلیغ کی ایک اور قسم اختیار کرنا پڑے گی، یعنی تلوار سے ان کی
خبر لو اور اتنا قتال کرو کہ کفار کی شان و شوکت ٹوٹ جائے اور وہ اسلام کے راستے میں رکاوٹ
نہ بن سکیں۔ یہ بھی تبلیغ ہی کا ایک شعبہ ہے کہ اس کے بغیر اسلام کا آگے پھیلنا پھیلنا ممکن نہیں
اس لئے تبلیغ بصورت قتال فی سبیل اللہ کے ترک پر سخت وعیدیں وارد ہیں۔

تبلیغ بصورت قتال فی سبیل اللہ چھوڑنے پر وعیدیں :

① **وانفقوا فی سبیل اللہ، ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ واحسنوا ان**

اللہ یرحبّ المحسنین (۲ - ۱۹۵)

”اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں
تیاہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں
جس طرح کام کرنے والوں کو“

یعنی جہاد میں خرچ نہ کرنا اپنی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہے۔

② **یا ایہا الذین امنوا مالکم اذا قیل لکم انفروا فی سبیل اللہ انما قلتم**

الی الارض ارضیتم بالحوۃ الدنیا من الآخرة فما متاع الحیوة الدنیا فی الآخرة

الاقلیل (۹ - ۳۸)

”اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ
(جہاد) میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے عوض (نبوی
تبلیغ کی شرعی ہدایت اور حدود

تبلیغ کی شرعی ہدایت اور حدود — ۶۱

زندگی پر قناعت کر لی؛ سودنیوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔“

(۳) **اَلَا تَنْفِرُوا يَعْذَّبُكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا وَيَسْتَبْدِلُ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا**

واللہ علی کل شیءٍ قَدِیر (۹ — ۳۹)

”اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دیگا اور تمہارے

بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ

کو ہر چیز پر قدرت ہے۔“

(۴) **فَرِحَ الْمُخَلَّفُونَ بِمَقْعَدِهِمْ خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ وَكَرِهُوا اَنْ يَجَاهِدُوا بِاَمْوَالِهِمْ**

وَاَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِرُوا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ كَانُوا

يَفْقَهُونَ (۹ — ۸۱)

”یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور

ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور کہنے لگے

کہ تم گرمی میں مت نکلو، آپ کہہ دیجئے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا

اگر وہ سمجھتے۔“

(۵) **وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا اَنَّ اللَّهَ**

شَدِيدُ الْعِقَابِ (۸ — ۲۵)

”اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں ان

گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔“

یعنی بذریعہ جہاد گناہوں سے نہ روکنے والے بھی عذاب میں شریک ہونگے۔

(۶) **عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:**

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَغْزِ وَلَمْ يَحْدَثْ بِهِ نَفْسَهُ مَاتَ عَلَى شُعْبَةٍ مِنَ النِّفَاقِ (رواه مسلم،

وابوداؤد والنسائي).

”جس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں اس نے کبھی کچھ سوچا وہ نفاق

کے ایک شعبہ پر مرا۔“

(۷) **عَنْ اَبِي اِمَامَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ**

لَمْ يَغْزِ اَوْ يَجْهَزْ غَازِيًا اَوْ يَخْلِفْ غَازِيًا فِي اَهْلِهِ بِخَيْرٍ اَصَابَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِقَارَعَةٍ قَبْلَ يَوْمِ

تَبْلِيغِ كِي شَرْعِي حَيْثِيَّت اور حدود — ۶۲

القیمة - رواہ ابن ماجہ -

”جس نے نہ تو خود جہاد کیا، نہ ہی کسی مجاہد کو تیار کر کے بھیجا اور نہ کسی مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کی، اللہ اس کو قیامت سے پہلے ضرور کسی ہلاکت خیز مصیبت سے دوچار کرے گا“

⑧ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: من لقی اللہ بغير اثر من جہاد لقی اللہ وفيہ ثلثۃ - رواہ الترمذی وابن ماجہ -
”جو اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس پر جہاد کا کوئی نشان نہ تھا وہ اس حال میں ملے گا کہ اس میں بہت بڑا نقص ہوگا“

⑨ عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ما نزل قوم الجہاد الا عثمہم اللہ بالعذاب، رواہ الطبرانی -
”جس قوم نے بھی جہاد چھوڑا اللہ نے اس پر عمومی عذاب مسلط کر دیا“

قانون، دین کے دوسرے شعبوں میں مضمون شروع میں تفصیل سے بیان میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں ہے۔ چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے کام مختلف شعبوں میں تقسیم کر رکھے ہیں اور یہ تقسیم کار دنیا کا اجماعی قانون بھی ہے اور عقل کے مطابق بھی، اس کے خلاف کرنا عقل اور دین دونوں کے خلاف کرنا ہے، دین کے کسی ایک شعبے والوں کے لئے کسی دوسرے شعبے والوں کو حقیر یا بیکار سمجھنا جائز نہیں، اگر کوئی ایسا سمجھے تو اس کی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

اب اندازہ لگائیے کہ دینی کام کرنے والی کتنی جماعتیں اس قانون کی پابندی کر رہی ہیں؟ اہل سیاست کہتے ہیں کہ فریضہ اسلام تو نہ صرف ہم ہی ادارہ کر رہے ہیں۔

اہل تبلیغ کہتے ہیں کہ تبلیغ کا حق تو صرف ہم ہی ادارہ کر رہے ہیں۔

اہل مدارس کہتے ہیں کہ دین کی حفاظت تو صرف ہم کر رہے ہیں۔

اس طرح کہنے والے اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ رہے ہیں، ایسے لوگ دین کے کام اللہ کے لئے نہیں کر رہے اپنے نفس کے لئے کر رہے ہیں۔

اگر ایک ہی مدرسہ میں ایک استاذ بچوں کو رب ت پڑھاتا ہو اور ایک استاذ صحیح بخاری پڑھاتا ہو، اگر صحیح بخاری کا استاذ اپنے آپ کو بچوں کے استاذ سے افضل

سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ دین کی خدمت کا حق تو میں ہی ادا کر رہا ہوں یہ تو یونہی بیکار ہے، تو یہ استاذ نفس پرست کہلائے گا۔ اس میں اخلاص نہیں، اسلئے کہ سب ایک ہی مشین کے پرزے ہیں۔ اگر رب تے پڑھانے والا پرزہ نہوتا تو یہ صحیح بخاری کیسے پڑھاتا؟ ہو سکتا ہے کہ اس رب تے پڑھانے والے استاذ کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے اخلاص اور محنت کی وجہ سے اس شیخ الحدیث سے زیادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو دین کے جس شعبے اور منصب پر دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے یہ محض ان کا کرم ہے، اگر کسی ایک شعبے یا منصب والا کسی دوسرے شعبے اور منصب والوں کو حقیر سمجھے گا تو اس کے لئے آخرت کا عذاب تو ہے ہی، کچھ بعید نہیں کہ دنیا ہی میں اس پر یہ وبال پڑے کہ اللہ تعالیٰ اسے ان دینی خدمات سے محروم کر دیں۔ دین کے کام میں جو لگ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سرکاری ملازم بن جاتا ہے، سرکاری ملازم اگر بھنگی ہو تو وہ بھی سرکاری ملازم ہے اور اگر وزیر ہے تو وہ بھی سرکاری ملازم۔ فرق مراتب ضرور ہے مگر ہیں تو دونوں ہی سرکاری، سرکاری ملازم خواہ ادنیٰ درجہ کا ہی ہو تو بھی اس کی حقیر کی اجازت نہیں، بلکہ جو بقدر بلند منصب پر ہوتا ہے اسی قدر وہ سرکار سے زیادہ ڈرتا ہے، اس پر گرفت زیادہ ہوتی ہے۔ جب دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے سرکاری ملازم ٹھہرے تو کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اپنے کو افضل سمجھے اور دوسروں کو حقیر؟ جب اللہ کے عام بندوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں تو جو لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور سرکاری آدمی ہیں انھیں حقیر سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟ دنیا کی حکومت میں تو یہ ظلم چل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو دلوں میں چھپے ہوئے خیالات کو بھی جانتے ہیں، وہاں یہ ظلم نہیں چل سکتا۔ دنیا میں اگر اسکی کوئی سزا نہ ملی تو اصل دارالجزا تو آخرت ہے اپنی خدمات کو یہ بہت بڑی خدمت اور جنت کا سامان سمجھ رہا ہے، وہاں جنت کی بجائے جہنم میں پھینکا جائے گا۔

حاصل یہ کہ دین کے کام کرنے والے ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی بجائے آپس میں محبت اور ایک دوسرے کے کام میں مدد و تعاون کا تعلق رکھیں، دوسروں کو اچھا سمجھیں، انکے کاموں کی تحسین کریں، اگر ایسا نہیں تو یہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے، ایسی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

ایک بہت اہم دعا کا معمول :

میرا اس دعا کا معمول ہے :

”یا اللہ ! تیرا کوئی بھی بندہ دنیا کے کسی بھی کونے میں ، تیرے دین کی کوئی بھی خدمت کر رہا ہو ، تو اسے اخلاص عطا فرما ، اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطا فرما ، اس کی خدمت کو قبول فرما ، اس میں برکت عطا فرما ۔

(برکت کا مطلب یہ کہ تھوڑی محنت سے تھوڑے وقت میں کام زیادہ لے لے) اس خدمت کو اس کے لئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے سب اکابر کے پورے سلسلہ کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بنا ۔

”یا اللہ ! پوری دنیا میں دین کے کام کرنے والوں کو ، خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی دین کی کوئی بھی خدمت کر رہے ہوں ، ان سب کو آپس میں تحابب ، توادد ، تعاون و تناصر کی نعمت و سعادت عطا فرما ، آپس میں تباغض ، تنافر ، تحاسد کے عذاب سے حفاظت فرما ۔“

آپ حضرات بھی یہ دعا مانگا کریں ، اس کا معمول بنالیں ، اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائیں ۔

پانچواں قانون ، اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے | امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ پیدا کرنے کی جتنی فکر اور کوشش آپ دوسروں کے لئے کرتے ہیں ، اس سے زیادہ فکر اور کوشش اپنے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو دیندار بنانے پر کرنا زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے ، لوگوں کو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرتے رہتے ہیں مگر خود ان باتوں پر کتنا عمل ہے ؟ معمولی معمولی مصالحتوں کی خاطر گناہوں کی مجال میں شریک ہو جاتے ہیں ۔

یہودی دوسروں کو خوب تبلیغ کیا کرتے تھے مگر خود ان باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جرم اور گناہ پر یوں تنبیہ فرمائی :

اتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ
الْكِتَابِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (۲: ۴۴)

”کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے“
دوسری جگہ اہل ایمان کو تنبیہ فرماتے ہیں :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ
أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (۲: ۶۱)

”اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں“

یہ آیت اگرچہ دعوت و تبلیغ کے بارے میں نہیں بلکہ دعووں کے بارے میں ہے مگر چونکہ دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والا بھی زبان سے نہیں تو حال سے مدعی عمل ہوتا ہے اس لئے وہ بھی اس تنبیہ اور وعید میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطا فرمائی تو سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۝ (۲۶: ۲۱۴)
”اور آپ اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرائیے“

اس لئے اپنے قریبی رشتہ داروں اور بیوی بچوں پر دوسروں سے زیادہ محنت کریں، اور اپنا نفس تو سب سے زیادہ قریب ہے، اس پر ان سے بھی زیادہ محنت کریں۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا ۝ (۶: ۶۶)
”اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ“

اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ جب تک خود نہیں بنتے اور بیوی بچوں کو نہیں بنا لیتے اس وقت تک دوسروں کو تبلیغ نہیں کریں گے۔
یہ غلط ہے تقدم اور تاخر کی دو قسمیں ہیں۔

① زمانی ② رُتبی

یہاں اپنے نفس کو مقدم کرنا اور دوسروں کو مؤخر کرنا زمانی نہیں ہے کہ پہلے ایک عرصہ اپنے اوپر محنت کرتے رہیں اسکے بعد دوسروں کو تبلیغ کریں، یہ صحیح نہیں اسلئے کہ یہاں اپنے نفس کو مقدم کرنے اور دوسروں کو مؤخر کرنے میں تقدم و تاخر زمانی نہیں رُتبی ہے،

یعنی آپ کے دل میں جہنم اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی جتنی فکر دوسروں کیلئے ہے اپنے لئے یہ فکر نسبتاً زیادہ ہو۔ خود بھی بنیں اور دوسروں کو بھی بنائیں، دونوں کام ایک ہی زمانے میں کریں مگر اپنی فکر زیادہ ہو۔

اپنی فکر زیادہ ہے یا نہیں؟ یہ کیسے پتہ چلے؟ اس کے دو معیار ہیں :

① فکر استدراج :

دین کے کام کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو گنہگار، عاجز اور ناقص سمجھتے ہیں، دینی خدمات کو اپنا کمال نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل و انعام سمجھتے ہیں، پھر استغفار بھی کرتے ہیں اور قبولیت کی دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ خطرہ بھی رگارتتا ہے کہ معلوم نہیں ہمارے یہ خدمات قبول بھی ہیں یا نہیں اور کہیں ہمارے اندر عجب و کبر کا خیال آگیا، ہم ان خدمات کو اپنا کمال سمجھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کو آگئی غیرت، تو ہمیں ان خدمات سے محروم نہ کر دیں (یہ مضمون تفصیل سے شروع میں بیان ہو چکا ہے۔ مرتب، محاسبہ اعمال :

دینی باتیں جتنی دوسروں کے سامنے بیان کریں اس سے کہیں زیادہ اپنے طور پر خلوت میں سوچتے ہوں کہ ہم دوسروں کو جو تبلیغ کر رہے ہیں خود ہمارا ان پر عمل ہے یا نہیں؟ اپنے نقائص کو سوچ کر، استغفار اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ (۵۹ : ۱۸)

”اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ سوچا کرے کہ اس نے قیامت کے لئے کیا تیار کیا، اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

حَقِيقٌ بِالْمَرْءِ أَنْ يَكُونَ لَهُ مَجَالِسٌ يَخْلُو فِيهَا وَيَذْكُرُ ذُنُوبَهُ فَيَسْتَغْفِرُ اللَّهَ مِنْهَا (هـ)

”انسان کے لئے کچھ خلوت کی مجلسیں ضروری ہیں جن میں وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرے۔“

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرمایا ہے :

مَا عَرَضْتُ قَوْلِي عَلَى عَمَلِي إِلَّا وَجَدْتُ شَيْئًا مُنَافِقًا،

”میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا اپنے کو منافق پایا۔“

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دو باتیں ثابت ہوئیں :

- ① جو شخص دوسروں کو وعظ و تبلیغ کرتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ روزانہ کچھ وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کیا کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کی یہ دعوت و تبلیغ وغیرہ کچھ قبول نہیں، اسکی یہ خدمات اللہ کے لئے نہیں اپنے نفس کے لئے ہیں۔
- ② جو شخص تبلیغ میں مخلص ہوتا ہے وہ جب اپنے اعمال کا محاسبہ کرے گا تو اسے یہ محسوس ہوگا کہ وہ جتنی دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے اسکا عمل اس سے بہت کم ہے، اپنی عبادات کو ناقص سمجھے گا، خود کو گنہگار سمجھتا رہے گا، استغفار کرتا رہے گا، اور اپنی اصلاح میں ترقی کرتا رہے گا۔

چھٹا قانون، اہل طلب اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں تو طالبین اور غیر طالبین کو دوسروں پر مقدم رکھنا سب تک پہنچانا ہے، لیکن اگر دونوں میں معارضہ ہو جائے کہ اگر طالبین پر وقت صرف کرتے ہیں تو غیر طالبین کے لئے وقت نہیں ملتا اور اگر غیر طالبین کے لئے وقت صرف کرتے ہیں تو طالبین کے لئے وقت نہیں ملتا تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے :

طالبین کو چھوڑ کر غیر طالبین کے لئے وقت صرف کرنا جائز نہیں، اہل طلب کا حق مقدم ہے، ان پر وقت صرف کرنے کے بعد اگر وقت بچے تو دوسروں پر محنت کی جائے ورنہ نہیں۔“

اگر یہ سوچ کر : ”اہل طلب تو اپنے ہی ہیں، انھیں تو ہمیشہ ہی مواقع ملتے رہتے ہیں“ دوسروں پر وقت صرف کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی ایسی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ پہلے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انھیں چھوڑ کر مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے

سورۃ عبس میں کیسی تنبیہ فرمائی ۔

اسی طرح ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے الگ مجلس کا مطالبہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے :

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدْوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ (۱۸ : ۲۸)

”اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں، اور آپ کی نظر ان سے ہٹ کر دوسروں کی طرف نہ جانے پائے“

یعنی آپ طاہرین کو چھوڑ کر غیہ طاہرین کی طرف توجہ اور ان پر محنت نہ فرمائیں ۔

ساتواں قانون کثرت | جو شخص اپنی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ رکھے گا اور ذکر و فکر کی پابندی کرنا جسے خلوت زیادہ محبوب ہوگی وہ لازماً محاسبہ، مراقبہ کثرت نوافل، اذکار، تسبیحات اور اپنی دوسری نجی عبادات کی پابندی دوسروں کو تبلیغ اور دیگر متعدی خدمات سے زیادہ کرے گا۔ یہ پابندی اس لئے بھی زیادہ ضروری ہے کہ تبلیغ اور متعدی خدمات پر ثمرہ اسی وقت مرتب ہوتا ہے جب انسان اپنی نجی عبادت کی زیادہ پابندی کرے ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امت کی اصلاح کا درد کس کس لئے میں ہو سکتا ہے ؟ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام لیل اس حد تک فرماتے تھے کہ پاؤں میں ورم آ جاتا تھا اور کثرت سے نفل روزے رکھتے تھے اور ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے، آپ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ کثرت نوافل کی بجائے یہ وقت بھی تبلیغ دین ہی میں صرف کرنا چاہیے (اس مضمون سے متعلق ایک مستقل وعظ ”تعلیم و تبلیغ کے لئے کثرت ذکر کی ضرورت“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ مرتب) اگر کسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینا ہے تو اسے چاہیے کہ کثرت نوافل اور کثرت ذکر کی پابندی کرے۔ ایسا نہ ہو کہ جہاں دین کی خدمت میں لگے سب نفل عبادات، اذکار، تسبیحات اور نجی معمولات کو چھوڑ بیٹھے۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کے بھی

خلاف ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی۔

خلاصہ بیان :

آج کی مجلس کا خلاصہ :

تبلیغ کی دو قسمیں ہیں :

① فرض عین ② فرض کفایہ

① فرض عین :

لوگوں کو گناہوں سے روکنا بقدر استطاعت ہر شخص پر فرض ہے۔

② فرض کفایہ :

لوگوں تک شریعت کے احکام پہنچانا یعنی دین کی تبلیغ کرنا۔

پھر اس تبلیغ کی متعدد صورتیں ہیں : افتار، اصلاح باطن، درس تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و تبلیغ، جہاد و قتال فی سبیل اللہ۔

پھر ان دینی خدمات میں اخلاص ہے یا نہیں؟ اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول بھی ہیں یا نہیں؟ اس کی تین بڑی علامات ہیں :

① خوف استدراج

② کام کے ساتھ کثرت دُعا و استغفار

③ قوانین شریعت کی پابندی

قوانین شریعت :

① کسی بھی مناسبت سے چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں۔

② کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے۔

تبلیغ بصورت قتال کا اہتمام۔

④ دین کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔

⑤ اپنی اور اپنی بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے۔

⑥ اہل طلب دوسروں پر مقدم ہیں۔

⑦ کثرت ذکر و فکر کی پابندی کرنا۔

دُعَاء:

یا اللہ!

تو ہماری تمام دینی خدمات کو قبول فرما،
 ان خدمات کو اپنی مرضی کے مطابق انجام دینے
 کی توفیق عطا فرما، اپنا خوف اور اپنا تعلق
 نصیب فرما، اپنا ایسا تعلق، اپنی ایسی محبت عطا
 فرما کہ کوئی کام بھی تیری مرضی کے خلاف نہ ہونے
 پائے، تیری چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کرتے ہوئے
 بھی شرم آئے، دینی خدمات میں اخلاص عطا
 فرما اور قبول فرما، مخلوق سے نظر ہٹا کر اپنے اوپر نظر
 رکھنے کی توفیق عطا فرما، نفس و شیطان کے مکایہ
 اور حملوں سے ہماری حفاظت فرما۔ وصلیٰ للہ
 تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ
 واصحابہ اجمعین ۵

فاروق



وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ

تبلیغی جماعت

اور

انچاس کروڑ کا ثواب

بعض روایات کی تنقید و تحقیق

فی سبیل اللہ کی تفسیر و تشریح

تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ کا ثواب

اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے تبلیغی جماعت سے پوری دنیا میں اشاعت اسلام و تبلیغ دین کا کام لے رہے ہیں۔

جماعت کے کام کی غیر معمولی وسعت کی وجہ سے اس میں علم دین سے ناواقف عوام کی اکثریت ہے، جن میں سے بعض میں لاعلمی کے ساتھ تبلیغ دین کے جذبات اُبھرتے ہیں تو وہ عقائد و اعمال دونوں میں حد و شریعت سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

— ۱۳۰ رسالہ میں —

ان کو صرف بعض نظریاتی اغلاط کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، پوری تفصیل و عطا تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود میں ہے، اللہ تعالیٰ پوری اُمرت سے اپنی مرضیات کے مطابق زیادہ سے زیادہ کام لیں، سب کی خدمات کو اپنی رحمت سے قبول فرمائیں، خدمات دینیہ کے جتنے بھی شعبے ہیں سب کو باہم تحابب، تواضع، تعاون، تناصر کی دولت سے مشرف فرمائیں۔

تبلیغی جماعت

۱۹۱

انچاس کروڑ کا ثواب

استفتاء :

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان دین مبین مسائل ذیل کے بارے میں قرآن و سنت کا کیا حکم ہے کہ ماشار اللہ ہمارے ملک میں تبلیغ کا کام بہت تیزی سے چل رہا ہے مگر ان میں چند لوگ ایسے بھی ہیں کہ وہ اس حدیث مبارک ”کفّٰ بالمرء کذباً ان یحدث بکلّ ما سمع“ کے مصداق بن کر ایسی باتیں لوگوں کے سامنے کر دیتے ہیں جس سے لوگ آپس میں جھگڑا کرنے پر اتر آتے ہیں، ان ہی حضرات کے بارے میں چند سوالوں کے جوابات قرآن و سنت کی روشنی میں مطلوب ہیں جو درج ذیل ہیں :

① ان حضرات کا کہنا ہے کہ اس راستے میں ایک نماز کا ثواب انچاس کروڑ کے برابر ہے، اور اس میں اپنے ساتھ کسی دوسرے کو شامل ہونے نہیں دیتے۔ کیا از روئے شریعت انچاس کروڑ کا ثواب ثابت ہے؟ اگر ثابت ہے تو اس ثواب میں مجاہدین اور طلبہ مدارس دینیہ بھی شامل ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ کیونکہ یہ بھی علماء کلمۃ اللہ کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔

② ان میں بعض حضرات ایسے بھی ہیں جو کہ اپنے محلے کی مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلے کی مسجد میں چلے جاتے ہیں اور کہتے ہیں اس طرح کرنے سے انچاس کروڑ کا ثواب ملتا ہے، چاہے بیچ میں پانچ دس منٹ کا راستہ بھی نہ ہو۔ کیا از روئے شریعت ایسے اتنی آسانی کے ساتھ مذکورہ ثواب مل سکتا ہے؟

ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان کو سوائے چھ نمبروں کے اور کچھ نہیں آتا اور اس پر اتنی سختی سے عمل کرتے ہیں کہ ہر روز دن میں دو دفعہ سنااتے ہیں اور سنانے کے دوران کسی دوسرے کو

تلاوت کلام یا کسی دوسرے ذکر واذکار کرنے کے لئے بالکل نہیں چھوڑتے اور کہتے ہیں کہ ان نمبرات کو بیان کرتے وقت دوسرا کوئی عمل قابل قبول نہیں خواہ تلاوت کلام ہو یا کوئی اور نیک عمل ہو، اور جو ان نمبرات کو نہ سُننے اس پر طرح طرح کے فتوے لگاتے ہیں، بعض مسلمان ہونے سے بھی نکال دیتے ہیں۔

③ کچھ حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ بیت اللہ شریف پر رائے و نڈ کی فضیلت زیادہ ہے کیونکہ رائے و نڈ میں ایک نماز کا ثواب اُنچاس کروڑ ہے اور بیت اللہ شریف میں ایک لاکھ۔

دوسری بات یہ ہے کہ تبلیغ کا کام رائے و نڈ میں ہوتا ہے وہاں نہیں ہوتا۔

اسی طرح یہ حضرات پورے دین کا انحصار اسی ایک ہی راستے میں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دنیا میں دین پھیلانا ہے اور ایمان بنانا ہے تو اس راستے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں۔ تو کیا اس طرح کہنا درست ہے؟ جبکہ دینی مدارس کے ذریعہ اور اسی طرح جہاد کے ذریعہ بھی دین پھیلا جاسکتا ہے۔

ان حضرات کی یہی کوشش رہتی ہے کہ علماء، طلباء اور مجاہدین کو اپنے ساتھ اسی راستے میں لگائیں تو کیا اس طرح کرنے سے دینی مدارس بند ہونگے یا نہیں اور جہاد ختم ہو گا یا نہیں؟ براہ کرم مسائل مذکورہ کے بارے میں قرآن و حدیث کا حکم بیان فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں اور ثواب دارین حاصل کریں۔ و بجزہ علی اللہ

المستفتی: بندہ فضل و ہاب کوہستانی صوبہ سرحد

مورخہ ۸ اکتوبر ۱۹۸۹ء

جواب از جامعہ دارالعلوم کراچی

الجواب حامداً ومصلحاً

① دین کی اشاعت و تبلیغ یا تحصیل علم دین یا جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ میں نکلنے یا لگنے والے کے نماز، روزہ، ذکر وغیرہ کے بارے میں ایسی کوئی صریح حدیث تو ملی نہیں جس کے الفاظ سے صاف صاف ثابت ہو کہ ایک نماز اور ایک تسبیح وغیرہ کا ثواب اُنچاس کروڑ کے برابر ملتا ہے۔ البتہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر (اپنی ذات پر) خرچ کرنے والے کو ایک درہم کے بدلے میں سات لاکھ درہم خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکل کر نماز، روزہ، ذکر کا ثواب اللہ کی

تبلیغی جماعت اور اُنچاس کروڑ

لیکن اول تو یہ دونوں حدیثیں سنداً ضعیف ہیں اس لئے ان سے استدلال اور ان کے ضعف پر تنبیہ کئے بغیر ان کی تشہیر عام طور پر جائز نہیں۔ وہ دونوں حدیثیں ذیل میں مع سند و جرح کے پیش کی جاتی ہیں :

(ابن ماجہ ص ۹۲۲ الترغیب ص ۲۵۳ ج ۲)

اور امام منذری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”الترغیب والترہیب“ میں کہا ہے :
لا اعرفه بعد الة ولا جرح -

اور امام دارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ”غرائب مالک“ میں ایک حدیث ابن ابی ذئب عن
الخیل بن عبد اللہ عن اخیه عن علی کے طریق سے نقل کرنے کے بعد فرمایا :
الخیل و اخوه مجهولان ۔

تبلیغی جماعت اور انجیاس کروڑ ————— ۵

(۲) حدثنا احمد بن عمرو بن سرح نا ابن وهب عن يحيى بن ايوب و
 سعيد بن ابى ايوب عن زيان بن فائد عن سهل بن معاذ عن ابيه قال
 قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الصلوة والصيام والذكر ويدخل
 فيه التسبيح والتهليل والتكبير والتصلية وقراءة القرآن بالتدبر وغير ذلك
 من انواع الذكر يضاعف اى يزداد باعتبار الاجر والثواب على النفقة في
 سبيل الله عز وجل بسبع مائة ضعف ولفظ احمد في مسنده قال ان الذكر
 في سبيل الله تعالى يضاعف فوق النفقة بسبع مائة ضعف قال يحيى في
 حديثه بسبع مائة الف ضعف، والحديث ضعيف لان في سنن زيان بن
 فائد وسهل بن معاذ (بذل المجهود ص ۲۷ ج ۲، الترغيب ص ۲۶ ج ۲)

اس حدیث کو دو راویوں کی وجہ سے ضعیف کہا گیا ہے :

(۱) زیان بن فائد (۲) سهل بن معاذ

زیان بن فائد کے بارے میں حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ”تہذیب التہذیب ص ۳۰۸ ج ۳“
 میں فرماتے ہیں :

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

احادیثہ مناکیر۔

اور ابن معین رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

شیخ ضعیف،

اور ابن حبان رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

منکر الحدیث جدا یتفرد عن سهل بن معاذ بنسخة كأنها موضوعة لا يحتج به۔

اور الساجی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

عند مناکیر،

دوسرے راوی سهل بن معاذ بن انس الجہنی کے متعلق ”تہذیب التہذیب ص ۲۵۸ ج ۲“ میں

فرماتے ہیں :

نزل مصر روی عن ابيه وعنه يزيد بن ابى حبيب وابو مرحوم عبد الرحيم

ابن ميمون وفروة بن مجاهد واسماعيل بن يحيى المعافى وزيان بن فائد

تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ _____ ۶

واللیث بن سعد ویحییٰ بن ایوب وغیرہم، قال ابوبکر بن ابی خيثمة عن
ابن معین ضعیف و ذکرہ ابن حبان فی الثقات . قلت لکن لا یعتبر حدیثہ
ما کان من دولیة زبان بن فائد عنہ و ذکرہ فی الضعفاء فقال منکر
الحدیث جدًّا أفست ادری اوقع التخلیط فی حدیثہ منہ او من زبان
فان کان من احدهما فالأخبار التي رواها ساقطة -

دوسرے اگر ان دونوں حدیثوں کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو ”فی سبیل اللہ“ کے مفہوم
میں درس و تدریس، تحصیل علم دین، وعظ و نصیحت، اصلاح باطن، دعوت و تبلیغ، خواہ
تبلیغی جماعت کے ذریعہ یا کسی اور طریق سے، اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلنا
اور امر بالمعروف نہی عن المنکر وغیرہ کے تمام شعبے شامل ہیں، ان سب کے لئے یہ ثواب
ثابت ہوگا۔ یہ ثواب صرف تبلیغی جماعت کے ساتھ خاص نہیں ہے، جماعت کے ساتھ
نکلنے میں اس ثواب کو خاص کرنا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے محض جہالت اور کم علمی کی بات ہے،
فی الترغیب والترہیب ص ۲۵۷ ج ۲ :

ذکرت فیہ ثمانیۃ انواع الاجہاد فی سبیل اللہ وعدت فیہا عارۃ الکفار لاجل
نصر دین اللہ ودعوة الناس الى الحق وحثهم على العمل بكتاب الله تعالى و
سنة نبيه صلى الله عليه وسلم وجاهدة النفس بالتعلى بالمكارم والتخلی
عن الرذائل وتعلم امور الدين والسير على منهج خير المرسلين ثم العمل
باحكام الشريعة الغراء حتى ينيح شررها في دوحته وجاهدة الشيطان
بدفع ما يأتي به من الشبهات وما يزينه من الشهوات ونصب العالم
كله للارشاد والوعظ، والهداية والنصيحة وتفهم الناس الايات القرآنية
والاحاديث النبوية والاحكام الفقهية والسيرة النبوية وتاريخ ابطال
الاسلام وحماة ومحبة الصالحين وزيادة المتقين ومودة العالمين و
الاستضاءة بانوارهم والافتداء بانفعالهم -

هذا ما لخصته من الترغيب والترهيب ان شئت التفصيل فارجع اليه -

(۲) اصل بنیاد اس ثواب کو حاصل کرنے کے لئے اخلاص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ
کے راستے میں نکلنا یا دین کے کام میں لگنا ہے لہذا جب بھی اللہ تعالیٰ کے لئے علم دین
تبلیغی جماعت اور انچاس کرڈر

حاصل کرنا یا درس و تدریس اختیار کرنا یا جہاد کرنا یا دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت وغیرہ کے لئے نکلنا یا اس کام میں مصروف ہونا پایا جائے گا تو مذکورہ ثواب ملے گا خواہ اس نیت سے نکلے اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھے خواہ دوسرے محلہ کی مسجد میں، مسجد کے قریب اور دور ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا، اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے گو اپنے محلہ کی مسجد میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

انما الاعمال بالنیات وانما لامری ما نوى الم (بخاری)

چھ نمبر جو تبلیغی جماعت میں رائج ہیں یہ دین سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے بزرگوں نے منتخب فرمائے ہیں، لیکن پورا دین انہی کو سمجھنا صحیح نہیں ہے بلکہ یہ تو اکثر عبادات سے متعلق ہیں، ان کے علاوہ بھی دین کے بہت اہم شعبے ہیں جو انسان کی اجتماعی و انفرادی، معاشی و سیاسی زندگی سے متعلق ہیں، انہیں سیکھنا بھی ضروری ہے۔

چھ نمبروں کا روزانہ یا صبح شام تذکرہ کرنا اور اس پر عمل کرنے کی تلقین کرنا درست ہے اور باعث اجر ہے لیکن ان کے تذکرہ کو فرض و واجب سمجھنا اور جو انکو نہ سنے اس پر طعن کرنا اور طرح طرح کے فتوے جڑنا یہاں تک کہ نہ سنے والوں کو مسلمان بھی نہ سمجھنا سراسر ناجائز اور کھلی گمراہی ہے۔ اسی طرح چھ نمبروں کے تذکرہ کے دوران دوسروں کو کلام پاک کی تلاوت، ذکر و تسبیح و دیگر عبادات سے روکنا اور یہ کہنا کہ ”چھ نمبروں کے بیان کے دوران دوسرا کوئی نیک عمل قابل قبول نہیں“ بدترین گمراہی اور سخت غلو اور جہالت کی بات ہے جس سے توبہ واجب ہے اور آئندہ ایسا طرز عمل اختیار کرنے سے گریز لازم ہے۔

فی رد المحتار ص ۶۶۰ ج ۱ :

اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحب ذکر الجماعة فی المساجد وغیرھا الا ان یشوش

جھرم علی نائم او مصلّ او قارئ

وفی خلاصۃ الفتاویٰ ص ۱۰۳ ج ۱ :

رجل ینکب الفقہ ومجنبہ رجل یقرأ القرآن ولا یمکنہ استماع القرآن فالانقر علی

القارئی وعلی ہذا الوقف اعلی السطح فی اللیل جھرا والناس نیامت اثم۔

(۳) رائے فوڈ کو کعبۃ اللہ پر فضیلت دینا بدترین غلو اور گمراہی ہے،

وجہ اس کی یہ ہے کہ تبلیغی جماعت کے ساتھ نکلنے یا رائے فوڈ کے تبلیغی اجتماع میں شامل ہونے

تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ

یا دنیا میں کسی اور جگہ ہونے والے تبلیغی اجتماع میں شریک ہونے کی صورت میں اُنچاس کروڑ کا ثواب بالفرض تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ تبلیغ کی اس خاص صورت میں منحصر نہیں بلکہ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلے گا اور دین کی کسی بھی خدمت میں لگے گا اس کو اپنی ہر عبادت پر اُنچاس کروڑ گنا ثواب ملیگا، بشرطیکہ ان دونوں حدیثوں کو قابل استدلال تسلیم کر لیا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلنا عام ہے خواہ علم دین حاصل کرنے کے لئے نکلے خواہ جہاد کرنے کے لئے نکلے خواہ مسلمانوں کی اعانت و نصرت کے لئے یا کسی اور کار خیر کے لئے نکلے یہ سب صورتیں فی سبیل اللہ میں داخل ہیں۔ لہذا جو شخص بیت اللہ شریف میں تبلیغ کے لئے یا علم دین حاصل کرنے کے لئے یا حج و عمرہ کرنے کے لئے جائے گا تو اس کو اللہ کے راستے میں نکلنے کا ثواب بھی ملیگا اور خاص بیت اللہ شریف کی فضیلت یعنی ایک لاکھ گنا ثواب ملنے کی فضیلت بھی حاصل ہوگی، اس طرح اس کا ثواب اُنچاس کروڑ سے بے شمار گنا بڑھ جائے گا اِنْ شَاءَ اللہ تعالیٰ، اور رائے و مذہب جانے پر بیت اللہ شریف والی فضیلت حاصل نہ ہوگی، اس لحاظ سے رائے و مذہب کو بیت اللہ شریف پر ہرگز ہرگز فضیلت حاصل نہیں۔ اور یہ کہنا کہ ”رائے و مذہب میں تبلیغی کام ہوتا ہے اور بیت اللہ شریف میں نہیں ہوتا“

یہ بھی محض غلط، تعصب اور جہالت کی بات ہے، خانہ کعبہ کے اندر بھی تبلیغ دین کا کام اور مختلف انداز سے دینی خدمت ہوتی ہے، گو تبلیغی جماعت کے ماتحت نہ ہوتا ہو۔

اشاعت دین اور تبلیغ دین کسی بھی جائز طریقہ سے ہو وہ درست اور معتبر ہے، تبلیغی جماعت کے ساتھ مل کر تبلیغی جماعت کے اصول و قواعد کی روشنی میں تبلیغ کرنا شرعاً کوئی فرض و واجب نہیں، نیز تبلیغ دین تبلیغی جماعت کے ساتھ کام کرنے میں شرعاً منحصر نہیں جو کوئی ایسا سمجھتا ہے یہ اس کی جہالت ہے یا غلو ہے جو کھلی گمراہی ہے۔

فی کنز العمال ص ۱۹۲ ج ۱۲ :

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ عَلٰی هٰذَا الْمَسْجِدِ مَسْجِدِ مَكَّةَ فِیْ كُلِّ یَوْمٍ وَلَیْلَةٍ عَشْرَیْنِ وَ

مَا سِتَّةَ رَحْمَةِ سِتِّیْنَ لِلطَّائِفِیْنَ وَارْبَعِیْنَ لِلْمَصَلِّیْنَ وَعَشْرَیْنَ لِلنَّاطِقِیْنَ ۔

وفی سنن ابن ماجہ ص ۱۰۳ :

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صلوۃ الرجل فی بیته بصلوۃ و صلوۃ فی مسجد القبائل مجنس وعشرین صلوۃ

و صلوۃ فی المسجد الاقصیٰ مجنسیں الفہ صلوۃ و صلوۃ فی مسجدیٰ مجنسیں

الف صلوٰۃ و صلوٰۃ فی المسجد الحرام بمائۃ الف صلوٰۃ -

تنبیہ !

واضح ہو کہ سوال میں تبلیغی جماعت کے جن بعض افراد کا حال تحریر کیا گیا ہے ان کا یہ انفرادی حال اور انفرادی طرز عمل ہے، جو ان افراد کی نادانی، جہالت اور تبلیغ کی شرعی حقیقت سے ناواقف ہونے پر مبنی ہے، ان کی اس نادانی اور جہالت کی وجہ سے پوری تبلیغی جماعت کو غلط سمجھنا اور ان جیسا سمجھنا درست نہیں ہے۔ تبلیغی جماعت مجموعی اعتبار سے صحیح جماعت ہے اور اس پر خیر غالب ہے، اس کے ذریعہ خلق خدا کو دینی نفع پہنچ رہا ہے جو قابل قدر ہے، اعتدال پر قائم رہتے ہوئے اس جماعت کے ساتھ تعاون اور شرکت بلاشبہ نافع اور مفید ہے، بعض افراد کی نادانی کی وجہ سے ساری جماعت کو غلط سمجھنا اور اس کی نافعیت سے انکار کرنا غلط اور جہالت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

کتبہ، بندہ محمد نسیم مہراب پوری عفی عنہ

دار الافتاء دارالعلوم، کراچی

الجواب صحیح
الحق مرقی دہلوی عفی عنہ
۱۱-۶-۱۴۱۰ھ دارالافتاء دارالعلوم کراچی



۱۱-۶-۱۴۱۰ھ
نائب مفتی دارالعلوم کراچی



الجواب صحیح
نسیم دہلوی عفی عنہ



۱۴۱۰ . ۸ . ۱۴

نسیم مفتی دارالافتاء دارالعلوم کراچی

سوال متعلق بالا :

سوال : تبلیغ میں نکلنے پر ”انچاس کروڑ“ کے ثواب کے بارے میں دارالعلوم سے ایک فتویٰ لکھا گیا تھا جس پر آپ کی بھی تصدیق ہے۔ ایک مولوی صاحب نے اسکے خلاف لکھا ہے جس کی کاپی ارسال خدمت ہے، اس پر نظر فرما کر فیصلہ تحریر فرمائیں۔
دارالعلوم کے فتویٰ کے خلاف تحریر :

بعض روایات کے ظاہر سے یہ سمجھنا درست ہے کہ راہِ خدا میں نکل کر ایک نماز کی ادائیگی کا ثواب دوسری عام نمازوں سے انچاس کروڑ گنا ہے۔

عن عمران بن حصین عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ارسل نفقة فی سبیل اللہ واقام فی بیتہ فله بكل درہم سبعمائة درہم یوم القیامة ومن غزا فی سبیل اللہ وانفق فی حجة ذلک فله بكل درہم سبعمائة الف درہم ثم تلا هذه الآية واللہ یضاعف لمن یشاء۔
ابن کثیر رحمہ اللہ نے بروایت ابن ابی حاتم نقل کر کے فرمایا :

هذا حدیث غریب (تفسیر ابن کثیر ص ۳۱ ج ۱)

عن معاذ بن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الصلوة والصیام والذکر یضاعف علی النفقة فی سبیل اللہ عز وجل بسبعمائة ضعف، رواہ ابوداؤد فی باب تضعیف الذکر۔
شارح رحمہ اللہ نے فرمایا :

ولفظ احمد فی مسنده قال ان الذکر فی سبیل اللہ تعالیٰ یضعف فوق النفقة بسبعمائة ضعف قال یحییٰ فی حدیثہ بسبعمائة الف ضعف، والحدیث ضعیف لان فی سندہ زبان بن فائد وسهل ابن معاذ (بذل المجہود ص ۳۳ ج ۱۱)

یہاں حدیث ثانی میں یضاعف علی النفقة کہا گیا ہے اور نفقة کا ثواب حدیث اول میں بتلایا گیا، لہذا دونوں حدیثوں میں مذکور ثواب کو باہم ضرب دیا جائے تو حاصل ضرب انچاس کروڑ نکل آتا ہے اور ضرب دینے کے بعد حدیث ثانی کے خط کشیدہ الفاظ کا مطلب واضح ہو جاتا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ کیا مذکورہ دونوں حدیثیں اس قابل ہیں کہ ان سے یہ مدعی ثابت کیا جائے۔

تو جہاں تک حدیث اول کا تعلق ہے اس کے سلسلے میں عرض ہے کہ اس حدیث کے راویوں میں ایک راوی خلیل بن عبد اللہ بھی ہیں۔ ان کو بعض کتابوں میں غیر معروف کہا گیا ہے، لیکن یہی حدیث چونکہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کے واسطے سے بھی مروی ہے، جیسا کہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے

مثل الذین ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبۃ

کے تحت روایت کی ہے (ج ۱ پ ۳۷۷)

اور محدثین کے ہاں بالعموم معروف ہے کہ اگر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کوئی روایت ذکر کرے اور اس کے راویوں پر جسرح نہ کرے تو یہ توثیق کی علامت ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

سکوت ابن ابی حاتم او البخاری عن الجرح فی الراوی توثیق له قال الحافظ فی "تجلیل المنفعة" فی مواضع عدیدة ذکرہ ابن ابی حاتم ولم ینذرفیہ جرحا، منها فی ص ۲۵۳ فی ترجمة عاصم (عاصم بن صہیب) و فی ص ۲۱۹ فی ترجمة (عبد اللہ بن المحصین) و فی ص ۲۲۳ فی ترجمة (عبد اللہ بن سعید عن عبد اللہ بن ابی اوفی) و فی ص ۲۲۵ فی ترجمة (عبد اللہ بن عباد) و فی ص ۲۲۵ فی ترجمة (عبد ربیع بن میمون) و فی ص ۲۵۲ فی ترجمة (عبد الرحمن بن عقبہ) و صنیعہ یدل علی ان سکوت ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ عن الجرح توثیق کسکوت البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ (تواعد علوم الحدیث ص ۳۵۸)

لہذا اس حدیث سے استدلال صحیح ہے۔

اور جہاں تک حدیث ثانی کا تعلق ہے تو اس حدیث کو اگرچہ ضعیف کہا گیا ہے لیکن یہ ضعف اس درجے کا نہیں ہے جس کی بنا پر اس کو مسترد کیا جائے۔

سہل بن معاذ کو ابن حبان نے ثقہ کہا ہے۔

اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے سہل بن معاذ کے بارے میں فرمایا ہے :

تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ

سہل بن معاذ الجہانی نزل مصر لا بأس به إلا فی روایات زبان

ابن فائد عنہ، من الرابطة (تقریب التہذیب ص ۲۵۸)

یعنی سہل سے حدیث روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں الا یہ کہ ان سے زبان بن فائد روایت کرے اور ان کا تعلق محدثین کے طبقہ رابعہ سے ہے۔

البتہ زبان بن فائد کے بارے میں حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

زبان بن فائد هو ضعيف الحديث مع صلاحه وعبادته (تقریب مٹلا)

یعنی زبان بن فائد اپنی ورع و عبادت کے باوجود حدیث میں ضعیف ہے۔

لہذا ان دونوں حدیثوں میں سے صرف دوسری حدیث کو صرف زبان کی وجہ سے ضعیف قرار دیا گیا ہے لیکن اس درجہ کے ضعف کے لئے

انما یوفی الضمیر ون اجرہم بغیر حساب،

جابر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس آیت کے عموم میں اجر مخصوص بھی داخل ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال : لما نزلت مثل الذین ینفقون

اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ

ماتت حبة واللہ یضاعف لمن یشاء واللہ واسع علیم ۵

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رب زد امتی فتزلت : انما یوفی

الضمیر ون اجرہم بغیر حساب، رواہ ابن حبان فی صحیحہ والبیہقی

(ترغیب و ترہیب ص ۳۷۶ ج ۲)

بہر حال مذکورہ دونوں حدیثیں اگرچہ متکلم فیہ ہیں لیکن یہ ضعف اس درجہ کا نہیں جس کی وجہ سے ان پر عمل نہ کیا جائے۔

جیسا کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس راوی کے بارے میں محدثین کرام ضعیف، مجہول وغیرہ الفاظ کہہ دیں تو وہ حدیث ضعیف متروک العمل نہیں ہوگی بلکہ وہ معتبر اور قابل استدلال قرار پاتی ہے۔

وقولہم لیس بقوی واذ قالوا ضعیف الحدیث فدون لیس

بقوی ولا یطرح بل یعتبر بہ (تدریب الراوی ص ۳۳۶ ج ۱)

ومن الفاظہم فلان روی عنہ الناس، وسط، مقارب الحدیث

تبلیغی جماعت اور انسچاس کمرور

مجہول ما اعلم به بأسا۔ ویستدل علی معانیہا بما تقدم

(تدریب الراوی ص ۳۴۸ ج ۱)

ابھی یہ بات کہ حدیث ضعیف کو فضائل کے حلقوں میں بیان کر سکتے ہیں یا نہیں اور اس کے ساتھ ضعف کو بیان کرنا بھی ضروری ہوگا یا نہیں؟

اس سلسلہ میں عرض یہ ہے کہ حدیث میں اگر شدید درجہ کا ضعف نہیں اور وہ موضوع بھی نہیں ہے تو اس کا بیان کرنا بدون بیان ضعف درست ہے بلکہ بعض محدثین نے فضائل میں بیان ضعف سے چشم پوشی اور تساہل کو واجب قرار دیا ہے۔

البتہ اگر حدیث موضوع ہے تو اس کے وضع پر تنبیہ کئے بغیر بیان کرنا جائز نہیں۔
واما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال ولا روايته الا اذا قرن
ببيانہ۔

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله بحال) ای ولو فی فضائل الاعمال، قال ط ای حیث کان مخالفا لقواعد الشریعة واما لو کان داخلًا فی اصل عام فلا مانع منه لا لجعله حدیثا بل لدخوله تحت الاصل العام اھ تأمل۔

(قوله الا اذا قرن) ای ذلک الحدیث المروی ببیانہ ای بیان وضعہ، اما الضعیف فتجوز روايته بلا بیان ضعفہ

(الدر المختار مع الشامیۃ ص ۱۲۸ ج ۱، ایچ ایم سعید)

اسی طرح خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ نے باب التشدد فی احادیث الاحکام والتجوز فی فضائل الاعمال کے تحت کئی قول اہل علم کے اسی سے متعلق ذکر کئے ہیں۔

④ اخبرنا محمد بن احمد بن یعقوب قال انا محمد بن نعیم قال سمعت ابا زکریا العنبری یقول الخبر اذا ورد لم یحرم حلالا ولم یحل حراما ولم یوجب حکما وکان فی ترغیب او ترہیب او تشدید او ترخیص وجب الاغماض عنہ والتساهل فی روايته،
(کتاب الکفایۃ ص ۱۳۳)

اسی طرح ابن صلاح رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مقدمہ میں فرماتے ہیں :

يجوز عند اهل الحديث وغيرهم المشاهل في الاسانيد ورواية ما سوى
الموضوع من انواع الحديث الضعيفة من غير اهتمام ببيان ضعفها في
ما سوى صفات الله تعالى واحكام الشريعة من الحلال والحرام
وغيرهما وذلك كالمواعظ والقصاص وفضايا الاعمال وسائر فنون
الترغيب والترهيب وسائر ما لا يتعلق له بالاحكام والعقائد، ومن
روينا عنه التصيص على المشاهل في نحو ذلك عبد الرحمن بن مهدي
واسم بن حنبل رضي الله عنهما (علوم الحديث لابن صلاح ص ۹۳)

تدريب الراوی میں ہے :

وعبارة الزركشي : والضعيف مردود ما لم يقتض ترغيبا او ترهيبا او
تعدا طريقة ولم يكن المتابع من خطا عنه، وقيل لا يقبل مطلقا وقيل
ان شهد له اصل واندرج تحت عموم انتهى ويعمل بالضعيف في
الاحكام ايضا اذا كان فيه احتياط -

عبد الوہاب عبد اللطیف نے اپنی تعلیق علی التدریب میں لکھا ہے :

نص على قبول الضعيف في فضائل الاعمال احمد بن حنبل وابن
سيد الناس والنووي والعراقي والسخاوي وشيخ زكريا وابن حجر
العسقلاني والسيوطي وعلى القاري بل ذهب ابن الهمام الى انه يثبت
به الاستحباب وأشار الى ذلك النووي وابن حجر المكي والجلال
الدواني، ومن منع العمل به (لابيانه) الشهاب الضخاجي والجلال
الدواني وتوسع في القول فيه والعمل اللكنوي في ظفر الاماني -

(تدريب الراوی ص ۲۹۹)

مذکورہ عبارات سے خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ فضائل اعمال سے متعلق احادیث ضعیفہ
کو بیان ضعف کے بغیر ذکر کرنا درست ہے -

الجواب باسم ملهم الصواب

جواز العمل بالحديث الضعیف کے لئے چار شرائط ہیں :

شرط اول : عدم اثبات حکم شرعی۔

”انچاس کروڑ“ سے تحدید کا اعتقاد اثبات حکم شرعی ہے۔

شرط ثانی : عدم شدة الضعف

معینا شدۃ الضعف وخفته :

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ :

(قوله من طرق) ای یقوی بعضها بعضا فارقی الی مرتبة الحسن ط

اقول : لكن هذا اذا كان ضعفه لسوء حفظ الراوی الصدوق الامین والارسال

اولئذ ليس او جهالة حال ، اما لو كان لفسق الراوی او كذبه فلا يؤثر فيه موافقة مثله

له ولا يرتقى بذلك الى الحسن كما صرح به في المقترية وشرحه -

(قوله عدم شدة ضعفه) شديد الضعف هو الذي لا يخلو طريق من طرق عن

كذاب او متهم بالكذب قاله ابن حجر ط (رد المحتار ص ۱۲۸ ج ۱)

مرسل تحریر میں تدریب الراوی سے ضعف خفیف کی فہرست میں یہ الفاظ نقل کئے

گئے ہیں :

ليس بقوى ، ضعيف الحديث ، روى عنه الناس ، وسط ، مقارب الحديث

مجهول ، ما اعلم به بأسا -

اور فتویٰ میں زیر بحث دونوں حدیثوں پر جرح کے ذیل میں یہ الفاظ ہیں :

مجهول ، حديث منكر ، لا يعرف ، احاديث مناكير ، ضعيف ، منكر الحديث

جدا ، يتقدم عن سهل بن معاذ بن نسيئة كأنها موضوعة لا يحتج به ، عند مناكير ،

سهل بن معاذ لا يعتبر حديثه ما كان من رواية زبان بن فائد عنه ، منكر الحديث

جدا ، فليست ادري اوقع التخليط في حديثه منه او من زبان فان كان من احدهما

فالاخبار التي رواها ساقطة -

اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ ان حدیثوں میں شدہ ضعف کا انکار صحیح نہیں، بالخصوص حدیث ثانی میں۔
محرر نے حدیث اول تفسیر ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کی ہے اور اسمیں صنیع ابن ابی حاتم
رحمہ اللہ تعالیٰ سے اس کی توثیق ثابت کرنے کی کوشش کی ہے جو صحیح نہیں۔

محرر کا ”ہذا حدیث غریب“ کو حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول قرار دینا وہم ہے، حقیقت یہ ہے
کہ یہ تنقید و جرح خود ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے فرمائی ہے، لفظ ”غریب“ کا اطلاق کبھی ”شاذ و منکر“ پر بھی ہوتا ہے،
قال الشيخ عبد الحق رحمه الله تعالى :

والغريب قد يقع بمعنى الشاذ اى شذوذا هو من اقسام الطعن في الحديث وهذا هو
المراد من قول صاحب المصابيح من قوله هذا حديث غريب لما قال بطريق الطعن -
وقال في الفصل المتقدم :

وسوء الحفظ ان كان لازم حاله في جميع الاوقات ملة عمره لا يعتبر بحدیثه وعند
بعض المحققين هذا البضاً داخل في الشاذ (مقدمة المشكوة ص ۲)

حدیث زیر بحث کو فتویٰ میں مذکور تفصیل کے مطابق ابن الہادی، ذہبی، حافظ ابن حجر،
منذری اور دارقطنی جیسے ائمہ جرح و تعدیل نے ”ضعیف و منکر“ قرار دیا ہے، اس کے پیش نظر
ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول ”ہذا حدیث غریب“ سے انکی مراد واضح ہو جاتی ہے۔
محرر نے ابن ابی حاتم رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت سے اثبات توثیق کے لئے جس قدر کاوش و
محنت کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس نے اپنے مقصد کے لئے کتب جرح و تعدیل کے
تفحص و تنقیر میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا اسکے باوجود کامیابی نہ ہو سکی تو بالآخر ابن ابی حاتم رحمہ اللہ
کی روایت کا سہارا لیا جس کا حال بتایا جا چکا ہے۔

یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہے کہ صرف اس ایک حدیث کی توثیق سے مدعی ثابت نہیں
ہو سکتا، اس لئے کہ ”انچاس کروڑ“ کا حساب دونوں حدیثوں کے مجموعہ پر مبنی ہے۔

شرط ثالث : دخول فی اصل عام

والله يضاعف لمن يشاء اور انما يوفي الصابرون اجرهم بغير حساب میں ان احادیث
کے مضمون کا ادخال اس لئے صحیح نہیں کہ اس اصل میں ”بغير حساب“ ہے اور احادیث سے
”انچاس کروڑ“ کا حساب ثابت کیا جاتا ہے۔

شرط رابع : عدم اعتقاد السنية -

عام تبلیغی بھائی اسے سنت سے بھی بڑھ کر فرض سمجھتے ہیں۔

روایۃ الحدیث الضعیف :

قال الامام الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مغزیا للتقریب و شرحہ :

اذا اردت روایۃ حدیث ضعیف بغیر اسناد فلا تقل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وما اشبه ذلك من صیغہ الجزم بل قل روی عنہ کذا او بلغنا او ورد او جاء او نقل وما اشبه ذلك من صیغہ التمریض وکن افيما تشاء فی صحۃ وضعفہ ، اما الصحیح فا ذکرہ بصیغۃ الجزم و یقیم فیہ صیغۃ التمریض کما یقبل فی الضعیف صیغۃ الجزم (حاشیۃ الطحاوی علی المرقی ص ۴۲) وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ :

اما الضعیف فتجوز روایتہ بلا بیان ضعفہ لکن اذا اردت روایتہ بغیر اسناد فلا تقل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا وما اشبهہ من صیغہ الجزم بل قل روی عنہ کذا او بلغنا کذا او ورد او جاء او نقل عنہ وما اشبهہ من صیغہ التمریض وکن انا تشاء فی صحۃ وضعفہ کما فی التقریب (رد المحتار ص ۱۲۸) مخرج نے شامیہ کی عبارت مذکورہ سے صرف ”اما الضعیف فتجوز روایتہ بلا بیان ضعفہ“ نقل کر کے آگے تفصیل معلوم نہیں کس مصلحت سے چھوڑ دی ہے۔ اس تفصیل سے ثابت ہوا :

حدیث ضعیف اگر سند سے روایت کی جائے تو بیان ضعف ضروری نہیں اسلئے کہ اہل فن تحقیق سند سے مقام حدیث معلوم کر لیں گے۔

بلا سند روایت کی جائے تو بصیغہ ”تمریض“ ضعف پر تنبیہ ضروری ہے، لیکن اس زمانہ میں عوام بلکہ اکثر خواص بھی تحقیق سند کی نہ صلاحیت رکھتے ہیں اور نہ ہی اس کی ضرورت سمجھتے ہیں، اسی طرح صیغہ ”تمریض“ سے ضعف پر تنبیہ بھی انکے فہم سے بالاتر ہے، اب تو جو شخص بھی لفظ ”حدیث“ سنتا ہے اسے یقیناً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہی سمجھتا ہے، اس لئے ہر کیف روایت میں بیان ضعف لازم ہے۔

مزید بریں جب عمل بالضعیف کے لئے عدم اعتقاد السنۃ شرط ہے تو بدون بیان ضعف اس شرط پر عمل کرنا کیسے ممکن ہوگا ؟

تقابل کے بارے میں جو عبارات نقل کی گئی ہیں وہ شرائط اربعہ مذکورہ کے ساتھ مقید ہیں کما هو ظاہر جلد ۱ - واللہ تعالیٰ اعلم۔ ۲۱، جمادی الآخرہ ۱۴۱۱ھ، ہجری

الحاق

دارالعلوم کراچی کے جواب میں مذکور تحقیق پر اعتماداً تصدیق کر دی تھی، اس وقت زیادہ تعمق کی ضرورت محسوس نہ ہوئی، بعد میں احسن الفتاویٰ کی تیویب کے دوران اس مسئلہ پر غور کرنے کا موقع ملا تو ثابت ہوا کہ اس جواب میں بعض باتیں خلاف تحقیق ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

اولاً واقعہ یہ ہے کہ جہاد یا کسی دوسرے عمل سے متعلق کوئی ایسی صریح حدیث نہیں ملی جس کے الفاظ سے صاف صاف یہ ثابت ہو کہ جہاد وغیرہ میں نکل کر ایک نماز یا ایک بیج وغیرہ پڑھنے کا ثواب انچاس کروڑ کے برابر ملتا ہے، بلکہ یہ فضیلت دو حدیثوں کے مضمون کو ملا کر مستنبط کی گئی ہے، اس لئے جہاد کے لئے بھی یہ فضیلت اس طرح بیان کرنا کہ حدیث میں یوں ہے محل نظر ہے۔

ثانیاً جن دو حدیثوں کے مضمون کو ملا کر یہ فضیلت مستنبط کی گئی ہے وہ دونوں سنداً ضعیف ہیں، ان پر مفصل کلام دارالعلوم کراچی کے فتویٰ اور اس فتویٰ کے رد میں لکھی گئی تحریر کے جواب میں دارالافتاء والا رشاد کے فتویٰ میں گزر چکا ہے۔

ثالثاً اگر ان دونوں حدیثوں کو قابل استدلال تسلیم بھی کر لیا جائے تو چونکہ ان میں سے ایک روایت میں من غزاب نفسہ کی تصریح ہے، اس لئے اس موقع پر فی سبیل اللہ میں عموم مراد لے کر اس فضیلت کو دین کے دوسرے شعبوں کے لئے عام و شامل ماننے کی کوئی گنجائش نہیں، بلکہ یہ فضیلت صرف غزوہ کرنے والے یعنی کفار کے خلاف برسرِ پیکار مجاہدین کے ساتھ خاص ہوگی۔

لہذا دعوت و تبلیغ ہو یا کوئی دوسرا شعبہ دین، ان کے اپنے فضائل بہت ہیں، انہی پر اکتفا کیا جائے، یہ مخصوص فضیلت ان کے لئے بیان کرنا کسی صورت صحیح نہیں۔

رابعاً مذکورہ فضیلت دعوت و تبلیغ اور دوسری دینی خدمات کے لئے ان دو حدیثوں میں مذکور لفظ "فی سبیل اللہ" کو عام قرار دیکر مستنبط کی گئی ہے، جبکہ جہاد اور فی سبیل اللہ ان اصطلاحات شرعیہ میں سے ہیں جن کا عرف شرع میں خاص مصداق متعین ہے، وہ یہ کہ کفار سے لڑنے کے لئے میدان جہاد میں نکلے۔

احادیث یا اقوال علماء میں اس کے علاوہ کسی عمل پر اگر کبھی جہاد یا فی سبیل اللہ کا اطلاق

کیا گیا تو وہ مجازاً کیا گیا، اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ اس پر جہاد کے تمام فضائل حاصل ہوں گے، جیسے لفظ صلوٰۃ، کا اصطلاح شرع کے اعتبار سے حقیقی مصداق ایک مخصوص عمل ہے اور لغت اس کا اطلاق درود شریف اور دعا پر بھی ہوتا ہے، مگر کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ درود شریف پڑھنے یا دعا مانگنے سے فریضہ نماز سے سبکدوش ہو جائے گا اور اسے نماز کے تمام فضائل حاصل ہو جائیں گے۔

درحقیقت جہاد چونکہ بہت اونچا عمل ہے، اس لئے کسی عمل کی اہمیت بیان کرنے کیلئے اسے جہاد سے تشبیہ دی جاتی ہے، اس کے معنی یہ نہیں ہوتے کہ وہ عمل بعینہ جہاد ہے اور اس پر جہاد کے تمام فضائل حاصل ہوں گے۔ لہذا جہاد اور فی سبیل اللہ کے معنی حقیقی سے صرف نظر کر کے معنی مجازی اس طرح بیان کرنا کہ اسی کو حقیقی مصداق قرار دیا جانے لگے صحیح نہیں۔
خامساً سابق فتویٰ میں ۳۱ کا جو جواب دیا گیا ہے وہ فی سبیل اللہ کے عموم کو مد نظر رکھتے ہوئے دیا گیا ہے، جبکہ مندرجہ بالا تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اس میں عموم نہیں، لہذا اس پر متفرع جواب بھی صحیح نہیں۔

خلاصہ یہ کہ رائیونڈ کے لئے سرے سے یہ فضیلت بیان کرنا ہی صحیح نہیں، لہذا بیت اللہ کے لئے انچاس کروڑ سے زیادہ فضیلت ثابت کرنے کے تکلف کی ضرورت نہیں۔

قال الامام الرازی رحمہ اللہ تعالیٰ فی تفسیر قولہ تعالیٰ "احصروا فی سبیل اللہ":
والمعنی انہم حصروا انفسہم ووقفوها علی الجہاد وان قولہ "فی سبیل اللہ" مختص بالجہاد فی عرف القرآن (تفسیر الکبیر ص ۳۷ ج ۳)

وقال الحافظ السيوطی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفي سبيل الله اي القائمین بالجہاد (جلالین ص ۱۷)

وقال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ: المتبادر الى الفہم من لفظ "فی سبیل اللہ"
الجہاد (فتح الباری ص ۱۹ ج ۶)

وقال العلامة ابن حزم رحمہ اللہ تعالیٰ: واما سبیل اللہ فهو الجہاد بحق، قلنا نعم وكل عمل خير فهو من سبیل اللہ تعالیٰ الا انه لا خلاف فی انه تعالیٰ لم يرد كل وجه من وجوه البر فی قسمة الصدقات فلم يحجز ان توضع الا حيث بين النص وهو الذي ذكرناه یعنی الغازی المنصوص فی الحديث السابق (المحلی ص ۱۵ ج ۶)

وقال العلامة نزهة الكوثري رحمه الله تعالى : وهذا يدل على ان حمل لفظ " في سبيل الله " على الغازي موضع اتفاق بين من سبق ابن حزم من فقهاء الصحابة والتابعين وتابعيهم ومن بعدهم الى عصره (مقالات الكوثري ص ۱۹)

قال الامام السرخسي رحمه الله تعالى : واما قوله تعالى " في سبيل الله " فهم فقهاء الغزاة هكذا قال ابو يوسف رحمه الله تعالى (الى ان قال) وقال ابو يوسف رحمه الله تعالى يقول الطاعات كلها في سبيل الله ولكن عند اطلاق هذا اللفظ المقصود به الغزاة عند الناس (المبسوط ص ۳ ج ۳)

وقال الامام المرغيناني رحمه الله تعالى : " وفي سبيل الله " منقطع الغزاة عند ابی یوسف رحمه الله تعالى لانه هو المتفاهم عند الاطلاق وعند محمد رحمه الله منقطع الحاج . قال الامام ابن الهمام رحمه الله تعالى : ثم فيه (اي فيما نقل عن محمد رحمه الله تعالى) نظر لان المقصود ما هو المراد بسبيل الله المذكور في الآية والمذكور في الحديث لا يلزم كونه اياه لجواز انه اراد الامر الاعم وليس ذلك المراد في الآية بل نوع مخصوص والافكل الاصناف في سبيل الله بذلك المعنى (فتح القدير ص ۲۵ ج ۲)

وقال الملا علي القاري رحمه الله تعالى : " وفي سبيل الله " منقطع الغزاة عند ابی یوسف رحمه الله تعالى لانه هو المفهوم من اطلاق هذا اللفظ فيصرف اليه لا غيره ويؤيده ما في البخاري انه عليه السلام قال ان خالدا حبس اذ راعه في سبيل الله " ولا شك ان الدرر للغزوال للحج (شرح النقاية ص ۳۸ ج ۱)

وقال الحافظ العيني رحمه الله تعالى : قال ابن المنذر في الاشراف : قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد رحمهم الله " في سبيل الله " هو الغازي غير الغني وحكى ابو ثور عن ابی حنیفة رحمه الله تعالى انه الغازي دون الحاج وذكر ابن بطال انه قول ابی حنیفة ومالك والشافعي رحمهم الله تعالى وذكر مثله النووي في شرح المذهب (عمدة القاري ص ۴ ج ۹) ومثله في الشلبي بهامش التبیین (ص ۲۹ ج ۱) وفي مجمع الانهر والدر المنثور بهامشه (ص ۲۱ ج ۱) والبحر الرائق (ص ۲۲ ج ۲) والطحطاوي على الدر (ص ۲۲ ج ۱) والله سبحانه وتعالى اعلم . ۲۹ رجب الثاني ۱۲۲۲ھ

ملحوظہ : اصطلاح " جہاد " اور " في سبيل الله " کے موضوع پر ایک مستقل رسالہ زیر تصنیف ہے جس میں اس پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ۔ مرتب ۔

تبلیغی جماعت اور انچاس کروڑ — ۲۱

مِثْلَ الْإِلَهِينَ يَفْعَلُونَ آمِينَ

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يَرْسِلَ فِي الْأَرْضِ الْفَلَاحَ

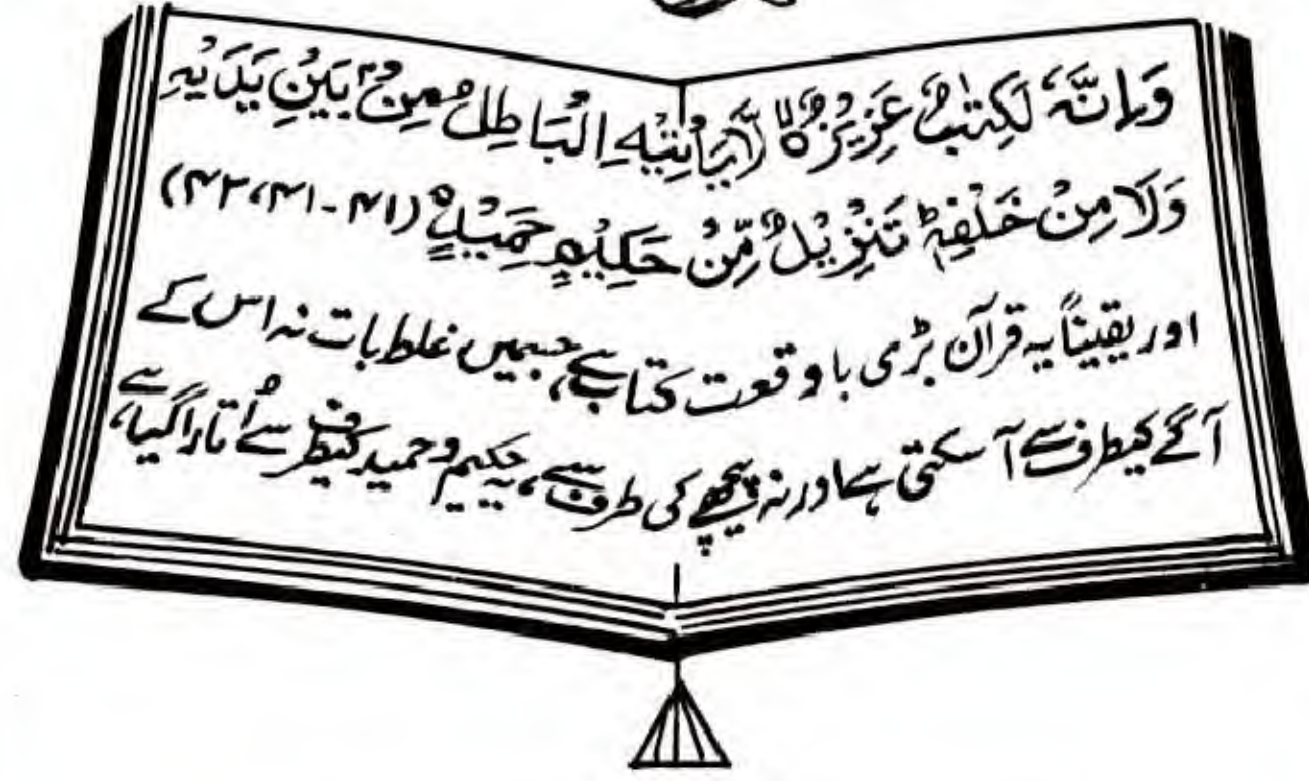
مَثَلُ الَّذِينَ يُبْغِضُونَ آيَةَ الْهُدَى
وَمَثَلُ الْإِنْسَانِ الضَّالِّ

وَالَّذِينَ يَبْغِضُونَ آيَةَ الْهُدَى
وَالَّذِينَ يَبْغِضُونَ آيَةَ الْهُدَى

(النبي: ٢١)

(البقرة: ٢٦١)

جو لوگ اللہ کی راہ میں اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں ان کے خرچ کئے ہوئے مالوں کی حالت ایسی ہے جیسے ایک دانہ کی حالت جس سے سات بائیس جمیں، ہر بال کے اندر سوراخے ہوں، اور یہ اقرونی اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑی محنت والے ہیں جتنے والے ہیں۔



خلاف

کمپیوٹری سائنس



سیدتی ٹرسٹ
نسیم پلازا نزد سبیلہ چوک - نشتر روڈ - کراچی ۵

Siddiqui Trust G.P.O. Box No. 609 Karachi No. 5 Pakistan

۱۶ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ مطابق ۲۶ اکتوبر ۱۹۸۰ء

بخدمت جناب حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب مدظلہ

ناظم آباد نمبر ۴ کراچی

حضرت محترم زادت عنایتکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک مصری عالم ڈاکٹر راشد خلیفہ کی تحقیق کے مطابق کمپیوٹر کے ذریعہ قرآن پر تحقیقات کا سلسلہ دنیا کے ممالک میں جاری ہے، یہ سلسلہ اب پاکستان میں اسلام آباد یونیورسٹی میں بھی شروع ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلا مضمون ”معارف“ اعظم گڑھ میں شائع ہوا تھا، اس کی نقول پاک ہند کے متعدد رسائل میں بعد میں کتابی صورت میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ اور اب یہ مضامین عربی اخبار و جرائد میں بھی شائع ہو رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں ۱۹ کا ہندسہ خاص طور پر زیر بحث آیا ہے کہ یہ ہی تحقیق سب سے اول شائع ہوئی تھی، اس پر متعدد حضرات نے اعتراضات بھی شائع کئے ہیں لیکن یہ اعتراضات محدود پیمانہ پر سامنے آئے ہیں۔

اب ایک پاکستانی مسلمان برطانیہ سے یہ تحریر کرتے ہیں کہ علماء کرام کی رائے اس سلسلہ میں دریافت کی جائے۔

ڈاکٹر راشد خلیفہ کی تحقیق بصورت انگریزی رسالہ، اور دیگر حضرات کی تحقیقات بصورت اردو رسالہ ”قرآن کریم کا اعجاز“ ہمراہ روانہ خدمت ہے۔

براہ کرام اس سلسلہ میں جواب سے مطلع فرمائیے کہ یہ تحقیقات اسلامی تعلیمات کے منافی تو نہیں ہیں اور اس کی اشاعت جائز ہے یا یہ طریق کار خلاف اسلام ہے؟ والسلام
احقر الزمان: محمد منصور الزمان

قرآن کے خلاف کمپیوٹری سازش — ۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب محمد منصور الزمان صاحب، صدیقی ٹرسٹ کراچی۔

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن کریم کے کمپیوٹری تجزیہ سے متعلق آپ کا استفسار موصول ہوا، جواب ارسال ہے۔

الجواب باسمہم الصواب

میں زبان و قلم کی طرح آنکھ اور کان کی بھی لغویات سے حفاظت کا اہتمام کرتا ہوں، مہذا کان میں کچھ لغویاتیں پڑ ہی جاتی ہیں، بالمشافہ تو کسی کو کم ہی ہمت ہوتی ہے ٹیلیفون پر اس کا شکار ہو جاتا ہوں، اسی سلسلہ کی ایک خبر وہ بھی ہے جس سے متعلق استفسار کیا گیا ہے، کچھ عرصہ قبل ایک صاحب نے بذریعہ فون برعم خود اس ”عجیب انکشاف“ کی خبر سے میرے کان کو ملوث و متوحش کیا، میں اس وقت اس کا حاصل صرف یہ سمجھا کہ ماڈرن مسلم کے نیو ماڈل جوڑے کو ابلیس نے ریح قرآن کے فہم اور اس کے مطابق عمل سے غفلت میں رکھنے کے لئے ایسی لغویات کو ان کی نظر میں مزین کر دیا ہے اور ان کو اس فریب میں مبتلا کر دیا ہے کہ بس حاصل قرآن ہی ہے، مگر بعد میں جب یہ سنا کہ یہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر گیا ہے اور اس کی نشر و اشاعت کی مہم چلائی جا رہی ہے تو یہ خطرہ ہوا کہ کہیں اس کے پس پشت کوئی طاغوتی قوت تو کار فرما نہیں؟ ورد شہمان اسلام اعجاز قرآن کے نام سے اسلام و قرآن کی خلاف سازشیں تو مصرف نہیں؟ سازش کے دُورخ :

اس سازش کے دُورخ ہو سکتے ہیں۔

بھلا دُورخ :

فرقہ بہائیہ کے مقدس عدد ”انیس“ کو پورے قرآن کا محور ثابت کر کے یہ تاثر دیا جائے کہ بہائیت نہ صرف یہ کہ قرآن سے ثابت ہے بلکہ پورے قرآن کی رُوح ہے۔ فرقہ بہائیہ نے اس عدد کا تقدس ہند کی جہالتِ قدیمہ سے لیا ہے جس میں ”انیس“ کے عدد کو اس لئے متصرف و موثر گردانا جاتا تھا کہ یہ سب سے چھوٹی اکائی اور سب سے بڑی اکائی یعنی ایک اور نو کا مجموعہ ہے۔

مذہب بہائی کا اصل بانی علی محمد باب ہے، ان کے عقیدہ میں یہ باب ظہور الہی تھا،

قرآن کے خلاف کمپیوٹری سازش — ۳

اس کے بعد اس کی اُمت کے مختلف فرقے ہو گئے جن میں سے بہار الدین کے پیروکار بہائی کہلاتے ہیں اس لئے فرقہ بہائیہ بھی مذہب بابی ہی کے شجر خبیث کا ثمر ہے۔

علی محمد باب ۱۸۱۹ء میں پیدا ہوا جس کے اعداد کا مجموعہ ”انیس“ ہے۔
 $1 + 8 + 1 + 9 = 19$ ، اس بنا پر فرقہ بہائیہ کے عقیدہ میں یہ عدد بہت مقدس اور پوری کائنات کا محور ہے، اسی لئے یہ لوگ سال میں ۱۹ نیس مہینے اور ہر ماہ ۱۹ نیس دن کا شمار کرتے ہیں، اپنی تحریریں اسی عدد سے شروع کرتے ہیں، اور اپنی معبدوں و تبلیغی مرکزوں (بہائی ہال) کی دیواروں پر یہ عدد نمایاں طور پر لکھتے ہیں۔

ان کا مرکز فلسطین میں مقام ”عکہ“ ہے، حکومت اسرائیل کی سرپرستی میں انکی تبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں، امریکہ میں ان کی کافی تعداد ہے، ممکن ہے کہ ”قرآن کا کمپیوٹری اعجاز“ انہی کی سازش ہو۔

دوسرا رُخ :

سازش کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ اس عدد کے محور قرآن ہونے کی خوب تشہیر کی جائے حتیٰ کہ مسلمان بھی اس فریب میں آجائیں، اور اس غلط نظریہ کو قبول کر لیں کہ ”انیس“ کا عدد قرآن میں وجہ اعجاز ہے اور پورے قرآن کا محور ہے، اس کے بعد پینترا بدل کر اس عدد کی نحوست کی تشہیر شروع کر دی جائے، مثلاً :

جنم کے فرشتے ”انیس“ ہیں۔

نَارُ جَهَنَّمَ هُمْ فِيهَا خِلْدًا وَنَ کے حروف مکتوبہ ”انیس“،

فرعون، ہامان، شداد، نمرود کے حروف مکتوبہ کا مجموعہ ”انیس“،

بعض عامل بچھو کا زہر اتارنے کے لئے زمین پر گول دائرہ میں ”انیس“ کا عدد لکھ کر

اس پر جوتے مارتے ہیں وغیرہ وغیرہ،

اس سے یہ ثابت کریں :

معاذ اللہ قرآن انسان کو ملائکہ جہنم کے سپرد کرتا ہے،

ہمیشہ کے لئے نار جہنم میں پھینکتا ہے،

فرعون جیسے کفار کے زمرہ میں شامل کرتا ہے،

قرآن کے خلاف کمپیوٹری سازش ————— ۴

حیاتِ قلب کے لئے سمّ قاتل ہے وغیرہ ،
اللہ تعالیٰ ایسے کفریات سے حفاظت فرمائیں ۔

یا اسی قسم کے اعداد کسی دوسرے کلام میں دکھادیں ، اس طرح قرآن کی حقانیت و
اعجاز کو محذوش کرنے کی کوشش کریں ،

اگر بالفرض اس تحریک میں شیطان کے کسی انسانی کارندہ کا ہاتھ نہ بھی ہو تو براہِ راست
شیطان خود اس کی کمان کر رہا ہے ، اس لئے کہ اس میں مذکورہ دو مفاسد بہر کیف
موجود ہیں خواہ اس میں کسی دشمنِ اسلام انسان کی سازش ہو یا نہ ہو ۔
قرآن کے کمپیوٹری تجزیہ کے مفاسد :

مزید بریں اس میں دوسرے مفاسد بھی ہیں مثلاً :

① اس تحریک کی بدولت مسلمان قرآن کی دعوت اور اس پر عمل سے اور زیادہ
غافل ہو جائیں گے ،

اس زمانہ کے مسلمانوں کی اکثریت قرآن کے ساتھ صرف ایسا تعلق رکھنا چاہتی ہے
جس میں دعوتِ قرآن پر غور و فکر کی مشقت اور قرآن پر عمل کے مجاہدہ کی بجائے پیٹ اور
نکھ کان وغیرہ کی لذت حاصل ہو ، اس میں ان کے دو فائدے ہیں :

① تدبیرِ قرآن ، ترکِ منکرات اور حدودِ اللہ پر قائم رہنے کی محنت و مشقت کی بجائے
راحت و نفسانی لذت ۔

② اس طریقہ کار سے یہ فریب دہی مقصود ہے کہ یہ لوگ محبتِ قرآن کے حقوقِ ادار
کمر ہے ہیں اور سرتاپا مخالفتِ قرآن کے باوجود عشقِ قرآن میں مرے جا رہے ہیں ۔

ہم فراقِ یار میں گھل گھل کے ہاتھی ہو گئے
اتنے گھلے اتنے گھلے رستم کے ساتھی ہو گئے

② دماغ و قلم کی قوتوں اور قیمتی وقت کی اصاعت ۔

محسنِ عظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

”بندہ سے اللہ تعالیٰ کے اعراض کی یہ علامت ہے کہ بندہ لایعنی کاموں میں مشغول ہو جائے“
اور فرمایا :

”لایعنی کاموں سے احترازِ حسنِ اسلام کی علامت ہے“

قرآن کے خلاف کمپیوٹری سازش — ۵

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے علم غیر نافع، قلب غیر خاشع اور دُعا غیر مستجاب سے پناہ مانگی ہے۔

ان تینوں جملوں میں یہ ربط ہے کہ اجابتِ دُعا رخشوعِ قلب پر موقوف ہے، اور خشوعِ قلب علم غیر نافع سے احتراز پر موقوف ہے۔

شیطان اپنی اس کامیابی پر کتنا مسرور ہو گا کہ خدمتِ دین میں ایسے منہمک لوگ جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے اور وہ پاسِ انفاس کی صورت کی بجائے اس کی روح کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں، آج وہ بھی ایسی لغویات کی تردید میں مشغول ہیں۔

عدداً نہیں کے وجہ اعجازِ قرآن ہونے کا ابطال :

انہیں کے عدد کو محورِ قرآن اور وجہ اعجاز قرار دینا بوجہ ذیل بالکل لغو، باطل اور نقل و عقل کے سراسر خلاف ہے۔

(۱) شریعت میں اس عدد کی کوئی خصوصیت و فضیلت نہیں، عقلاً بھی یہ کوئی کمال نہیں ایسے مفروضات تو ہر کس و ناکس کے کلام میں نکالے جاسکتے ہیں، اگر ایسے ساقط امور کو وجہ اعجاز فرض کر لیا جائے تو معاذ اللہ کلامِ حمیری کلام اللہ سے زیادہ معجز قرار پائے گا، تعدادِ حروف کا قرآن و حدیث میں قطعاً کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی فنِ فصاحت و بلاغت میں اس کا کوئی اعتبار ہے، نہ ہی اور کسی لحاظ سے اس میں کوئی حسن و خوبی ہے۔

(۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے انیس حروف ہونے کی وجہ سے جس طرح اس عدد کا تقدس ثابت کیا جا رہا ہے اسی طرح بعض دوسرے کلمات کے عدد سے اس کی نحوست پر استدلال کیا جاسکتا ہے، جس کی چند مثالیں اوپر لکھی جا چکی ہیں، وجہ ترجیح کیا ہے ؟

(۳) اگر بالفرض عدد حروف ہی پر قرآن کی بنیاد ہوتی تو اہم ذات اللہ کے حروف بنیادی قرار پائے۔

(۴) نزولِ قرآن کے زمانے میں تین، چار، پانچ، چھ، سات، دس اور ہزار کے اعداد خصوصیاتِ ریاضیہ کی وجہ سے کثرت کے لئے استعمال ہوتے تھے، بالخصوص سات کا عدد زیادہ مشہور تھا، اس کی قوت کی وجہ سے اس کا نام سب سے رکھا گیا، ان اعداد کی خصوصیات ریاضیہ کے بیان کا یہاں موقع نہیں۔

اگر کوئی عدد قرآن کا محور ہوتا تو ان اعداد میں سے ہوتا، خصوصاً جبکہ قرآن و حدیث میں بھی یہ اعداد محاورہ کے مطابق تکثیر کے لئے استعمال ہوئے ہیں۔
حساب جمل کی حقیقت :

(۵) تعداد حروف اور حساب جمل ابجد کی حقیقت سوائے ظرافت طبع کے کچھ نہیں اگر حقیقت سے اس کا کوئی واسطہ ہوتا تو کافر کا سن ولادت یا سن وفات مغفور لکھ نکالنے سے وہ جنتی ہو جاتا اور اس کے عکس سے مسلمان جہنمی بن جاتا، اور اگر ایک ہی شخص کے بارے میں دو متضاد عدد نکال دیے جاتے تو کیا ہوتا؟
کسی نے حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کا سن ولادت کرم عظیم نکالا، حضرت نے فرمایا:
”مخالفین مکر عظیم کہہ سکتے ہیں۔“

کسی ظریف شاعر کے عربی، فارسی اور اردو اشعار میری نظر سے گزرے ہیں جن میں اعداد حروف میں تصرف کے ذریعہ کسی بھی لفظ سے اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی نکالنے کے ضوابط مذکور تھے۔

گرونانک سے لولا کہ لما خلقت الافلاک کی تشریح یوں نقل کی گئی ہے:
”اعداد میں جوڑ توڑ کے ذریعہ کسی بھی لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک نکالا جاسکتا ہے، کوئی بھی لفظ لیکر اس کے عدد میں یہ عمل کریں :

عدد لفظ $۴ \times ۲ + ۵ \times ۲۰$ ، باقی $۹۲ = ۲ + ۹ \times ۱۰$ ہوگا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عدد ہے۔
ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ محض ظرافت ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

اگر ایسی ظرافت کو حقیقت تسلیم کر لیا جائے تو ہر باطل مذہب والے اپنے معبود و مقتدا سے متعلق ایسی ظرافت پیش کر کے ان کا ہر شے کی بنا اور جملہ کائنات کا محور ہونا ثابت کر سکتے ہیں مثلاً:
ابلیس کا عدد ۱۰۳ ہے، اس کو ہر لفظ سے یوں حاصل کیا جاسکتا ہے :

”عدد لفظ $۴ \times ۲ + ۵ \times ۲۰$ ، باقی $۱۰۳ = ۳ + ۱۰ \times ۱۰$ “

میں نے مرسلہ مضامین بار بار غور سے پڑھے جس سے دو امر ثابت ہوئے :
(۱) اس سلسلہ کے محرک نے عدد انیس کے تقدس کا دعویٰ صراحتاً نہ بھی کیا ہو تو بھی اس کے طریق کار یعنی پورے حساب کی بنیاد اسی عدد پر رکھنے سے اس کے

تقدس کے اظہار و اشاعت میں کوئی شبہ نہیں، جیسا کہ خود استفہار میں بھی اسکا اعتراف ہے اور روزنامہ جنگ بابت ۸۰/۱۰/۲۴ کی مرسل کاپی میں تو مضمون نگار نے گویا اُنیس کو اللہ ہی باور کمرانے کی کوشش کی ہے۔

(۲) ان اعداد کے جوڑ توڑ سے قرآن کا آسمانی کتاب ہونا، معجز ہونا، تغیر و تبدل سے محفوظ ہونا وغیرہ کا اثبات تو درکنار ان سے تو کوئی بھی فضیلت ثابت نہیں ہوتی، محض ظرافت طبع کا سامان ہے۔

دوسرے کلاموں میں بھی ایسی ظرافتیں تلاش کی جاسکتی ہیں، بلکہ بعینہ ان ہی ظرافتوں پر مشتمل کلام مرتب کیا جاسکتا ہے،

اس سے زیادہ بہتر تو مقطعات سے متعلق مفسر بیضاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ لطائف ہیں، اس کے باوجود علماء اُمت نے ان کو کوئی اہمیت نہیں دی، ہاں قرآن کی سورتیں، ہر سورت کی آیات، ہر آیت کے الفاظ، ہر لفظ کے حروف اور ہر حرف کی حرکات و سکنات شمار کرنے کی محنت اور اس کی حفاظت و اشاعت بہت اہم فریضہ ہے، اس لئے کہ یہ حفاظت قرآن کا ذریعہ ہے، مگر اس کا بھی اعجاز قرآن تدبر قرآن سے کوئی تعلق نہیں صرف حفاظت قرآن سے تعلق ہے۔

(۶) اسہم کی تعداد اور بساہم کی تعداد کا حاصل ضرب رحمن کی تعداد کے برابر بتایا ہے، اگر اس حساب کی کوئی حقیقت ہوتی تو حاصل ضرب اللہ کی تعداد کے برابر ہونا چاہئے تھا، اس لئے کہ یہ اسم ذات ہونے کے علاوہ لفظ بساہم کے ساتھ متصل بھی ہے۔
بانی تحریک کی کھلی فریب کاریاں :

(۷) اس تحریک کے بانی نے خود اپنی طرف سے اُنیس کا عدد متعین کر کے اس کو قرآن کی روح ثابت کرنے کی اس طرح کوشش کی ہے کہ کہیں جمع، کہیں ضرب، کہیں تقسیم، کہیں حروف کی تعداد اور کہیں الفاظ کی اور کہیں بعض سورتوں کے ایک خاص حرف کی، غرضیکہ جس طرح بھی اُنیس کا عدد بن سکتا تھا اسے زبردستی بنایا ہے اور جہاں نہیں بن سکا اسے چھوڑ دیا ہے۔

اس دور ترقی کے دانشوروں کی دانش پر تعجب ہے کہ ایسے کھلے فریب کو بھی نہ سمجھ سکے، مختلف ترکیبوں سے کھینچ تان کر زبردستی اُنیس سازی کی بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ ہوں :

① قرآن کریم میں کتابت مقصود نہیں بلکہ قرارت مقصود ہے، کتابت صرف ذریعہ حفاظت ہے۔ لہذا قرآن میں حروف مقروہ کا اعتبار ہے نہ کہ حروف مکتوبہ کا، اسی لئے صحت نماز کے لئے بشمول حروف محذوفہ تین حروف مقروہ کی قرارت شرط ہے۔

اس حساب سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے بائیس حروف ہیں، مگر استیثنا بہائیت کی خاطر ان کو اُنیس بنا دیا گیا۔

بعض نے تفسیر ابن کثیر سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول پیش کیا ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا ہر حرف جہنم کے اُنیس داروغوں میں سے ہر ایک سے بجاؤ کا ذریعہ ہے۔

اگر اس قول کی سند صحیح تسلیم کر لی جائے تو یہ تقریب یا ظاہر کتابت کے پیش نظر طلب رحمت کی ایک صورت ہے ورنہ درحقیقت حروف کی اصل تعداد بائیس ہے۔

② کل اُنیس سوڑتیں جو حروف مقطعات سے شروع ہوتی ہیں ان میں سے صرف سورہ قلم سے حرف نون اور سورہ اعراف، ہریم اور ص سے حرف صاد کی تعداد کو اُنیس پر تقسیم کیا ہے، باقی پچیس سوڑتوں کو بالکل اور سورہ اعراف و ہریم کے دوسرے مقطعات کو اس لئے چھوڑ دیا کہ ان سے اُنیس کا دلپوتا نہیں بن سکا۔

③ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے عدد حروف پر اسم، اللہ، الرَّحْمٰن، الرَّحِیْم کے عدد الفاظ کو تقسیم کر کے اُنیس پیدا کیا گیا، باقی تین صورتیں (صورت مذکورہ کا عکس، سب کے حروف، سب کے الفاظ) سے اُنیس پیدا نہ ہو سکا اس لئے ان کو چھوڑ دیا، حالانکہ یکسانیت مقدم تھی، معہذا زبردستی اُنیس پیدا کرنے کی غرض سے ایک طرف کے حروف اور دوسری طرف کے الفاظ لئے ہیں۔

④ لفظ بسم کا اصل بھی لفظ اسم ہی ہے بے حرف زائد ہے، اس طرح لفظ اسم کی تعداد بائیس بنتی ہے مگر اُنیس بنانے کے لئے بسم کو چھوڑ کر صرف اسم شمار کیا ہے۔

⑤ اسم کی تعداد $19 \times$ بسم کی تعداد $3 = 57$ ، جو اُنیس پر تقسیم ہوتا ہے، یہاں بذریعہ ضرب اُنیس پیدا کیا اور مقطعات میں بصورت جمع $12 + 12 + 29 = 57$ بنایا،

خواہ ضرب سے ہو یا جمع سے، جیسے بھی ہو سکے بس اُنہیں اپنا مقصود ہے،
آخری گزشتہ :

وہ فرد یا ادارہ جو علماءِ راسخین کے ساتھ قریبی رابطہ رکھے بغیر دین کی کوئی خدمت انجام دیتا ہے وہ اپنے کام میں خواہ کتنا ہی مخلص کیوں نہ ہو اس کا صراطِ مستقیم پر قائم رہنا اور دشمنانِ اسلام کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہنا مشکل ہے، اس لئے خدمتِ دین بالخصوص نشر و اشاعت میں کسی راسخ فی العلم کی سرپرستی لازم ہے، اگر یہ میسر نہ ہو تو صرف ایسے علماءِ راسخین کے مضامین شائع کئے جائیں جن کا علم و تقویٰ اہل اسلام کے سوادِ اعظم میں مستم ہو، افسوس کہ بعض اچھے ذی شعور ادارے ایسے لوگوں کے مضامین بھی شائع کر رہے ہیں جو حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بغض میں معروف و مشہور ہیں اور ان کے دوسرے نظریات بھی جمہورِ اہل اسلام کے خلاف ہیں۔

تنبیہ :

یہ مضمون لکھتے وقت صرف اُردو کی دو تحریریں میرے سامنے تھیں :
ایک ”قرآن کریم کا ایک زندہ اعجاز“ مطبوع صدیقی ٹرسٹ،
دوسری ”صفاتِ قرآن حکیم“ مطبوع روزنامہ جنگ ۲۴ اکتوبر ۱۳۸۷ء

فقط واللہ المستعان ولا حول ولا قوة الا باللہ

رشید احمد

دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

۲۴ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ





مجاہدِ ذکر

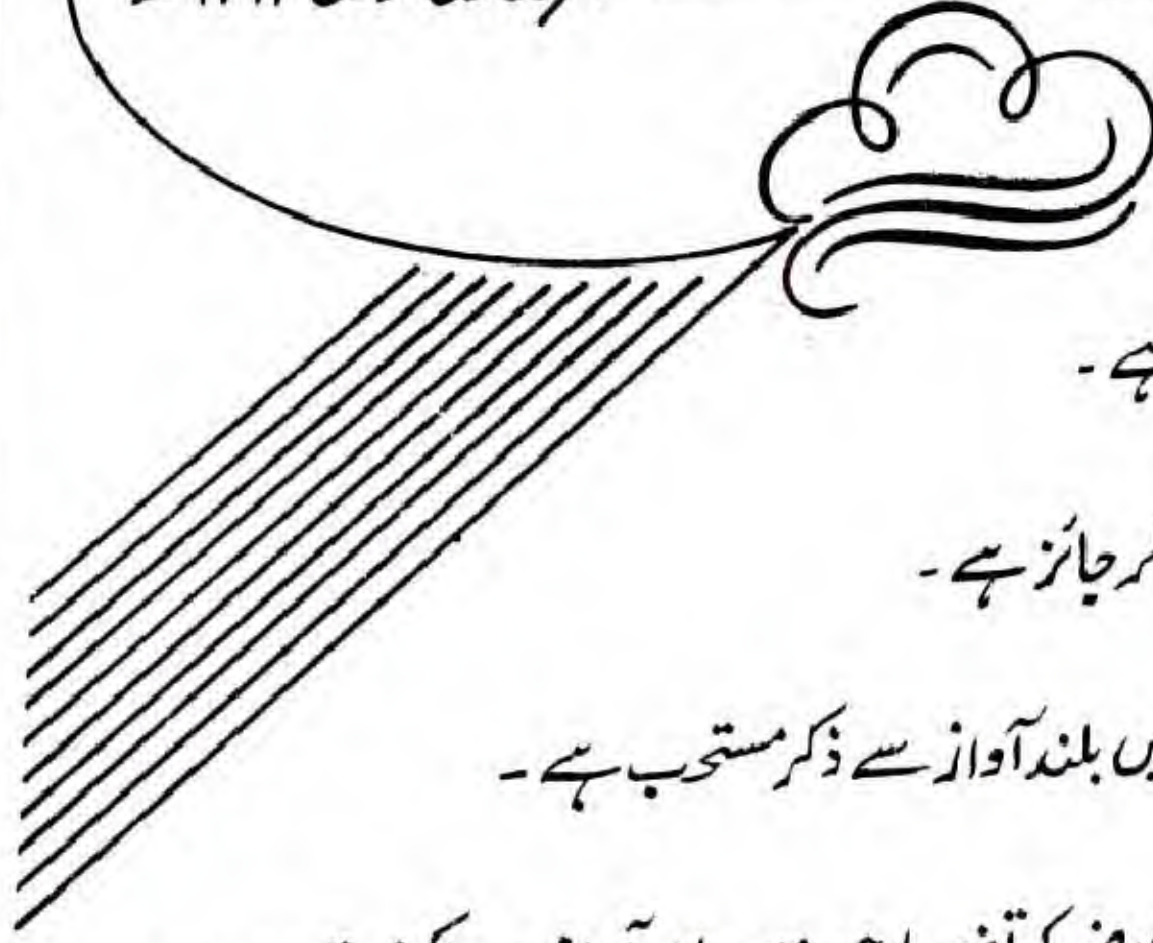
بلند آواز سے ذکر اور مجاہدِ ذکر کے احکام

قرآن، حدیث اور فقہ کی روشنی میں

مجالس ذکر

نقشہٴ دل _____ ۱۱ شعبان ۱۴۰۹ھ
مزید تحقیق و تفصیل _____ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ

خلاصہ :



- ذکر خفی افضل ہے۔
- بلند آواز سے ذکر جائز ہے۔
- بعض حالات میں بلند آواز سے ذکر مستحب ہے۔
- ان حالات و عوارض کی تفصیل جن میں بلند آواز سے ذکر مستحب ہے۔
- اتنی بلند آواز کہ کسی کی عبادت یا آرام میں خلل ہو حرام ہے۔
- مجالس ذکر اس شرط سے جائز ہے کہ اس میں کسی قسم کی کوئی بدعت شامل نہ ہو۔
- مجالس ذکر میں شامل ہونے والی بدعات کی تفصیل۔
- ریاض الجنۃ، حلق الذکر اور مجالس الذکر کی تفسیر۔



مجالس ذکر

مجالس ذکر سے متعلق ۱۱ شعبان ۱۴۰۹ھ کو مجلس خاص میں میرا ایک مختصر سا بیان ہوا تھا، جو بعد میں رسالہ کی صورت میں شائع بھی ہو گیا، بعد میں خیال ہوا کہ اس موضوع کو قدرے بسط و تفصیل سے لکھنا چاہیے، لہذا کتب حدیث وفقہ کے معمولی مراجعہ سے جو حاصل ہوا تحریر کیا جاتا ہے، پہلے نصوص حدیث وفقہ نقل کی جاتی ہیں پھر ان پر مرتبہ احکام تحریر کئے جائیں گے، اس موضوع پر حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا رسالہ ”سباحتہ الفکر فی الجہر بالذکر“ بہت جامع ہے اس لئے اس کی روایات کو بطور اصل اور دوسری کتابوں سے بطور زوائد نقل کیا جاتا ہے، ترتیب احکام کے مد نظر روایات ”سباحتہ الفکر“ کی ترتیب تبدیل کی ہے، واللہ الموفق وهو المستعان۔

① روی الدارقطنی عن نافع موقوف علی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ کان اذا غدا یوم الفطر والاضحیۃ یجہر بالتکبیر قال البیہقی الصحیح وقفہ علی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما وقول صحابی لا یعارض بہ عموم الایۃ القطعیۃ اعنی قوله تعالیٰ واذکر ربک فی نفسك والایۃ وقد قال علیہ الصلوۃ والسلام خیر الذکر الخفی وهو معارض بقول صحابی آخر وهو ما روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما انہ سمع الناس یکبرون فقال لرجل اکبر الامام قیل لا فقال اجن الناس ادرکنا مثل هذا الیوم مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فما کان احد ینکب قبل الامام (الرسائل الست ص ۴۳)

② وفي غایۃ البیان (قوله ولا ینکبراہ) المراد منه التکبیر بصفة الجہر لان التکبیر خیر موضوع لا خلاف فی جوازہ بصفة الاخفاء علی ما حکاہ ابو بکر الرازی ووجه ان الاصل فی الذکر الاخفاء لقوله تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعاً وخفیۃ وقوله علیہ الصلوۃ والسلام خیر الذکر الخفی والشرع وردد بالجہر فی الاضحی فلا یقاس علیہ فی الفطر

لان الجهر خلاف الاصل، انتهى ملخصا (رسائل ص ٢٣)

(٣) وفي البناية شرح الهداية للعيني قال ابو بكر الرازي قال مشايخنا التكبير جهرا في غير ايام التشريق والاضحى لا يسن الا بازاء العدو واللصوص وقيل وكذا في الحريق والمخاوف كلها (رسائل ص ٢٢)

(٢) وقال الشيخ الدهلوي في شرح المشكوة في شرح حديث ابى بن كعب رضى الله تعالى عنه كان رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم اذا سلم من الوتر قال سبحان الملك القدوس ثلاثا ويرفع صوته بالثالثة الذى رواه ابو داود والنسائي وابن ابى شيبة ومحمد والدارقطني وغيرهم في هذا الحديث دليل على شرعية الجهر بالذكر وهو ثابت في الشرع بلا شبهة لكن الخفى منه افضل (رسائل ص ٢٥)

(٥) وخلاصة المرام في هذا المقام انه لا ريب في كون السرا افضل من الجهر للتضرع والخيفة وكذا لا ريب في كون الجهر المفراط ممنوعا لحديث اربعوا على انفسكم واما الجهر الغير المفراط فالحديث متظاهرة والأشياء متوافقة على جوازها ولم نجد دليلا يدل صراحة على حرمة او كراهة وقد نص المحدثون والفقهاء الشافعية وبعض اصحابنا على جوازها ايضا (رسائل ص ٢٤)

(٦) ويدل عليه قول صاحب النهاية في كتاب الحجج المستحب عندنا في الاذكار الخفية الا في ما تعلق باعلانه مقصود كالاذان والتلبية والخطبة كذا في المبسوط (رسائل ص ٢٤)

(٤) وفي الحزب الثمين شرح الحصن الحصين في شرح من ذكرني في نفسه ذكرته في نفسى الحديث فيه دليل على ان الذكر القلبي افضل ثم اللسان في الاخفاء لما ورد ان الذكر الخفى الذى لا يسمع الحفظة يضعف سبعون ضعفا وورد خير الذكر الخفى (رسائل ص ٢٥)

(٨) وفيه عند قول المصنف وكل ذكر مشروع واجبا كان او مستحبا لا يعتد به حتى يسمع نفسه الخ هذا كله في ما امر الشارع بان يذكر باللسان كما في قراءة الصلوة والتشهد وتسبيحها وما ليس معناه ان من يذكر الله تعالى بقلبه من غير ان يتلفظ بلسانه لا يكون في الشرع معتدا به فان مداومة الذكر لا يتصور بدون

اعتباراً بل هو افضل انواعه -

وقد اخرج ابو يعلى الموصلى فى مسنده عن عائشة رضى الله تعالى عنها من فروع افضل الذكر الخفى الذى لا تسمع الحفظة يقال لهم يوم القيامة انظروا اهل بقى له من شىء فيقولون ما تركنا شيئاً مما علمناه وحفظناه الا قد احصيناه وكتبناه فيقول الله تعالى ان لك عندى حسنة لا تعلمه وانا اجزيك به وهو الذكر الخفى كذا ذكره السيوطى فى البدور السافرة فى احوال الآخرة -

وفى الجامع خير الذكر الخفى ونحو الرزق ما يكفى رواه احمد وابن حبان والبيهقى (رسائل ص ٦٨)

⑨ روى البخارى ومسلم والترمذى والنسائى وابن ماجه والبيهقى فى شعب الايمان عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يقول الله انا عند ظن عبدي بى وانا معه اذا ذكرنى فان ذكرنى فى نفسه ذكرته فى نفسى وان ذكرنى فى ملائكتى فى ملائخيم منهم وان تقرب الى شبرا تقربت اليه ذراعاً وان تقرب الى ذراعاً تقربت اليه باعاً وان اتانى بمشى اتيت به رولة -

قال الحافظ عبد العظيم المنذرى فى كتاب الترغيب والترهيب ورواه احمد باسناد صحيح وزاد فى آخره قال قتادة والله اسرع بالمغفرة -

وقال العلامة الجزرى فى مفتاح الحصن الحصين فيه دليل على جواز الجهر بالذكر خلافاً لمن منعه واستدل به المعتزلة على تفضيل الملائكة على الانبياء ولا دليل فيه لان الانبياء لا يكونون غالباً فى الذاكرين -

وقال السيوطى الذكر فى الملا لا يكون الا عن جهر فدل الحديث على جوازه (رسائل ص ٥٢)

⑩ روى الترمذى والنسائى وابن ماجه والبخارى والبيهقى فى شعب الايمان وابن ابى الدنيا فى كتاب الذكر عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فوعاً قال الله تعالى يا ابن آدم اذا ذكرتني خالياً ذكرتني خالياً واذا ذكرتني فى ملائكتى فى ملائخيم من الذين تذكر فيهم واكثر (رسائل ص ٥٥)

⑪ روى الطبرانى عن معاذ بن انس رضى الله تعالى عنه من فروعاً قال الله تعالى لا يذكرني

احد في نفسه الاذكرة في ملائمتي ولا يذكرني في ملائمتي الاذكرة في الملائكة الاعلى
قال المنذري اسناد حسن (رسائل ص ٥٥)

(١٢) روى احمد والبيهقي في الاسماء والصفات عن انس رضي الله عنه مرفوعا قال الله
تعالى يا ابن آدم ان ذكرتني في نفسك ذكرتني في نفسي وان ذكرتني في ملائكتك
في ملائكتهم وان دنوت مني شبرا دنوت منك ذراعاً (رسائل ص ٥٥)

(١٣) روى الحاكم والبيهقي في شعب الایمان وابن حبان واحمد وابو يعلى وابن
السني عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وعلى
آله وسلم اذكروا الله حتى يقولوا انه مجنون (رسائل ص ٥٩)

(١٤) روى الطبراني عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما قال قال رسول الله صلى الله
عليه وعلى آله وسلم اذكروا الله ذكراً حتى يقول المنافقون انكم تراءون -

قال السيوطي في نتيجة الفكر في الجهر بالذكور مجال الاستدلال بهذين الحديثين انه
انما يقال ذلك عند الجهر لا عند السر (رسائل ص ٥٩)

(١٥) روى البيهقي في شعب الایمان مرفوعاً اذكروا الله حتى يقول المنافقون
انكم تراءون (رسائل ص ٥٩)

(١٦) روى ابن المبارك وسعيد بن منصور وابن ابی شيبة واحمد في الزهد وابن ابی
حاتم وابو الشيخ في كتاب العظمة والطبراني في الكبير والبيهقي في شعب الایمان
عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه موقوفاً ان الجبل ينادي الجبل باسمه يا فلان هل
مربك اليوم من ذكر الله فاذا قال نعم استبشر ثم قرأ عبد الله لقد جئتُم شيئاً اژا تكاد
السموات يتفطن منه الآية (رسائل ص ٥٩)

(١٧) روى ابو الشيخ في العظمة عن محمد بن المنكر قال بلغني ان الجبلين اذا اصبحا
نادى احدهما صاحبه باسمه فيقول اى فلان هل ربك اليوم ذكر الله تعالى فيقول نعم
فيقول لقد اقر الله عينيك به فامربي ذكر اليوم (رسائل ص ٦٠)

(١٨) روى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما انه قال في قوله تعالى فما بكت عليهم
السماء والارض ان المؤمن اذا مات يكى عليه من الارض الموضع الذي كان يصلي فيه
ويذكر الله - اخرج ابن جرير في تفسيره (رسائل ص ٦٠)

(۱۹) روى ابن ابى الدنيا عن ابى عبيد صاحب سليمان بن عبد الملك قال ان العبد المؤمن اذا مات تنادت بقاع الارض عبد الله المؤمن مات فيبكي عليه الارض والسماء فيقول الرحمن ما يبكيكما فيقولان ربنا لم يمض في ناحية من اقطالا وهو يدرك. قال السيوطى وجه دلالة ذلك انه بكاء الارض والجبال للذكر لا يكون الا عند الجهر (رسائل ص ۶)

(۲۰) روى الحاكم عن عمر بن عبد الله تعالى عنه مرفوعاً من دخل السوق فقال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحيى ويميت وهو على كل شىء قدير كتب الله له الف الف حسنة -

وفي بعض طرقه فتاوى (رسائل ص ۶)

(۲۱) روى ابو نعيم ايضاً عن ابى يونس ان ابا هريرة رضى الله تعالى عنه صلى يوماً بالناس فلما سلم رفع صوته وقال الحمد لله الذى جعل الدين قواماً وجعل ابا هريرة اماماً بعد ان كان اجيراً (رسائل ص ۶)

(۲۲) روى ايضاً من مضارب قال بينا انا اسير من الليل اذا رجل يكبر فالحقته بعيرى فقلت من هذا المكبر فقال ابوهر فقلت ما هذا التكبير فقال شكراً (رسائل ص ۶)

(۲۳) وفي الفتاوى الخيرية سئل من دمشق عن الشيخ ابراهيم فيما اعتاده السادة الصوفية من حلق الذكر والجهر به في المساجد من جماعة ورثه اذ ذلك من ابايهم واحدا دهم وينشدون القصائد الصوفية وثمر من يعترض عليهم ويقول لا يجوز الانشاد وكذا رفع الصوت بالذكر فهذا اعتراضه موافق للحكم الشرعى ؟ فاجاب حلق الذكر والجهر به وانشاد القصائد قد جاء في الحديث ما اقتضى طلبه نحو وان ذكرنا في ملا ذكرته في ملاخير منه ، رواه البخارى ومسلم والترمذى والنسائى وابن ماجة واحمد باسناد صحيح -

والذكر في الملا لا يكون الا عن جهر وكذا حلق الذكر وطواف الملائكة بها وفأورد فيها من الاحاديث وهناك احاديث اقتضت طلب الاسرار والجمع بينهما بان ذلك يختلف باختلاف الاشخاص والاحوال كما جمع بين الاحاديث الطالبة للجهر والطالبة للاسرار بقراءة القرآن -

ولا يعارض ذلك حديث "خير الذكر الخفي" (لأنه حيث خيف الرياء وتأذى المصلين أو النيام وذكر بعض أهل العلم أن الجهر أفضل حيث خلاهما ذكر لأنه أكثر عملاً لتعدى فائدته إلى السامعين ويوقظ قلب الناكر ويجمعهم همه إلى الفكر ويهبط سمعه إليه ويطرده النوم ويزيد النشاط) وقوله تعالى اذكر ربك في نفسك اجيب عنها بأنها مكينة كاية الاسرار بالقراءة بقوله ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها نزلت لئلا يسمعه المشركون فيسبوا القرآن ومن انزله وقد زال وبعض شيوخ مالك وابن جرير وغيرها حملوا الآية على الذكر حالة قراءة القرآن تعظيماً له يدل عليه اتصالها بقوله تعالى واذا قرئ القرآن الآية -

وقالت السادة الصوفية الامر في الآية خاص به صلى الله عليه وسلم واماً غيره ممن هو محل الوسواس والخواطر الرديئة فمأمور بالجهر لأنه اشد في دفعها يؤيده حديث البراء بن عازب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال فليجهر بقراءته فان الملائكة تصلى بصلاته وتسمع لقراءته -

وتفسير الاعتداء بالجهر في قوله تعالى "انه لا يحب المعتدين" مراد ودبان الراجح في تفسيره التجاوز عن المأمورية والتوفيق بين ما ورد في الجهر والاسرار بنحو ما قرر واجب -

فان قلت صرح في الخانية بان رفع الصوت بالذكر حرام لقوله عليه الصلوة والسلام لمن رفع صوته بالذكر "انك لاتدعوا صم ولا غائباً" وقوله عليه الصلوة والسلام "خير الذكر الخفي" -

قلت وهو محمول على الجهر الفاحش المضر (رسائل ص ٢٥)

(٢٢) وفي الاشباه لا يكبر جهراً الا في مسائل في عيد الاضحى ويوم عرفة وبأزاء عدو وقطاع الطريق وعند وقوع حريق وعند المخاوف كلها كذا في غاية البيان (رسائل ص ٢٦)

(٢٥) وفي البحر الرائق في بحث التكبير في الطريق يوم الفطر بعد نقل عبارة فتح القدير وغيرها والحاصل ان الجهر بالتكبير بدعة في كل وقت الا في

عه هذه الزيادة ثابتة في الخيرية وساقطة في سبحة الفكر الرشيد

المواضع المستثناة -

وشرح قاضى خان فى فتاواه بکراهة الذکر جهر او تبعه على ذلك صاحب المصنفى
وفى الفتاوى العلامة تمنع الصوفية من رفع الصوت والصفق وصرح بحرمته
العينى فى شرح التحفة وشنع على ما يفعله مدعيان من الصوفية واستثنى من
ذلك فى القنية ما يفعله الائمة فى زماننا فقال امام يعتاد كل غداة مع الجماعة قراءة
آية الكرسي واخر البقرة وشهد الله ونحوه جهر الا بأس به والافضل الاخفاء بشم
قال التكبير جهر اى غير ايام التشريق لا يسن الا بازاء العدو واللصوص -

وقاس عليه بعضهم الحريق والمخاوف كلها ثم رقم صاحب القنية برقم آخر
وقال قاضى عنده جمع عظيم يرفعون اصواتهم بالتسبيح والتهليل جملة لا بأس
به انتهى كلام صاحب البحر -

اقول بالله التوفيق ومنه الوصول الى التحقيق هذه عبارة اصحابنا فانظر
فيها كيف اضطربت اراؤهم واختلفت اقوالهم فمن مجوز ومن محرم ومن
قائل انه بدعة ومن قائل انه مكروه والاصح هو الجواز لما لم يجاوز الحد كما
اختاره الخبير الرملى (رسائل ص ٢٦)

(٢٦) ومن مجوزيه خير المتأخرين العلامة خير الدين الرملى فى فتاواه كما مر ذكره
ومنهم الشيخ عبد الحق الدهلوى حيث اورد فى رسالته المسماة بتوصيل العريد
الى المراد ببيان احكام الاحزاب والاوراد كلاما طويلا بالفارسية فى جوازها وانا ذكره
معربا فنقول الجهر والاعلان بالذكر والتلاوة والاجتماع للذكر فى المجالس والمساجد
جائز ومشروع لحديث من ذكرنى فى ملا ذكرته فى ملاخير منه وقوله تعالى كذکرکم
اباءکم واشد ذکر اى يمكن دليلا له وفى صحيح البخارى عن ابن عباس رضى الله
تعالى عنهما انه قال كنا لا نعرف انصراف الناس من الصلوة فى عهد رسول الله صلى الله
عليه وسلم الا بالذكر جهر ا -

وفى الصحيح انهم كانوا يجهرون بلاء الله وحده لا شريك له له
المملك وله الحمد وهو على كل شىء قدير وجاء فى بعض الروايات تخصيصه
بالفجر والمغرب -

وسياق قوله عليه الصلاة والسلام يا ايها الناس اربعوا على انفسكم فانكم لا تدعون اصم ولا غائبا يدل على ان المنع لم يكن لعدم شرعية الجهر بل لطلب التأني والتيسير -

وقد ثبت جهره صلى الله عليه وعلى آله وسلم بالاذكار والادعية في كثير من المواضع وعمل به السلف -

وفي صحيح البخاري لما كانت الصحابة رضى الله تعالى عنهم مشتغلين بحضر الخندق محصورين بهم الجوع رأى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم خالما وكان يقول اللهم لا عيش الا عيش الآخرة فاغفر للناصار والعجماءجرة وكانوا يقولون في جوابه نحن الذين بايعوا محمدا على الجهاد ما بقينا ابدا -

وبالجملة لا كلام في وقوع الجهر في المحال المخصوصة والمواضع المعينة انما الكلام في ان ثبوت حكم في قضية هل يمكن دليلا على ثبوت عمومها ام لا فيجوز للمخالف ان يقول لعل في تلك المواضع تكون فائدة مخصوصة لا توجد في غيرها او يقول لعل الجمع بين الذكر والدعاء جهازا ولا يجوز الجهر بالذكر او الدعاء افرادا فوجب ذكر الدلائل التي تدل على عموم الجواز -

فاما الاجتماع للذكر بافراد فهو ثابت من حديث متفق عليه من رواية ابي هريرة رضى الله تعالى عنه مر فوعا ان لله ملكة يطوفون في الطرق يلتمسون خلق الذكر الحديث -

وفي رواية اخرى وما جلس قوم مسلمون مجلسا يذكرون الله فيه الاحفت بهم الملكة ونزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة . وتأويل الذكر بهذا الة العلم والاء الله تعالى بعيد ولا يجوز حمل لفظ على خلاف المتبادر الى ذهن من غير ضرورة -

ولا يقال لا يلزم من اجتماع قوم للذكر جهرهم بالذكر لجواز ان يكون ذكر كل منهم سرا على حدة -

لانا نقول اذا كان الذكر سرا فلا يظهر للاجتماع فائدة معتد بها -
واما جواز الاجتماع للدعاء فهو ثابت من حديث رواه الحاكم وقال على شرط

سلم مرفوعاً لا یجتمع ملائفید عوا بعضهم ویؤمن بعضهم الا استجاب الله دعاءهم -
واما الاجتماع للتلاوة فهو ثابت من حدیث ما اجتمع قوم فی بیت من بیوت الله
یقرؤن القرآن ویتدارسونہ الاحفت بهم الملیکة صحیحہ النووی وغیره -

ومن ههنا اخذوا جواز قراءة الاحزاب والاوراد فی المسجد والمجالس -

وزهب نالك واصحابه الى کراهة جمیع هذه الامور لعدم عمل السلف بها ولسد
لذرائع وقطع مواد البدعة لئلا تنرم الزیادة فی الدین والخروج عن الحق المبین
وقد وقع فی زماننا هذا ما خافه واتقاه انتہی کلامه بتعریبه (رسائل ص ۶۳)

(۲۷) قال القاری رحمہ الله تعالى : وقیل هذا الحدیث مطلق فی المكان والذکر فیحمل
على المقید المذكور فی باب المسجد والذکر هو سبحان الله والحمد لله الخ ذکره
لطیبی وقیل هی عجاس الحلال والحرام والاظهر جملة على العجم و ذکر الفراء الا کمل
بالخصوص لا ینافی عموم النصوص (مرقاۃ ص ۶۳ ج ۵)

(۲۸) فهذه احادیث صحیحة یظهر منها ومن نظائرہا صراحة او اشارة ان لا کراهة
فی الجهر بالذکر بل فیها ما یدل على جوازہ او استحبابہ کیف لا والجهر بالذکر له
اشرفی ترقیق القلوب ما لیس فی السر -

نعم الجهر المفروض ممنوع شرعاً وكذا الجهر الغیر المفروض اذا كان فیہ ایداء
لاحد من نائم او مصل او حصلت فیہ شبهة رياء او لوحظت فیہ خصوصیات
غیر مشروعة او التزم كالتزام الملتزمات فكم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم
والتخصیص من غیر مخصص مکروها كما صرح به على القاری فی شرح المشکوۃ
والمحصی فی الدر المختار وغیرہما ولا تظن ان الحكم بجواز الجهر بالذکر مخالف
لاجماع الحنفیة فان دعوى اجماعهم على المنع باطل فقد جوزہ البزارى فی فتاواه
كما نقلنا کلامه وما قال السید الحموی فی حواشی الاشباه من ان کلام البزارى
فی فتاواه مضطرب فتاوة قال انه حرام وتارة قال جائز لیس بصحیح لان البزارى
انما مال الى الجواز واما حرمة فانما ذکرها على سبیل النقل من فتاوى القاضی
فلا اضطراب فی کلامه (رسائل ص ۶۳)

(۲۹) اعلم انهم اختلفوا فی حکم الجهر بالذکر فجوزہ بعضهم وکسره بعضهم وحرره

بعضهم وجعله بعضهم بدعة الا في مواضع ورد الشرع بالجهر فيها على ما سياتى ذكرها فقال في الهداية في فصل تكبير التشريق يبدء بتكبير التشريق بعد صلوة الفجر من عرفة ويختم عقيب صلوة العصر من يوم النحر عند ابى حنيفة رحمه الله تعالى وقال رحمهما الله تعالى يختم عقيب العصر من ايام التشريق والمسألة مختلفة بين الصحابة رضى الله تعالى عنهم فاخذنا بقول على رضى الله تعالى عنه اخذنا بالاكثر للاحتياط واخذنا بقول ابن مسعود رضى الله تعالى عنه اخذنا بالاقول لان الجهر بالتكبير بدعة (رسائل ص ۲۲)

(۳۰) وفي فتح القدير (قوله لا يكبر في الطريق في عيد الفطر) الخلاف في الجهر بالتكبير في الفطر لا في اصله لانه داخل في عموم ذكر الله فعند هنا يجهر به كالاضحى وعند لا (رسائل ص ۲۲)

(۳۱) وفي الخلاصة ما يفيد ان الخلاف في اصل التكبير وليس بشيء اذ لا يمنع من ذكر الله في شيء من الاوقات بل من ايقاعه على وجه البدعة -

فقال ابو حنيفة رحمه الله تعالى رفع الصوت بالذكر بدعة يخالف الامر في قوله تعالى "واذكر ربك في نفسك تضرعاً وخيفة ودون الجهر من القول" الآية فيقتصر فيه على مورد الشرع وقد ورد به في الاضحى وهو قوله تعالى "واذكروا الله في ايام معدودات" جاء في التفسير ان المراد به هذا التكبير والاولى الاكتفاء فيه - فان قيل فقد قال الله تعالى "ولتكموا العدة ولتكبروا الله على ما هدىكم" وروى الدارقطني عن سالم ان عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما اخبره ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم كان يكبر في الفطر من حين يخرج من بيته حتى يأتى المصلى -

فالجواب ان صلوة العيد فيها التكبير والمذكور في الآية بتقدير كونه امراً اعم منه وفيما في الطريق ، والحديث المذكور ضعيف بموسى بن محمد بن عطاء المقدسى ثم ليس فيه انه كان يجهر به وهو محل النزاع وكذا رواه الحاكم من فروعاً ولم يذكر الجهر - (رسائل ص ۲۳)

(۳۲) بتحقيق جهر كرده است آنحضرت صلى الله عليه وآله وسلم باذكار وادعیه در مواطن كثيرة

چنانکہ در جعفر خندق و حمل سنگ و خشت برائے مسجد و جزآن و همچنین آنچه آمده است از سلف صحابہ و من بعدہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم و ہمہ اینہا دلالت دارد بر جواز جہر و اجتماع برائے ذکر و لیکن اینہا در قضایائے مخصوصہ است احتمال اختصاص بآن مواضع کہ واقع اند در آن دارد پس آنکہ نظر کردہ بجانب معنی و علت اجازت کرد آنرا علی العموم آنکہ نظر بر خصوص کرد قصر کرد آنہا را بر مواردش و طریق اول موافق است بمقاصد شرع و مطالب آن پس ظاہر گشت از آنچه مذکور شد صحت آنچه استحسان کردہ اند بعضے مشایخ صوفیہ آنرا از اجتماع برائے ذکر و حزب واحد و حلقہ بستن برائے آن، و حلق الذکر کہ در حدیث واقع شدہ است حجت آن است اما مذہب مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کراہت است از جہت عدم عمل سلف از صحابہ و تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بدان و از جہت سد ذرائع تارفتہ رفتہ زیادہ بدان نکند و تجاوز از حد نکند و بعضے از متأخرین از مشایخ شاذلیہ قدس اللہ ارواحہم گفتہ اند کہ ایں اجتماع و تخلیق از برائے اذکار و احزاب از رواج دین است کہ متعین است تمسک بدان از جہت ذہاب حقائق دیانت در ایں ازمنہ و اگر بدعت است مختلف فیہ است و نہایت آن قول بکراہت است پس صحیح است عمل بدان بقول کسیکہ قائل است بدان۔

و شاید کہ شارع ترغیب کردہ باشد در آن برائے جماعتیکہ بعد از صدر اول پیداشد از جہت احتیاج ایشان بدان و گاہے مختلف می گردد حکم باباحث و ندب باختلاف ازمنہ و امکان بلکہ باختلاف اشخاص پس متعین شد قول بجواز آن با رعایت شروط و آداب و آن مذکور است در مواضع خود۔ واللہ تعالیٰ اعلم (اشعۃ اللمعات ص ۵۸ ج ۲)

(۳۳) و مما یدل علی طلب رفع الصوت بالذکر خبر البیہقی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ و علی آلہ وسلم مرّ بہ رجل فی المسجد رفع صوتہ بالذکر فقیل لہ یا رسول اللہ عسی ان یکون هذا مراثیاً فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا ولکنہ اواہ ای کثیر الوجع من حرارة العشق للہ تعالیٰ (رسائل ص ۴۷)

(۳۴) روی البیہقی عن زید بن اسلم عن بعض الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم قال انطلقت مع رسول اللہ لیلۃ فمر برجل فی المسجد یرفع صوتہ فقلت یا رسول اللہ عسی ان یکون هذا مراثیاً فقال لا ولکنہ اواہ (رسائل ص ۶)

(۳۵) روى البيهقى عن عقبه رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لرجل يقال له ذوالبجادين انه اواه وذلك انه كان يذكر الله (رسائل ص ۷)

(۳۶) روى البيهقى عن جابر ان رجلا كان يرفع صوته بالذكر فقال رجل له اخفض من صوتك فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اتركه فانه اواه (رسائل ص ۷)

(۳۷) وفي المرقاة لعلى القارى عند شرح هذا الحديث ناقلا عن المظهر هذا يدل على جواز الذكر برفع الصوت بل على الاستحباب اذا اجتنب الرياء اظهرها للدين و تعليمها للسامعين وايضا لهما من الغفلة وايضا للبركة الذكر الى مقدارا ما يبلغ الصوت اليه من الحيوان والشجر والحداد وطلب الاقتداء الغير بالخير وليشهد له كل رطب ويابس وبعض المشايخ يختارون اخفاء الذكر لانه بعد من الرياء وهذا متعلق بالنية انتهى .

ولا يخفى ان سكوت على القارى عن الرد على المظهر وتقديره عليه مع كون دأبه في جميع تصانيفه الرد على خلافه يدل على انه ايضا من مجوزيه واليه يميل بعض عباراته في شرح الحصن الحصين وان كان بعض عباراته في موضع آخر من ذلك يأتى عنه (رسائل ص ۷)

(۳۸) روى البخارى ومسلم والبيهقى في الاسماء والصفات عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه مرفوعا ان الله ملكة يطوفون في الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوما يذكرون الله تنادوا هاهنا الى حاجتكم فيحفوهم باجنحتهم الى السماء فاذا تفرقوا عرجوا وصعدوا الى السماء فيسألهم ربهم وهو اعلم بهم من اين جئتم فيقولون جئنا من عند عبيد في الارض يسبحونك ويكبرونك ويهللونك فيقول هل رأوني فيقولون لا فيقول لورأوني فيقولون لورأوك كانوا اشد لك عبادة واشد لك تمجيда واكثر لك تسبيحا فيقول فما يسألون فيقولون يسألونك الجنة فيقول وهل رأوها فيقولون لا فيقول لورأوها فيقولون لو انهم رأوها كانوا اشد عليها حرصا واشد لها طلبا واعظم فيها رغبة فيقول فما يتعوذون فيقولون من النار فيقول وهل رأوها فيقولون لا فيقول فكيف لورأوها فيقولون لورأوها كانوا اشد منها فراا فيقول شهدكم

ان في قد غفرت لهم فيقول ملك من الملائكة فلان ليس منهم انما جاءهم
لحاجة فيقول هم قوم لا يشفي جليسهم -

وروى نحوه ابن حبان والترمذي وابو نعيم في حلية الاولياء واحمد وغيرهم

(رسائل ص ٥٥)

(٣٩) روى ابن ابى شيبة واحمد ومسلم والترمذي والنسائي عن معاوية رضى الله
تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم خرج على حلقة من اصحابه
فقال ما اجلسكم قالوا جلسنا نذكر الله ونحمده على ما هدانا للاسلام ومن به
علينا فقال الله ما اجلسكم الا هذا قالوا الله ما اجلسنا الا ذلك فقال اما اني لم
استحلفكم قهمة لكم ولكن اتاني جبرئيل فاخبرني ان الله عز وجل يباهى بكم
الملائكة (رسائل ص ٥٦)

(٤٠) روى احمد وابو يعلى وابن حبان والبيهقي عن ابى سعيد الخدري رضى الله
تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم قال يقول الله يوم القيمة
سيعلم اهل الجمع اليوم من اهل الكرم اليوم فقيل ومن اهل الكرم يا
رسول الله فقال اهل مجالس الذكر (رسائل ص ٥٦)

(٤١) روى احمد عن انس رضى الله تعالى عنه قال كان عبد الله بن رواحة رضى الله
تعالى عنه اذا لقي الرجل من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم قال تعالى
نؤمن بربنا ساعة فقال ذات يوم لرجل فغضب الرجل وجاء الى رسول الله
صلى الله عليه وسلم وقال اتري الى ابن رواحة يرغب عن ايمانك الى ايمان
ساعة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم رحم الله ابن رواحة انه يحب المجالس
التي تباهى بها الملائكة -

قال المنذرى في كتاب الترغيب والترهيب اسناده حسن (رسائل ص ٥٦)

(٤٢) روى ابو يعلى والبخاري والطبراني عن انس رضى الله تعالى عنه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ما من قوم اجتمعوا يذكرون الله لا يريدون
بذلك الا وجهه الا ناداهم مناد من السماء ان قوموا مغفور لكم قد بدلت
سيئاتكم حسنات -

قال المنذرى ورواه احمد برجال محتج بهم في الصحيح الايمون وثقة جماعة
وفيه ضعف (رسائل ۵۶)

(۳۳) روى الطبراني عن سهل بن الحنظلية رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وعلى آله وسلم ما جلس قوم مجلسا يذكرون الله فيه فيقومون حتى
يقال لهم قوموا قد غفر الله لكم (رسائل ۵۷)

(۳۴) روى البيهقي عن عبد الله بن مغفل رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله
عليه وعلى آله وسلم ما من قوم اجتمعوا يذكرون الله الا ناداهم مناد من السماء قوموا
مغفورا لكم (رسائل ۵۸)

(۳۵) روى احمد ومسلم والترمذى وابن ماجه وابن ابى شيبة والبيهقي عن
ابى هريرة روى الله تعالى عنهما انهما شهدا على رسول الله صلى الله
عليه وعلى آله وسلم انهما قال لا يقعد قوم يذكرون الله الا حفتهم الملائكة
وغشيتهم الرحمة ونزلت عليهم السكينة وذكرهم الله في ملائكة (رسائل ۵۹)

(۳۶) روى ابن ابى الدنيا عنهما مرفوعا ان لاهل ذكر الله اربع تنزل عليهم
السكينة وتغشيتهم الرحمة وتحف بهم الملائكة ويذكروهم الله في ملائكة
(رسائل ۶۰)

(۳۷) روى عبد بن حميد في مسنده والحاكم عن جابر رضى الله تعالى عنه قال قال
رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ان لله سرايا من الملائكة تحل وتقف على
مجالس الذكر في الارض (رسائل ۶۱)

(۳۸) روى احمد والترمذى وحسنه عن انس رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله
صلى الله عليه وعلى آله وسلم اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا قالوا يا رسول الله وما
رياض الجنة قال خلق الذكر.

قال الجزري في مفتاح الحصن الحصين اراد بالرياض الذكر وشبه الخوض
فيه بالرتع (رسائل ۶۲)

(۳۹) روى ابن النجار عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه مرفوعا على ما اورد السيو
في كتابه الحبايك في احوال الملائكة ان لله تعالى سياره من الملائكة يتبعون

خلق الذکر فاذا مروا قال بعضهم لبعض اقعدوا فاذا دعا القوم امنوا على دعائهم فاذا صلوا على النبي صلى الله عليه وعلى آله وسلم صلوا معهم حتى يفرغوا ثم يقول بعضهم لبعض طوبى لهم لا يرجعون الا مغفورا لهم (رسائل ص ٥٤)

(٥٠) روى البزار عن انس رضى الله تعالى عنه مرفوعا ان لله سيارة من الملائكة يعلبون خلق الذکر فاذا اتوا خلقهم حفوا بهم فيقولون ربنا اتينا على عباد من عبادك يعظمون الاعراك ويتلون كتابك ويصلون على نبيك ويسألونك الاخرتهم ودنياهم فيقول الله غشوههم برحمتي فهم المجلساء لا يشقى لهم جليسهم (رسائل ص ٥٥)

(٥١) روى احمد عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما انه قال يا رسول الله ما غنمة مجالس الذکر قال الجنة -

قال المنذرى ورواه احمد ايضا باسناد حسن (رسائل ص ٥٥)

(٥٢) روى ابو يعلى والمحاكم وصححه والبيهقى في الدعوات عن جابر رضى الله تعالى عنه قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم فقال يا ايها الناس ان لله سرايا من الملائكة تحل وتقف على مجالس الذکر فارتعوا في رياض الجنة قالوا وما راي من الجنة قال مجالس الذکر فاغدا واوروحوا في ذكر الله -

قال المنذرى ورواه ابن ابى الدنيا وغيره وفي اسانيدهم كلها عمر بن عبد الله مولى عفرة وقد ضعفه النسائي وابن معين وقال احمد ليس به بأس وبقيّة رواة محتج بهم والحديث حسن (رسائل ص ٥٥)

(٥٣) روى الطبراني في الصغير باسناد حسن عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال مر رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم بعبد الله بن رواحة وهو يذکر مع اصحابه فقال اما انكم الملائكة الذين امر في الله ان اصبر نفسى معكم ثم تلا قوله تعالى واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغداة والعشي اما انه ما جالس معكم الا جالس معهم ملائكة ان سبحوا الله سبحوة وان حمدوا الله حمدة ثم يصعدون الى الرب وهو اعلم بهم فيقولون ربنا عبادك يسبحونك فسبحناك ونحمد ونك فحمدنا فيقول يا ملائكتي اشهدكم اني قد غفرت لهم فيقولون فيهم فلان وفلان فيقول هم القوم الذين لا يشقى لهم جليسهم (رسائل ص ٥٥)

(۵۴) روى الطبرانی عن عمرو بن عنبسة رضى الله تعالى عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم يقول عن يمين الرحمن وكذا يمينه يمين رجال ليسوا بانبیاء ولا شهداء يغشى بياض وجوههم نظر الناظر يغبطهم النبىون والشهداء بمقعدهم وقربهم من الله تعالى قيل يا رسول الله من هم قال جماع من نوازع القبائل يجتمعون على ذكر الله فينتقون اطائب الكلام كما ينتقى اكل التمر اطائبه -

قال المندری اسنادہ مقارب لا بأس به - ومعنى قوله جماع أه بضم الجيم وتشديد الميم اخلاط من قبائل شتی ومواضع مختلفة - ونوازع جمع نازع وهو الغريب ومعناه انهم لم يجتمعوا القرابة بينهم ولا نسب ولا معرفة وانما اجتمعوا لذكر الله انتهى (رسائل ص ۵۸)

(۵۵) روى الطبرانی باسناد حسنه المندری عن ابى الدرداء رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم ليلبعثن الله اقواما يوم القيمة في وجوههم النور على منابر الؤلؤ يغبطهم الناس ليسوا بانبیاء ولا شهداء قال ابوالدرداء فحدثني اعرابي على ركبتيه وقال صف حليتهم لنا نعرفهم فقال هم المتحابون في الله من قبائل شتی وبلا دشتی يجتمعون على ذكر الله يذكرونه (رسائل ص ۵۹)

(۵۶) روى بقى بن مخلد عن عبد الله بن عمر رضى الله تعالى عنهما مرفوعا ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على مجلسين احدهما كانوا يدعون الله ويرغبون اليه والاخر يتلون العالم فقال كلا المجلسين خير واحد هما افضل من الآخر (رسائل ص ۵۹)

(۵۷) روى الحاكم عن شداد بن اوس رضى الله تعالى عنه قال كنا عند رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال ارفعوا ايديكم فقولوا لا اله الا الله ففعلنا فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم انك بعثتني بهذه الكلمة وامرتنى بها ووعدتني عليها انك لا تخلف الميعاد (رسائل ص ۶۰)

(۵۸) روى ابن جرير والطبرانی عن عبد الرحمن بن سحبل رضى الله تعالى عنه قال نزلت على رسول الله صلى الله عليه وسلم واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم الآية

وهو في بعض ابيانه فخرج فوجد قوماً يذكرون الله فيجلس معهم وقال الحمد لله الذي جعل امرى ان اصبر معهم (رسائل صلا)

(۵۹) روى احمد بن حنبل في الزهد عن ثابت رضى الله تعالى عنه قال كان سلمان رضى الله تعالى عنه في عصاية يذكرون الله فمر بهم رسول الله صلى الله عليه وسلم فكفوا فقال انى رايت الرحمة تنزل عليكم فاحببت ان اشارككم فيها (رسائل ۶۱)

(۶۰) روى الاصبهاني في كتاب الترغيب والترهيب عن ابى رزين العقيلي ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الا ادلك على ملاك الامر قال بلى قال عليك محاسن الذكر واذا خلوت فحرك لسانك بذكر الله (رسائل صلا)

(۶۱) روى البيهقي والاصبهاني عن انس رضى الله تعالى عنه مرفوعاً لان اجلس مع قوم يذكرون الله بعد صلوة الصبح الى ان تطلع الشمس احب الي من ان تطلع عليه الشمس ولان اجلس مع قوم يذكرون بعد العصر الى ان تغيب الشمس احب الي من الدنيا وما فيها - (رسائل صلا)

(۶۲) روى ابوداود وابويعلی عن انس رضى الله تعالى عنه مرفوعاً لان اقم مع قوم يذكرون الله حتى تطلع الشمس احب الي من ان اعتق اربعة من ولد اسمعيل ولان اقم مع قوم يذكرون الله من صلوة العصر احب الي من ان اعتق اربعة (رسائل صلا)

(۶۳) روى البخارى ومسلم عن انس بسندهما عن عمرو بن دينار قال اخبرني ابو معبد اصدق موالى ابن عباس عن مولاة ابن عباس رضى الله تعالى عنهما قال ان رفع الصوت بالذكر حين ينصرف الناس من المكتوبة كان على عهد رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم وفي رواية لهما بسندهما المذكور عنه قال كنت اعرف انقضاء صلوة رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتكبير -

لا يقال قد جاء في سند مسلم ان عمرو بن دينار قال اخبرني بهذا ابو معبد ثم انكره بعد والاصل اذا انكر الرواية او كذب الفرع يسقط الاعتبار بتلك الرواية لانا نقول هذه مسألة معروفة عند المحدثين وفيها تفصيل وهو ان الاصل اما ان يجزم بالتكذيب او لا يجزم واذا جزم فتارة يصرح وتارة لا يصرح

فان لم يجزم بتكذيبه كان قال لا اذكره فاتفقوا على قبوله وان جزم وصرح بتكذيبه فاتفقوا على رده وان جزم ولم يصرح به كقول ابى معبد فى هذه الرواية لم يحدثك بهذا ففيه اختلاف -

فذهب ابن الصلاح تبعاً للخطيب الى رده حيث قال فى مقدمة اصول الحديث اذا روى ثقة عن ثقة حديثاً ورجع المروى عنه فالمختار انه ان كان جازماً بنفيه بان قال ما رويت اوكذبت على ونحو ذلك وقد تعارض الجزمان والجهل هو الاصل فوجب رد حديثه فصرح به ثم لا يكون ذلك جرحاً له ايضاً فانه مكذب لشيخه ايضاً فتعارضاً اما اذا قال المروى عنه لا اعرفه او لا اذكره ونحو ذلك فذلك لا يكون مسقطاً عند جمهور اهل الحديث والفقهاء والمتكلمين خلافاً لقوم من اصحاب ابى حنيفة رحمه الله تعالى فانهم ذهبوا الى اسقاطه وبنوا عليه ردهم حديث سليمان بن موسى عن الزهرى عن عروة عن عائشة رضى الله تعالى عنهما عن رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا نكحت المرأة بغير اذن وليها فنكاحها باطل من اجل ان ابن جريج قال لقيت الزهرى فسأله عنه فلم يعرفه والصحيح ما عليه الجمهور انتهى كلامه -

فسوى ابن الصلاح بين ما اذا صرح بتكذيبه وقال كذبت على او لم يصرح به بان قال ما رويت وهو الذى مشى عليه الحفاظ بن حجر فى شرح النخبة لكن قال فى فتح البارى ان الراجم عند المحدثين القبول وتمسك بصنيع مسلم حيث اخبر حديث عمرو بن دينار المذکور مع قول ابى معبد له لم يحدثك فانه دل على ان مسلماً كان يرى صحة الحديث -

وفى شرح مسلم للنووى فى احتياج مسلم بهذا الحديث دليل على ذهابه الى صحة الحديث الذى يروى على هذا الوجه مع انكار المحدث له اذا حدث ثقة وهو من ذهب جمهور العلماء من المحدثين والفقهاء والاصوليين فقالوا يحتاج به اذا كان انكار الشيخ له لتشكيكه او نسيانه او قال لا احفظه وخالفهم الكرخى من اصحاب ابى حنيفة رحمه الله تعالى فقال لا يحتاج به انتهى -

فظهر انه لا قدح فى اعتبار هذا الحديث كيف وقد اخرج الشيخان

في صحيحيهما وكفاك به عبرة -

فان قلت هذا الحديث وان كان يثبت الجهر بالذكر الا انه غير معمول عند جمهور الفقهاء الحنفية والشافعية فانهم صرحوا بانه لا يسن الجهر بالذكر بعد الصلوة بل بالسرا قال في نصاب الاحتساب اذ اكبروا على اثر الصلوة جهرا يكره وانه بدعة يعنى سوى النحر واما التثريق انتهى -

وقال النووي في شرح صحيح مسلم هذا الحديث دليل لما قاله بعض السلف انه يستحب رفع الصوت بالذكر عقيب المكتوبة ومن استحب ابن حزم الظاهري ونقل ابن بطل وغيره ان ارباب المذاهب متفقون على عدم استحباب رفع الصوت بالذكر وحمل الشافعي هذا الحديث على انه جهرا وقتا يسيرا الا انهم جهروا دائما انتهى -

قلت عدم كونه معمولاً به في استحباب الجهر بالذكر بعد الصلوة لا يستلزم عدم جوازه مطلقا فان الحديث دل على مطلق الجواز ولو احيانا وليس المطلوب الا هذا (رسائل ص ٦١)

(٦٣) روى سعيد بن منصور من رواية عبيد بن عمير عن عمر رضى الله تعالى عنه و ابو عبيد من وجه آخر عنه والبيهقي ايضا عنه وعلقه البخاري انه كان يكبر في قبة بمكة فيسمعها اهل المسجد فيكبرون ويكبر اهل الاسواق حتى ترتج منى تكبيرا (رسائل ص ٦٢)

(٦٥) ذكر اصحاب السير كصاحب السيرة الشامية والمواهب اللدنية وغيرهما من رواية ابن سعد في قصة قتل محمد بن مسلمة واصحابه كعب بن الاشرف من انهم لما قتلوه ورجعوا وبلغوا بقيع الغرقد كبروا جهرا وقد كان رسول الله صلى الله عليه وعلى آله وسلم قائما يصلى في تلك الليلة فلما سمع تكبيرهم كبر وعرف انهم قد قتلوه القصة (رسائل ص ٦٦)

(٦٦) روى ابو نعيم في حلية الاولياء عن ابن جابر قال كان ابو مسلم الخولاني يكثر ان يرفع صوته بالتكبير حتى مع الصبيان ويقول اذكروا الله حتى يرى الجاهل انكم من المجانين (رسائل ص ٦٦)

(۶۷) روى البزار والطبرانی وابونعیم فی الحلیة والبیہقی فی الدلائل وابونعیم فی الدلائل وابن عساکر فی قصة اسلام عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ لما جاء عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وكان مع اصحابہ فی دار الارقم و قال اشہدان لا اله الا اللہ وانتک رسول اللہ کبر اهل الدار تکبیرة سمعہا اهل المسجد (رسائل ص ۶۶)

(۶۸) والظاهر ان مراد من قال الجهر حرام هو الجهر المفرط بدلیل انہم یستدلون علیہ بقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اربعوا علی انفسکم الحدیث وقد عرفت فی شان ورودہ ان ورودہ انما کان فی الجهر المفرط لا فی الجهر مطلقا مع انہ کیف تثبت الحرمة الحقيقية بخبر الواحد الذی هو من الادلة الظنية -

ومن قال انہ بدعة اراد بہ ان ایقاعہ علی وجہ مخصوص والتزام ملتزم لم یعہد فی الشرع بدلیل انہما انما اطلقوا البدعة علیہ فی بحث التکبیر فی طریق صلوٰۃ عید الفطر وقالوا الجهر بہ فی الطريق علی الوجه المخصوص انما ورد فی عید الاضحیٰ واما فی عید الفطر فهو بدعة فتأمل فی هذا المقام لیظهر لك اصل المرام فکمرزت فیہ الاقدام وتحیرت فیہ الاقوام ولا تعجل فی الرد والقبول فانہ من وظائف العوام - (رسائل ص ۶۷)

(۶۹) قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : وفي حاشیة الحموی عن الامام الشعرائی : اجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر الجماعة فی المسجد وغيرها الا ان یشوش جہرہم علی نائم (ومصل او قارئ الخ) (رد المحتار ص ۶۸ ج ۱)

(۷۰) قال الحموی رحمہ اللہ تعالیٰ : وقد ذکر الشيخ عبد الوہاب الشعرائی فی کتابہ المسمی ببيان ذکر الذاکر للمذکور والشاکر للمشکور ما نصہ : واجمع العلماء سلفا وخلفا علی استحباب ذکر اللہ تعالیٰ جماعة فی المسجد وغيرها من غیر تکبر الا ان یشوش جہرہم بالذکر علی نائم او مصل او قارئ کما هو مقرر فی کتب الفقہ وقد شبه الامام الغزالی ذکر الانسان وحده و ذکر الجماعة باذان المنفرد و اذان الجماعة قال فکما ان اصوات المؤذنین جماعة تقطع جرم الهوی اکثر من صوت مؤذن واحد كذلك ذکر الجماعة علی قلب واحد اکثر تأثیرا فی رفع الحجب الکثیفة من ذکر شخص

واحد (حاشیہ الحموی علی الاشباہ ص ۲۳۲ ج ۲)

(۴۱) حد ثنا الحسن بن علی المعمری ثنا احمد بن العباس صاحب المشامة ثنا الحارث بن عطية ثنا بعض اصحابنا عن ابن ابی نجیح عن مجاهد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: "اذا مررتم برياض الجنة فارتعوا" قيل يا رسول الله وما رياض الجنة؟ قال: "مجالس العلم" (طبرانی ص ۹۵ ج ۱۱)

(۴۲) قال ابو هزنان: قلت لعطاء رحمہ اللہ تعالیٰ ما مجالس الذکر؟ قال: مجالس المحلل والمحرام کیف تصلي کیف تصوم کیف تنكح وتطلق وتبيع وتشتري.

(البداية والنهاية ص ۳۰۹ ج ۹)

(۴۳) قال العيني رحمه الله تعالى: (قوله نؤمن ساعة) لا يمكن حمله على اصل الايمان لان معاذ رضي الله تعالى عنه كان مؤمنا وای ايمان فالمراد زيادة الايمان اى اجلس حتى نكثر وجه دلالات الادلة الدالة على ما يجب الايمان به -

وقال النووي: معناه نتذكر الخير واحكام الآخرة وامور الدين فان ذلك ايمان -

وقال ابن المربوط نتذكر ما يصدق اليقين في قلوبنا لان الايمان هو التصديق بما جاء من عند الله تعالى، (عمدة القاري ص ۱ ج ۱)

(۴۴) قال الكرماني رحمه الله تعالى: (نؤمن ساعة) لا يمكن حمله على اصل الايمان لان معاذ رضي الله تعالى عنه كان مؤمنا وای مؤمن فالمراد زيادة الايمان اى اجلس تذكر وجه الدلالات الدالة على ما يجب الايمان به -

النووي: معناه نتذكر الخير واحكام الآخرة وامور الدين فان ذلك ايمان -

(شرح الكرماني ص ۴۴ ج ۱)

(۴۵) قال القسطلاني رحمه الله تعالى: (اجلس بنا) بهمزة وصل (نؤمن) بالجرم (ساعة) اى نزيد ايماننا لان معاذ رضي الله تعالى عنه كان مؤمنا وای مؤمن و

قال النووي: معناه نتذكر الخير واحكام الآخرة وامور الدين فان ذلك ايمان - (ارشاد الساري ص ۸۸ ج ۱)

(۴۶) قال الساعاتي رحمه الله تعالى: ومعنى الحديث اذا مررتم بحلق الذکر فادخلوا

فیهما لتناولوا الاجر العظيم والفوز بمجنات النعيم ، ففیه الحث على الذکر ومشاركة
اهله فیه ، واطلاق الذکر هنا يشمل كل ما يذكر بالله عز وجل من قراءة قرآن و
مدارسة علم وتسبیح وتهلیل ونحو ذلك ، ولا سيما وقد فسرت رياض الجنة
فی حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بمجالس العلم رواه الطبرانی ، و
فسرت فی حدیث ابی ہریرة رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالمساجد رواه الترمذی ، وفسرت
فی حدیث الباب بحلق الذکر ، ولما نفع من ارادة الكل وانه انما ذکر فی كل حدیث
بعضا ، لانه خرج جوابا عن سؤال معین ، فرأى ان الاولی بحال السائل هنا
حلق الذکر ، وشرح مجالس العلم وهكذا واللہ اعلم - (ریلوغ الامانی ص ۱۲ ج ۱۲)
(۷۷) اخراج ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ رافعی اصواتهم فی المساجد وقوله لهم
ما اراکم الامبتدعین -

والجواب عنه بوجوه :

احدها ان هذا الاثر وان ذکره جمع من الفقهاء لكن لم يوجد له اثر فی
كتب الحدیث بل الثابت عنه خلافه قال السيوطی فی نتیجة الفكر هذا الاثر عن
ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ محتاج الى بیان سنداه ومن اخرجہ من الحفاظ
فی كتبهم ورأيت ما يقتضی انكار ذلك عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ وهو
ما رواه احمد بن حنبل فی كتاب الزهد حدثنا حسين بن محمد بسنداه عن ابی
وائل قال هؤلاء الذین یؤمنون ان عبد اللہ كان ینهى من الذکر ما جالست مجلسا
قط والاذکر اللہ فیه انتهى كلامه -

وثانيها انه على تقدیر شبوته معارض بالاحادیث الصحيحة الصريحة فی جواز الجهر
الغير المفرط وهي مقدمة عليه عند المعارض -

وثالثها ما ذكره البرازی فی فتاواه على ما مر ذكره (رسائل ص ۵۳)

(۷۸) وفي تعاليق الانوار حاشية الدر المختار (قوله ورفع صوت بذكره) لما روى
عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انه رأى قوما يهللون برفع الصوت فی المسجد
فقال ما اراکم الامبتدعین وامر باخراجهم لكن قال العلامة الحفاني فی رسالة
فضل التسبیح والتهلیل ما نقل عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ غیر ثابت

بدلیل ما فی کتاب الزهد بالسند الی ابی وائل انه قال هؤلاء الذین یزعمون ان عبد الله بن مسعود رضی الله تعالی عنه کان ینمی من الذکر ما جالسته فجلسا الا ذکر الله ای جهرا (رسائل ص ۴۲)

(۷۹) وفي الفتاوى البنزانية في فتاوى القاضي رفع الصوت بالذکر حرام ، وقد صح عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه انه سمع قوماً اجتمعوا فی المسجد یهللون ویصلون علی النبی صلی الله علیه وسلم جهراً فزجر علیهم فقال ما عهدنا ذلك علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم وما اراکم الا مبتدعین فما زال ینکر ذلك حتی اخرجهم من المسجد ،

فان قلت المذكور فی الفتاوی ان الذکر بالجهر لو فی المسجد لا یمنع احرازاً عن الدخول تحت قوله تعالی ”ومن اظلم ممن منع مسجداً لله ان یدکر فیها اسمه“ وصنع ابن مسعود رضی الله تعالی عنه بخلافه -

قلت الاخراج من المسجد لو نسب الیه بطریق الحقیقة لجاز ان یشکر الله لا اعتقادهم العبادة فیہ وتعلیم الناس انه بدعة والفعل الجائز یجوز ان یشکر الله غیر جاز لغرض یدلحقه (رسائل ص ۴۲)

(۸۰) حدثنا علی بن عبد العزیز حدثننا ابو نعیم ثنا سفیان عن سلمة بن كهیل عن ابی الزعراء ، قال جاء المسیب بن نجیة الی عبد الله رضی الله تعالی عنه فقال انی ترکت قوماً بالمسجد یقولون من سبح کذا وکذا فله کذا وکذا ، قال قم یا علقمة ، فلما رأهم قال یا علقمة اشغل عنی ابصار القوم ، فلما سمعهم ویا یقولون ، قال انکم لم تفسکون بذنب ضلالة او انکم لاهدی من اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم (طبرانی ص ۳۳ ج ۹)

حدثنا اسحق بن ابراهیم الدبری عن عبد الرزاق عن ابن عیینة عن بیان عن قیس بن ابی جازم قال ذکر لابن مسعود رضی الله تعالی عنه قاص یجلس باللیل ویقول للناس قولوا کذا وقولوا کذا ، فقال اذا رأیتهم فاخبرونی قال فاخبروه ، فجاء عبد الله متقنعاً فقال : من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا عبد الله بن مسعود تعلمون انکم لاهدی من اصحاب محمد صلی الله علیه وسلم

واصحابه وانكم لم تعلقون بذنب ضلالة (طبرانی ص ۱۳۳ ج ۹)

(۸۱) حدثنا اسحق بن ابراهيم الديري عن عبد الرزاق عن جعفر بن سليمان ان اعطاء بن السائب لا اعلمه الا عن ابى البختري قال بلغ عبد الله ابن مسعود رضى الله تعالى عنه ان قوما يقعدون من المغرب الى العشاء يسبحون يقولون قولوا كذا وقولوا كذا قال عبد الله ان قعدوا فائذ نوفي، فلما جلسوا اتوه، فانطلق فدخل معهم، فجلس وعليه برنس، فاخذوا في تسبيحهم، فحسر عبد الله عن رأسه البرنس، وقال انا عبد الله بن مسعود، فسكت القوم، فقال: لقد جئتم ببدعة وظلماء، اولقد فضلتهم اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما، فقال رجل من بنى تميم ما جئنا ببدعة ظلماء، ولا فضلنا اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم علما، فقال عمرو بن عتبة بن فرق استغفر الله يا ابن مسعود واتوب اليه، فامرهم ان يتفرقوا، قال وراى ابن مسعود رضى الله تعالى عنه حلقتين في مسجد الكوفة فقام منهما، فقال ايتكما كانت قبل صاحبتهما؟ قالت احدهما نحن، فقال للاخرى قوموا اليها فجعلها واحدة (طبرانی ص ۱۳۴ ج ۹)

(۸۲) حدثنا على بن عبد العزيز ثنا ابو نعيم ثنا عبد السلام بن حرب عن عطاء بن السائب عن ابى البختري وربما قال عامر دخل المسجد فاذا هو بحلقتين، فقال للغلام انطلق وانظر هؤلاء جلوسا قبل ام هؤلاء فجاء فقال هؤلاء، فقال انما يكفى المسجد محدث واحد، فانما هلك من كان قبلكم بالتباغى (طبرانی ص ۱۳۴ ج ۹)

(۸۳) حدثنا عثمان بن عمر الضبي ثنا عبد الله بن رجاء انا زائدة عن عطاء بن السائب عن ابى البختري قال ذكر لعبد الله رضى الله عنه ان رجلا يجتمع اليه وذكر حديث ابى نعيم (طبرانی ص ۱۳۵ ج ۹)

(۸۴) حدثنا ابو مسلم الكشي قال ثنا ابو عمر الضبي انا حماد بن سلمة ان عطاء بن السائب اخبرهم عن ابى عبد الرحمن السلمي قال كان عمرو بن عتبة بن فرق قد السلمي ومعه في اناس من اصحابهما اتخذا مسجدا

یسبحون فیہ بین المغرب والعشاء کذا ویهللون کذا ویحمدون کذا
 فاخبر بذلك عبد الله بن مسعود رضى الله تعالى عنه ، فقال للذي اخبره
 اذا جلسوا فائذنى ، فلما جلسوا اذنه ، فجاء عبد الله عليه برنس حتى دخل
 عليهم فكشف البرنس عن رأسه ثم قال انا ابن ام عبد والله لقد
 جئتم ببدعة وظلماء ، او قد ضللتكم اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم
 علما ، فقال معضد وكان رجلا مفوهاً والله ما جئنا ببدعة وظلماء ، ولا
 فضلتنا اصحاب محمد صلى الله عليه وعلى آله وسلم ، فقال عبد الله
 لئن اتبعتم القوم ، لقد سبقوكم سبقا مبينا ، ولئن جرتم يميننا و
 شمالا لقد ضللتكم ضلالا مبينا (طبرانی ص ۱۳۵ ج ۹)

۸۵) حدثنا علي بن عبد العزيز ثنا ابو النعمان عارم ثنا حماد بن زيد عن
 مجالد بن سعيد عن عمرو بن سلمة قال كنا قعودا عند باب ابن مسعود
 نرى الله تعالى عنه بين المغرب والعشاء ، فأتى ابو موسى ، فقال اخرج
 اليكم ابو عبد الرحمن ؟ قال فخرج ابن مسعود رضى الله تعالى عنه ، فقال
 ابو موسى ما جاء بك هذه الساعة ؟ قال لا والله الا انى رأيت امرأ ذعرنى
 وانه لخير ، ولقد ذعرنى وانه لخير ، قوم جلوس فى المسجد ورجل
 يقول لهم سبحوا كذا وكذا ، احمدا وكذا وكذا ، قال فانطلق عبد الله
 رضى الله تعالى عنه فانطلقنا معه حتى اتاهم ، فقال ما اسمكم فاضلتم
 واصحاب محمد صلى الله عليه وسلم احياء وازواجه شواب وشبابه و
 انبيته لم تغيرا حصوا سيئاتكم فانا ضمن على الله ان يحصى حسناتكم ،
 (طبرانی ص ۱۳۶ ج ۹)



الاحکام المستفادة

- ذکر خفی بلاشبہ افضل ہے (۱ تا ۸، ۲۳، ۲۵)
- روایات جہر کو حضرت امام مالک و دیگر بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے ”ماورد بہ الشرع“ کے ساتھ مختص قرار دیا ہے، دوسرے حالات میں جہر حرام ہے، (۱ تا ۳، ۵، ۹، ۲۴ تا ۳۲، ۷۷ تا ۷۹)
- ائمہ احناف رحمہم اللہ تعالیٰ سے ”مواضع معہودہ فی الشرع“ کے سوا جہر کی حرمت و جواز دونوں قول ہیں۔ اکثر نے ”ماورد بہ الشرع“ پر قیاس کر کے جواز کا قول فرمایا ہے، معہذا بعض حالات میں حرام اور بعض میں مستحب قرار دیا ہے، یعنی جواز جہر لعینہ ہے اور بعض حالات میں حرمت یا استحباب لغیرہ ہے (۲، ۳، ۵، ۲۳ تا ۳۷، ۶۸، ۷۰ تا ۷۸، ۸۵)

عوارض استحباب جہر :

- (۱) ذکر کا ”اداء“ ہونا (۳۳ تا ۳۶)
- (۲) قلب کا جمود و خمود (۲۳، ۳۷)
- (۳) غلبہ نوم (۲۳، ۳۷)
- (۴) وسوس و خواطرِ ردیہ (۲۳، ۳۷)

حلق ذکر :

- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ”ریاض الجنۃ“ کی چار تفاسیر منقول ہیں :
- (۱) مساجد (۲) حلق ذکر (۳) مجالس ذکر (۴) مجالس علم (۲۷، ۲۸، ۵۲، ۷۱، ۷۶)
- رئیس المحدثین والفقہاء حضرت عطاء و بعض دیگر فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے حلق ذکر و مجالس ذکر کو بھی ”مجالس علم“ پر محمول فرمایا ہے، (۲۷، ۷۲)
- لفظ ”حلق“ سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، بصورتِ حلق بیٹھنے کی ضرورت مجالس علم ہی میں ہوتی ہے، تسبیح و تہلیل جیسے اذکار میں اولاً تو اجتماع ہی کی ضرورت نہیں ثانیاً اتفاقاً اجتماع ہو بھی گیا تو حلقہ بنانے کی کیا ضرورت؟ اور نفس اجتماع کی ”حلقہ“ سے تعبیر مفقول نہ کتب لغت میں منقول۔

○ اکثر شرح حدیث فرماتے ہیں کہ ”حلق ذکر“ عام ہے، مجالس علم و مجالس تسبیح وغیرہ سب کو شامل ہے۔

مگر بدون مجلس علم ذکر بصورت حلقہ کا نہ کوئی قول نظر سے گزرا اور نہ ہی نفس اجتماع بدون صورت حلقہ کو ”حلقہ“ کہنے کی کوئی وجہ۔

○ بدون تداعی اجتماعی ذکر جائز لغیرہ ہے،

○ عوارض مبیحہ وہی ہیں جو ”عوارض استحباب جہر“ کے تحت لکھے گئے ہیں۔

○ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عموماً مجالس ذکر میں شرکت نہ فرماتے تھے (۹)

○ حضرات محدثین و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے جن حضرات نے مجالس ذکر کی روایت

نقل فرمائی ہیں انہوں نے اپنے ہاں مجالس ذکر قائم نہیں فرمائیں بلکہ صوفیہ کی مجالس ذکر میں بھی شریک نہیں ہوئے، اس معمول کو صرف صوفیہ کی طرف منسوب فرمایا ہے (۲۳، ۲۵، ۳۲)

○ بقول بعض محدثین مجالس ذکر کی روایات صدر اول کے بعد پیدا ہونے والے

لوگوں کے بارے میں ہیں (۳۲)

○ اجتماعی ذکر کے جواز کے لئے بدعات سے اجتناب شرط ہے، کوئی بدعت شامل

ہو جائے تو حرام ہے (۲۶، ۲۸، ۶۸، ۸۰ تا ۸۵)

○ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ میں مجالس ذکر میں

بدعات شامل ہو گئی تھیں، (۲۶)

اس سے دور حاضر کی مجالس ذکر کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

○ اثر ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ :

○ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہیئت اجتماعیہ جہراً ذکر کرنے

والوں کو مبتدعین قرار دیکر ڈانٹ کر مسجد سے نال دیا تھا (۷۷ تا ۸۵)

○ مجالس ذکر کے مجوزین نے اس کے تین جوابات دیئے ہیں :

① اس اثر کا کتب حدیث میں کوئی ثبوت نہیں ملتا۔

② یہ جواز جہر سے متعلقہ احادیث صحیحہ صریحہ کے خلاف ہے۔

③ ان لوگوں نے کوئی بدعت شامل کر لی ہوگی، مثلاً : اجتماع بالتداعی، امام و استمام

باہم کوئی اور ارتباط، جہر مفرد وغیرہ (۷۷ تا ۷۹)

○ پہلا جواب اسلئے صحیح نہیں کہ طبرانی نے متعدد اسانید سے اسکی تخریج فرمائی ہے (۸۰ تا ۸۵) علاوہ ازیں اکثر فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ”وقد صحیح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ“ سے اسکی تصحیح و توثیق فرمائی ہے کما فی رقم (۷۹)

○ دوسرے جواب میں رد بلا سبب ہے، اسلئے تیسرا جواب ہی متعین ہے۔

○ البدع والحوادث :

① جہر کو مستحب لعینہ سمجھنا ② جہر کو بدو و عوارض ذکر خفی سے افضل سمجھنا۔

③ مجالس ذکر کو جائزۃ لعینہا سمجھنا ④ فاعتقاد کو کھانا مستحبۃ بدعۃ بالاولیٰ۔

⑤ باہم امام اور مقتدیوں جیسا تعلق رکھنا، یعنی کوئی شخص مقتدی بن کر ذکر کر دئے دوسرے اسکی اقتدار کریں۔

⑥ ذاکرین میں باہم کسی بھی قسم کا ربط ⑦ بذریعہ تداعی دو تین افراد سے زیادہ کو جمع کرنا، نوافل کی جماعت میں دو تین سے زیادہ کا نفس اجتماع ہی بحکم تداعی ہے، مگر حلق ذکر میں یہ صورت بحکم تداعی نہیں۔

قول معاذ وعبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

⑧ فرائض اور واجبات کی طرح التزام، یا اس کے تارک کو ملامت کرنا یا اسکی طرف غفلت کی نسبت کرنا یا اس کو طریق افضل کا تارک سمجھنا۔

⑨ دوسری تقییدات و تخصیصات۔

⑩ یہ اعتقاد کہ مجالس ذکر بدو و ترک معاصی اصلاح قلب و نجات کے لئے کافی ہے۔

⑪ حاجات دنیویہ کے لئے اس اعتقاد سے مجالس ذکر منعقد کرنا کہ ارتکاب کبائر کے

باوجود اس سے کام بن جائے گا۔

○ قول معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”مجالس بنا فثمن ساعة“ (صحیح بخاری ص ۷)

○ اس قسم کے الفاظ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہیں (۴۱)

اس سے ذکر کے لئے تداعی پر استدلال صحیح نہیں، اس لئے کہ اس سے مجلس علم مراد ہے (۳ تا ۷۵)

○ اگر مجلس ذکر تسلیم کر لی جائے تو دعوة الواحد ہے تداعی نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ



يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ
الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيزِهِنَّ (القرآن)

هَدَايَةُ الْمَرْتَابِ فِي فُرُضِيَّةِ الْحِجَابِ

پَر دہ شریکے
قرآن، حدیث، فقہ اور عقلِ سلیم
کے
روشنی سے ماہرے

ہدایۃ المرتاب فی فرضیۃ الحجاب

پر دلائل شرعی
مختلف اوقات میں تحریر کردہ چند فتاویٰ کا مجموعہ
اپنے موضوع میں منفردہ تحریرات :

- قرآن کریم کی آیات بینات
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات
- حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تشریحات
- حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریحات
- خوف فتنہ کو پردہ کی علت قرار دینا الحاد ہے
- چہرہ کے پردہ کی تحقیق انیق
- "زینت ظاہرہ" کی تدقیق عمیق
- وجوب حجاب کو اُمہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی خصوصیت قرار دینا سراسر جہالت اور قرآن و حدیث کی بغاوت ہے۔



پردہ کی فرضیت

سوال: زید اس امر کا قائل ہے کہ پردہ کا حکم فرض نہیں استحبانی ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لیکر خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ تک پردہ کا استفادہ اہتمام نہ تھا جو آج کل کے علماء کہتے ہیں۔ اس لئے بستیوں میں جو لوگوں کا طریقہ ہے کہ عورتیں کام کاج کے لئے جاتی ہیں اور لوگ ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے ہیں یہ سنت کے خلاف نہیں۔

آپ تحریر فرمائیں کہ قرآن و حدیث میں پردہ کی کس قدر اہمیت ہے اور زید کا قول صحیح ہے یا نہیں؟ **بَيِّنُوا بِالْبَرِّ هَلْ تَجُوزُ عِنْدَ الرَّحْمَنِ**

الجواب ومنه الصدق الصواب

پردہ کے ثبوت میں اس وقت چند امور بالا اختصار بیان کئے جاتے ہیں:

- ① عورت کو بلا ضرورت برقع میں بھی باہر نکلنا حرام ہے۔
 - ② کسی اہم ضرورت کے لئے پردہ میں باہر نکلنا جائز ہے۔ بشرطیکہ برقع وغیرہ مزین نہ ہو۔ کسی قسم کی خوشبو نہ لگائی ہو۔ کلام اور چال دلکش نہ ہو۔ فتنہ کا احتمال نہ ہو۔
 - ③ بلا پردہ باہر نکلنا اور غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا بلا ضرورت شدیدہ حرام ہے۔
- اب ان امور ثلاثہ کے دلائل تحریر کئے جاتے ہیں۔
- امراؤل: بلا ضرورت برقع میں بھی باہر نکلنا حرام ہے۔**

① **وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَى (۳۳-۳۳)**

اس آیت میں خطاب اگرچہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ہے مگر حکم عام ہے۔

عموم پر چند قرائن ہیں:

- ① آیت کے ماقبل اور مابعد میں مذکورہ احکام یعنی لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ، قُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا، أَقِمْنَ الصَّلَاةَ، آتِينَ الزَّكَاةَ وغیرہ عام ہیں حالانکہ خطاب ان میں بھی خاص ہے۔

② **قَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ** کی تاکید کے لئے اس کے مقابل یعنی تَبَرَّجْ جاہلیت سے وکا

گیا ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اظہارِ جاہلیت یعنی رسوم کفر و شرک کی اجازت کسی بھی مسلمہ عورت کو نہیں۔ جب لَا تَبْرَحْنَ کا عموم مسلم ہے تو اس کے مقابل قرآنِ فی بیوتکم کا عموم بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔

(۳) عورت کو گھر میں بند رکھنے کی حکمت خود قرآن میں مذکور ہے۔ لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِيْ قَلْبِهِ مَرْصُءٌ۔

اس سے ثابت ہوا کہ پردہ کی حکمت احتمالِ فتنہ ہے۔ اور فتنہ کا احتمال ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی بنسبت دوسری عورتوں میں زیادہ ہے جس کے اسباب یہ ہیں :

(۱) ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن رجالِ اُمت پر محرمات مؤبدہ ہیں۔
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَأَزْوَاجُهُ أُمَّهَاتُهُمْ — وَلَا آتُ تَنكِحُوا أَسْرَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ أَبَدًا ط

محرمہ مؤبدہ کی طرف طبعاً میلِ نفس نہیں ہوتا۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی رجالِ اُمت کے لئے وقوع فی الفتنہ سے مانع تھی

(۳) عورت کی طرف سے بھی میلانِ موہوم ہو تو فتنہ کا احتمال زیادہ قوی ہوتا ہے۔

قوتِ احتمال کا یہ سبب اُمت کی عورتوں میں موجود ہے۔ ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے خیالات پاکیزہ اور نفوس قدسیہ تھیں، ان کی تطہیر کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے خود لیا ہے :

لِيَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسُ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ط

غرضیکہ جب حکمتِ پردہ غیر ازواج میں اتم ہے تو ثابت ہوا کہ قرار فی البیت کا حکم بھی اُمت کی عورتوں کے لئے بطریقِ اولیٰ و آکد ہے، اس زمانہ میں تو وجود فتنہ متیقن ہے۔

(۲) وَإِذَا سَأَلَ لِسَمُوءُهَا مَتَاعًا فَسَلُّوْهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ

لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ط (۳۳-۵۳)

اس آیت میں بھی خطاب خاص اور حکم عام ہے کیونکہ حکمتِ حکم ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ

وَقُلُوْبِهِنَّ عام ہے۔ بلکہ غیر ازواج میں احتمالِ فتنہ زیادہ ہے کما صریح تفصیلہ۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ سوال و جواب کی ضرورت کے باوجود بھی عورت برقع وغیرہ میں

لپٹ کر سامنے نہ جائے بلکہ وراءِ حجاب رہ کر ضرورت پوری کی جائے۔

(۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ اُؤْمَتِ امْرَأَةٍ مِنْ وِرَاءِ سِتْرِ بَيْدِهَا

کتاب الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ ابو داؤد والنسائی۔
اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی عورتیں بغیر کسی
مجبوری کے برقع وغیرہ میں بھی نہ آتی تھیں۔ بلکہ حتی الامکان دراز سترہ کر اپنی حاجات پیش
کرتی تھیں۔

(۴) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة تزوج زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا من
الحديث الطویل قال فرجعت فاذا هم قد قاموا فضرب بینی وبينہ الستر وانزل
آیة الحجاب، رواہ مسلم۔

اگر برقع وغیرہ میں بلا ضرورت سامنے ہونا جائز ہوتا تو ضرب ستر کی ضرورت نہ تھی،
بلکہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر لے جاتے اور ازواج مطہرات
رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو کپڑے سے چہرہ ڈھانکنے کا حکم فرما دیتے۔

(۵) عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قصة الفتی حدیث العهد
بعرس فاذا امرأۃ بین البابین قائمۃ فاهوی الیہا بالروح لیطعنہا بہ واصلاتہ
غیرہ، رواہ مسلم۔

(۶) واقعہ افک میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہودج سے معلوم ہوا کہ
حتی الامکان حجاب اشخاص ضروری ہے، بلا ضرورت برقع وغیرہ میں لپٹ کر ظاہر ہونا
بھی جائز نہیں۔ اگر برقع میں ظاہر ہونا معیوب نہیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
کے لئے ضرورت سفر کے باوجود ہودج پر حجاب کیوں بنایا گیا؟ حالانکہ ہودج پر بلا حجاب
صرف برقع وغیرہ میں لپٹ کر بیٹھنا بھی ممکن تھا۔

(۷) عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ومیمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اذا قبل ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدخل
علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احتجبا منہ فقلت یا رسول اللہ الیس
ہو اعلی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افعمیا وان
انتما السما تبصرانہ، رواہ احمد والترمذی وابوداؤد۔

برقع وغیرہ میں لپٹ کر باہر نکلتے ہیں عورت مردوں کو دیکھتی ہے، لہذا بلا ضرورت
ناجائز ہے۔ حدیث میں ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو ایک متقی نابینا صحابی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا گیا ہے، حالانکہ ازواج مطہرات اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمیع کی فضیلت ملائکہ کے لئے بھی قابلِ رشک ہے۔ ان اراواح قدسیہ کی پاکبازی پر قسم اٹھائی جاسکتی ہے، توفیق و فحور کے اس دور میں برقع وغیرہ میں لپٹ کر باہر نکلنا بلا ضرورت کیسے جائز ہو سکتا ہے؟

(۸) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطان، رواه الترمذی۔

(۹) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للنساء نصیب فی الخروج الا مضطرة، الحدیث، رواه الطبرانی فی الکبیر۔

(۱۰) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ای شیء خیر للمرأة فسلکوا فلما رجعت قلت لفاطمة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ای شیء خیر للنساء قالت لا یرین الرجال ولا یرونہن فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فاطمة بضعة منی، رواه البزار والدارقطنی فی الافراد۔

برقع وغیرہ میں لپٹ کر باہر نکلنے سے عورتیں مردوں کو دیکھتی ہیں۔ لہذا بلا ضرورت ناجائز برقع۔
(۱۱) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المرأة تقبل فی صورة شیطان وتدر فی صورة شیطان، رواه مسلم۔

مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ بلا ضرورت برقع وغیرہ میں لپٹ کر بھی باہر نکلنا جائز نہیں۔
امرد و مہ:

بوقت ضرورت برقع وغیرہ میں لپٹ کر باہر نکلنا جائز ہے۔

(۱) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْرِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ ۚ اَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ (۳۳-۵۹)

(۲) عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت خرجت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا بعد ما ضرب الحجاب لحاجتها (الی قولہا) فقالت یا رسول اللہ انی خرجت لبعض حاجتی فقال لی عمر کذا وکذا قالت فاحی اللہ الیہ فقال انہ قد اذن لکن ان تخرجن لحاجتک، رواه البخاری۔

(۳) قالت امرأة یا رسول اللہ احدا منا لیس لها جلباب قال لتلبسها صاحبته

من جلبابها، رواه الشيخان -

(۴) عن ام عطية رضي الله تعالى عنها قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيد وذوات الخدور، رواه الشيخان -

لفظ ذوات الخدور سے معلوم ہوا کہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن بوقت ضرورت چادر میں لپٹ کر نکلتی تھیں۔

(۵) عن قيس بن شماس رضي الله تعالى عنه قال جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم يقال لها ام خلاد وهي متنقبة، الحديث، رواه ابو داود -
مندرجہ بالا دلائل سے معلوم ہوا کہ معتد بہا ضرورت کے وقت برقع وغیرہ میں لپٹ کر نکلتا جائز ہے۔

مگر مزین برقع پہننا اور دلکش رفتار و گفتار اختیار کرنا اور خوشبو لگا کر نکلتا جائز نہیں
(۱) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت بينما رسول الله صلى الله عليه وسلم جالس في المسجد اذ دخلت امرأة من مزينة ترفل في زينة لها في المسجد فقال النبي صلى الله عليه وسلم ايها الناس انهموا نسائكم عن لبس الزينة والتبختر في المسجد فان بني اسرائيل لم يلعنوا حتى لبس نسائهم الزينة وتبخترن في المسجد، رواه ابن ماجه -
(۲) عن ابي موسى رضي الله تعالى عنه قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ايما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية وكل عينة زانية، رواه النسائي وابن خزيمة وابن حبان والحاكم (الترغيب والترهيب)
(۳) وليخرجن وهن تفلات، رواه ابو داود -

امر سوم :

بلا برقع وغیرہ کے باہر نکلتا اور غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا حرام ہے۔

(۱) وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلَا يَضْرِبْنَ بِمِحْجَرِهِنَّ عَلَى جُيُوزِهِنَّ (الحقوله)
وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ (۲۲-۳۱)
الما ظہر کی تفسیر میں حضرت ابن سعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے: الا الثياب والجلابيب (درمنثور)

حضرات مفسرین و فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفسیر الا الوجه والکفین کی تین توجیہات بیان فرمائی ہیں :

(۱) ضرورتِ شدیدہ پر محمول ہے، لہذا بتعارض بالنصوص والروایات الماضیۃ ویدل علیہ سیاق هذه الآية ایضاً وفي الآية الآتیة دلالة واضحة على ذلك۔

(۲) اس سے مراد ابدار عند الرجال نہیں، بلکہ ابدار فی نفسہ مراد ہے۔

(۳) اس میں اظہار کی اجازت نہیں، بلکہ ضرورت ظہور بلا اختیار کا بیان ہے۔

ترکت تفصیلہ مع کونہ مہمّا مخافة الاطباء ومن شاء فليراجع القاء السکينة فی تحقیق ابداء الزينة لحکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِي لَا يَرْجُونَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجَاتٍ بِزِينَةٍ ۖ وَاَنْ يَسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهِنَّ (۲۴-۶۰) اس سے ثابت ہوا کہ شواہب کو چہرہ کھولنا جائز نہیں۔

(۳) عن المحسن رضي الله تعالى عنه مرسلًا قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعن الله الناظر المنظور اليه، رواه البيهقي في شعب الایمان۔

(۴) عن عقبه بن عامر رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اياكم والدخول على النساء فقال رجل يا رسول الله ارايت الحموق قال الحموا لمتوا (رواه الشيخ)۔

(۵) عن عمر رضي الله تعالى عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يخلون رجل بامرأة الا كان ثالثهما الشيطان، رواه الترمذی۔

(۶) عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم حين ذكر الازار فالمرأة يا رسول الله قال ترخي شبرا فقلت اذا تنكشف اقدامهن قال فيرخين ذراعاً، رواه ابوداؤد۔

جب پاؤں کھولنا جائز نہیں تو چہرہ کھولنا بطریق اولیٰ حرام ہوگا۔

(۷) عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نظر الفجاءة فامروني ان اصرف بصري، رواه مسلم۔

(۸) عن عمار بن ياسر رضي الله تعالى عنه رفعه ثلاثة لا يدخلون الجنة ابداء الديوث والرجلة من النساء ومد من الخمر قالوا فما الديوث قال الذي لا يبالي من

دخل على اهله ، رواه الطبرانی في الكبير -

⑨ عن ابن عمر رضي الله تعالى عنهما قال نهى النبي صلى الله عليه وسلم ان يمشى الرجل بين المراتين ، رواه ابوداؤد -

⑩ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حدیث طویل الید زناھا البطش ، رواہ مسلم -

⑪ عن معقل بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان یطعن فی رأس احدکم بمخيط من حديد خیر له من ان یمس امرأة لا تحل لہ رواہ البیہقی والطبرانی -

جب عورتوں کو باہر نکلنے کی اجازت دی جائے گی تو ظاہر ہے کہ اختلاط مع الرجال اور غیر محارم سے مس یہ وغیرہ بھی واقع ہوگا۔ جس پر سخت وعید کا بیان حدیث بالا میں گزرا۔ مذکورہ بالا دلائل سے ثابت ہوا کہ عورت کو غیر محارم کے سامنے چہرہ کھولنا حرام ہے۔ یہ مسئلہ بہت وضاحت کے ساتھ فقہ حنفی کی جملہ کتب میں بھی موجود ہے۔

قال فی شرح التئویر وتمنع الشابة وجوباً عند كشف الوجه بین الرجال لا لانه عورة بل لخوف الفتنة -

عورت کے لئے آزادانہ باہر نکلنے کی اجازت تو درکنار شریعت میں عورت کے بائے میں اس قدر احتیاط کا حکم ہے کہ بعض مواضع میں محرم کے ساتھ خلوت سے بھی منع کیا گیا ہے۔

① عن عائشة رضي الله تعالى عنها في قصة طويلة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم هولي يا عبد بن زمعة الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال لسودة رضي الله تعالى عنها احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة فمأراها حتى تلقى الله ، رواه الشيخون -

حالانکہ یہ شخص شرعی قانون کے مطابق حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا محرم تھا۔ پھر بھی اس سے پردہ کا حکم فرمایا۔

② فی الترغیب عن عقبۃ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار افرأیت الحموقال الحموموت ، رواہ البخاری ومسلم والترمذی -

ثم قال ومعنى كراهة الدخول على النساء على نحو ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال لا یخلون رجل بامرأة الا كان ثالثهما الشيطان۔

الحرف فتح الحاء المهملة وتخفيف الميم وثبات الواو وحذفها ايضا وبالهمزة هو ابو الزوج ومن ادلى به كالاخ والعم وابن العم ونحوهم وهو المراد ههنا كذا فسر اللہ بن سعد وغيره (الى قوله) قال ابو عبيد في معناه يعنى فليمت ولا يفعلن ذلك فاذا كان هذا رواية في اب الزوج وهو محرم فكيف بالقريب۔

(۳) فقہ حنفی کی جملہ کتب میں یہ جزئیہ موجود ہے :

وبكره الخلوة بالصهرة الشابة لفساد الزمان۔

نصر اور خوشدامن حالانکہ محرم ہیں اس کے باوجود ان کے ساتھ خلوت سے منع کیا گیا ہے قرآن مجید میں صراحت ہے کہ عورت کی آواز اور ناز کا لہجہ حتیٰ کہ پاؤں کے زیور کی آواز کا ظاہر کرنا بھی ممنوع ہے۔

فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا
وَلَا يَضُرُّنَّ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ ۖ

اسی طرح عورتوں کا مسجد میں آنا اور جماعت سے نماز پڑھنا جائز نہیں،

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لصلاة المرأة في بيتها افضل من صلوحتها في حجرتها وصلواتها في محلتها افضل من صلوحتها في بيتها، رواه الطبراني في الاوسط بسند جيد۔

قالت عائشة رضي الله تعالى عنها لو ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدثت النساء لمنعهن كما منعت نساء بني اسرائيل، رواه مسلم۔

وبكره لهن حضور الجماعات يعنى الشواب منهن لما فيه من خوف الفتنة ولا بأس للعجوز ان تخرج في الفجر والمغرب والعشاء الخ (هداية)

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غیر محرم کا جوان عورت کو سلام کرنا جائز نہیں۔ سلام مکروہ علی من سستمع (الى قوله) كذا الاجنبيات الفتيات امنن (شرح التتوي) عورت کو جہریہ نماز میں جہر کرنا جائز نہیں۔

حج میں جہراً لبیک کہنا جائز نہیں۔

عورت اپنے محرم کی اقتدار میں نماز پڑھ رہی ہو تو سہو امام کی صورت میں عورت کو زبان سے لقمہ دینا جائز نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر امام کو متنبہ کرے۔
پانی یا آئینے میں عورت کا عکس دیکھنا جائز نہیں۔
عورت کا سوراہی مرد کے لئے اور مرد کا سوراہی محرم عورت کے لئے مکروہ ہے۔
عورت کے بالوں اور ناخنوں کو دیکھنا جائز نہیں اگرچہ بدن سے جدا ہو چکے ہوں۔
غیر محرم عورت کو یاد کر کے لذت حاصل کرنا حرام ہے۔
وغير ذلك من الجزئيات الواردة في كتب الفقه۔

اجماع ائمہ اربعہ :

مذاہب ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں تو شروع ہی سے مطلقاً ہر حالت میں چہرے کا پردہ فرض ہے، حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے متقدمین نے شہوت سے مکمل طور پر امن کی صورت میں گنجائش دی تھی مگر متاخرین نے فساد زمان کی وجہ سے مطلقاً حرمت کا فتویٰ دیا ہے،
قال الامام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ : فان خاف الشهوة او شك امتنع النظر الى وجهها فحل النظر مقيد بعدم الشهوة والافحرام وهذا في زمانهم واماني زماننا فمنع من الشابة قهستان وغیره، الا النظر لا المس الحاجة كقاص وشاهد يحكم ويشهد عليها (رد المحتار ص ۲۶۱ ج ۵)

متقدمین حنفیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے گنجائش بھی صرف کام کرنے والی عورتوں کے لئے ضرورت کی بنا پر تھی۔ یہ حال اس زمانہ میں دوسرے ائمہ کی طرح اخاف کے ہاں بھی کوئی گنجائش نہیں۔
غرضیکہ زید کا یہ کہنا :

”عورتوں کو آزادانہ باہر آنا جانا جائز ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایسا ہی تھا پردہ کا اہتمام نہ تھا“

قرآن کی نصوص قطعیہ اور احادیث متواترۃ المعنی اور تصریحات فقہیہ کے بالکل خلاف ہے بلکہ اس قول میں نصوص قطعیہ کا انکار اور نقض اجماع ہونے کی وجہ سے کفر کا اندیشہ ہے زید کو لازم ہے کہ توبہ کرے اور اپنی رقبہ سے رقبہ اسلام نکالنے کی کوشش نہ کرے۔
وما علينا الا البلاغ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

خوفِ فتنہ کو پردہ کی علت قرار دینا الحاد ہے :

سوال : ایک عالمِ دین فرماتے ہیں کہ عورتوں کے لئے پردہ کا حکم خوفِ فتنہ کی وجہ سے ہے، جہاں فتنہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں پردہ کا حکم نہیں، کیا ان کا یہ خیال صحیح ہے؟ بیٹنوا توجروا،

الجواب باسمِ ماسمِ الصواب

ایسا شخص عالمِ دین ہرگز نہیں ہو سکتا، کوئی عالمِ قرآن و حدیث کی نصوصِ صحیحہ و صریحہ کے خلاف ایسا بیہودہ اور ملحدانہ خیال ہرگز ظاہر نہیں کر سکتا، یہ خیال بوجہ ذیل باطل، مردود اور الحاد ہے :

① قرآن و حدیث کی نصوص میں حکمِ حجاب مطلق ہے، جس میں ”خوفِ فتنہ“ کی قید نہیں۔

نماز میں عورت پر چہرہ ڈھانکنا فرض نہیں، اس کی توجیہ میں حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کا چہرہ ستر میں داخل نہیں، معہذا غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا خوفِ فتنہ کی وجہ سے حرام ہے۔ اس توجیہ میں بیانِ حکمت مقصود ہے نہ کہ بذریعہ تعلیل قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ میں اپنی طرف سے تقیید و پیوند کاری جیسا الحاد۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہ،

اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے حرمتِ الجمع بین الاختین کی حکمت ”خوفِ فتنہ“ کو کوئی ملحد علت قرار دے کر عدمِ خوف کی صورت میں حکمِ حلت دینے لگے، ایسا ملحد شرعاً واجبِ القتل ہے، حتیٰ کہ گرفتاری کے بعد اس کی توبہ بھی قبول نہیں۔

② اگر بفرضِ محال ”خوفِ فتنہ“ کو علت تسلیم بھی کر لیا جائے تو قانون یہ ہے کہ جہاں علت کا وجود و عدم مخفی ہو وہاں سبب کو علت کے قائم مقام قرار دیکر اسی کو مدارِ حکم قرار دیا جاتا ہے، مثلاً :

① نوم میں نقص و ضرر کی اصل علت تو انفلاتِ ریح ہے مگر اس کا علم حاصل کرنا متعسر ہے لہذا نفسِ نوم ہی کو علت قرار دیکر اس پر ناقضِ ضو ہونے کا حکم لگا دیا گیا۔

② سفر میں قصر و اقطار کی اصل علت تو مشقت ہے مگر اس کے خفاء

کی وجہ سے نفس سفر ہی کو علت کے قائم مقام قرار دیکر اس پر احکام مرتب کر دیئے گئے۔

”خوفِ فتنہ“ بھی اسی قسم میں داخل ہے، اس کا وجود و عدم مخفی ہے، لہذا شریعت نے سبب ”کشف الوجہ“ کو علت یعنی ”خوفِ فتنہ“ کے قائم مقام قرار دیکر مطلقاً ”کشف الوجہ“ پر حکم حرمت لگا دیا، اس زمانہ میں فتنہ یقیناً متحقق ہے۔

(۳) اہبات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے بھی حکم حجاب میں یہی حکمت تھی، قال تعالیٰ: فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفاً

وقال: واذا سألتموهن متاعاً فسلوهن من وراء حجاب ذلکم اطہر لقلوبکم وقلوبہن ط
وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا م سلمة ومیمونة رضی اللہ تعالیٰ عنہما لما دخل عبد اللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ: احتجبا منه افعمیا وان انتما السمتا تبصرانہ -
نصوص مذکورہ کے پیش نظر اس دورِ فتن میں کوئی فتنہ سے مأمون ہونے کا دعویٰ کس منہ سے کر سکتا ہے؟

(۴) اس قسم کے ملحد لوگ عدم خوفِ فتنہ کی آڑ میں نفس پرستی کا بازار خوب گرم رکھتے ہیں، یہ اپنے بارے میں عدم خوفِ فتنہ اور اپنے نفس پر اعتماد کے مدعی ہیں اور حقیقت یہ ہے جو شخص اپنی پاکدامنی اور نفس پر اعتماد کا دعویٰ کرتا ہے وہ یقیناً گناہ میں مبتلا ہو کر رہتا ہے، جو اس کے عجب و اعتمادِ نفس اور حکمِ شرع کے استخفاف پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وبال و عذاب ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام تو اعتمادِ نفس کی جڑیں کاٹ رہے ہیں، وما أبرئ نفسی ان النفس لا تمارۃ بالسوء الا ما رحم ربی ط اور یہ اعتمادِ نفس کے دعوے کر رہے ہیں اور تقویٰ میں حضرت یوسف علیہ السلام سے بھی اعلیٰ مقام کے مدعی ہیں، کیا ایسے لوگ بھی اس گستاخی کے وبال سے بچ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ انہیں اس گناہ میں مبتلا کر کے دنیا میں بھی ذلیل کرتے ہیں، وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ اَکْبَرُ۔
چشمِ عبرت کے سامنے دنیا میں اس عزیز ذوانتقام کے انتقام کی مثالیں کچھ کم نہیں۔ ان فی ذلک لعبرة لا ولی الا بصار۔

(۵) خوفِ فتنہ نہونے کا بہانہ عموماً اقارب و احباب کے حق میں تراشا جاتا ہے

حالانکہ اجانب کی نسبت ان سے بہت زیادہ خطرہ ہے، اجانب کو اولاً تو تعلقات پیدا کرنے کے مواقع بمشکل ہاتھ آتے ہیں، پھر وہ بدنامی کے خطرہ سے تعلقات بڑھانے سے خود ہی ڈرتے ہیں، پھر دوسری جانب سے ان کی ذرا سی حرکت پر بھی شدید رد عمل اور سخت احتساب ہوتا ہے جو ان کے ابتلا سے مانع ہے، اس کے برعکس اقارب و احباب کے لئے کوئی مانع نہیں بلکہ ہر قسم کے محرکات موجود ہیں، بے خطر آمد و رفت، بے حجابانہ اختلاط بلکہ سہمی مذاق اور اس پر جانب مقابل کی طرف سے کسی قسم کے احتساب و ناگواری کی بجائے آفریں تحسین۔ چنانچہ انہی وجوہ کی بنا پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”الحمو موت“ ارشاد فرما کر اقارب سے زیادہ سخت پردہ کی تاکید فرمائی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو اقارب سے زیادہ خطرہ بیان فرما رہے ہیں اور یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کے مقابلہ میں اقارب سے عدم خوف کا دعویٰ کر رہے ہیں، ذرا اپنے ایمان کی خبر لیں، نفس پرستی کا انجام یہی ہوتا ہے کہ انکار و کفر تک نفی بت پہنچ جاتی ہے، ثم کان عاقبة الذین اساؤا السواۃ ان کذبوا بایت اللہ وکانوا بھالستھنءون (۶) اس لحاظ سے منطوق کے تحت ہر فاسق سے فاسق شخص عدم خوف فتنہ کے بہانے سے گھوڑے دوڑا رہا ہے، آپ کسی بھی پڑے سے بڑے فاسق فاجر کو خوف فتنہ کی نصیحت کریں تو وہ اسے قبول کرنے کی بجائے آپ کو برا بھلا کہے گا۔

(۷) اگر کوئی مریض عجب و اسیر کید نفس اپنے اندر عدم خوف فتنہ کا مدعی ہے تو اسے دوسری جانب میں خوف فتنہ نہونے کا علم کیسے ہو سکتا ہے؟

(۸) فتنہ صرف یہی نہیں کہ زنا تک نوبت پہنچ جائے بلکہ نظریہ کلام سے استناداً اور شہوتہ قلب بھی گناہ اور فتنہ ہے، شہوتہ قلب اگرچہ غیر اختیاری ہے مگر اس کا سبب کشف الوجه اور اختلاط اختیاری ہے، لہذا اس پر بھی گرفت ہے۔

(۹) عدم خوف فتنہ کی بنا پر پردہ نہ کرنے کا لازماً یہ اثر ہوگا کہ عوام ایسے لوگوں کے عمل کو دیکھ کر اس قید سے قطع نظر مطلقاً بے پردگی کو جائز سمجھنے لگیں گے اور حجاب کے حکم قطعی کا انکار کر کے کفر تک جا پہنچیں گے جس کا وبال ان لوگوں پر ہوگا جو ”خوف فتنہ“ سے تعلیل کا فتنہ اباحت و الحاد پھیلا رہے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چہرے کے پردے کی فرضیت قرآن و حدیث سے :

سوال : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ولایبدا من زینتھن الا ما ظہر منھا کی تفسیر الوجہ والکفین منقول ہے، اس سے کئی ملحد اور بے دین لوگ استدلال کر کے عورت کے لئے غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنے کو جائز بتاتے ہیں حالانکہ ہر فتنہ اور بدکاری کی جڑ اور بنیاد یہی ہے۔

اس لئے گزارش ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کے بارے میں مفصل و مدلل تحریر زیر قلم لا کر امت مسلمہ کی رہبری فرمائیں، امت کو دنیا و آخرت دونوں میں رسوا کن اور ملک فتنوں کی یورش سے بچانے کی سعی فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ جناب کی سعی کو مشکور فرمائیں۔

الجواب باسم ملہم الصواب

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول تفسیر کی حقیقت تحریر کرنے سے قبل چہرے کے حجاب کی فرضیت پر قرآن و حدیث کی نصوص پیش کی جاتی ہیں تاکہ اس تفسیر کی تصحیح نقل یا تعین مفہوم میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقابل تاویل قطعی احکام کی مخالفت کا عذاب پیش نظر رہے۔

① ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن (الی) والطفل الذین لم یرظہوا علی عورات النساء (۲۴-۳۱)

② ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفی عن زینتھن (۲۴-۳۱)

جب پاؤں کے زیور کی آواز کو غیر محرم پر ظاہر کرنا حرام ہے تو چہرے کا اظہار بطریق اولیٰ حرام ہوا، اس لئے کہ اس میں زیور کی آواز سننے سے بدرجہا زیادہ فتنے ہیں۔

③ والقواعد من النساء الی لا یرجون نکاحا فلیس علیھن جنح ان یضعن ثیابھن غیر متبرجات بزینۃ وان یرتفعن خیر لھن، واللہ سہیح علیم (۲۴-۶۰)

ظاہر ہے کہ یہاں ثیاب سے ثیاب البدن مراد نہیں اس لئے کہ بوڑھی عورتوں کو بھی ثیاب البدن اتار کر بالکل برہنہ باہر نکلتا جائز نہیں، لہذا ثیاب سے برقع یا چادر وغیرہ مراد ہے جس میں پورا جسم چھپ جائے۔

مطلب یہ کہ اتنی بوڑھی عورت جس کی طرف رغبت کا کوئی احتمال نہ رہے بلا برقع وغیرہ باہر نکل سکتی ہے، یعنی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھول سکتی ہے، مگر اس کے لئے بھی بہتر یہی کہ چہرہ نہ کھولے۔

(۴) فلا تحضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولا معروفا۔

یہاں امور ذیل خصوصاً توجہ کے طالب ہیں :

(۱) حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں یہ خیال نہیں کیا جاسکتا کہ وہ عمدہ آواز میں لچک اور نرمی پیدا کرتی ہونگی یا اس قسم کا ان سے کوئی احتمال تھا جس سے منع کیا جا رہا ہے، لہذا مطلب یہ ہے کہ عورت کی آواز میں طبعی طور پر جو نرمی اور نزاکت ہے غیر محرم سے بضرورت بات کرتے وقت اسے تبکلف خشونت و سختی سے تبدیل کریں

(۲) یہ حکم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے ہے جن کی تطہیر کا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اعلان فرمایا ہے :

اتم ای رید اللہ لیدھب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا۔ (۳۳-۳۳)

(۳) ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اُمت کی مائیں ہیں، قال اللہ تعالیٰ وازواجہم

(۴) ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اُمت پر محرمات مؤبدہ ہیں، قال اللہ تعالیٰ

ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدال (۳۳-۵۳) اور محرمہ مؤبدہ کی طرف طبعاً بری رغبت نہیں ہوتی۔

(۵) ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن سے بضرورت بات کرنے والے کون

تھے؟ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ جن کا تقدس ملائکہ کے لئے

باعثِ شک ہے، جن کے مقبول و مغفور ہم ہونے کی اللہ تعالیٰ نے بشارت دی ہے،

وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ (۴-۹۵) رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (۹-۱۰)

(۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت بھی فتنہ سے مانع تھی۔

جس کے دماغ میں ذرا سی بھی عقل ہو اور جس کے دل میں ذرہ برابر بھی فکر آخرت

ہو اسے امورِ مذکورہ کے پیش نظر اس فیصلہ میں کوئی ادنیٰ سا بھی تامل نہیں ہو سکتا کہ جب ازواج

مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بضرورت بات

کرتے وقت زمانہ آواز کی طبعی نرمی کو تکلف خشونت سے بدلنے کا حکم دیا جا رہا ہے تو:

- ① بوقت ضرورت گفتگو میں بھی طبعی نرمی جائز نہیں۔
 - ② بلا ضرورت بات کرنا بطریق اولیٰ ناجائز۔
 - ③ چہرہ کھولنا اس سے بھی بڑھ کر ممنوع۔ اس لئے کہ چہرہ کا فتنہ آواز کے فتنہ سے بہت زیادہ ہے۔
 - ④ غیر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا غیر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سامنے چہرہ کھولنا ان سب سے بڑا گناہ اور حرام ہے۔
 - ⑤ وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ (۳۳-۳۳)
- بنا ضرورت گھر سے نکلنا جائز نہیں تو غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟
مفسرین کہتے ہیں کہ یہ حکم ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی عظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ان کا یہ خیال بوجہ ذیل سراسر باطل، صریح الحاد اور قرآن کریم میں کھلی تحریف ہے:

- ① اوپر آیت نمبر کے تحت متعدد وجوہ سے ثابت کیا جا چکا ہے کہ حکم حجاب ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی بنسبت دوسری عورتوں کے لئے بدرجہا زیادہ مؤکد ہے۔
- ② آیت نمبر میں خود اللہ تعالیٰ نے یہ فیصلہ فرمادیا ہے کہ ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے لئے حکم حجاب بوجہ عظمت نہیں بلکہ بوجہ خوف فتنہ ہے۔
- ③ آئندہ آیت نمبر ۶ میں بھی اس کی تصریح ہے۔
- ④ نمبر ۱۳ میں حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔
- ⑤ حکم حجاب کا عموم قرآن و حدیث کی دوسری نصوص صریحہ سے ثابت ہے۔
- ⑥ خود آیت زیر بحث کے سابق و سیاق میں خطاب خاص ہونے کے باوجود حکم عام ہے:
- ① لا تخضعن بالقول۔
- ② قلن قولا معروفا۔
- ③ لا تبرجن تبرج الجاہلیۃ الاولیٰ۔
- ④ اقمین الصلوۃ۔

(۵) اتین الزکوۃ -

(۶) اطعن اللہ ورسولہ -

(۶) واذا سألتموهن متاعاً فسلوهن من وراء حجاب ذلكم اطهر لقلوبكم و
وقلوبهن (۳۳ - ۵۳)

(۷) لا جناح عليهن في ابائهن (ال) ولا ما ملكت ايمنهن (۳۳ - ۵۳)

اس آیت میں غیر محارم سے پردے کا حکم ہے مگر اس کی تفصیل نہیں کہ کتنا پردہ ہے،
لہذا اسے سورہ نور میں مذکور تفصیل کے مطابق سمجھا جائے گا، یعنی غیر محارم کے سامنے
ابداً زینت حرام ہے، اور چہرے سے بڑھ کر کوئی زینت نہیں۔

(۸) ليايها النبي قل لا زواجك وبنتك ونساء المؤمنين يدنين عليهن
من جلابيبهن ط (۳۳ - ۵۹)

یہ نص صریح ہے کہ حجاب الوجہ کا حکم سب عورتوں کے لئے عام ہے۔

(۹) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت اومت امرأة من وراء ستر بيدها
كتاب الى رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، رواه ابوداؤد والنسائي -
اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن
ایسا پردہ کرتی تھیں کہ بلا ضرورت چہرہ پر نقاب ڈال کر بھی سامنے نہ آتی تھیں، بلکہ پس
پردہ رہ کر بات کرتی تھیں۔ حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تقویٰ میں سب سے بلند
مقام رکھنے کے علاوہ امت کے لئے بمنزلہ والد بھی ہیں۔

(۱۰) عن انس رضي الله تعالى عنه في قصة تزوج زينب رضي الله تعالى عنها
من الحديث الطويل قال فرجعت فاذا هم قد قاموا فصرى بي وبيني وبينه الستر
وانزل آية الحجاب، رواه مسلم۔

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ بلا ضرورت نقاب کے ساتھ بھی غیر محرم کے سامنے آنا
جائز نہیں۔ ورنہ درمیان میں پردہ ٹکانے کی ضرورت نہ تھی۔

(۱۱) عن ابی سعید الخدری رضي الله تعالى عنه في قصة الفتى حديث العهد
بعرس فاذا امرأتها بين البابين قائمة فاهوى اليها بالروح ليطعن بها
واصابته غيرة - رواه مسلم۔

(۱۲) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا فی حدیث الافک واقبل الرہط الذین کانو یرحلون بی فاحتملوا ہودجی فرحلوہ علی بعیری الذی کنت اربک علیہ وہم یحسبون انی فیہ وکان النساء اذ ذاک خفا فالرہط یبایع ولم یغشہن اللحم انما یأکلن العلقۃ من الطعام فلم یستنکر القوم خفۃ الہودج حین رفعوہ وحملوہ و کنت جاریتہ حدیثۃ السن (الی) وکان صفوان بن المعطل السامی ثم الذکوانی من وراء الجیش فاصبح عند منزلی فرأی سواد انسان نائم فعرفنی حین رأی وکان رأی قبل المحجاب فاستیقظت باسترجاعہ حین عرفنی فخسرت وجهی فجلببہ واللہ ما تکلمنا بکلمۃ ولا سمعت من کلمۃ غیر استرجاعہ، رواہ البخاری ومسلم۔

اس قصہ سے ثابت ہوا کہ ضرورت سفر میں بھی حتی الامکان حجاب الاشخاص کا اہتمام کیا جاتا تھا، جب اسکا کوئی امکان نہ رہا تو حجاب الوجہ اختیار کیا گیا اور ایسی ہولناک حالت میں بھی کلام سے احتراز کیا گیا۔

(۱۳) عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انها کانت عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ومیمونۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اذ قبل ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فدخل علیہ فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احجبنا منه فقلت یا رسول اللہ الیس ہوا عدی لا یبصرنا فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افعمیا وان انتما الستما تبصرانہ، رواہ احمد وابوداؤد والترمذی۔

(۱۴) عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال المرأة عورة فاذا خرجت استشفھا الشیطان، رواہ الترمذی۔

(۱۵) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لیس للنساء نصیب فی الخرج الا مضطرۃ، رواہ الطبرانی فی الکبیر۔

(۱۶) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ کان عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال ای شیء خیر للمرأة فسکتوا فلما رجعت قلت لفاطمۃ ای شیء خیر للنساء قالت لا یرین الرجال ولا یروھن فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال فاطمۃ بضعة منی، رواہ ابوزرارہ والدارقطنی فی الافراد۔

(۱۷) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان

المرأة تقبل في صورة شيطان وقد بر في صورة شيطان، رواه مسلم۔

(۱۸) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت خرجت سودة بعد ما ضرب الحجاب لحاجتها (الى قولها) فقالت يا رسول الله اني خرجت لبعض حاجتي فقال لي عمر كذا وكذا قالت فاحي الله اليه فقال الله قد اذن لكن ان تخرجين لحاجتك، رواه البخاري۔

(۱۹) قالت امرأة يا رسول الله احدا ناليس لها جلباب قال لتلبسها صاحبته من جلبابها، رواه البخاري ومسلم۔

(۲۰) عن ام عطية رضي الله تعالى عنها قالت امرنا ان نخرج الحيض يوم العيد بين وذوات الخدور، رواه البخاري ومسلم۔

(۲۱) عن قيس بن شماس رضي الله تعالى عنه قال جاءت امرأة الى النبي صلى الله تعالى عليه وسلم يقال لها ام خلاد وهي متنقبة، رواه ابوداؤد۔

(۲۲) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت بينما رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم جالس في المسجد اذ دخلت امرأة من مزينة ترفل في زينة لها في المسجد فقال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايها الناس انهم النساء كم عن لبس الزينة والتبختر في المسجد فان بنى اسرائيل لم يلعنوا حتى لبس نساءهم الزينة وتبختروا في المسجد، رواه ابن تاجه۔

چہرے کی زینت لباس کی زینت سے بدرجہا زیادہ خطرناک ہے۔

(۲۳) عن ابی موسیٰ رضي الله تعالى عنه قال قال النبي صلى الله تعالى عليه وسلم ايما امرأة استعطرت فمرت على قوم ليجدوا ريحها فهي زانية وكل عین زانية، رواه النسائي وابن خزيمة وابن حبان والحاكم (ترغيب و ترہيب)

عطر کی خوشبو سے چہرے کی جھلک میں کئی گنا زیادہ کشش ہے۔

(۲۴) عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم قال لا تمنعوا اماء الله مساجد الله ولكن ليخرجن وهن ثقلات، رواه ابوداؤد والترمذي۔

نماز کے لئے مسجد میں حاضری کے وقت بھی صاف ستھرا لباس پہن کر نکلنے سے ممانعت ہے تو چہرہ کھولنا کیسے جائز ہو سکتا ہے ؟

(۲۵) عن الحسن بن فضال عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعن الله الناظر والمنظور اليه، رواه البيهقي في شعب الإيمان -
(۲۶) عن عقبه بن عامر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا رجل يا رسول الله رأيت الحمير قال الحمير الموت، رواه البخاري ومسلم -

(۲۷) عن عمر بن الخطاب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يخلون رجل بامرأة الا كان ثالثهما الشيطان، رواه الترمذي -

(۲۸) عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت لرسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا رسول الله قال ترخي شبرا فقلت اذا تنكشف اقدامهن قال فيرخين ذراعاً، رواه ابوداؤد -
پاؤں ظاہر کرنا جائز نہیں تو چہرہ کے ستر کا حکم کس قدر متوکد ہوگا -

(۲۹) عن عبد بن یاسر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا يدخل الجنة ابداً الا بيوث والرجلة من النساء ومد من الخمر قالوا فما الدیوث قال الذي لا يبالي من دخل على اهله، رواه الطبرانی في الكبير -

(۳۰) عن ابن عمر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يمشي الرجل بين امرأتين، رواه ابوداؤد -

(۳۱) عن عائشة رضي الله تعالى عنها في قصة طويلة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا عبد بن زمعة الولد للفرش وللعاشر الحجر ثم قال لسودة رضي الله تعالى عنها احتجبي منه لما رأى من شبهه بعتبة فما رآها حتى لقي الله، رواه البخاري ومسلم -

یہ شخص قانون شرع کے مطابق حضرت سودة رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا محرم تھا، اس کے باوجود اس سے پردہ کا حکم فرمایا -

(۳۲) عن ام سلمة رضي الله تعالى عنها قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان لاحد اكن مكاتبه وكان عنده ما يؤدى فليحتجب منه، رواه الخمسة الا النسائي وصححه الترمذي -

(۳۳) عن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما قال قال النبي صلى الله عليه وسلم ولا تنتقب المرأة المحرمة ولا تلبس القفازين، رواه البخاری۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں عام حالات میں چہرہ پر نقاب ڈال کر نکلتی تھیں، احرام میں نقاب سے منع فرمایا گیا تو سر سے چادر لٹکا کر غیر محارم سے چہرہ چھپاتی تھیں، مکافی الاحادیث الاتیة۔

(۳۴) عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت كان الركبان يمرون بنا ونحن محرمات مع الرسول صلى الله تعالى عليه وسلم فاذا جاءؤنا سدلت احدانا جلبابها على وجهها من رأسها، فاذا جاءؤنا كشفناه، رواه احمد وابوداؤد وابن ماجه۔

(۳۵) عن اسماء بنت ابی بکر رضي الله تعالى عنهما قالت كنا نغطي وجوهنا من الرجال وكنا غتشط قبل ذلك في الاحرام، هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، رواه المحاكم۔

اس سے ثابت ہوا کہ ضرورت احرام سے بھی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھوننا جائز نہیں۔
(۳۶) عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله كتب على ابن آدم حفظه من الزنا ادرك ذلك (لاحالة فنرنا العين النظر الحديث، رواه البخاری ومسلم۔

جب دیکھنا حرام ہے تو چہرہ کھوننا بھی حرام ہوا، (ان المفصلي الى الحرام حرام۔
(۳۷) عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنهما قال سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نظر الفجاءة فامروني ان اصرفه بصرى، رواه مسلم۔

(۳۸) عن ابی ہريرة رضي الله تعالى عنه قال كنت عند النبي صلى الله عليه وسلم فأتاه رجل فاخبره انه تزوج امرأة من الانصار فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم انظرت اليها قال لا قال فاذهب فانظر اليها فان في عين الانصار شيئا، رواه مسلم
قال الحافظ رحمه الله تعالى قال الجمهور لا بأس ان ينظر الخاطبة الى المخطوبة قالوا ولا ينظر الى غير وجهها وكيفها (فتح الباری ص ۱۵۷ ج ۹)

اس سے ثابت ہوا کہ غیر مخاطب کے لئے چہرہ اور ہتھیلی دیکھنا جائز نہیں۔

قرآن و حدیث کی نصوص مذکورہ کے باوجود جس شخص کو وجوب حجاب میں ادنیٰ سا بھی تامل ہو اس کے قلب میں ذرہ برابر بھی فکرِ آخرت نہیں ہو سکتی۔

دلائل ملحدین :

دلیل اول :

اخرج الامام البيهقي رحمه الله تعالى عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما
قال ولا يبدین زینتھن الا ما ظهر منها قال ما فی الکف والوجه (السنن الکبریٰ)
ص ۲۲۵ ج ۲، ص ۹۴ ج ۴

جواب :

یہ تفسیر حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما کے علاوہ حضرت ابن عمر، حضرت انس، حضرت عائشہ اور حضرت مسور
ابن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اس تفسیر کا ظاہر قرآن و حدیث کی
نصوص صریحہ کے خلاف ہونے کے علاوہ خلافِ عقل بھی ہے کیونکہ سب سے بڑی زینت
اور سب سے زیادہ جاذبِ نظر و محلِ فتنہ چہرہ ہی ہے۔ اس لئے اس تفسیر کے مختلف
محمل بیان کئے گئے ہیں :

محمل اول :

اس تفسیر کی تعبیر تین طرح منقول ہے :

① اس کا تعلق لایبدا ین زینتھن سے ہونا مصرح ہے۔ یعنی یہاں اس زینت
کی تفسیر مقصود ہے جس کا ابدار جائز نہیں۔

② لایبدا ین زینتھن الا ما ظهر منها کے بعد یہ تفسیر ذکر کی گئی ہے، اس کا
تعلق لایبدا ین سے بھی ہو سکتا ہے اور ماظہر سے بھی، لہذا اس میں دونوں
احتمال ہیں کہ وہ زینت مراد ہے جس کا ابدار ناجائز ہے یا وہ جس کا اظہار جائز ہے۔

③ زینت ظاہرہ سے تعلق کی تصریح۔

ان اقسامِ ثلاثہ سے متعلق روایات یہ ہیں :

روایت قسم اول :

حدیثنا زیاد بن الربیع عن صالح الدہان عن جابر بن زید عن ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولا یبدین زینتہن، قال الکف ورقعة الوجه
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۳ ج ۲)

روایت قسم ثانی :

① حفص عن عبد اللہ بن مسلم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما ولا یبدین زینتہن الا ما ظهر منها، قال : وجهها وكفها
(مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۴ ج ۲)

② حدثنا ابو کریب قال ثنا مروان قال ثنا مسلم الملقی عن سعید بن
جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولا یبدین زینتہن الا ما
ظهر منها قال الکحل والخاتم (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)

③ قال الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ولا یبدین زینتہن الا ما ظهر منها، قال وجهها وكفيها والخاتم (تفسير
ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳)

④ وروی عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نحو ذلك (تفسير ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳)
⑤ اخبرنا ابو عبد اللہ الحافظ وابو سعید بن ابی عمر وقالنا ابو العباس
محمد بن یعقوب ثنا احمد بن عبد الجبار ثنا حفص بن غياث عن عبد اللہ
ابن مسلم بن هرم عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال
ولا یبدین زینتہن الا ما ظهر منها قال ما فی الکف والوجه، (البيهقي ص ۲۲۵ ج ۲)
⑥ اخبرنا ابو عبد اللہ وابو سعید قال ثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ثنا
محمد بن اسحاق انبأنا جعفر بن عون انبأنا مسلم الملقی عن سعید بن جبیر
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قوله ولا یبدین زینتہن الاية قال
الکحل والخاتم (البيهقي ص ۲۲۵ ج ۲)

⑦ اخبرنا ابو طاهر الفقيه انبأنا ابو بکر القطان ثنا ابو الازهر ثنا روح ثنا حاتم
هو ابن ابی صغیرة انبأنا خصيف عن عكرمة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
فی قوله ولا یبدین زینتہن الا ما ظهر منها قال الکحل والخاتم (البيهقي ص ۲۲۵ ج ۲)
⑧ وروينا عن انس بن مالك رضی اللہ تعالیٰ عنہ مثل هذا (البيهقي ص ۲۲۵ ج ۲)

④ اخبرنا ابو زكريا بن ابي اسحاق انبأنا ابو عبد الله محمد بن يعقوب ثنا ابو احمد محمد بن عبد الوهاب انبأنا جعفر بن عون انبأنا مسلم الملقب عن سعيد بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منها قال الکحل والخاتم (البيهقي ص ۸۵ ج ۷)

⑤ اخرج ابن المنذر عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منها قال الکحل والخاتم (الدر المنثور ص ۴۱ ج ۵)

روایات قسم ثالث :

① حدثنا ابن حمید قال ثنا ہرون عن ابي عبد الله فہشل عن الضحاك عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال الظاہر منہا الکحل والخدان (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)

② حدثني علي قال ثنا عبد الله قال ثنا معاوية عن علي عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قوله ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منها قال والزينة الظاهرة الوجه وكحل العين وخضاب الكف والخاتم فهذا تظهر في بيتها لمن دخل من الناس عليها (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)

③ اخبرنا ابو زكريا يحيى بن ابراهيم بن محمد بن يحيى المزكى انبأنا ابو الحسن احمد بن محمد بن عبد وس ثنا عثمان بن سعيد الدارمي ثنا عبد الله بن صالح عن معاوية بن صالح عن علي بن ابي طلحة عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قوله جل ثناؤه (ولا یبدین زینتہن الا ما ظہر منها) والزينة الظاهرة الوجه وكحل العين وخضاب الكف والخاتم فهذا تظهر في بيتها لمن دخل عليها (البيهقي ص ۹۲ ج ۷)

④ شبابة بن سوار قال نا هشام بن الغاز قال نا نافع قال ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما الزينة الظاهرة الوجه والكفان (مصنف ابن ابي شيبة ص ۲۸۲ ج ۲)

⑤ اخبرنا ابو عبد الله انبأنا عبد الرحمن بن الحسن القاضي ثنا ابراهيم بن الحسين ثنا آدم بن ابي اياس ثنا عتبة بن الاصم عن عطاء بن ابي رباح عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ما ظہر منها الوجه والكفان (البيهقي ص ۲۲۶ ج ۲)

⑥ حدثنا الحسن قال اخبرنا عبد الرزاق قال اخبرنا معمر عن الزهري

عن رجل عن المسور بن محزمة رضى الله تعالى عنه في قوله الاماظهر منها قال
القلبين والخاتم والكحل (جامع البيان ص ۹۳ ج ۱۸)

قرآن و حدیث کی نصوص اور دلائل عقلیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ قسم اول کی روایت
اصل ہے اور قسم ثانی و ثالث کی روایات تصرف رواۃ ہے، قال الامام ابن کثیر
رحمہ اللہ تعالیٰ وقال الاعمش عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضى الله تعالى
عنهما (ولایبدين زینتہن الاماظهر منها) قال وجهها وكفيها والخاتم، وروى
عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وعطاء وعكرمة وسعيد بن جبیر وابی الشعثاء
والضحاک وابراهيم النخعي وغيرهم رحمهم الله تعالى نحو ذلك، وهذا يحتمل
ان يكون تفسيراً للزينة التي تهيئ عن ابدائها كما قال ابو اسحق السبيعي
عن ابی الاحوص عن عبد الله رضى الله تعالى عنه قال (ولایبدين زینتہن)
الزينة القرط والدملوح والخلخال والقلادة، وفي رواية عنه بهذا الاسناد
قال الزينة زينتان فزينة لا يراها الا الزوج الخاتم والسوار وزينة يراها
الاجانب وهي الظاهر من الثياب، وقال الزهري لا يبدو للمؤلف الذين
سمى الله ممن لا تحل له الا الاسورة والاحمرة والاقراط من غير حسنة
واما عامة الناس فلا يبدون منها الا الخواتم، وقال مالك عن الزهري (الا
ماظهر منها) الخاتم والخلخال (تفسير ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق مذکور میں قسم ثالث کی روایت کو بھی قسم اول پر
محمول فرمایا ہے حالانکہ اس میں ماظهر منها کی تصریح ہے، تو قسم ثانی جس میں عدم
ابداء اور ظہور دونوں مذکور ہیں بطریق اولیٰ قسم اول پر محمول ہوگی۔ یعنی اس تفسیر کا
ماظهر منها کے ساتھ جوڑ لگانا تصرف رواۃ ہے جو غلط فہمی پر مبنی ہے، اختلاط رواۃ
کی چند واضح مثالیں ملاحظہ ہوں :

① قال الامام السيوطي رحمه الله تعالى اخرج سعيد بن منصور وابن جرير وعبد
ابن حميد وابن المنذر والبيهقي عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما ولا يبدين زينة
الاماظهر منها قال الكحل والخاتم والقرط والقلادة (الدار المنور ص ۴۱ ج ۵)
اس میں القرط والقلادة کو بھی ولا يبدين زينة الاماظهر منها کی تفسیر

میں ذکر کر دیا ہے حالانکہ ابن جریر و بیہقی رحمہما اللہ تعالیٰ نے قراط و قلادۃ کو ولا یبدین زینتہن الا لبعولتہن الا یہ کی تفسیر میں نقل فرمایا ہے۔

(۲) وقال رحمہ اللہ تعالیٰ اخراج ابن شیبۃ و عبد بن حمید وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ تعالیٰ الا ما ظہر منها قال وجہا و کفہا والخاتم (الدر المنثور ص ۴۱ ج ۵)

اس میں قسم ثالث کے الفاظ ہیں، حالانکہ مصنف ابن شیبہ میں اس روایت میں قسم ثانی کے الفاظ مذکور ہیں۔ روایات قسم ثانی کے تحت نمبر ملاحظہ ہو۔

(۳) وقال رحمہ اللہ تعالیٰ اخراج ابن ابی شیبۃ و عبد بن حمید وابن ابی حاتم عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قولہ تعالیٰ الا ما ظہر منها قال راقعة الوجه و باطن الکف (الدر المنثور ص ۴۱ ج ۵)

اس میں بھی قسم ثالث کے الفاظ ہیں۔ جبکہ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس روایت میں قسم اول کے الفاظ منقول ہیں۔ روایت قسم اول کے تحت مصنف ابن ابی شیبہ کی پوری روایت لکھی جا چکی۔

ان تینوں روایات میں جن کتابوں کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں سے مصنف ابن ابی شیبہ تفسیر ابن جریر اور بیہقی کے مراجعہ سے اختلاط منکشف ہوا، بقیہ کتابیں موجود نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔
محملہ ثانی :

اس تفسیر میں اباحت اظہار کا بیان نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ ظہور بلا اظہار پر مؤاخذہ نہیں، یعنی کسی وقت بلا قصد ظہور ہو گیا تو گناہ نہیں۔ یہ مطلب خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ثابت ہے، چنانچہ روایات قسم ثالث کے نمبر اور نمبر میں یہ وضاحت ہے فہذا تظہرۃ فی بیتہا لمن دخل علیہا۔ اور گھر سے باہر نکلنے کے بارے میں آپ کا ارشاد ہے کہ راستہ دیکھنے کی ضرورت سے صرف ایک آنکھ کھولنے کی اجازت ہے، وستأقی هذه الروایۃ ان شاء اللہ تعالیٰ۔
لفظ تظہر سے اگرچہ بظاہر اظہار بالقصد کی اجازت معلوم ہوتی ہے مگر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سے ظہور بلا قصد مراد ہے، اس لئے کہ گھر اور باہر میں سوائے

تقریر مذکور کے سوا گھراور باہر میں فرق کی کوئی اور توجیہ ہو ہی نہیں سکتی، بلکہ شرعاً، عقلاً، تجربۂ ہر لحاظ سے باہر کی بنسبت گھر میں آنے والوں سے زیادہ پردہ ہونا چاہئے، اس لئے کہ قرب، اختلاط اور نظر کے ادامہ و تکرار میں سہولت کی وجہ سے ان سے زیادہ خطرہ ہے۔

تفسیر قبل نزول الحجاب ہے ، قالہ الامام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ ولکن
یأباه ما فی اخر هذه الآية من قوله تعالیٰ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین
من زینتھن ۔

اس سے یہ مقصد نہیں کہ غیر کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ نظریہ غیر سے قطع نظر فی نفسہ چہرے اور ہاتھوں کے سوا عورت کا پورا بدن ستر میں داخل ہے، اسی لئے نماز میں چہرے اور ہاتھوں کے سوا پورا بدن ڈھانکنا فرض ہے۔

تفسیر زیر بحث کے بارے میں ملحدین کا خیال بوجہ ذیل باطل ہے :

- ۱) نصوص قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔
۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کے خلاف ہے، آپ کی تفسیر متعدد اسانید قویہ سے مروی ہے جو درج ذیل ہیں :

- ١) اخبرني عبد الله بن محمد الصيدلاني ثنا اسمعيل بن قتيبة ثنا ابو
ابن ابي شيبة ثنا شريك عن ابي اسحق عن ابي الاحوص عن عبد الله بن
تعالى عنه ولا يبد من زينة هن قال لا خلخال ولا شدة ولا قرط ولا قلادة
الا ما ظهر منها قال الشيب - هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم

یخرجاه (المستدرک مع التلخیص ص ۳۹۷ ج ۲)

(۲) حدثنا وكيع عن سفيان عن أبي اسحق عن أبي الاحوص عن عبد الله رضي الله تعالى عنه ولا يبدل بن زينت عن الاما ظهر منها، قال الثياب (مصنف ابن أبي شيبة ص ۲۸۳ ج ۴)

(۳) ابو خالد الاحمر عن حجاج عن أبي اسحق عن أبي الاحوص عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال الزينة زينتان زينة ظاهرة وزينة باطنة لا يراها الا الزوج، فاما الزينة الظاهرة فالثياب واما الزينة الباطنة فالكحل والسوار والخاتم (مصنف ابن أبي شيبة ص ۲۸۴ ج ۴)

(۴) حدثنا ابن حميد قال ثنا هارون بن المغيرة عن الحجاج عن أبي اسحق عن أبي الاحوص عن ابن مسعود رضي الله تعالى عنه قال الزينة زينتان فالظاهرة منها الثياب وما خفي الخدخالان والفرطان والسواران (جامع البيان ص ۹۲ ج ۱۸)

(۵) اخبرني السيوطي رحمه الله تعالى مثله عن ابن المنذر (البيان ص ۹۲ ج ۱۸)

(۶) حدثني يونس قال اخبرنا ابن وهب قال اخبرني الثوري عن أبي اسحق الهمداني عن أبي الاحوص عن عبد الله رضي الله تعالى عنه انه قال ولا يبدل بن زينت عن الاما ظهر منها قال هي الثياب (جامع البيان ص ۹۲ ج ۱۸)

(۷) حدثنا ابن المثنى قال ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبة عن أبي اسحق عن أبي الاحوص عن عبد الله رضي الله تعالى عنه قال ولا يبدل بن زينت عن الاما ظهر منها قال الثياب (جامع البيان ص ۹۲ ج ۱۸)

(۸) حدثنا ابن بشار قال ثنا عبد الرحمن قال ثنا سفيان عن أبي اسحق عن أبي الاحوص عن عبد الله رضي الله تعالى عنه مثله (جامع البيان ص ۹۲ ج ۱۸)

(۹) حدثنا سفيان عن الاعمش عن مالك بن الحارث عن عبد الرحمن بن زيد عن عبد الله رضي الله تعالى عنه مثله (جامع البيان ص ۹۲ ج ۱۸)

(۱۰) حدثنا الحسن قال اخبرنا عبد الزاق قال اخبرنا معمر عن أبي اسحق عن أبي الاحوص عن عبد الله رضي الله تعالى عنه الاما ظهر منها قال الثياب

قال ابو اسحق الا تری انه قال خذوا زینتکم عند کل مسجد (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)
 (۱۱) حد ثنا القاسم قال ثنا الحسن قال ثنا حجاج قال ثنا محمد بن الفضل
 عن الاعمش عن مالک بن الحارث عن عبد الرحمن بن زید عن ابن مسعود
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ الاما ظهر منها قال هو الرداء (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)
 (۱۲) اخرج عبد الرزاق والفريابي وسعيد بن منصور وابن ابی شیبہ وعبد بن
 حمید وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم والطبرانی والحاکم وصحیحہ وابن مردويه
 عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی قوله تعالیٰ ولا یبدین زینتھن قال الزینۃ
 السوار والدمیج والخالخال والقرط والقلادة ، الاما ظهر منها قال الثیاب
 والجلباب (الدر المنثور ص ۴۱ ج ۵)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تفسیر کے خلاف ہے، جس کی متعدد اسانید
 قویہ درج ذیل ہیں :

(۱) وکیع عن حماد بن سلمة عن ام شبيب عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا قالت القلب والفتحة (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۸۳ ج ۲)
 (۲) حد ثنا القاسم قال ثنا الحسن قال ثنا حجاج عن ابن جریر
 قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قوله ولا یبدین زینتھن الاما
 ظهر منها قال الخاتم والمسكة ، قال ابن جریر وقالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ
 عنہا القلب والفتحة (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)

(۳) اخرج السيوطی رحمہ اللہ تعالیٰ مثله عن ابن سنید ایضاً (الدر المنثور ص ۴۲)
 (۴) اخبرنا ابو طاهر الفقيه انبأنا ابو بكر القطان انبأنا ابو الازهر ثاروح
 ثنا حماد حد ثنا ام شبيب قالت سألت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا عن الزینۃ
 الظاهرة فقالت القلب والفتحة وضمت طرف کمہا (البیہقی ص ۸۶ ج ۷)

(۵) اخرج السيوطی رحمہ اللہ تعالیٰ مثله عن عبد بن حمید وابن المنذر
 ایضاً (الدر المنثور ص ۴۱ ج ۵)

(۴) خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اس تفسیر کے خلاف ہے جو سورہ
 احزاب کی آیت یا ایہا النبی قل لا من اوجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین

علیہن من جلابیہن کے تحت مندرجہ ذیل متعدد اسانید سے مروی ہے :

① حدثنی علی قال ثنا ابو صالح قال ثنی معاویۃ عن علی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قوله یا ایہا النبی قل لا زواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلابیہن امر اللہ لنساء المؤمنین اذخرجن من بیوتہن ان یغطین وجوہہن من فوق رؤوسہن بالجلابیب ویبدین عینا واحدا (جامع البیان ص ۳۳ ج ۲۲)

② اخرج السیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ مثله عن ابن ابی حاتم وابن مردویہ ایضاً (الدار المنثور ص ۲۲۱ ج ۵)

⑤ اسی آیت زیر بحث ولا یدین زینتہن الا ما ظہر منہا کے تحت خود حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ایک تفسیر کے خلاف ہے جو مندرجہ ذیل متعدد اسانید سے مروی ہے :

① حدثننا الفاسم قال ثنا الحسن بن علی بن جراح عن ابن جریر قال قال ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قوله ولا یدین زینتہن الا ما ظہر منہا قال الخاتم والمسکة (جامع البیان ص ۹۳ ج ۱۸)

② وفي رواية اخرى عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وعطاء باطن الکف (البیہقی ص ۸۵ ج ۷)

③ اخرج عبد الرزاق وعبد بن حمید عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فی قوله الا ما ظہر منہا قال هو خضاب الکف والخاتم (الدار المنثور ص ۲۱ ج ۵)

دلیل ثانی :

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان اسماء بنت ابی بکر دخلت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعليہا ثياب رقاق فاعرض عنہا وقال یا اسماء ان المرأة اذا بلغت سن المحيض لم یصلح ان یری منہا الا هذا وهذا وأشار الی وجہہ وکفہ - رواہ ابوداؤد -

جوابات :

① یہ حدیث منقطع ہے ، مکا قال ابوداؤد نفسه هذا مرسل خالد بن دریک

لم یدرک عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ابوداؤد ص ۱۱۵ ج ۲)
 وقال الامام ابن کثیر رحمہ اللہ تعالیٰ قال ابوداؤد وابوحاتم الرازی ہومرسل
 خالد بن دریک لم یسمع من عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا (تفسیر ابن کثیر ص ۲۸۳ ج ۳)
 وقال الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ انہ لم یدرک عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا (تہذیب
 التہذیب ص ۸۷ ج ۳)

(۲) اس کی سند میں سعید بن بشیر ہے جو بہت ضعیف اور منکر الحدیث ہے۔ مراجع
 میزان الاعتدال والکامل لابن عدی و دیوان الضعفاء والمتروکین للامام الذہبی
 و کتاب الضعفاء للعقابی و کتاب الضعفاء لابن الجوزی و کتاب المجروحین
 لابن حبان و کتاب الضعفاء للنسائی و التاریخ الکبیر للامام البخاری و
 الجرح والتعديل لابن ابی حاتم الرازی وغیرہا من کتب الرجال۔

(۳) اس کی سند میں اضطراب ہے، و ذکر الحافظ ابوبکر احمد المرحومانی ہذا
 الحدیث وقال لا أعلم رواه عن قتادة غیر سعید بن بشیر وقال مرة فیہ عن
 خالد بن دریک عن ام سلمة بدل عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا (عون المعبود ص ۱۶۲ ج ۱۱)
 (۴) معلول ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں، اس لئے کہ بوقت ہجرت حضرت اسماء
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر ستائیس سال تھی، اس عمر میں ان کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سامنے ایسے باریک لباس میں آنا کہ چہرے کے علاوہ دوسرے اعضاء بھی نظر
 آ رہے ہوں کسی طرح بھی معقول نہیں۔

(۵) اسے قبل الحجاب پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

دلیل ثالث :

قالت عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا دخلت علی ابنة اخي لاهی عبد اللہ بن
 الطفیل مزینة فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاعرض عنہا فقالت عائشة
 رضی اللہ تعالیٰ عنہا یا رسول اللہ انہا ابنة اخي وجارية فقال اذا عرکت المرأة
 لم یجل لها ان تظهر الا وجهها والامام دون هذا وقبض علی ذراع نفسه فترک بین
 قبضته و بین الکف مثل قبضة اخرى (تفسیر ابن جریر ص ۹۳ ج ۹)

جوابات :

- ① منقطع ہے، کیونکہ عبدالملک بن جریج نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا زمانہ نہیں پایا۔ (تہذیب التہذیب، جامع الخصال)
- ② عبدالملک بن جریج مدلس ہے، تدلیس بھی ایسی کرتا ہے جو تدلیس کی سب اقسام سے بدترین ہے، قال الامام الدارقطنی رحمہ اللہ تعالیٰ تجنب تدلیس ابن جریج فانه قبیح التدلیس لا یدلس الا فیما سمعہ من مجروح (تہذیب التہذیب)
- ③ اس حدیث کی سند میں الحیین بن داؤد ضعیف ہے (تقریب التہذیب، میزان الاعتدال)
- ④ حجاج بن محمد الاغور بھی ضعیف ہے (تقریب التہذیب، میزان الاعتدال)
- ⑤ قبل الحجاب پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

دلیل رابع :

عن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کان الفضل بن دلیف النبی صلی اللہ علیہ وسلم فجاءت امرأة من خثعم فجعل الفضل ينظر اليها وتنظر اليه فجعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصرف وجه الفضل الى الشق الآخر الحديث، رواه البخاری ومسلم۔

جوابات :

- ① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت فضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو زبان سے منع کرنے کی بجائے ہاتھ سے چہرے کو دوسری جانب پھیرنا وجوب حجاب الوجہ پر واضح دلیل ہے اس قدر شدت فرمانے سے ثابت ہوتا ہے کہ اس عورت کو بھی حجاب الوجہ کا حکم فرمایا ہوگا، عدم نقل الامر عدم الامر کو مستلزم نہیں۔
- بالفرض مستقلاً عدم الامر تسلیم بھی کر لیا جائے تو صرف وجہ الفضل میں ضمناً امر حجاب الوجہ کی استقدرت تاکید ثابت ہو رہی ہے کہ اس کے بعد مستقلاً امر کی حاجت نہیں رہتی۔
- فالحديث دليل على الملاحدين لا لهم، وسيعلم الذين ظلموا اى منقلب ينقلبون۔
- ② بعض نے جواب دیا ہے کہ یہ عورت محرمہ تھی۔
- یہ اس لئے صحیح نہیں کہ محرمہ کے لئے بھی غیر محرم کے سامنے چہرہ کھولنا جائز نہیں، کما قد منا من الاحادیث الصحيحة الصریحة۔

(۳) بعض کا خیال ہے کہ یہ نظر الخاطب کے قبیل سے ہے، لروایتہ اخرجہ الحافظ رحمہ اللہ تعالیٰ عن الفضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال كنت ردف النبي صلى الله عليه وسلم واعرابي معه بنت له حسناء فجعل الاعرابي يعرضها الرسول الله صلى الله عليه وسلم رجاء ان يتزوجها وجعلت التفت اليها وياخذ النبي صلى الله عليه وسلم برأسي فيلويه فكان يلبي حتى رمى جمرة العقبة فعلى هذا فقول الشابة ان ابى لعلمها ارادت به جد هالان اباها كان معها وكأنه امرها ان تسأل النبي صلى الله عليه وسلم ليسمع كلامها ويراها رجاء ان يتزوجها (فتح الباری ص ۵۸ ج ۴)

یہ جواب بوجہ ذیل صحیح نہیں :

(۱) مخاطب کے لئے نظر اس صورت میں جائز ہے کہ جانبین خطبہ کی طرف مائل ہو چکے ہوں، یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان نہیں تھا۔

(۲) صرف مخاطب کے سامنے چہرہ کھولنا جائز ہے، حضرت فضل رضی اللہ عنہ مخاطب تھے۔

دلیل خامس :

عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال شهدت مع النبي صلى الله عليه وسلم في يوم العيد فبدأ بالصلاة قبل الخطبة (الى ان قال) ثم مضى الى النساء ومعه بلال فامرهن بتقوى الله تعالى وحمد الله واشنى عليه وحثهن على طاعة ثم قال صلى الله عليه وسلم تصدقن فان اكثركن حطب جهنم فقالت امرأة من سفلة النساء سفعاء الخدين لمرى رسول الله، الحديث، رواه مسلم والنسائي واحمد والدارمي وابن ابى شيبة وفي رواية لابن ابى شيبة ليست من علية الناس - سفعاء الخدين سے کشف الوجه پر استدلال کیا جاتا ہے۔

جوابات :

(۱) سفعاء الخدين سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عورت القواعد من النساء میں سے تھی جن کے لئے کشف الوجه جائز ہے، قال الامام ابن الاثير رحمہ اللہ تعالیٰ السفعة نوع من السواد ليس بالكثير وقيل هو سواد مع لون اخر اداد انها بذلت نفسها وتركزت الزينة والترفة حتى شحبلونها واسواقا على ولدها بعد وفاة زوجها (نهاية ص ۳ ج ۲)

(۲) ممکن ہے کہ یہ عورت نوٹھی ہو جیسا کہ من سفلة النساء سے معلوم ہوتا ہے۔

(۳) قبل الحجاب پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

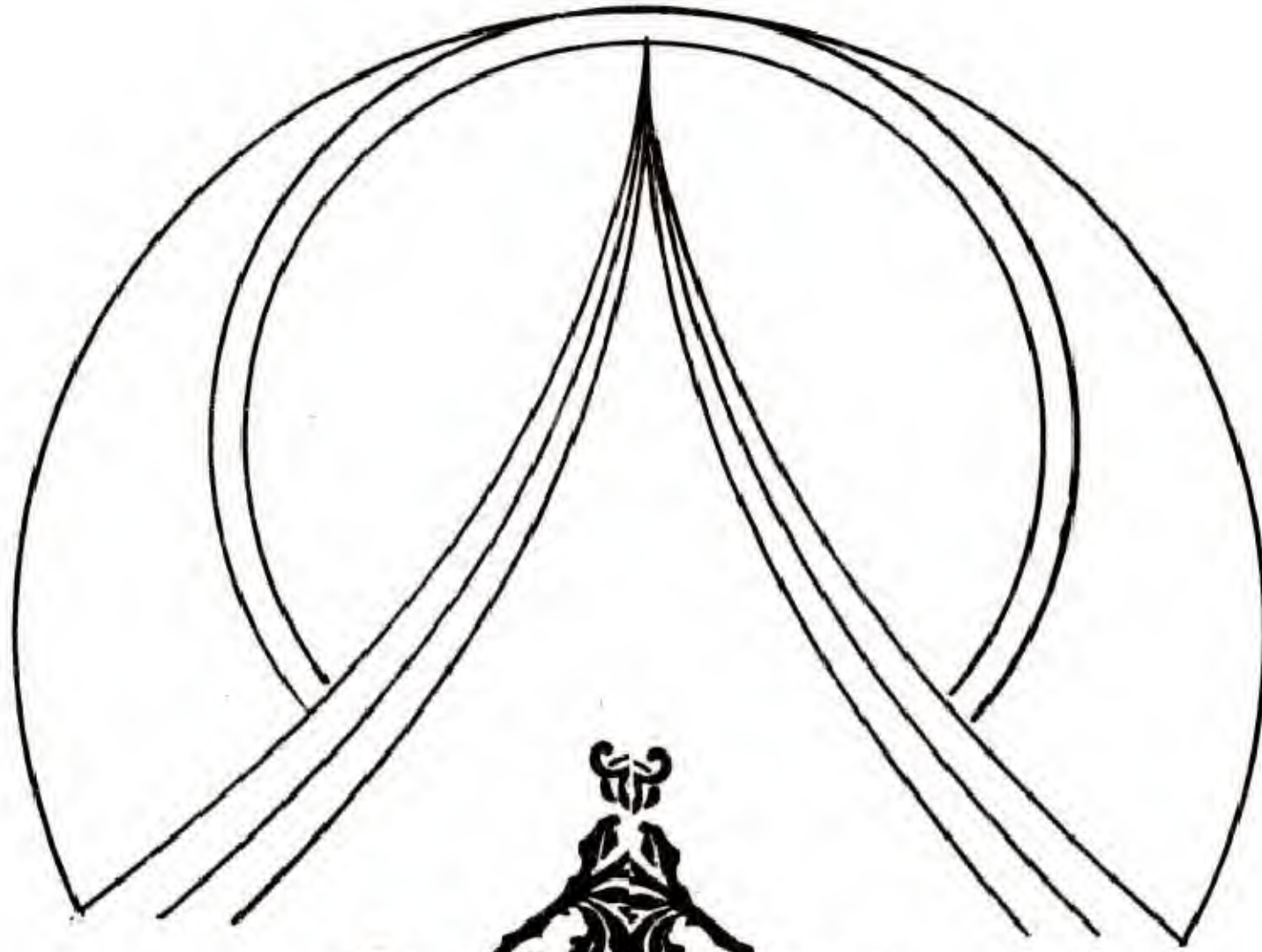
بعض حضرات نے ادلۃ الملحدین کے جواب میں مندرجہ ذیل کلیات بھی بیان فرمائے ہیں۔

- ① ادلۃ المنع قوی ہیں، ادلۃ الجواز ان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔
- ② بوقت تعارض محرم کو ترجیح ہوتی ہے۔
- ③ ادلۃ الجواز اصل کے مطابق ہیں اور ادلۃ المنع اصل کے خلاف ہیں، اصولاً خلاف اصل کو ترجیح ہے۔ لکونہ مبذیا علی العلم بخلاف الاول۔

حقیقت :

یہ کلیات ترجیح اس صورت میں استعمال کئے جاتے ہیں جب ادلۃ جانبین میں بظاہر تعارض نظر آ رہا ہو، مسئلہ زیر بحث میں ملحدین کے پاس کوئی ایک دلیل بھی ایسی نہیں جو نصوص قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کوئی وزن رکھتی ہو، لہذا یہاں رفع تعارض کے کلیات بیان کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ واللہ المہادی الی سبیل الرشاد۔

۲۷ ذوالحجہ سنہ ۱۴۰۸ ہجری



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَرَدِی بویکن

وَاللَّاتِ بِرَجْنٍ تَبْرُجُ الْجَاهِلِيَّاتِ الْأُولَى وَالْأُولَى
(الْحَضْرَاءُ الْمَرْيَمُ)

اور تم اپنے گھروں میں دستار سے رہو اور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرو
اور تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کا کہنت مانو۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بالبياض من الثياب
 ليبيسها الحيات وكم وكفنوا فيها موتاكم فائتوها من خيار ثيابكم
 وقال صلى الله عليه وسلم البسوا البياض فانها
 اظهر واطيب وكفنوا فيها موتاكم (شمائل الترمذي)

المقالة البيضا

(في)

العمامة السوداء

مسياه عمامه باندھنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے عمل کی تحقیق۔

اور

حضرات محدثین وفقہ ہار رحمہم اللہ تعالیٰ کی توجہات و تحقیقات
 کی تفصیل اور اقوال مختلفہ میں ترجیح و تطبیق۔

المقالة البيضا في الجماعة السوداء

○ احاديث الرسول صلى الله عليه وسلم.

○ آثار الصحابة رضي الله تعالى عنهم.

○ توجيهات المحدثين رحمهم الله تعالى.

○ اقوال الفقهاء رحمهم الله تعالى.

○ اقوال مختلفة في صورت ترجيح وتطبيق.

حکم العمامۃ السوداء

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ مامۃ سوداء باندھنا سنت ہے، کیا ان کا یہ خیال صحیح ہے؟ اگر سنت ہے تو اس زمانے کے علماء و مشائخ اور صلحاء نے اس سنت کو بالکل کیوں ترک کر دیا ہے؟ جواب محقق عنایت فرمائیں۔

الجواب باسم ماہم الصواب

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم:

- ① عن عمرو بن حریث عن ابيہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب الناس وعلیہ عمامۃ سوداء (صحیح مسلم ص ۴۳ ج ۱، شمائل الترمذی ص ۱، ابن ماجہ ص ۲۲ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۱ ج ۸، مسند ابی یعلیٰ ص ۴۳ ج ۳)
- ② عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل یوم فتح مکہ وعلیہ عمامۃ سوداء (صحیح مسلم ص ۴۳ ج ۱، شمائل الترمذی ص ۱، ابن ماجہ ص ۲۲ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۸، شعب الایمان ص ۴۳ ج ۵)
- ③ عن مساور الوراق قال حدثنی وفي حدیث الحلوانی سمعت جعفر بن عمرو بن حریث عن ابيہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال کأنی انظر الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر وعلیہ عمامۃ سوداء قد ارنی طرفیہما بین کتفیہ ولم یقل ابوبکر علی المنبر۔ (صحیح مسلم ص ۴۳ ج ۱، شعب الایمان ص ۴۳ ج ۵)
- ④ عن عمرو بن حریث قال رأیت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمامۃ سوداء۔ (شمائل الترمذی ص ۱)
- ⑤ عن سفیان بن ابی الفضل عن الحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال كانت عمامۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سوداء (مصنف ابن ابی شیبہ ص ۲۲ ج ۸)
- وکذا أخرجه ابن سعد (الحاوی للفتاویٰ ص ۴ ج ۱)
- ⑥ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال كانت عمامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم سوداء يوم ثنية الحنظل وذلك يوم الخندق (شعب الايمان ص ١٤٣ ج ٨)
 (٤) عن مساور الوراق رضى الله تعالى عنه قال وكأني انظر الى رسول الله صلى الله عليه وسلم وعليه عمامة سوداء قد ارنخى طرفيها بين كتفيه (ايضا)

(٨) رواه ابو معمر الهذلي عن ابى اسامة رضى الله تعالى عنه فقال وعليه عمامة سوداء حرقانية قد ارنخى عليه طرفيها بين كتفيه وقال يوم فتح مكة (ايضا)

(٩) قال ابن وهب اخبرني عثمان بن عطاء الخراساني عن ابيه ان رجلا اتى ابن عمر رضى الله تعالى عنهما وهو في مسجد منى فسأله عن ارخاء طرف العمامة فقال له عبد الله رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعث سرية وامر عليها عبد الرحمن ابن عوف رضى الله تعالى عنه وعقد لواء فذكر الحديث الى ان قال: وعلى عبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنه عمامة من كرايس مصبوغة بالسواد فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فحل عمامته ثمره بيده وافضل عمامة موضع اربع اصابع او نخوذ لك فقال هكذا فاعتم فانه احسن واجمل (شعب الايمان ص ١٤٣ ج ٥)

(١٠) عن عبد الله بن بسر رضى الله تعالى عنه قال بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم على بن ابى طالب رضى الله تعالى عنه الى خيبر فعممه بعمامة سوداء ثمارا سلها من ورائه او قال على كتفه اليسرى، رواه الطبراني. (مجمع الزوائد ص ٢٦٤ ج ٥)

(١١) عن سفیان عن سمع الحسن رضى الله تعالى عنه يقول كانت راية رسول الله صلى الله عليه وسلم سوداء تسمى العقاب وعمامة سوداء، رواه ابن سعد (الخواص الفتاوى ص ١٤٣ ج ١)
 (١٢) عن جابر رضى الله تعالى عنه قال كان للنبي صلى الله عليه وسلم عمامة سوداء يلبسها في العيدين ويخيمها خلفه، رواه ابن عدى (ايضا)

(١٣) عن انس رضى الله تعالى عنه انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم يعتم بعمامة سوداء، رواه ابن عدى (ايضا)

(١٤) عن ابى موسى رضى الله تعالى عنه ان جبريل عليه السلام نزل على النبي صلى الله عليه وسلم وعليه عمامة سوداء قد ارنخى ذوايته من ورائه، رواه الطبراني (ايضا)
 اثار الصحابة رضى الله تعالى عنهم:

(١) عن ابى جعفر الانصارى قال رأيت على على رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء

يوم قتل عثمان رضى الله تعالى عنه (مصنف ابن ابى شيبه ص ٢٢٢ ج ٨)

(٢) عن عمرو بن مروان عن ابيه قال رأيت على رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء قد ارخى طرفها من خلفه (ايضا)

(٣) عن سلمة بن وردان قال رأيت على انس رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء على غير قلنسوة وقد ارخاها من خلفه نحو من ذراع (ايضا ص ٢٢٣)

(٤) عن عثمان بن ابى هند قال رأيت على ابى عبيد رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(٥) عن طحان بن ثروان قال رأيت على عمار رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(٦) عن دينار بن عمر وقال رأيت على الحسن رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(٧) عن جابر قال اخبرني من رأى عليا رضى الله تعالى عنه قد اعتم بعمامة سوداء قد

ارخاها من بين يديه ومن خلفه (ايضا)

(٨) عن ابى صخرة قال رأيت على عبد الرحمن رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا ص ٢٢٣)

(٩) عن عبد الواحد بن ايمن قال رأيت على ابن الحنفية رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء

(ايضا)

(١٠) عن سالم قال رأيت على ابى الدرداء رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(١١) عن اسماعيل بن ابى خالد قال رأيت على الاسود رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(١٢) عن حرب الخثعمي قال رأيت على البراء رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا ص ٢٢٥)

(١٣) عن عطاء قال رأيت على عبد الرحمن بن عوف رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(١٤) عن حسين بن يونس قال رأيت على عبد الرحمن بن عوف عمامة سوداء (ايضا)

(١٥) عن حسين بن يونس قال رأيت على وابثة رضى الله تعالى عنه عمامة سوداء (ايضا)

(١٦) عن ابى رزين قال خطبنا الحسين بن على رضى الله تعالى عنهما يوم الجمعة وعليه

عمامة سوداء (ايضا)

(١٧) عن سليمان بن المغيرة قال رأيت ابانضرة رضى الله تعالى عنه وعليه عمامة سوداء (ايضا)

(١٨) عن ابى لؤلؤة قال رأيت على ابن عمر رضى الله تعالى عنهما عمامة سوداء، رواه البيهقي -

(الحاوى للفتاوى ص ١٢٦ ج ١)

(١٩) عن عثيم بن نسطاس قال رأيت سعيد بن المسيب رحمه الله تعالى يلبس في الفطر

والاضحی عمامة سوداء ويلبس عليها برنساء، رواه ابن سعد (ايضا)
توجيهات المحدثين رحمهم الله تعالى :

قال العلامة النووي رحمه الله تعالى : (قوله وعليه عمامة سوداء) فيه جواز لباس الثياب السود وفي الرواية الاخرى خطب الناس وعليه عمامة سوداء فيه جواز لباس الاسود في الخطبة وان كان الابيض افضل منه كما ثبت في الحديث الصحيح خير ثيابكم البيض واما لباس الخطباء السود في حال الخطبة فمجانز ولكن الافضل البياض كما ذكرنا وانما لبس العمامة السوداء في هذا الحديث بيانا لجواز والله اعلم (شرح النووي على صحيح مسلم ص ۲۲۹ ج ۱)

قال العلامة العيني رحمه الله تعالى : (قوله بعصابة دسمة) وفي رواية "دسمة" ذكرها في اللباس وذكر صاحب المطالع دسمة بكسر السين وقال الدسمة السوداء وقيل لونه لون الدسم كالزيت وشبهه من غير ان يخالطها شيء من الدسم وقيل متغيرة اللون من الطيب والغالية وزعم الداودي انها على ظاهرها من عرقه صلى الله عليه وسلم في المرض وقال ابن دريد الدسمة غبرة فيها سواد - (عمدة القاري ص ۲۲۸ ج ۲)

قال العلامة الزرقاني رحمه الله تعالى : (وروى الترمذي) ببقية اصحاب السنن ومسلم كلهم (عن جابر رضي الله تعالى عنه قال دخل النبي صلى الله عليه وسلم مكة يوم الفتح وعليه عمامة سوداء) بغير احرام قال الحافظ العراقي اختلفت الفاظ حديث جابر رضي الله تعالى عنه هذا في المكان والزمان الذي لبس فيه العمامة السوداء فالشهور انه يوم الفتح وفي رواية البيهقي يوم ثنية الخنظل وذلك يوم الحديبية وعجابه بان هذا ليس اضطرابا بل لبسها في الحديبية وفي الفتح معاذ لا مانع من ذلك الا ان الاسناد واحد انتهى وزعم بعضهم ان سوادها لم يكن اصليا بل لحكاية ما تحتهما من المغفر وهو اسود او كانت متسخة متلوثة ويؤيده ما في بعض طرق الحديث الا ان خطب وعليه عصابة دسمة ورد بان خلاف الظاهر بل لا دليل ولا معنى يعضده بل هو منابذ لما ابدوه من حكمة لبس السواد في ذلك اليوم (شرح الزرقاني ص ۲ ج ۵)

قال الملا على القاري رحمه الله تعالى تحت حديث عمرو بن حريث : قال ابن حجر وما ذكره الشارح في السواد اخذه من قول الماوردي في الاحكام السلطانية ينبغي للامام ان يلبس السواد لخبر مسلم هذا لكن ضعفه النووي بان الذي واظب عليه النبي صلى الله عليه وسلم والخلفاء الراشدون انما هو البياض ثم قال الصحيح انه يلبس البياض دون السواد

الا ان يغلب على ظنه ترتب مفسدة عليه لذلك من جهة السلطان او غيره وفي الاحياء في موضع
تبع القوت ابى طالب المكي يكره لبس السواد وافق ابن عبد السلام بأن المواظبة على لبس السواد
بدعة واول من احدث لبسه في الجمع والاعياد بنو العباس في خلافتهم محتجين بأن الرؤية التي
عقدت لجدهم العباس يوم الفتح والخين كانت سوداء، قال ابن هبيرة ولأنه ابعد الالوان
من الزينة واقربها الى الزهد في الدنيا ولهذا ايلبسها العباد والنسك (المرقاة ص ٢٦٩ ج ٣)
وقال ايضا في شرح الشماثل تحت حديث جابر رضى الله تعالى عنه: قال ميرك وفي
رواية مسلم بخير احرام واستدل بعض العلماء بهذا الحديث على جواز لبس السواد وان
كان البياض افضل لما سبق من ان خير ثيابكم البياض وقال الجزري وفيه اشارة الى ان هذا
الدين لا يتخير كالسواد بخلاف سائر الالوان وفي شرح الزيلعي من علمائنا الحنفية انه ليس لبس
السواد لحديث فيه (جمع الوسائل ص ١٤٥ ج ١)

وقال المحدث عبد الرؤوف المناوى رحمه الله تعالى تحت حديث جابر رضى الله
تعالى عنه: قال شارح ولم يكن سوادها اصلياً بل لحكايتها ما تحتها من المغفر وهو اسود او كانت
متسخة متلونة وايدى البعض بما سيحى من قوله وعليه عمامة دسماء اهدوانت تعلم انه لا
بد في المصير لما ذهب اليه من شاهد انه خلاف الظاهر مع ان ما رواه انفا من بيان
وجه الحكمة في ايتاره الاسود في ذلك اليوم واختياره على الابيض وغيره متكفل بدفع ما زعمه
هذا الشارح وقد لبس السواد جمع منهم على يوم قتل عثمان وغيره والحنن فقد كان يخطب في
ثياب سود وعمامة سوداء وابن الزبير كان يخطب بعمامة سوداء وانس وعبد الله بن جرير وعمار
 وغيرهم رضى الله تعالى عنهم والخلفاء العباسيون باقون على لبس السواد وكثير من الخطباء
على المنابر ومستندهم ما سبق من دخول المصطفى صلى الله عليه وسلم مكة بعمامة سوداء رخي
طرفها بين كتفيه وخطب بها فقتل الناس لذلك فانه نصر وعز وزعم بعض نبي المعتصم ان
تلك العمامة التي دخل بها مكة وهما صلى الله عليه وسلم لعمه العباس وبقيت بين الخلفاء
يتداولونها ويجعلونها على رأس من تقرر للخلافة وسأل الرشيد الاوزاعي عن لبس السواد فكرهه
لانه لا يجلس فيه العروس ولا يلبي فيه محرم ولا يكفن فيه ميت والظاهر ان مراده غير العمامة قال القرطبي
وفي هذا الحديث دليل للمسودة غير ان صلى الله عليه وسلم لم يكن ذلك منه دائماً ولا في كل لباسه
بل في العمامة خاصة لكن اذا امر امام يلبس ذلك وجب وفي شرح الزيلعي ليس لبسه لخبر فيه وكيف

ما كان الا فضل في لبسها البياض، وصحة لبس المصطفى صلى الله عليه وسلم للسواد ونزول الملائكة يوم بدر بجاءم صفر لا يعارضه لانه لمقاصد ومصالح اقتضاها خصوص ذلك المقام كما بينه بعض العلماء الاعلام فلا ينافي عموم الخبر الصحيح الامر بلبس الابيض وانه خير الالوان في الحياة والممات (شرح المناوى بها مش جمع الوسائل ص ۱۶۵ ج ۱) اقوال فقهاء رحمهم الله تعالى:

قال العلامة محمد علاء الدين الحصكفى رحمه الله تعالى: ويستحب الابيض وكذا الاسود لانه شعار بنى العباس ودخل عليه الصلوة والسلام مكة وعلى رأسه عمامة سوداء وليس الاخضر سنة كما في الشرعة (الدر المنقى بها مش مجمع الانهر ص ۵۳۲ ج ۲)

وقال العلامة شيخ زاده رحمه الله تعالى: ويستحب الثوب الابيض والاسود لانه عليه الصلوة والسلام ان الله يحب الثياب البيض وانه خلق الجنة بيضاء وقد روى انه عليه السلام لبس الحجة السوداء والعمامة السوداء يوم فتح مكة ولا بأس بالازرق وفي الشرعة ولبس الاخضر سنة - (مجمع الانهر ص ۵۳۲ ج ۲)

وقال العلامة الطحطاوى رحمه الله تعالى: (قوله وندب لبس السواد) حجة او عمامة اورداء الحديث يدل عليه ذكره في السير الكبير والتقيد بالسواد للاحتراز عن لبس الاحمر فانه مكروه عند الامام رحمه الله تعالى على الاصح حموى وتقدم الكلام عليه في الحظر واختلاف في لبس الاخضر فقل لا يلبس لانه من لباس الشيطان وقال بعضهم يلبس لما روى انس رضى الله تعالى عنه كان احب الالوان الى رسول الله صلى الله عليه وسلم الخضرة وثياب اهل الجنة خضر ولبس صلى الله عليه وسلم البرد الاخضر وما قيل انه من لباس الشيطان لم يصح -

(حاشية الطحطاوى ص ۳۶۲ ج ۴)

وقال العلامة الحصكفى رحمه الله تعالى: ولا بأس بسائر الالوان وفي المجتبى والقهستانى وشرح النقاية لابي المكارم لأباس بلبس الثوب الاحمر ومفاده ان الكراهة تنزيهية لكن صرح في التحفة بالحرمة فافاد انها تحريمية وهى الحمل عند الاطلاق قاله المصنف قلت وللشربلالي فيه رسالة نقل فيها ثمانية اقوال منها انها مستحب -

وقال العلامة الرافعى رحمه الله تعالى: (قول المصنف ولا بأس بسائر الالوان) قال الحموى من احكام يوم الجمعة في جامع المضمرات والمشكلات عن فتاوى الحجة ويكره للرجال

لبس الثیاب الخضراء و احب الثیاب الى الله تعالى الثیاب البیض اهـ۔ (التحریر المختار ص ۲ ج ۲)
 عمامہ سودا سے متعلق روایات و آثار مذکورہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس بارے میں حضرات
 محدثین و فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال مختلف ہیں:

- ① بدعت ہے، یعنی اس کو سنت سمجھنا یا اس پر مداومت کرنا بدعت ہے۔
- ② بلا تسنن و بدون مواظبت مکروہ ہے، اسی لئے اس کو شادی اور اعرام اور کفن میں استعمال نہیں کیا جاتا۔

ان حضرات نے روایات سواد کی مندرجہ ذیل توجیہات فرمائی ہیں:

① غزوات میں عمامہ کی سواد اصلی نہ تھی بلکہ اثر خود تھا، نیچے سے خود کارنگ نظر آ رہا تھا یا
 اوپر سے خود کارنگ۔

② سفر اور غزوات میں گرد و غبار اور پسینے کے اثر سے سیاہی نظر آ رہی تھی۔

③ عام حالات میں خوشبو، تیل اور پسینے کی دسوت کو بعض ناظرین نے سواد سے تعبیر کیا۔

④ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوات میں سواد کو تفاؤلاً اختیار فرمایا، اس لئے کہ اس پر کوئی
 دوسرا رنگ غالب نہیں آ سکتا۔

⑤ سفر و غزوات میں اختیار سواد کی وجہ یہ تھی کہ گرد و غبار اور پسینے سے عمامہ زیادہ میلانہ نظر آئے۔

③ بلا تسنن و بدون مواظبت بلا کراہت جائز ہے۔

ان حضرات نے روایات سواد کی مذکورہ توجیہات خمسہ کے علاوہ دو توجیہات مزید کی ہیں:

⑥ فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم احیاناً البیان الجواز۔

④ چونکہ سیاہ رنگ سب الوان سے گھٹیا شمار ہوتا ہے، اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کبھار تواضعاً استعمال فرمایا ہے۔

③ مستحب ہے، اس میں تفصیل ذیل ہے:

① یہ استحباب صرف عمامہ، جبہ اور چادر کے ساتھ مختص ہے، عام لباس میں استحباب سواد

کا کوئی ثبوت نہیں، الا ان یقاس علی العمامۃ والجیۃ والرداء۔

② یہ استحباب بیاض کے سوا دوسرے الوان کی نسبت ہے، بیاض بالاتفاق سواد سے افضل ہے۔

③ یہ استحباب شرعی نہیں، بلکہ طبعی تھا اور استحباب بیاض شرعی ہے، حضور اکرم صلی

اللہ علیہ وسلم سے اس کی فضیلت و ترغیب نصاً مروی ہے۔

اخرج الامام الترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بالبیاض من الثیاب لیلبسہما احیاؤکم
وکفنوا فیہا موتکم فانہما من خیار ثیابکم۔

وعن سمرق بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم البسوا البیاض فانہا الطہر والطیب وکفنوا فیہا موتکم۔

(شمائل الترمذی ص ۵)

۴) سواد کے استحباب طبعی میں دو احتمال ہیں: لعینہ اولل عوارض المذكورة، بظاہری
راج معلوم ہوتا ہے۔

الحاصل:

عمامہ سودا سنت شرعیہ یا مستحب شرعی نہیں، اس کو مستحب شرعی سمجھنا بدعت ہے، بیاض مستحب
شرعی ہے اور بالاتفاق سب الوان سے افضل، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمامہ سودا کبھی کبھار مخصوص حالات
میں استعمال فرمایا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استحباب طبعی بوجہ عوارض المذكورة تھا، وهو الظاہ من
اختیار الفحول التوجیہات المذكورة۔

وہو محمل ماروی عن بعض الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

واما تعامل الخلفاء العباسیین لاحتجاجہم بسواد رائیۃ جدہم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اولزعمہم
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہبہ عمامۃ السوداء التي لبسها يوم فتح مكة فحججتهوا احضه عند
رہم وباطل ما كانوا یعملون وتسفہم بذلك بدعتہ احدثوها فی الدین کما مر عن الرقاة۔

قول ثانی میں کراہت سے کراہت تزیہیم مراد ہے، اگر اس کو غیر عمامہ وجہ و رد پر محمول کیا جائے
تو بھی خلاف راج معلوم ہوتا ہے، ولعلمہم ارادوا الکراہۃ الطبعیۃ او العرفیۃ وہی تختلف باختلاف الاشخاص
والازمان والامکنۃ والاطوان۔

بقیہ ثلاثہ میں سے ہر ایک کا موقع و محل الگ ہے، لہذا ان میں کوئی تعارض نہیں، صورت
تطبیق کی تفصیل اس طرح ہوگی:

۱) تسنن یا مواظبت ہو تو بدعت۔

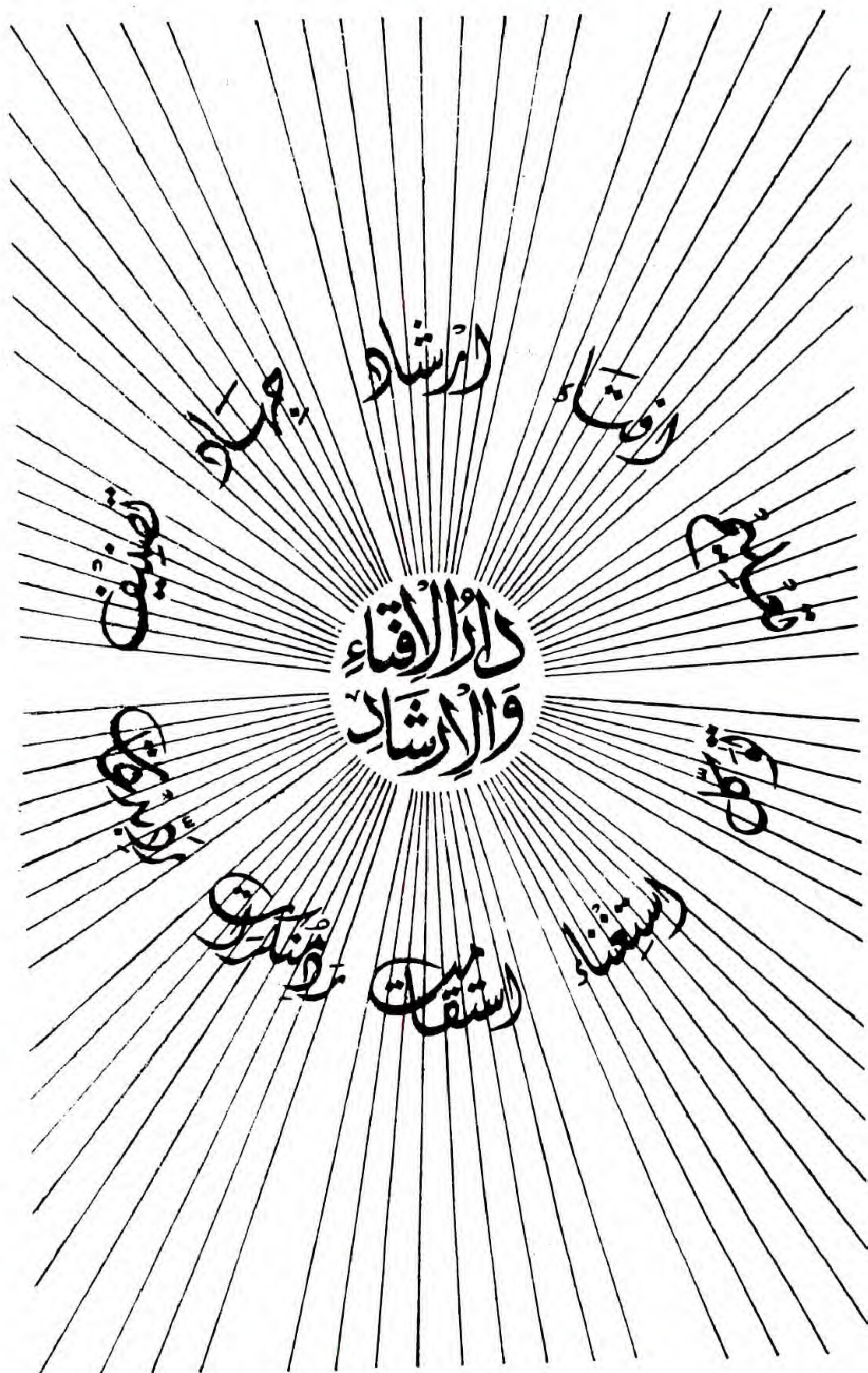
۲) بدون تسنن و مواظبت جائز۔

۳) اختیار سواد کا کوئی داعیہ ہو تو مستحب۔

داعیہ طبعیہ ہو تو مستحب طبعی، پھر داعیہ طبعیہ رغبت طبع ہو تو مستحب طبعی لعینہ اور عارضی خارجی

ہو تو مستحب طبعی لغیرہ۔
اگر کبھی کوئی داعیہ شرعیہ پیش آجائے تو مستحب شرعی لغیرہ۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔
۳ ربیع الاول ۱۴۱۶ھ





کتاب الوصیۃ والفرایض

منکوحہ بلاخلوة صحیحہ وارث ہوگی :

سوال : ایک عورت سے کسی نے نکاح کیا مگر خلوة صحیحہ سے پہلے فوت ہو گیا تو یہ عورت اس کی وارث ہوگی یا نہیں ؟ بیتواتوجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

وراثت کے لئے خلوة صحیحہ شرط نہیں، لہذا یہ عورت وارث ہوگی۔

قال العلامة التمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ : ویستحق الارث برحم ونکاح صحیح

ورلاء

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ونکاح صحیح) بلا وطاء

ولاخلوة اجماعاً درمنتقى (ردالمحتار ص ۲۸۶ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۰ رذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

منکوحہ بنکاح فاسد وارث نہ ہوگی :

سوال : ایک شخص نے معتدۃ الغیر سے نکاح کیا اور فوت ہو گیا تو زوجہ اس زوج ثانی سے حصہ ترکہ لے سکتی ہے یا نہیں ؟ بیتواتوجروا

الجواب ومنه الصدق والصواب

نکاح معتدۃ الغیر فاسد ہے اور نکاح فاسد و باطل میں ارث نہیں، لہذا یہ عورت وارث نہ ہوگی۔

قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ : ویستحق الارث برحم ونکاح صحیح فلا توارث

بفاسد ولا باطل اجماعاً (ردالمحتار ص ۲۸۶ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۵ ربیع الآخر ۱۳۵۵ھ

اسقاط وارث سے اس کا حق ساقط نہیں ہوتا :

سوال : عبارت ذیل میں تعارض ہے، رفع کرنے کی کیا صورت ہوگی ؟
 فی الشامیۃ : اوصی لرجل بثلث ماله ومات الموصی فصالح الوارث الموصی له
 من الثلث بالسدس جاز الصلح و ذکر الامام المعروف بخواہر زادہ ان حق الموصی له
 وحق الوارث قبل القسمة غیر متأكد یدخل السقوط بالاسقاط اھ فقد علم ان
 حق الغانم قبل القسمة وحق حبس الرهن وحق المسيل المجرى وحق الموصی له
 بالسكنی وحق الموصی له بالثلث قبل القسمة وحق الوارث قبل القسمة یسقط
 بالاسقاط وتمامہ فی الاشباہ فیما یقبل الاسقاط وما لا یقبل، کذا فی الھامش۔

(رد المحتار کتاب الصلح فصل فی التخرج جلد ۴)

وفی الاشباہ والنظائر : ولو قال الوارث ترک حق لم یبطل حقه اذ
 الملك لا یبطل بالترك۔

وفی شرحہ للحموی : اعلم ان للاعراض عن الملك ضابطۃ انه ان كان
 ملكاً لازماً لم یبطل بذلك کما لومات عن ابنین فقال احدهما ترک نصیبی
 عن الميراث لم یبطل لانه لازم لا یتروک بالترك بل ان كان عیناً فلا بد من التملیک
 وان كان دیناً فلا بد من الابرار۔

بظاہر ان دونوں عبارتوں میں تعارض ہے اور تعجب یہ کہ شامیہ نے بھی اشباہ
 کا حوالہ دیا ہے، حالانکہ اشباہ میں اس کے خلاف ہے۔ تطبیق کی کیا صورت ہوگی ؟
 بیٹنوا توجروا۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

مندرجہ سوال جزئیات میں تطبیق و ترجیح دونوں صورتیں اختیار کی جاسکتی ہیں۔
 صورت تطبیق حضرت حکیم الامتہ قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے امداد الفتاویٰ میں بایں الفاظ بیان
 فرمائی ہے :

”لم یبطل الخ اس صورت میں ہے جبکہ بالکلیہ دست بردار ہو جائے، جیسے
 ہندی بہنیں اپنا حق بھائیوں سے نہیں لیتیں اور یحتمل السقوط اس صورت میں ہے کہ
 جب اپنے حق سے کم پر صلح کرے، چنانچہ جاز الصلح کی دلیل میں بیان کرنا اس کا قرینہ ہے

اور حاجت بیان یہ ہے کہ اپنے حق سے کم پر صلح کرنے کا جواز مخصوص معلوم ہوتا ہے دین کے ساتھ اور یہاں صلح عن العین ہے، پس محتمل تھا عدم جواز کو، اس لئے تصریح کر دی۔ اب تدافع نہ رہا۔
(امداد الفتاویٰ کتاب الہبتہ ج ۳)

صورة الترجیح :

قال البرافعی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله جاز الصلح) هذا غیر المشہور فی کتب المذہب وان عزاہ فی الاشباہ للاسعاف (التحریر المختار ص ۲۷ ج ۲)
قلت لم أرفی کتب المذہب رواية تخالفه علی ان الصلح له حکم المبايعة وهو يقتضی الجواز مطلقاً فالتوفیق راجح من الترجیح .
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم .
۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ

سوال مثل بالا :

سوال : آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ وارث کا حق ساقط نہیں ہوتا، حالانکہ امداد المفتین حصہ ششم میں تحت عنوان ”اقامة العرف فی مقام الثبوت فی سقوط بعض الحق بالسکوت“ لکھا ہے کہ حق وارث ساقط ہو جاتا ہے۔ آنجناب اس مضمون کا مطالعہ فرما کر اپنی رائے عالی سے مطلع فرمائیں۔ بیٹنوا توجروا

الجواب ومنه الصدق والصواب

ترک حصہ کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اگر حق دین میں ہے جس میں مہر بھی داخل ہے تو ابراہ صراحتاً یا دلالتاً سے حق ساقط ہو جاتا ہے اور اگر حق عین میں ہے تو ابراہ صریح نہیں بلکہ سہی ضروری ہے، لہذا اس میں ہبتہ کی شرائط کا وجود ضروری ہے۔

رسالہ ”اقامة العرف مقام الثبوت“ میں مہر سے متعلق تحقیق صحیح ہے، مگر حصہ اخوات و ابن الابن سے متعلق تحقیق اصول کے خلاف ہے۔ ان دونوں مسائل پر جو دلائل رسالہ مذکورہ میں تحریر کئے گئے ہیں ان پر بالا اختصار معروضات درج ذیل ہیں :

① حصہ اخوات سے متعلق ص ۱۲۱ س ۱۲۱۱ محتمل السقوط بالاسقاط۔

اقول : قد منا جوابہ بصورة التطبيق والترجیح .

② ص ۱۲۱ س ۱۲۱۱ محمول بررضا بالعوض الخ

اقول : فهو بیع بتمن مجهول وهو فاسد۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر قرض شہادت شرعیہ یا سب ورثہ کے اقرار سے ثابت ہو تو وصی اور وارث کو کل ترکہ سے وصول کرنے کا حق ہے، ورنہ صرف ان ورثہ کے حصہ سے وصول کیا جائے گا جو قرض کا اقرار کرتے ہوں۔

قال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وكذا الوصی اذا اشترى كسوة للصغير واشترى ما ينفق عليه من مال نفسه (الى قوله) او قضی دين المیت الثابت شرعاً او كفنه او ادى خراج الیتیم او عشره من مال نفسه او اشترى الوارث الكبير طعاماً او كسوة للصغير او كفن الوارث المیت او قضی دينه من مال نفسه فانه يرجع ولا يكون متطوعاً۔

وقال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله او قضی دينه من مال نفسه) ليس على اطلاقه ولا على ظاهره لان البعض ليس له ولاية على البعض والدين لم يبين كونه ثابتاً بالاقرار والحجة وهو مفترق لما في العادة فان ثبت الدين بالبیئنة وقضى به فادى احد الورثة من مال نفسه له ان يأخذ من التركة ولو دفع من التركة ————— من غير قضاء القاضی كان للغائب ان لا يجيز ويسترد بقدر حصته ولو دفع من مال نفسه لا يرجع على الغائب لانه لم تثبت الدين بحجة شرعية وكذا الوصی لا يؤدي ودية لمديعيها ولا ديناً على الميت الا ان يثبت عند الحاكم (حاشية الطحطاوی علی الدرر ص ۳۴ ج ۴) وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله او قضی دين المیت) قال في ادب الاوصياء وفي الخانية اشتراط الاشهاد اذا قضاه بلا امر الوارث ولم يشترط في النوازل وقال وهو المختار فانه ذكر ان الوصی اذا نفذ الوصیة من مال نفسه يرجع في مال الميت وهو المختار فتكون الرواية في الوصیة رواية في الدين لانه مقدم عليها ووجوب قضائه أكد من لزوم انفاذها اهـ وهو الموافق لما مر عن المنج والدرر من قوله فكان كقضاء الدين۔ (رد المحتار ص ۲۵ ج ۵)

وقال ايضاً : (قوله او قضی دينه) اي الثابت شرعاً والا فلا يرجع على الغائب وان دفع من التركة فللغائب ان يسترد قدر حصته لانه لم يثبت شرعاً وكذا الوصی في الدين او الودیة (رد المحتار ص ۲۵ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔ ۱۳ محرم ۱۳۱۹ھ

(۳) حصۃ ابن الابن سے متعلق ص ۱۲۴ پس جواب ابن است الخ
اقول ان هذه القاعدة في الطفل الصغير لا الكبير على انه لا تصح هبة
المجهول، فالصواب في الجواب ان يقال انها وصية من المورث فتلاحظ بشرائطها
والله سبحانه وتعالى اعلم
۵ رجب ۱۳۳۵ھ

بہن کا بھائیوں سے حصۃ میراث نہ لینا :

سوال : اگر بہن اپنا حصۃ میراث معاف کر دے یا بھائیوں کو ہبہ کر دے تو بھائی
بری الذمہ ہوں گے یا نہیں ؟ بیتنا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

عفو و ابراء دین سے ہوتا ہے ، عین سے عفو و ابراء صحیح نہیں ، البتہ اگر بھائیوں نے
ترکہ میں کوئی ایسا تصرف کر لیا جس سے بہن کا حق عین سے منتقل ہو کر بھائیوں کے ذمہ دین بن گیا
تو عفو و ابراء صحیح ہے ، بہن کے معاف کرنے سے معاف ہو جائے گا۔

ورثہ کے تصرف سے قبل اگر بہن ہبہ کر دے تو یہ ہبۃ المشاع ہونے کی وجہ سے صحیح
نہیں ، البتہ اگر بہن کا حق قبل التصرف علیحدہ کر دیا جائے ، اس کے بعد وہ کسی قسم کی مروت یا دباؤ
کے بغیر مکمل رضا اور شرح صدر و طیب خاطر سے بھائیوں میں اس طرح تقسیم کرے کہ ہر بھائی کا
حصہ الگ کر کے اسے ہبہ کر دے تو صحیح ہے ۔ جہاں بھائیوں سے حصہ نہ لینے کا دستور ہو وہاں طیب
خاطر کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے جائز نہیں ، بلکہ طیب خاطر کا یقین ہونے کی صورت میں بھی چونکہ
اس سے رسم جاہلیت اور ظلم عظیم کی تائید ہوتی ہے اس لئے جائز نہیں ، دین سے ابراء کا بھی یہی حکم
ہے کہ وجہ مذکور کی وجہ سے جائز نہیں ۔

قال الامام الزیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ : وان اخرجت الورثة احدہم عن
عرض او عقار بما لا یعین ذہب بفضۃ او بالعکس ای عن فضۃ یذہب صح قلا او
کثر یعنی قلا ما اعطوه او کثر لانه یحمل علی المبادلة لانه صلح عن عین ،
ولا یمكن حملہ علی الابرء اذ لا دین علیہم ولا یتصور الابرء عن العین ۔

(تبیین الحقائق ص ۵ ج ۵)

وقال العلامة الشلبی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ولا یتصور الابرء) ای

لان الابرء عن الاعیان غیر المضمونة لا یصح (حاشیۃ الشلبی بہامش التبیین ص ۵)
 وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : لا تتم بالقبض فیما یقسم ولو
 وهبه لشریکھ او لاجنبی لعدم تصور القبض الكامل کما فی عامة المکتب فکان هو
 المذهب وفي الصیرفۃ عن العتاجی وقیل یجوز لشریکھ وهو المختار .
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله فی عامة المکتب) و
 صرح بہ الزیلعی وصاحب البحر منہ (قوله وهو المذهب) راجع لمسألة الشریک ،
 کما فی المنہج (قوله وهو المختار) قال الرملی وجد بخط المؤلف یعنی صاحب
 المنہج یازاء هذا ما صورته ولا یخفی علیک انه خلاف المشہور

(مراد المختار ص ۱۱ ج ۴)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۰ ربیع الثانی ۱۳۹۷ھ

عوض لے کر حصّہ میراث چھوڑنا :

سوال : زید کا انتقال ہو گیا، اس کے ورثہ میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں، ترکہ میں
 کچھ نقدی ہے اور کچھ دوسرا سامان، بھائی چاہتے ہیں کہ بہنیں کچھ عوض لے کر اپنے حصّہ میراث
 سے دست بردار ہو جائیں۔ کیا شریعت مطہرہ کی روشنی میں ایسا کرنا جائز ہے؟ اور ایسا کرنے
 سے بہنوں کا حق ساقط ہو جائے گا؟ بیٹنوا توجروا

(الجواب باسم ملہم الصواب)

جائز ہے، لیکن اگر بھائی بہنوں کو نقدی کی صورت میں عوض دینا چاہتے ہیں تو عبتنا
 حصّہ بہنوں کا میت کی نقدی میں بنتا ہے عوض اس سے زائد ہونا چاہئے تاکہ نقدی میں حصّہ
 میراث کی بقدر عوض اس کے مقابلے میں آجائے اور زائد دوسرا سامان کے مقابلے میں۔ نیز
 نقدی میں حصّہ میراث کی بقدر عوض پر مجلس عقد میں قبضہ ضروری ہے، اس لئے کہ یہ بیع صرف
 ہے جس میں تساوی اور تقابض فی المجلس ضروری ہے، عوض دوسرے اموال ربویہ کی صورت میں ہو
 تو تعین فی المجلس ضروری ہے۔

اور اگر عوض ایسے سامان کی صورت میں ہو جو اموال ربویہ میں سے نہ ہو تو تساوی و تقابض
 و تعین فی المجلس کچھ بھی ضروری نہیں۔

تنبیہ : جہاں بھائیوں سے حصہ نہ لینے کا دستور ہو وہاں طیب خاطر کا یقین نہ ہونے کی وجہ سے عوض دے کر حصہ میراث روکنا جائز نہیں، بلکہ طیب خاطر کا یقین ہونے کی صورت میں بھی چونکہ اس رسم جاہلیت اور ظلم عظیم کی تائید ہوتی ہے اس لئے جائز نہیں۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : اخرجت الورثة احدثهم عن التركة وهي عرض او هي عقار بما لا اعطوه له او اخرجوه عن تركته هي ذهب بفضة دفعوا له او على العكس او عن فقدين بهما صح في الكل صرفاً للجنس بخلاف جنسه قل ما اعطوه او كثر لكن بشرط التقابض فيما هو صرف وفي اخراجه عن فقدين وغيرهما باحد النقد لا يصح الا ان يكون ما اعطى له اكثر من حصته من ذلك الجنس تحرراً عن الربا ولا بد من حضور النكدين عند الصلح وعلمه بقدر نصيبه شرئلاً لية و جلالية ولو بعرض جاز مطلقاً لعدم الربا (رد المحتار ص ۴۱ ج ۴)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله والمعتبر تعيين الربوي في غير الصرف) لان غير الصرف يتعين بالتعيين ويتمكن من التصرف فيه فلا يشترط قبضه كالتياب اى اذ ابيع ثوب بثوب بخلاف الصرف لان القبض شرط فيه للتعيين فانه لا يتعين بدون القبض كذا في الاختيار وحاصله ان الصرف وهو ما وقع على جنس الاثمان ذهباً وفضة بجنسه او بخلافه لا يحصل فيه التعيين الا بالقبض فان الاثمان لا تتعين مملوكة الابن ولذا كان لكل من العاقدین تبدلها اما غير الصرف فانه يتعين بمجرد التعيين قبل القبض (رد المحتار ص ۱۸۲ ج ۴) والله سبحانه وتعالى اعلم .

۶ ربیع الاول ۱۲۹۹ھ

پاک و ہند کے مسلمانوں کے درمیان توارث ہوگا :

سوال : مودودی صاحب نے لکھا ہے کہ پاکستان اور ہندوستان کے مسلمان ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ اس سے متعلق آپ کی تحقیق کیا ہے؟ یقیناً توجروا

الجواب ومنه الصدق والصواب

مودودی صاحب کا یہ خیال باطل، مذاہب اربعہ کے خلاف ہے۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمان تبائین دارین کے باوجود ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔

مودودی صاحب نے اس آیت سے استدلال کیا ہے : **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّى يُهَاجِرُوا**، اس سے عدم توارث پر استدلال غلط ہے، اس آیت کی تفسیر میں مفسرین رحمہم اللہ تعالیٰ کے دو گروہ ہیں، بعض نے ولایت کی تفسیر موالاة سے کی ہے، ولایت بمعنی وراثت نہیں لیا۔ ان مفسرین کے نزدیک اس آیت کا میراث وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ اس میں موالاة اور ترک موالاة کا بیان ہے، جس میں کافر محارب و غیر محارب، مستامن و غیر مستامن کا فرق ہوگا۔ اس مسئلہ کی تفصیل سورہ ممتحنہ میں **لَا يَنْهٰكُمْ اللّٰهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ** کے تحت بیان کی گئی ہے۔ مذکورہ آیات کی تفسیر اور دارالاسلام اور دارالکفر کی رعایا کے باہمی تعلقات اور بین الاقوامی معاملات پر شرح السیر الکبیر للامام محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالیٰ میں نہایت عمدہ بحث ہے، جس کا مطالعہ ضروری ہے، مبسوط میں بھی ایسے مباحث ہیں۔

غرضیکہ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا الخ میں مسئلہ موالاة کا بیان ہے اور یہ اس وقت کا حکم ہے جبکہ ہجرت فرض تھی اور قبول اسلام کے لئے شرط تھی اور حدیث انا بوری، من کل مسلم بین ظہرائی المشرکین بھی اسی وقت سے متعلق ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر مفسرین نے ولایت کی تفسیر وراثت سے کی ہے مگر اس کے ساتھ اس آیت کو اس وقت کے ساتھ مقید کر دیا ہے جبکہ مہاجرین و انصاریہ اخوت اسلامیہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے وارث ہوا کرتے تھے جس کا ذکر اس آیت کے ساتھ ہی **بِاسِ الْفَاطِیہ** : **اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَ اَنْصَرُوْا اُولَیْکَ بِعَضُھُمْ اَوْ لِیَآءُ بَعْضٍ**۔ بعد میں جب مہاجرین و انصاریہ کے باہمی توارث کو **وَاُولَیْہِ الْاَرْحَامِ بِعَضُھُمْ اَوْ لِیَ** سے منع کیا گیا تو یہ حکم بھی باقی نہ رہا کہ مسلم مہاجر مسلم غیر مہاجر کا وارث نہ ہو، بلکہ آیت موارثت کے عموم کے مطابق توارث ہونے لگا۔

حاصل یہ کہ بعض مفسرین نے تو آیت مذکورہ سے مراد صرف موالاة لی ہے اور میراث کو اس میں داخل ہی نہیں کیا اور بعض نے میراث کو داخل تو کیا ہے مگر سورہ انفال کی آیت : **وَاُولَیْہِ الْاَرْحَامِ بِعَضُھُمْ اَوْ لِی** سے منسوخ کہا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بھی یہی قول ہے۔

مودودی صاحب لکھتے ہیں کہ اختلافِ دارین سے ولایت منقطع ہو جاتی ہے، انہیں یہ معلوم نہیں کہ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَأَسْأَلُوْا مَا آتَفَقْتُمْ وَلَيْسَ لَكُمْ أَنْتَقُوا کے نزول تک کافر عورتیں مسلمین کے نکاح میں تھیں۔ آیت کے نزول کے بعد حضرت عمر و دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے طلاق دی، یہ عورتیں مکہ میں تھیں جو دار الحرب تھا اور وہاں کے رہنے والے سب حربی تھے، اگر اختلافِ دارین سے ولایت منقطع ہو جاتی تو مدینہ کے رہنے والے اصحاب کا نکاح مکہ میں بسنے والی کافر عورتوں سے کیسے باقی رہا؟ نکاح بھی تو ولایت کا ایک فرد ہے، کافر عورتوں سے ابتداءً نکاح تو آیت بقرہ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا سے پہلے ممنوع ہو چکا تھا، البتہ بقاء نکاح جائز تھا، جس کی ممانعت وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ سے کی گئی۔

غرضیکہ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ کے نزول تک جب کافرہ کے ساتھ مسلم کا تعلق باوجود اختلافِ دارین کے باقی رہا تو مسلم کی ولایت علی المسلم کے لئے اختلافِ دارین کیوں قاطع ہوگا۔

مودودی صاحب کو براہ راست قرآن کریم سے استنباطِ مسائل کا شوق ہے، حالانکہ اس کے لئے چودہ علوم میں مہارت شرط ہے جن سے مودودی صاحب واقف نہیں، لہذا ان کے لئے قرآن کریم سے استنباطِ مسائل جائز نہیں، اگر انہیں یہ کام کرنا ہی ہے تو ہم یہ مشورہ ضرور دیں گے کہ استنباط من القرآن کے ساتھ فقہاء امت رحمہم اللہ تعالیٰ کے اقوال بھی ضرور ملاحظہ کر لئے جائیں تاکہ خلافِ اجماع سے محفوظ رہ سکیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۹ شعبان ۱۴۳۷ھ

ایک شخص کی موت کے چھ ماہ بعد اس کی والدہ کو بچہ پیدا ہوا جو ڈیڑھ سال سے مطلقہ رجعیہ تھی تو یہ بچہ وارث ہوگا؟

سوال : ایک شخص فوت ہوا، سات آٹھ ماہ کا عرصہ گزرنے پر اس کا بھائی پیدا ہوا حالانکہ ان کے باپ نے ان کی والدہ کو تقریباً ڈیڑھ سال سے طلاق رجعیہ دی ہوئی ہے، یہ بھائی شرعاً وارث ہوگا یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار نہیں کیا تو یہی سمجھا جائے گا کہ اس ولد کا علوق موت

مورث کے وقت موجود تھا، کیونکہ وقت موت سے دو برس کے عرصہ تک بچہ پیدا ہونے سے ظاہر یہی ہے کہ زوج نے رجوع نہیں کیا اور یہ علوق قبل از طلاق ہے، لہذا یہ بھائی وارث ہوگا۔

قال الامام المرعینی رحمہ اللہ تعالیٰ: بخلاف ما اذا اعتقت المعتدة عن موت او طلاق فجاءت بولد لاقل من سنتین من وقت الموت او الطلاق حیث یکون الولد مولی لموالی الام وان اعتق الاب لتعذر اضافة العلوق الی ما بعد الموت والطلاق البائن لحرمة الوطء وبعد الطلاق الرجعی لما انه یصیر مراجعاً بالشک فاستند الی حالة النکاح فکان الولد موجوداً عند الاعتاق فعتق مقصوداً (ہدایہ کتاب الولاء ص ۳۲ ج ۳)

وفی بحث الحمل من الشامیۃ: وان کان من غیرہ فانما یرث لو ولد لستۃ اشہر او اقل الا اذا كانت معتدة ولم تقر بانقضائها الخ اور اگر ان کی والدہ نے عدت گزرنے کا اقرار کیا ہو تو یہ بھائی اس شرط سے وارث ہوگا کہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو، والا فلا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ

حمل غیر مورث کی وراثت کے لئے موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونا شرط ہے: سوال: حمل غیر مورث کا ہو تو اس کے وارث ہونے کی شرط ولادت لاقل من ستۃ اشہر ہے یا کہ تمام ستۃ اشہر؟ شامیہ میں ”لستۃ اشہر او اقل“ اور تحریر میں صرف ”لاقل من ستۃ اشہر“ لکھا ہے۔ بتیوا توجروا۔

الجواب ومنہ الصدق والصواب

شامی نے سراجیہ کی موافقت کی ہے اور تحریر میں مبسوط کی موافقت ہے لیکن مبسوط میں دیگر بعض مسائل میں ستۃ اشہر کو اقل کے ساتھ لاحق کیا ہے اور خطاوی میں اسی مسئلہ میں ستۃ اشہر کا اکثر کے ساتھ لاحق ہونا مصرح ہے۔

وان جاءت بہ لستۃ اشہر او اکثر فانه لا یرث اھ

بظاہر یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔ خود شامیہ میں مسئلہ ذیل میں ستۃ اشہر کو اکثر کے ساتھ لاحق کیا ہے۔

والمتوفی عنها اذا دعت النقصاء ہا تم رجاءت بولد لتمام ستۃ اشہر لایثبت نسبہ،

ولاقل یثبت اھ (رد المحتار ص ۶۲۳ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳ رجب ۱۳۵۷ھ

حمل غیر مورث موت مورث سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا
مگر ورثہ بوقت موت وجود حمل کے مقرر نہیں تو یہ حمل وارث ہوگا :

سوال : شامیہ بحث الحمل میں ہے : وان كان من غيره فانما يرث لو ولد لستة
اشهر او اقل الا اذا كانت معتدة ولم تقربا نقضائها او اقترالورثة بوجوده - اس
میں کل ورثہ کا اقرار ضروری ہے یا کہ بعض کا کافی ہے ؟ بتینوا توجروا

الجواب ومنه الصدق والصواب

چونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے اس لئے صرف مقرین کے حق میں ان کا اقرار معتبر ہوگا، البتہ
اگر موت مورث کے وقت ظہور حمل عام طور پر معلوم ہو یا اس کے ظہور پر شاہد موجود ہوں تو جملہ وارثوں کے حق
میں اس کا ارث جاری ہوگا۔ ظہور حمل کا اعتبار جزئیہ ذیل سے ثابت ہے :

يثبت نسب ولد المعتدة بموت او طلاق ان جحدت ولادتها بحجة تامة او حمل

ظاہر الخ (رد المحتار ص ۶۲ ج ۲)

حمل کی ولادت سے قبل اس کے لئے سہم موقوف رکھنا بھی ظہور حمل کے اعتبار کی دلیل ہے۔
واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۲ رجب ۱۳۵۷ھ

ترکہ سے ایک ارث منافع لیتا رہا :

سوال : ایک شخص کے فوت ہونے کے بعد ترکہ پر صرف ایک وارث متصرف رہا، اس نے
اس سے مدت دراز تک منافع لئے اور کافی جائداد بنائی، اب دوسرے ورثہ تقسیم ترکہ کا مطالبہ کرتے
ہیں تو اس حالت میں محض اصل ترکہ تقسیم ہوگا یا اس سے حاصل کردہ منافع اور اس سے خرید کردہ جائداد
بھی تقسیم ہوگی ؟ بتینوا توجروا ۔

الجواب ومنه الصدق والصواب

صرف اصل ترکہ تقسیم ہوگا اور منافع کا مالک وہی ہے جو متصرف رہا، مگر اس کا تصرف اگر
بلا رضائے دیگر ورثہ ہے تو یہ ارباب فاسدہ ہیں جن کا حکم یہ ہے کہ مالک پر رد کئے جائیں، اگر مالک کا
علم نہ ہو سکے تو تصدق علی الفقراء کیا جائے، حاصل یہ کہ دیانۃً جمیع ورثہ کو دینا واجب ہوگا قضاءً
نہیں، البتہ اگر ورثہ میں کوئی نابالغ ہے اور کسی وارث کا تصرف کسی ایسی چیز پر رہا جو پیداوار دینے
والی ہے مثلاً زرعی زمین تو ایسی حالت میں قضاءً بھی نابالغ کو منافع دلانے جائیں گے۔

قال فی الغیائیة : لو تصرف احد الورثة فی التركة المشتركة ورجع فالرجع للمتصرف وحده .

وفی الذخيرة : رجل مات وترك الورثة فتصرف احد الورثة فی المال بالتجارة فتزايد المال فالقاضي یقسم اصل المال علی فرائض الله تعالى لا فرعه .
وفی التتارخانیة : مات رجل وترك اولاداً صغاراً وكباراً فخرث الکبار ووزعوا فی ارض مشتركة او فی ارض الغیر فان زرعوا من بذر أنفسهم او بذر مشترك بلا اذن فالغلة للمزارعين

وفی تنقیح الحامدية : ونقل المؤلف عن الفتاوى الرحيمية سئل عن مال مشترك بين ایتام وام واستریحه الوصى للایتام هل تستحق الامر بجزء نصیبها اولا اجاب لا تستحق الامر شيئاً مما استریحه الوصى بوجه شرعى لغيرها كاحد الشريكين اذا استرجع من مال مشترك لنفسه فقط ويكون راجع نصیبها كسباً خبیثاً ومثله سبيله التصديق علی الفقراء اه اقول ايضاً ويظهر من هذا وما قبله حكم مالوكان المباشر للعمل والسعى بعض الورثة بلا وصية او وكالة من الباقيين (تنقیح الحامدية ص ۹۱)
وفی الخيرية : سئل فی دار معدة للاستغلال بين بالغ ویتيم وامرأة سكنها الشريك البالغ بلا استیجار حصة الیتيم سنة هل يلزم البالغ اجرة مثل حصة الیتيم ام لا ، اجاب قد افتي كثير من المتأخرين بوجوب اجرة المثل فی ذلك صيانة لمال الیتيم ، والله اعلم . (الفتاوى الخيرية ص ۱۱۳)
قال الامام المرعيني رحمه الله تعالى : فيكون سبيله التصديق فی رواية ويرده عليه فی رواية لان الخبث لحقه وهذا اصح . (هدایه كتاب الكفالة ص ۱۲۳)
قال الحافظ العيني رحمه الله تعالى : يردّه علی الاصيل فی رواية اخرى عن ابی حنيفة رحمه الله تعالى ، فان رده علی الاصيل فان كان الاصيل فقيراً طاب له وان كان غنياً ففیه روايتان فی كتاب الغصب ، قال فخر الاسلام فی شرح الجامع الصغير والاشبه ان يطيب له ، لانه انما يردّه علی انه حقه لان الخبث لحقه

ای لحق الاصل لا لحق الشریع وهذا اصح ای الرد لان یرد علی المكفول عنه اصح من القول بالتصدق لکنه استحباب ای لکن الرد علیہ مستحب، لان الملك للكفیل لا جبر لان الحق له ای لا یجبر علی دفعه الا انه لما تمکن الخبث یتحب الدفع الیه بخلاف الرجح فی الغصب حیث یجبر الغاصب علی الدفع لانه لاحق للغاصب فی الرجح.

(البنایہ ص ۵۸۸ ج ۷)

والله سبحانه وتعالى اعلم.

۱۰ ذی القعدہ ۱۳۷۶ھ

عرصہ دراز گزر جانے سے حق وراثت ساقط نہیں ہوتا :

سوال : ایک شخص کا انتقال ہو گیا، چند دن بعد اس کی ایک لڑکی پیدا ہوئی، میت کے چچا زاد بھائی نے زمین پر قبضہ کر لیا، لڑکی کو کچھ نہیں دیا، حتیٰ کہ لڑکی کی شادی ہو گئی، اس کی اولاد جوان ہوئی تو انہوں نے اصرار کر کے اس سے کچھ زمین لے لی، لیکن وہ بہت کم تھی جس پر لڑکی راضی نہیں تھی۔ کچھ عرصہ بعد میت کے نواسوں نے پھر اپنی والدہ کا حق وصول کرنے کی کوشش کی تو چچا زاد کے ایک لڑکے نے کہا کہ اس وقت والد صاحب بیمار ہیں، ہو سکتا ہے کہ زمین تمہیں دینے کی وجہ سے ان کی بیماری شریعت اختیار کر جائے، اس نے قسم کھا کر کہا کہ میں والد صاحب کے انتقال کے بعد فلاں زمین آپ کے حوالے کر دوں گا، کچھ عرصہ بعد اس کے والد کا انتقال ہو گیا، اب وہ زمین دینے سے انکار کر رہا ہے۔ اب پوچھنا یہ ہے :

① میت کی بیٹی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حصہ کا مطالبہ کرے یا نہیں ؟

② کیا شریعت میں اس کی کوئی تحدید ہے کہ اتنے سال تک حق کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے

اس کے بعد نہیں ؟

③ بیٹی کو کتنا حصہ ملے گا جبکہ میت کی بیوی بھی وفات پا چکی ہے ؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

چچا زاد بھائی کا میت کی بیٹی کے حصہ پر قبضہ کرنا ناجائز اور حرام تھا، بیٹی اپنے حصہ کا مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہے خواہ کتنا ہی عرصہ گزر گیا ہو۔

میت کے چچا زاد بھائی کی اولاد پر فرض ہے کہ میت یعنی والد اور والدہ کی کل جائداد کا نصف لڑکی کو دیں، اس جائداد میں سے لڑکی کے حصہ کی اگر آمدن ہوتی رہی ہے تو وہ بھی لڑکی کو دیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله باع عقاراً : وفي جامع الفتاویٰ وقال المتأخرون من اهل الفتوى لا تسمع الدعوى بعد ست و ثلاثين سنة الا ان يكون المدعى غائباً او صبيّاً او مجنوناً ليس لهما ولي او المدعى عليه امير اجازاً يخاف منه ، كذا في الفتاوى العتابية اهـ والظاهر ان عدم سماعها بعد هذه المدة اعم من كونه مع الاطلاع على التصرف او بدونه لان عدم سماعها مع الاطلاع على التصرف لم يقيدوه هنا بمدة فلا منافاة بين كلامهم تأمل - ثم اعلم ان عدم سماعها ليس مبنياً على بطلان الحق حتى يرد ان هذا قول مهجور لانه ليس ذلك حكم ببطلان الحق وانما هو امتناع من القضاة عن سماعها خوفاً من التزوير ولدلالة الحال كما دل عليه التعليق والافقد قالوا ان الحق لا يسقط بالتقادم كما في قضاء الاشباه فلا تسمع الدعوى في هذه المسائل مع بقاء الحق للأخيرة ولذا الواقع به الخصم يلزمه كما في مسألة عدم سماع الدعوى بعد مضي خمس عشرة سنة اذا نهى السلطان عن سماعها كما تقدم قبيل باب التحكيم فاغتنم هذا التحرير المفرد (رد المحتار ص ۴۳ ج ۵)

وقال الحافظ العيني رحمه الله تعالى في كتاب الكفالة تحت قوله فيكون سبيله التصديق في رواية ويرده عليه في رواية لان الخبث لحقه وهذا الصح : بخلاف الربح في الغصب حيث يجبر الغاصب على الدفع (اي الدفع الى المالك) لانه لاحق للغاصب في الربح (البنایة ص ۵۸۹ ج ۷) والله سبحانه وتعالى اعلم
۲۶ محرم ۱۴۱۹ھ

بیٹی کی موجودگی میں خفی بہن محروم ہے :

سوال : جب ورثہ میں میت کی لڑکی اور خفی بہن دونوں موجود ہوں تو خفی بہن محروم ہوگی یا حصہ پائے گی ؟

مجموعۃ الفتاویٰ میں اس صورت میں خفی بہن کو سدس دیا گیا ہے۔ بلیتوا تو حروا۔

(الجواب ومنه الصدق والصواب)

خفی بہن بیٹی کی وجہ سے محروم ہو جاتی ہے۔ مجموعۃ الفتاویٰ میں تسامح ہو گیا ہے۔

قال في التنوير : ويسقط بنوا الاخفاء بالولد وولد الابن (رد المحتار ص ۴۹۹ ج ۵)

والله سبحانه وتعالى اعلم .

سلخ ذی القعدہ ۱۴۱۹ھ

مرتد کے لئے وصیت باطل ہے :

سوال : ایک شخص کی جائیداد ہندوستان میں ہے، اس کی بہن بھی اس جائیداد میں اس کی شریک ہے، یہ جائیداد ان کو اپنے والد کے ترکہ میں ملی تھی، ابھی تک انہوں نے اسے تقسیم نہیں کیا تھا کہ بہن مرتد ہو گئی یعنی اس نے شیعہ مذہب اختیار کر لیا اور کچھ عرصہ بعد اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا جب بھائی کے انتقال کا وقت آیا تو اس نے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی کہ تم اس جائیداد سے اپنی پھوپھی زاد اولاد کو بھی حصہ دینا ورنہ آخرت میں مؤاخذہ ہوگا، اب اس کی اولاد اپنے والد کی وصیت نافذ کر سکتی ہے یا نہیں؟ عدم تعمیل کی صورت میں کیا اولاد سے اس کا مؤاخذہ ہوگا؟ جبکہ جن کے حق میں وصیت کی ہے وہ شیعہ مرتد ہیں؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

مرتد بہن حالت ارتداد میں نہ کسی کی وارث ہوگی اور نہ اس کے کسب ارتداد کا کوئی وارث ہوگا البتہ کسب اسلام کے وارث اس کے مسلم ورثہ ہوں گے، غیر مسلم وارث کا اس میں کوئی حصہ نہیں، لہذا ان کو حصہ دینے کی وصیت باطل ہے۔
عدم تعمیل وصیت پر اولاد مأخوذ نہ ہوگی۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله ولادث) فلا يرث احدا ولا يرثه احد مما اكتسبه في ردته بخلاف كسب اسلامه فانه يرثه ورثته كما مر لا ستناده الى ما قبلها فهو ارث مسلم من مثله والكلام في ارث المرتد فافهم (رد المحتار ج ۳)
واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳ صفر ۱۲۸۸ھ

سہم الدور ساقط کا مطلب :

سوال : تعلیم المتعلم فصل فی بدایۃ السبق وقدرہ وترتیبہ میں ہے :
”وسہم الدور ساقط“ اس کا کیا مطلب ہے؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ فی فروع الہبۃ تحت باب الرجوع فی الہبۃ :
ورأيت في مجموعة من الأعلیٰ الصغیرۃ بخطہ عن جواهر الفتاویٰ کان ابو حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ حاجا فوقعت مسألة الدور بالكوفة فتكلم كل فريق بنوع فذكر والہ ذلك حين استقبلوه

فقال من غیر فکر ولا رویۃ اسقطوا السهم الدائر تصح المسألة مثاله مریض وھب عبداً لہ من مریض وسلمہ الیہ ثم وھبہ من الواھب الاول وسلمہ الیہ ثم ماتا جميعاً ولا مال لھما غیرہ فانہ وقع فیہ الدور حتی (اذا) رجع الیہ شیء منہ زاد فی مالہ واذا زاد فی مالہ نراد فی ثلثہ واذا زاد فی ثلثہ نراد فیما یرجع الیہ واذا زاد فیما یرجع الیہ زاد فی ثلثہ ثم لا یزال کذلک فاحتیج الی تصحیح الحساب وطریقہ ان تطلب حساباً لہ ثلث (وللثلاث ثلث) واقلہ تسعة ثم تقول صحت الھبۃ فی ثلاثۃ منها ویرجع من الثلاثۃ سهم الی الواھب الاول فھذا السهم ھو سهم الدور فاسقطہ من الاصل بقی ثمانیۃ ومنہا تصح وھذا معنی قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالیٰ اسقطوا السهم الدائر وتصح الھبۃ فی ثلاثۃ من ثمانیۃ والھبۃ الثانیۃ فی سهم فیحصل للواھب الاول ستۃ ضعف ما صححناہ فی ھبۃ وصحنا الھبۃ الثانیۃ فی ثلث ما اعطينا (الاول) فثبت ان تصحیحہ باسقاط سهم الدور وقیل دع الدور یدور فی الهواء اھ ملخصاً وفيہ حکایۃ عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فلتراجع (رد المحتار ص ۵۱۶ ج ۲) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۱ رجبی الاولی ۱۲۸۴ھ

حکم الوصیۃ بالسکنی :

سوال : اگر کوئی شخص کسی مسکن کے لئے تاحیات وصیت بالسکنی کر جائے تو وہ وصیت نافذ ہوگی یا نہیں ؟ بیٹو اتوجروا

الجواب باسم ملھم الصواب

وصیت بالسکنی صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ موصی نہ معین ہو ، اگر مطلقاً سکنی کی وصیت کی اور موصی نہ کی تعیین نہیں کی تو وصیت صحیح نہ ہوگی ، البتہ ان لوگوں کے قول پر قیاس کرتے ہوئے جو وقف کو غیر معین کے لئے جائز قرار دیتے ہیں جواز کا قول کیا جاسکتا ہے ، مگر ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ نے قیل سے تعبیر کر کے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے ، اور عدم صحت کے قول کو مدلل اور راجح قرار دیا ہے ۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : صحت الوصیۃ بخدمۃ عبیدہ وسکنی دارہ مدۃ معلومۃ وابدایکون محبوساً علی ملک المیت فی حق المنفعۃ کما فی الوقف ۔

عہ الکلمات التي بین القوسین لا بد منها للتصحیح المعنی ولعلہا کانت فی الاصل وترکت من الناسخین

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله صحت الوصیۃ بخدمة عبده وسكنی داره) ای لمعین قال المقدسی ولو اوصی بغلة داره او عبده في المساكن جاز وبسكنی والخدمة لا يجوز الا لمعلوم لان الغلة عين مال يتصدق به والخدمة والسكنی لا يتصدق بها بل تعار العين لاجلها والاعارة لا تكون الا لمعلوم وقيل ينبغي أن يجوز على قياس من يجيز الوقف وتام الفرق في البدائع اهـ سائحانی (قوله مدة معلومة وابدأ) وان اطلق فعلى الابد وان اوصی بسنين فعلى ثلث وكذا الوصیۃ بغلة العبد والدار اهـ مسكين (رد المحتار ص ۴۲۲ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم .
۲۳ رذی القعدہ ستہ

قضاء نماز، روزہ کے فدیہ کی وصیت :

سوال : اگر کسی کے ذمہ کچھ نمازوں یا روزوں کی قضاء باقی ہو لیکن ان کی صحیح مقدار معلوم نہ ہو تو ایسی صورت میں اس پر مرتے وقت ان کے فدیہ کی وصیت کرنا واجب ہے یا نہیں ؟ وصی پر اس وصیت کا ثلث مال میں جاری کرنا واجب ہے ؟ اس کا صحیح مصرف کیا ہے ؟ کیا ہاشمی اور مالدار کو دینا جائز ہے ؟ بیٹنوا توجروا .

الجواب باسم ملہم الصواب

وصیت کرنا واجب ہے مگر ظن غالب سے نمازوں کی تعداد معین کر کے وصیت کرے اگر بغیر تعیین کے وصیت کی تو ورثہ ظن غالب سے تعداد معین کر کے حساب لگائیں، اگر ثلث مال مقدار فدیہ کے مساوی یا کم ہو تو وصیت نافذ کرنا واجب ہے اگر زیادہ ہو تو وصیت باطل ہے۔ اس کا مصرف وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے، ہاشمی اور صاحب نصاب کو دینا جائز نہیں۔
قال العلامة الحسینی رحمہ اللہ تعالیٰ : ولومات وعلیہ صلوات فائتة و اوصی بالكفارة يعطى لكل صلوة نصف صاع من برّ كالفطرة وكذا حكم الوتر والصوم و انما يعطى من ثلث ماله .

قال ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله و انما يعطى من ثلث ماله) ای فلو زادت الوصیۃ على الثلث لا يلزم الرولى اخراج الزائد الا باجازه الورثة (وبعد سطر)
اوصی بصلوات عمرہ وعمرہ لا یدری فالوصیۃ باطلۃ ثم رمان کان الثلث لا یفی بالصلوات جاز وان کان اکثر منها لم یجز اهـ والظاهر ان المراد لا یفی بغلبة

الظن لان المفروض ان عمره لا يدري وذلك كان يفى الثلث بنحو عشر سنين مثلاً وعمره نحو الثلاثين ووجه هذا القول الثاني ظاهر لان الثلث اذا كان لا يفى بصلوات عمره تكون الوصية بجميع الثلث يقينا ويلغو الزائد عليه بخلاف ما اذا كان يفى بها ويزيد عليها فان الوصية تبطل لجهالة قدرها بسبب جهالة قدر الصلوات فتدبر .

(رد المحتار ص ۴۹۲ ج ۱)

والله سبحانه وتعالى اعلم .

۴ محرم ۹۵ھ

وصیت میں ترکہ کی تہائی کا اعتبار ہے :

سوال : ایک صاحب جو کافی عمر تھے انہوں نے یہ خیال کر کے کہ میرے مرنے کے بعد وارث گڑ بڑ نہ کریں اپنی زندگی ہی میں میراث تقسیم کر دی اور حسب حصص شرعیہ سب وارثوں کو دے دیا اور ایک تہائی جس میں ان کو وصیت کا حق تھا الگ کر کے رکھ دیا اور کہا کہ یہ رقم میرے نماز روزوں کے فدیہ کی ہے ، اب ان کا انتقال ہو گیا اور وہ رقم فدیہ میں دینے کے لئے رکھی ہوئی ہے ، اب سوال یہ ہے کہ یہ سب رقم فدیہ میں دی جائے گی یا اس کے دو تہائی ورثہ کو اور ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی ؟۔ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر وارثوں نے مورث کی زندگی میں اپنے حصوں پر قبضہ کر لیا ہو تو وہ زندگی ہی میں مورث کی ملک سے نکل گئے ، کل ترکہ وہی ثلث رہا جو اس نے وصیت کے لئے رکھا تھا لہذا اس سے دو ثلث وارثوں میں بقدر حصص تقسیم ہوں گے اور ایک ثلث میں وصیت جاری ہوگی ، البتہ اگر سب وارث عاقل بالغ ہوں اور وہ سب محفوظ داشتہ بطیب خاطر وصیت پر خرچ کرنے پر راضی ہوں تو کل رقم وصیت کے مطابق خرچ کی جاسکتی ہے ۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۸ جمادی الآخرۃ ۹۵ھ

اقارب کے لئے وصیت :

اگر کوئی شخص اپنے اقارب کے لئے وصیت کرے تو اس میں کون کون داخل ہوں گے ؟

بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس میں وہ ذی محرم محرم داخل ہوں گے جو بوقت موت موہی وارث نہ ہوں ۔

قال العلامة التمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ : وان اوصی لاقاربہ اولذی قرابۃ
اولا رحمہ اولانسابہ فہی للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منہ ولا یدخل الوالدان
والولد والوارث ویكون للاثین فصاعداً (رد المحتار ص ۴۳۹ ج ۵)
وقال العلامة الحصفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی بیان شرائط صحۃ الوصیۃ : وكونہ
غیر وارث وقت الموت .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وقت الموت) ای لا وقت
الوصیۃ حتی لو اوصی لاختیہ وهو وارث ثم ولد له ابن سحت الوصیۃ للاخ ولو
اوصی لاختیہ وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ . واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم .
رد المحتار ص ۴۳۹ ج ۵

۴ رذی الحجہ ۹۵ھ

وصیت ایک ثلث تک ہو سکتی ہے :

سوال : ایک خاتون کا انتقال ہوا جو لا ولد تھیں ، اس کے ورثہ میں اس کا شوہر اور اس کا
ایک بھائی ہے ، مرنے سے پہلے اس نے پندرہ ہزار روپے ایک شخص کے پاس امانت رکھ دیئے کہ میری
موت کے بعد ان کو کسی کار خیر میں لگا دینا ، اس کے پاس اس رقم کے علاوہ اور بھی اثاثہ ہے تو کیا اس
امانت کی وصیت شرعاً درست ہوگی ؟ بیٹنوا تو جروا .

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر یہ رقم کل ترکہ کے ایک ثلث سے زائد نہیں تو اس کی وصیت صحیح ہے ورنہ ایک
تہائی تک وصیت کے مطابق خرچ کیا جائے اور باقی وارثوں میں تقسیم کیا جائے ۔

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۵ صفر ۹۶ھ

یکے بعد دیگرے دو وصی مقرر کئے تو دونوں اتفاق رائے سے کام کریں گے :

سوال : ایک شخص نے اپنے مال کی حفاظت و تقسیم کے لئے ایک شخص کو وصی مقرر کیا ،
کچھ عرصہ بعد پہلے کو معزول کئے بغیر دوسرے شخص کو وصی بنایا ، دریافت طلب یہ ہے کہ پہلا وصی معزول
سمجھا جائے گا یا یہ دونوں شخص وصی ہوں گے ؟ اگر دونوں وصی ہوں تو دونوں میں سے ہر ایک انفراداً تصرف
کرنے کا مجاز ہو گا یا نہیں ؟ بیٹنوا تو جروا .

الجواب باسم ملهم الصواب

دونوں شخص وصی سمجھے جائیں گے، البتہ ہر ایک انفراداً تصرف کرنے کا مجاز نہیں ہوگا،
دونوں مل کر تصرف کریں گے۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ: (دبطل فعل احد الوصیین
کالتولیین) فانہما فی الحکم کالوصیین اشباہ ووقت القنیۃ ومفادہ انہ لو
أجرا أحدهما رض الوقت لم تجز بلا رأی الآخر وقد صارت واقعة الفتوی (ولو) وصلیۃ
(کان ایضاؤہ لکل منہما علی الانفراد) وقیل ینفرد قال ابواللیث وهو الاصح وبہ
نأخذ لکن الاول صحیحہ فی المبسوط وجزم بہ فی الدرر، وفی القہستانی انہ اقرب
الی الصواب۔

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وقیل ینفرد) قائلہ
ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کما سیصرح بہ الشارح والاول قولہما ثم قیل الخلاف
فیما لو اوصی الیہما متعاقبا فلو معا بعقد واحد لا ینفرد احدهما بالتصرف بالاجماع
وقیل الخلاف فی العقد الواحد اما فی العقدین فینفرد احدهما بالاجماع، قال
ابواللیث وهو الاصح وبہ نأخذ وقیل الخلاف فی الفصلین جمیعاً، قال فی المبسوط
وهو الاصح وبہ جزم من لا خسر ومنہ ملخصاً و ذکر مثله الزیلعی وغیرہ (قوله
لکن الاول صحیحہ فی المبسوط الخ) اقول یوہم انہ صحیح القول بالانفراد مع انک علمت
ان الکلام فی محل الخلاف وان الذی صحیحہ فی المبسوط ان الخلاف فی الموضعین، و
لیس فیہ تصحیح القول بالانفراد ولا لعدمہ نعم ما صححہ ابواللیث یتضمن تصحیح
الانفراد ولو بعقدین لانہ ادعی فیہ الاجماع فتنبہ۔ و یمکن ان یقال ان ما فی المبسوط
متضمن ایضاً لتصحیح عدم الانفراد فانه لما صحح ان الخلاف فی الفصلین اثبت ان
قول الجی حنیفۃ ومحمد رحمہما اللہ تعالیٰ عدم الانفراد فیہما والعمل فی الغالب
علی قول الامام وهو ظاہر اطلاق المتون وصریح عبارة المصنف تأمل۔

وقوله انہ اقرب الی الصواب لان وجوب الوصیۃ عند الموت فثبت لہما معاً
بخلاف الوكالة المتعاقبۃ فاذا ثبت ان الخلاف فیہما یریلعی ای فی صورتی الا یصاء
لہما معاً او متعاقباً۔ (رد المحتار ص ۴۲۹ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

وارث کے لئے وصیت جائز نہیں :

سوال : ایک شخص نے اپنی حیات میں ایک وصیت نامہ لکھا، جس میں اس نے اپنے دو بھائیوں کو اپنے ترکہ کی حفاظت اور تقسیم کے لئے وصی لکھا، پھر چند ماہ بعد ایک اور وصیت نامہ لکھا، جس میں اس نے اپنی بیوی اور بیٹی کو وصی لکھا، بھائیوں کے بارے میں کچھ نہیں لکھا، نیز اس نے پہلے وصیت نامہ میں اپنے ایک بھتیجے مسمیٰ خداداد کے لئے لکھا کہ یہ میرے بھائیوں کے ساتھ حصہ میں برابر ہے، لیکن دوسرے وصیت نامہ میں اس کے لئے کچھ نہیں لکھا، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ دوسرے وصیت نامہ پہلے کے لئے نسخہ شمار ہوگا یا نہیں؟ ترکہ کے وصی کون کون ہیں؟ یعنی دو بھائی، بیوی اور بیٹی سب وصی ہیں یا صرف بیوی اور بیٹی؟ نیز خداداد کو کچھ ملے گا یا نہیں؟ اگر ملے گا تو کتنا؟ اور تقسیم کا کیا طریقہ ہوگا؟

الجواب باسم ملہم الصواب

دوسرے وصیت نامہ میں پہلے وصیت نامہ کو منسوخ کرنے کا ذکر نہیں، اس لئے دونوں وصیت نامے معتبر ہوں گے اور دونوں کی تحریر کے مطابق دو بھائی، بیوی اور بیٹی چاروں وصی ہوں گے۔ اگر موصی کی وفات تک کوئی بھائی زندہ رہا تو بھتیجے کو بھائی کے برابر حصہ ملے گا بشرطیکہ کل ترکہ کے ایک ثلث سے زائد نہ ہو، اگر ثلث سے زائد ہو تو بقدر ثلث دیا جائے گا باقی ورثہ میں تقسیم ہوگا۔ اور اگر دونوں بھائی موصی سے پہلے فوت ہو گئے تو اس صورت میں چونکہ بھتیجا وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، اس لئے اسے بطور وصیت کچھ نہ ملے گا۔

بطور وصیت بھتیجے کو حصہ ملنے کی صورت میں تقسیم کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے صرف ورثہ کے حصص کی تخریج کی جائے، پھر ایک بھائی کے حصہ کے برابر موصی نے بھتیجے کا حصہ لگایا جائے۔ اس عمل سے اس المال حصص سے کم ہو جائے گا۔ اس لئے بطریق عول ہر وارث کا حصہ بلحاظ تناسب کم کیا جائیگا

قال العلامة المحقق رحمہ اللہ تعالیٰ فی بیان شرائط صحة الوصیۃ : وكونه غیر

وارث وقت الموت .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ (قوله وقت الموت) ای لا وقت الوصیۃ حتی لو اوصی لاختیہ وهو وارث ثم ولد له ابن صحت الوصیۃ للاخ ولو اوصی لاختیہ وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ نزل علی (رد المحتار ص ۱۱۷ ج ۵)

۲۵ شوال ۱۴۱۹ھ

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

وصیت سے رجوع جائز ہے :

سوال : زید نے حالت مرض میں اپنا مکان مسجد کو دے دیا اور سرکاری کاغذات میں لکھوا بھی دیا کہ میں مسجد کو دے چکا ہوں لیکن ابھی مسجد کا قبضہ نہیں ہوا تو کیا زید شرعاً اس وصیت کو باطل کر سکتا ہے یا نہیں، باطل کرنے سے کوئی گناہ تو نہیں ہوگا؟

الجواب باسم ملہم الصواب

وصیت سے رجوع جائز ہے ۔

قال العلامة الحصكفي رحمه الله تعالى : وله ای للموصی الرجوع عنها بقول
صريح او فعل يقطع حق المالك عن الغصب بأن يزيل اسمه واعظم منافعه كما عرف
في الغصب ۔

قال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت قوله (وله الرجوع عنها) واعلم
ان الرجوع في الوصية على انواع ما يحتمل الفسخ بالقول والفعل كالوصية بعين
وما لا يحتمله الا بالقول كالوصية بالثلث او الربع فانه لو باع او وهب لم تبطل
وتنفذ الوصية من ثلث الباقي وما لا يحتمله الا بالفعل كالتدبير المقيد فلو باع
صح لكن لو اشتراه عاد لحاله الاول وما لا يحتمله بهما كالتدبير المطلق اه ملخصاً
من الاثقتاني والقهسائي (قوله او فعل الخ) هذا رجوع دلالة والاول صريح وقد
يثبت ضرورة بأن يتغير الموصى به ويتغير اسمه (ردالمحتار ج ۲ ص ۵۲۲)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۱۵ رجب ۱۳۹۹ھ

صحت وصیت کے لئے ورثہ کا بلوغ شرط نہیں :

سوال : ایک عورت کا انتقال ہو گیا اس کے ترکہ میں چھ تولہ سونا ہے۔ ورثہ میں باپ
شوہر اور تین بچے ہیں۔ مرتے وقت اس نے یہ وصیت کی کہ میرے ترکہ سے میری قضاء نمازوں کا
فدیہ کسی عالم سے پوچھ کر ادا کر دینا، اس کے ذمہ تقریباً ۲۲ نمازیں ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اس
کے ورثہ میں نلبالغ بچے بھی شامل ہیں تو کیا اس کے زیور کو بیچ کر تمام نمازوں کا فدیہ اس سے ادا
کیا جائے یا بعض کا؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کل ترکہ کی ایک تہائی سے فدیہ ادا کرنا واجب ہے، اگر اس میں اتنی گنجائش نہ ہو تو زائد

فدیہ ادا کرنا واجب نہیں، بالغ وارث چاہیں تو اپنے حصہ سے دے سکتے ہیں، نابالغ کے حصہ سے دینا جائز نہیں۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۳۰ رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

کرایہ کی وصیت :

سوال : ایک شخص کے انتقال کے وقت اس کے ترکہ میں صرف ایک دکان تھی اور ورثہ میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ دکان کے کرایہ کے بارے میں اس نے یہ وصیت کی کہ میرے برادر زادگان کو دے دیا کرنا۔ کیا یہ وصیت از روئے شرع درست ہے ؟ بیٹنوا تو جروا۔
الجواب باسم ملہم الصواب

یہ وصیت صحیح ہے، کرایہ کی ایک تہائی برادر زادگان کی حیات تک ان پر برابر تقسیم ہوا کرے گی اور دو تہائی لڑکے اور لڑکی کو ملا کرے گی، برادر زادگان میں سے کسی کا بھی انتقال ہو گیا تو اس کو وصیت میں ملنے والا حصہ بھی لڑکے اور لڑکی کو ملنے لگے گا، اور اگر لڑکے کا انتقال برادر زادگان سے پہلے ہو گیا تو چونکہ اس صورت میں برادر زادگان وارث بن جائیں گے اور وارث کے لئے وصیت جائز نہیں اس لئے یہ وصیت باطل ہو جائے گی اور برادر زادگان کو وصیت کی بجائے بطور وراثت حصہ ملے گا۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله فلا تقسم) ای الدار نفسها اما الغلة فتقسم قال الا تقانی اذا اوصی بغلة عبدة او دارہ سنة ولا مال له غیرہ فله ثلث غلة تلك السنة لانها عين مال يحتمل القسمة ۱ھ
(رد المحتار ص ۴۲۲ ج ۵)

وقال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ فی بیان شرائط صحة الوصیۃ :
وكونه غير وارث وقت الموت .

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وقت الموت) ای لا وقت الوصیۃ حتی لو اوصی لایخیه وهو وارث ثم ولد له ابن صحت الوصیۃ للاخ ولو اوصی لایخیه وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ۔
نہ یلغی (رد المحتار ص ۴۱۶ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

غرة جمادی الاخرة ۱۴۰۰ھ

ایک ظلم عظیم کی اصلاح

سوال : ایک متوفی نے بیوی اور چار بیٹے وارث چھوڑے، پانچویں بیٹے کا متوفی کی حیات میں انتقال ہو گیا تھا، متوفی نے اس بیٹے کے وارثوں کے لئے یوں وصیت کی کہ اس کے بیٹوں میں ہر بیٹے کو جتنا حصہ آئے اس کے برابر پہلے مرنے والے بیٹے کے وارثوں کو دیا جائے۔ اس صورت میں ترکہ کی تقسیم شرعاً کس طرح ہوگی؟

الجواب باسمِ صلہم الصواب

اس قسم کی وصیت کے مواقع بہت کثرت سے پیش آتے ہیں، اس میں عوام و خواص یوں کرتے ہیں کہ پہلے مرنے والے کو زندہ فرض کر کے بیوی کا حصہ نکالنے کے بعد بقیہ ترکہ سب اولاد پر لِدَّ كَرِّ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ تقسیم کر دیتے ہیں۔

یہ طریق اس لئے غلط ہے کہ وصیت کی وجہ سے بیوی کا حصہ کم نہیں ہوا، حالانکہ شرعاً وصیت تقسیم ترکہ پر مقدم ہے، اس لئے وصیت کی وجہ سے دوسرے ورثہ کی طرح بیوی کا حصہ بھی کم ہونا چاہیے۔ اور اگر پہلے سب اولاد کے حصص کا حساب لگا کر موصی لہم کا حصہ نکال کر بقیہ سے بیوی کو دیں تو زندہ اولاد کا حصہ موصی لہم کے حصہ سے کم ہو جائے گا جو موصی کی مراد کے خلاف ہے۔

صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے صرف وارثوں کے حصص کی تخریج کی جائے پھر ایک لڑکے کے حصہ کے برابر موصی لہم کا حصہ لگایا جائے، اس عمل سے اس المال حصص سے کم ہو جائے گا، اس لئے بطریق عول ہر وارث کا حصہ بلحاظ تناسب کم کیا جائے گا۔

طریق مذکور کے مطابق صورت سوال میں حصص کی تفصیل بحساب فیصدیوں ہوگی :

بیوی کو $\frac{10}{39}$ ، ہر لڑکے کو $\frac{14}{39}$ اور موصی لہم کو $\frac{14}{39}$ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۱۷ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ

مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ جائز نہیں :

سوال : ایک شخص کبھی صحت یاب ہو جاتا ہے، کبھی بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس کی عمر ۱۳ سال ہے، اس کی دو لڑکیاں تھیں، ایک کا انتقال ہو چکا ہے، انتقال شدہ لڑکی کی دو لڑکیاں تھیں، ایک لڑکی زندہ ہے، اس کے دو لڑکے تھے جن کا انتقال ہو چکا ہے، البتہ اس کے دو لڑکوں کی اولاد زندہ ہے، والد نے اپنی جائیداد صرف ان لڑکوں کی مذکور اولاد کے

نام کر دی ہے، ان لڑکوں کی بہنوں کو اور اپنی صلیبی لڑکی کو محروم رکھا ہے۔ کیا از روئے شرع یہ جائز ہے؟ اگر جائز نہیں تو شرعاً تقسیم کیونکر ہوگی جبکہ یہ تقسیم صلیبی لڑکی اور صلیبی لڑکوں کے لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ہو؟ بیٹنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر اس شخص نے بحالت مرض پوتوں کے نام ہبہ کیا اور اسی مرض میں اس کا انتقال ہو گیا تو یہ ہبہ ہوگا، بلکہ تمام ورثہ کو بقدر حصص میراث ملے گی، اس لئے کہ مرض الموت میں ہبہ حکم وصیت ہے اور وصیت وارث کے لئے جائز نہیں۔

البتہ اگر وہ درمیان میں کبھی صحت یاب ہو گیا یا تندرستی کی حالت میں ہبہ کیا اور قبضہ بھی دے دیا تو یہ ہبہ صحیح ہو گیا، مگر بعض کو ہبہ کرنے میں اگر دوسرے ورثہ کا اضرار مقصود ہو تو یہ مکروہ تحریمی ہے، اضرار مقصود نہ ہو اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے، ذکور و اناث میں تسویہ بہتر ہے۔ دینداری، خدمت گزاری، خدمات دینیہ کا شغل وغیرہ کوئی وجہ ترجیح ہو تو مکروہ تنزیہی بھی نہیں بلکہ تفاضل مستحب ہے، بے دین اولاد کو محروم کرنا اور زائد مال امور دینیہ میں صرف کرنا مستحب ہے۔

ہبہ صحیح نہ ہونے کی صورت میں ترکہ یوں تقسیم ہوگا :

لڑکی کو نصف اور باقی پوتوں اور پوتیوں میں لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِیَنِ تقسیم ہوگا تنبیہ : مثلاً فی نفسہ تو ویسے ہی ہے جیسے اوپر تحریر کیا گیا، مگر زیادہ تر دستور یہ ہو گیا ہے کہ بیٹیوں اور پوتیوں کو مورث کے مرنے کے بعد میراث سے اور زندگی میں ہبہ سے محروم رکھا جاتا ہے، اور اس ظلم عظیم کے لئے عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ بیٹیاں اور پوتیاں اپنا حصہ چھوڑنے پر راضی ہیں، حالانکہ وہ دستور جاہلیت کی بنا پر شرم کی وجہ سے خاموش رہتی ہیں، طیب خاطر سے اپنا حصہ نہیں چھوڑتیں، اس لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔ بلکہ طیب خاطر کا یقین ہونے کی صورت میں بھی چونکہ اس سے رسم جاہلیت اور ظلم عظیم کی تائید ہوتی ہے، اس لئے جائز نہیں۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله مريض مديون الخ)

(فروع) و هب في مرضه ولم يسلم حتى مات بطلت الهبة لانه وان كان وصية حتى

اعتبر فيه الثلث فهو هبة حقيقة فيحتاج الى القبض . (رد المحتار ص ۲۵ ج ۲)

وقال العلامة الحصكفي رحمہ اللہ تعالیٰ فی بیان شرائط صحة الوصية : وكونه

غیر وارث وقت الموت ۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وقت الموت) ای لا وقت الوصیۃ حتی لو اوصی لاختیہ وهو وارث ثم ولد له ابن صحت الوصیۃ للاخ ولو اوصی لاختیہ وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ زیلعی .

(رد المحتار ص ۴۱۶ ج ۵)

وقال الامام طاهر بن عبد الرشد البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ : وفي الفتاوی رجل له ابن وبنت اراد ان یهب لهما شیئاً فالافضل ان یجعل للذکر مثل حظ الانثیین عند محمد رحمہ اللہ تعالیٰ وعند ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ بینهما سواء هو المختار لو ردد الاثار ولو وهب جمیع ماله لابنہ جاز فی القضاء وهو ان ثم نص عن محمد رحمہ اللہ تعالیٰ هكذا فی العیون ، ولو اعطی بعض ولده شیئاً دون البعض لزیادة رشدہ لا بأس به وان كانا سواء لا ینبغی ان یفضل ، ولو كان ولده فاسقاً فارد ان یصرف ماله الی وجوه الخیر ویحرمه من المیراث هذا خیر من ترکہ لان فیہ اعانة علی المعصیۃ ولو كان ولده فاسقاً لا یعطى له اکثر من قوته (خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴ ج ۳) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم . ۴ ذی القعدہ ۱۲۸۸ھ

وضع حمل تک تقسیم ترکہ کو ملتوی رکھنا بہتر ہے :

سوال : اگر بیوی کے حاملہ ہونے کا احتمال ہو تو کیا وضع حمل تک انتظار کر کے بعد میں لڑکایا لڑکی جو بھی بچہ پیدا ہو اس کو شریکِ ورثہ کرنا ہو گا یا اسی حال میں ترکہ تقسیم کیا جائے ؟
بیٹو اتوجروا ۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تقسیم ترکہ میں بہتر تو یہ ہے کہ حمل کی پیدائش کا انتظار کیا جائے تاکہ اس کا وارث یا غیر وارث اور مرد یا عورت ہونا ظاہر ہو جائے لیکن اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ترکہ تقسیم کرنا چاہیں تو حمل کے لئے بتقدیر ذکورۃ وانوثۃ جدا جدا دو مسئلے نکالیں حمل کے سوا باقی وارثوں کو جس صورت میں کم ملے وہ ان کو دے کر مسئلہ سے جو باقی بچے وہ حمل کے لئے امانت رکھیں ، چونکہ ایک حمل سے زیادہ بچے ہونے کا بھی احتمال ہے اس لئے بہتر ہے کہ وارثوں سے ضامن لے لیا جائے ۔ پیدائش کے بعد اگر کل امانت اس کو مل جائے تو نبھا ورنہ اس کی وجہ سے جن ورثہ کو کم حصہ ملا تھا ،

ان کا حصہ اس سے پورا کیا جائے گا۔

قال فی الہندیۃ عن الاختیار شرح المختار وان کان لا یحبہم ولکن یشار کہم بان ترک بنین وبنات وحملاروی الخفاف رحمہ اللہ تعالیٰ عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ وهو قولہ انہ یوقف نصیب ابن واحد وعلیہ الفتوی (عالمگیریہ ص ۵۶ ج ۶)
تخریج حصص کا طریقہ رسالہ ”تسہیل المیراث“ میں ہے (یہ رسالہ ”احسن الفتاویٰ“ کی اسی جلد کے آخر میں ہے۔ مرتب) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۷ صفر ۱۹ھ

پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت جاری ہوگی :

سوال : پراویڈنٹ فنڈ میں وراثت جاری ہوگی یا نہیں ؟ بیٹنواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پراویڈنٹ فنڈ دراصل تنخواہ ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے، لہذا اس میں بھی وراثت جاری ہوگی۔
پراویڈنٹ فنڈ کے احکام کی مکمل تفصیل رسالہ ”پراویڈنٹ فنڈ پر زکوٰۃ اور سود کا حکم“ مندرجہ احسن الفتاویٰ ج ۷، باب الربا والقمار میں ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ

پنشن کی رقم کا حکم :

ایک شخص نے وصیت لکھی یا حکومت کو لکھ کر دیا کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی پنشن اس کی بیوی کو دی جائے تو اس کا کیا حکم ہے، ساری رقم بیوی کو ملے گی یا دوسرے ورثہ بھی اس میں شریک ہوں گے ؟
بیٹنواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

پنشن تنخواہ کا جزء نہیں بلکہ حکومت کی طرف سے انعام و تبرع ہے، اس لئے اس میں یہ تفصیل ہے :

جو رقم اس شخص کی حیات میں اس کے قبضہ میں آگئی یا اس کے نام جمع کر دی گئی وہ اس کا مالک ہو گیا، لہذا اس میں وراثت جاری ہوگی اور سب ورثہ میں بقدر حصص تقسیم ہوگی، بیوی چونکہ وارث ہے اور وارث کے لئے وصیت جائز نہیں، اس لئے اس کے لئے کی گئی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں۔

جو رقم نہ اس کے قبضہ میں آئی، نہ اس کے نام جمع ہوئی وہ اس کا مالک نہیں ہوا، لہذا اس میں وراثت

جاری نہیں ہوگی، بلکہ وہ حکومت کی صوابدید پر ہے جس کو چاہے دے، دوسرے ورثہ کا اس میں کوئی حق نہیں۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرائط صحۃ الوصیۃ : وکونہ غیر وارث وقت الموت . .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وقت الموت) ای لا وقت الوصیۃ حتی لو اوصی لایخیه وهو وارث ثم ولد له ابن صحت الوصیۃ للاخ ولو اوصی لایخیه وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیۃ نریلعی .
(رد المحتار ص ۴۱۶ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم . ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۱۸ھ

بیوی کے نکاح ثانی سے اس کا حق وراثت ساقط نہیں ہوتا :

سوال : زید کا انتقال ہو گیا، اس کی زوجہ نے دوسرے نکاح بعد العدة کر لیا تو کیا عورت زید سے میراث پانے کی حقدار ہوگی یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم صلہم الصواب

یہ عورت بھی زید کے دوسرے ورثہ کی طرح زید کی وراثت ہوگی، دوسرے نکاح سے حو میراث ختم نہیں ہوتا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۵ رجب ۱۳۹۳ھ

زندگی میں بعض ورثہ کو حصہ وراثت دینا :

سوال : علم خان نے اپنی زندگی میں معتبر افراد قبیلہ کی موجودگی میں اپنے بیٹے محمد شریف اپنی زمین کا کچھ محدود حصہ دے دیا اور علم خان نے محمد شریف کو کچھ کر بھی دیا کہ یہ حصہ تمہارا ہے میں اس میں دخل اندازی نہیں کروں گا اور باقی حصہ میں تم مداخلت نہ کرنا، چند روز بعد علم خان کا انتقال ہو گیا اور اب محمد شریف باقی حصہ میں بھی مطالبہ کرتا ہے مگر اس کے دوسرے بھائیوں کا کہنا ہے کہ حصہ ہمارا ہے تمہیں اس میں سے کچھ نہ ملے گا، تمہارا حصہ وہی ہے جو کہ علم خان نے زندگی میں تمہیں دے دیا تھا، اب مندرجہ ذیل امور کا جواب مطلوب ہے :

① محمد شریف کے لئے باقی جائیداد میں کچھ حق ہے یا نہیں؟

② جو حصہ علم خان نے زندگی میں محمد شریف کو دے دیا تھا کیا محمد شریف اس کا مالک ہے

یا اسے تمام ورثہ میں تقسیم کیا جائے؟ بیّنوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

① باقی جائیداد سے محمد شریف کو حصہ میراث پورا ملے گا۔

② علم خان نے اپنی زندگی میں محمد شریف کو جو حصہ دیا تھا اس کے بارے میں یہ تفصیل ہے:
اگر علم خان نے اپنی زندگی میں مرض الموت سے قبل محمد شریف کو اس زمین کا مالک بنا دیا
ہو اور محمد شریف نے اس پر علم خان کی زندگی میں قبضہ بھی کر لیا ہو تو اس صورت میں علم خان کے انتقال
کے بعد محمد شریف اس حصہ کا واحد مالک ہوگا، دوسرے بھائی اس میں شریک نہ ہوں گے۔
اگر محمد شریف نے علم خان کی زندگی میں اس پر قبضہ نہ کیا ہو تو یہ صحیح نہ ہوا۔ اگر علم خان نے مرض الموت میں ہی یہ
کیا ہو تو یہ بحکم وصیت ہے اور وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ لہذا ان آخری دونوں صورتوں میں
محمد شریف اکیلا مالک نہ ہوگا بلکہ تمام ورثہ شریک ہوں گے۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وشرائط صحتها فی الموهوب ان یکون
مقبوضا غیر مشاع ممیزا غیر مشغول (رد المحتار ص ۵۸ ج ۴)

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله مریض مدیون الخ)
(فروع) وهب فی مرضه ولم یسلم حتی مات بطلت الهبة لانه وان کان وصیة
حتى اعتبر فیہ الثلث فهو هبة حقیقة فیحتاج الی القبض (رد المحتار ص ۵۶ ج ۴)
قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ فی شرائط صحة الوصیة: وکونه غیر
وارث وقت الموت.

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله وقت الموت) ای لا وقت
الوصیة حتی لو اوصی لایخیه وهو وارث ثم ولد له ابن صحت الوصیة للاخ ولو
اوصی لایخیه وله ابن ثم مات الابن قبل موت الموصی بطلت الوصیة زیلعی.
(رد المحتار ص ۵۷ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم.

۸ ربیع الاول ۱۳۹۵ھ

لا وارث کی امانت کا حکم:

سوال: زید نے تین ہزار روپے بطور امانت بکر کے پاس رکھے، زید کا انتقال ہو گیا، اس کا

کوئی شرعی وارث نہیں، اب اس رقم کو مسجد یا مدرسہ میں لگایا جائے یا کسی فقیر پر صدقہ کیا جائے شرعاً بہتر مصرف کیا ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اس رقم کا صحیح مصرف بیت المال ہے، اس زمانہ میں چونکہ بیت المال کا انتظام نہیں لہذا اس کا مصرف مساکین ہیں، مسجد یا مدرسہ میں لگانا جائز نہیں، مسکین کی ملک میں دینا لازم ہے، طلبہ و مجاہدین کو دینا زیادہ باعث اجر ہے۔

قال العلامة التمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: ثم المقر له بنسب لم یثبت ثم الموصی له بما زاد علی الثلث ثم فی بیت المال (رد المحتار ص ۴۸ ج ۵)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔ ۱۸ ذی القعدہ ۱۳۹۹ھ

اولاد کو محروم کرنا :

سوال : ایک شخص کے دو لڑکے اور ایک بیوی ہے، اس کی ملک میں کچھ جائیداد ہے، لڑکوں نے اپنے والد کو ناحق گھر سے نکال دیا ہے، والد اب یہ چاہتا ہے کہ اپنی جائیداد کو اس غرض سے فروخت کر دے کہ اپنے لڑکوں کو میراث سے کچھ نہ مل سکے، کیا اس کے لئے شرعاً ایسا کرنا جائز ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

بے دین اولاد کو بقدر قوت سے زائد دنیا خلاف اولیٰ ہے، لہذا اپنے مصارف کے لئے یا کسی کار خیر میں لگانے کی نیت سے جائیداد فروخت کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔

قال الامام طاہر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ: ولو کان ولده فاسقاً فاراد ان یصرف ماله الی وجوه الخیر و یحرمہ عن المیراث ہذا خیر من ترکہ لان فیہ اعانة علی المعصیة، ولو کان ولده فاسقاً لا یعطى له اکثر من قوتہ۔

(خلاصۃ الفتاویٰ ص ۴ ج ۲)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۳ ذی الحجۃ ۱۳۹۹ھ

نکاح فاسد و باطل میں وراثت :

سوال : زید نے ایک بیوہ عورت ہندہ سے اس کے ایام عدت میں نکاح کیا اس نکاح

سے ایک لڑکی مریم پیدا ہوئی، کیا یہ نکاح جائز ہے؟ ہندہ اور مریم زید کے مال سے وراثت پائیں گی یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

نکاح معتدۃ الغیر فاسد ہے اور نکاح فاسد میں بیوی وارث نہیں ہوتی۔
قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ نقلًا: ویستحق الارث برحمہ ونکاح صحیح فلا توارث بفاسد ولا باطل اجماعًا (رد المحتار ص ۲۸۶ ج ۵)
البتہ نکاح فاسد سے نسب ثابت ہو جاتا ہے لہذا مریم وارث ہوگی۔
نکاح فاسد اور باطل میں فرق کی تفصیل رسالہ ”القول الفاصل بین النکاح الفاسد والباطل“ مندرجہ ”احسن الفتاویٰ ص ۳۹ ج ۵“ میں ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

وقت نکاح سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونے والی اولاد وارث نہیں:

سوال: عمرو نے ایک بیوہ عورت سے نکاح کیا، نکاح سے ایک ماہ بعد اس عورت کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، پہلے شوہر کے انتقال کو تین سال گزر چکے ہیں، اب یہ لڑکی کس کی شمار ہوگی؟ بیوی اور بچی کو عمرو سے میراث ملے گی یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

لڑکی وارث نہیں ہوگی، اس لئے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ ہے اور اکثر مدت دو سال ہے لہذا یہ لڑکی نہ پہلے شخص کی ہے نہ دوسرے کی۔ البتہ عورت کو میراث ملے گی۔

قال فی الہندیۃ: الحمل یرث ویوقف نصیبہ باجماع الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم فان ولد الی سنتین حیًا وراث و ہذا اذا کان الحمل من المیت فاما اذا کان من غیر المیت کما اذ مات و امہ حامل من غیر ابیہ و نروجہا حی فان جاءت بہ لا کثر من ستۃ اشھر لایرث لاحتمال حدوثہ بعد الموت فلا یرث بالشک الا ان یقرّ الورثۃ بحملہا یوم الموت فان جاءت بہ لاقل من ستۃ اشھر فانہ یرث (عالمگیریہ ص ۲۵۵ ج ۶) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۶ ذی الحجہ ۱۳۹۶ھ

عاق کرنے سے میراث سے محروم نہ ہوگا :

سوال : ایک شخص اپنے کسی بیٹے سے کہتا ہے کہ جا میں نے تجھے عاق کر دیا، خصوصاً یہ رواج کراچی اور سرحد کے دیہاتی علاقوں میں ہے، پھر اس بیٹے کو وراثت سے کوئی حصہ نہیں دیتے۔ اگر والد اسی حالت میں مر جائے تو عاق بیٹا دوسرے بھائیوں سے حصہ میراث طلب کرتا ہے، بھائی کہتے ہیں کہ والد نے تجھے عاق کر دیا تھا اس لئے ہمارے پاس تمہارا کوئی حصہ نہیں، کیا ان کا یہ کہنا صحیح ہے اور کیا وہ بیٹا میراث سے واقعہً محروم ہوگا؟ بیٹنوا تو جدوا۔

الجواب بسم ملہم الصواب

عاق دو معنی میں استعمال ہے، ایک معنی شرعی دوسرے معنی عرفی بشرعی معنی تو یہ ہیں کہ اولاد والدین کی نافرمانی کرے۔ سو اس معنی کے تحقق میں والد کے عاق کرنے یا نہ کرنے کو کوئی دخل نہیں، جو بھی والدین کا نافرمان ہو وہ عند اللہ عاق ہوگا یعنی عاصی و مرتکب گناہ کبیرہ، حرمان میراث اس پر مرتب نہیں ہوتا۔

معنی عرفی یہ ہیں کہ کوئی شخص اپنی اولاد کو نافرمانی کی وجہ سے محروم الارث کر دے۔ شرعاً اس کا کوئی اعتبار نہیں، اس سے اولاد کا حق ارث باطل نہیں ہو سکتا، کیونکہ وراثت ملک اضطراری و حق شرعی ہے، اس کا ثبوت بلا قصد مورث و وارث ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

”يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ الْإُنثَىٰ“

لام استحقاق کے لئے ہے، سو جب اللہ تعالیٰ نے حق وراثت مقرر فرمادیا تو اس کو کوئی باطل کر سکتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خرید کر آزاد کرنے کا ارادہ فرمایا تو ان کے موالی نے شرط لگائی کہ ولہ ہمارے رہے گی، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی شرط باطل ہے اور ولہ معتق کی ہے۔

ولہ حق ضعیف ہے، جیسا کہ حدیث الولاء لحمۃ النسب میں کافی تشبیہ سے ظاہر ہے، جب حق ضعیف نفی کرنے سے مستثنیٰ نہیں ہوتا تو حق نسب جو اقویٰ ہے نفی کو کیسے قبول کر سکتا ہے؟

نیز فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے جو موانع ارث بیان فرماتے ہیں، ان میں عاق کرنے کا ذکر نہیں

اللبۃ اولاد میں سے کوئی واقعہ بے دین اور والدین کا منافقان ہو اور والدین اسے میراث سے محروم کرنا چاہتے ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ زندگی میں مرض الموت سے پہلے اپنی تمام جائیداد کسی کو سہ کر کے یا مصارف خیر میں وقف کر کے اپنی ملک سے خارج کر دے۔

عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہا ارادت ان تشتري بربوة للعتق وانہم اشتطوا ولاءھا فذکرت ذلک لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشتريھا واعتقيھا فان الولاء لمن اعتق (النسائی)

قال العلامة التمرقاشی رحمہ اللہ : وموانعہ الرق والقتل واختلاف فی الدارين حقيقة او حکماً (رد المحتار ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۳ محرم ۱۲۹۸ھ

ملازم کے انتقال کے بعد ملنے والی رقم :

سوال : زید سرکاری فوجی یا غیر فوجی ملازم ہے، جنگ میں یا ویسے دوران ملازمت وفات پا جاتا ہے تو زید کی جمع شدہ رقم یا فوری امداد یا بنام کفن دفن والد، والدہ یا بیوی، بیٹے کے نام حکومت کچھ رقم ارسال کرتی ہے، اس کے بعد زید کی بیوی، والد، ماں اور بیٹے کے نام مستقل امدادی فنڈ یا پنشن جاری کرتی ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مجموعہ جمع شدہ رقم، فوری امدادی فنڈ، پنشن جس کے نام آئے اس میں سارے ورثہ بحیثیت میراث شریک ہیں یا صرف جس کے نام حکومت جاری کرے؟ یا جمع شدہ رقم اور فوری امداد میں سارے ورثہ مشترک ہیں اور امدادی فنڈ اور پنشن الگ حکم ہے؟ کہ جس نام پر حکومت کی طرف سے جاری ہو جائے اسی کو ملے گی باقی ورثہ اس سے محروم ہیں؟ دلائل سے تشفی فرمائیں بیٹنوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

سوال میں تین قسم کی رقم تحریر ہے، تینوں کا حکم جدا ہے جس کی تفصیل یہ ہے :

① زید کی زندگی میں اس کی جمع شدہ رقم یا مرنے کے بعد وصول ہونے والی تنخواہ۔

یہ رقم زید کی ملک ہے اس لئے اس میں زید کے سب ورثہ بقدر حصص شریک ہیں۔

② بنام کفن دفن ملنے والی رقم۔ یہ رقم حکومت کی ملک ہے، کفن دفن کے مصارف وضع کر کے جو کچھ بچ جاتا ہے اس کا اصل حکم یہ ہے کہ حکومت کو واپس کر دیا جائے مگر عرفاً ایسی رقم واپس لینے کا دستور نہیں، بلکہ جو شخص کفن دفن کا متولی ہو اسی کو دی جاتی ہے۔ اگر سب وارث کفن دفن

میں شریک تھے تو جس کو حکومت نے دی ہے اسی کو ملے گی۔
 (۳) انتقال کے بعد ملنے والی پنشن۔ یہ رقم زید کی ملک نہیں بلکہ حکومت کی جانب سے زید کے ورثہ پر تبرع ہے، لہذا اس میں حکومت مختار ہے جسے چاہے دے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔
 ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

مفقود کی وراثت کا حکم :

سوال : ایک عورت کا انتقال ہو گیا اس کے ورثہ میں صرف اس کا ایک حقیقی چچا محمد اسماعیل رہ گیا ہے جو کہ عرصہ تیس سال سے لاپتہ ہے کچھ علم نہیں کہ وہ مر چکا ہے یا زندہ ہے، مرحومہ کی نہ اولاد ہے اور نہ والدین وغیرہ، البتہ ایک شخص جس کا نام سائیں محمد ہے جو مرحومہ کے دادا کے بھائی کا پوتا کہلاتا ہے، وہ زندہ ہے آیا اس کی میراث کا حقدار اس کا وہ مفقود چچا ہی ہو گا یا اس کے دادا کے بھائی کا پوتا بھی ؟

اور شریفیہ شرح سراجی کی اس عبارت کا کیا مطلب ہے ؟ :

المفقود حتی فی مالہ حتی لایرث منه احد ومیت فی مال غیرہ حتی لایرث
 من احد لثبوت حیاتیہ باستصحاب الحال وهو معتبر فی البقاء ما کان علی ما کان
 دون اثبات مالہ لیکن الخ (ص ۱۵۱) بیّنوا تو جروا .

الجواب باسم ملہم الصواب

جب مفقود کی عمر نوے برس ہو جاتے تو اپنے مال میں مردہ سمجھا جائے گا اور اس کا مال اس وقت موجود وارثوں پر تقسیم ہوگا، نوے برس کی عمر ہونے سے پہلے اپنے مال میں زندہ ہے لہذا اس زمانہ میں کوئی شخص اس کے مال میں دخل کار نہیں ہو سکتا اور غیر کے مال میں جب مفقود ہوا اس وقت سے مردہ متصور ہوگا یعنی اگر کوئی شخص اس کے مفقود ہونے کے بعد مر گیا تو یہ مفقود اس کا وارث نہ ہوگا اگرچہ مفقود کی عمر ابھی تک نوے برس نہ ہوئی ہو مگر چونکہ غیر کے مال میں بھی مردہ ہونے کا حکم نوے برس کی عمر کے بعد ہی ظاہر ہوتا ہے، اس سے پہلے اس کے واپس آکر وارث بن جانے کا احتمال ہے اس لئے اس میت کے مال سے مفقود کا حصہ امانت رکھا جائے گا، اگر واپس آگیا تو اس کو مل جائے گا ورنہ نوے برس عمر ہو جانے کے بعد جس میت کے مال سے امانت رکھا تھا اسی کے وارثوں پر لوٹا یا جائے گا جو میت کے انتقال کے وقت زندہ تھے موجودہ وارثوں کا اعتبار نہیں اور نہ ہی مفقود کے وارثوں کا اس میں کوئی حق ہے۔

قال العلامة التمر تاشی رحمہ اللہ تعالیٰ : هو (ای المفقود) غائب لم یدر
احیّ هو فیتوقع امر میت اودع اللحد البلقع وهو فی حق نفسه حی فلا ینکح عرسه
غیره ولا یقسم ماله (الی قوله) ومیت فی حق غیره فلا یرث من غیره ولا یرث حق
ما اوصی له اذ اقامت الموصی بل یوقف قسطه الی موت اقرانه فی بلده علی المذهب
فان ظهر قبله حیّا قبله ذلك وبعده یحکم بموته فی حق ماله یومر علم ذلك فتعقد
عرسه للموت ویقسم ماله بین من یرثه الآن وفی مال غیره من حیث فقده فیرد
الموقوف له الی من یرث مورثه عند موته .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وهو فی حق نفسه حی)
مقابله قوله الا تی ومیت فی حق غیره وحاصله انه یعتبر حیّا فی حق الاحکام التي
تضره وهي المتوقعة علی ثبوت موته ویعتبر میتّا فیما ینفعه ویضر غیره وهو ما
یتوقف علی حیاته لان الاصل انه حی وانه الی الآن كذلك استصحابا بالحال
السابق والاستصحاب حجة ضعيفة تصلح للدفع لا للاثبات ای تصلح لدفع ما لیس بثابت
لا لاثباته (رد المحتار ص ۳۲۸ ج ۳)

وقال ایضاً : (قوله علی المذهب) وقیل یقدر بتسعين سنة بتقدیم
التاء من حین ولادته واختاره فی الکنز وهو الامر فوق هداية وعلیه الفتوی
(رد المحتار ص ۳۳ ج ۳)

حصص کی تخریج کا طریقہ رسالہ ”تسہیل المیراث“ میں ہے۔ (یہ رسالہ ”احسن الفتاویٰ“ کی اسی
جلد کے آخر میں ہے، مرتب) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۱۳ صفر ۹۹ھ

وراثت میں مال حرام ملنے کا حکم :

سوال : زید نے کسب حرام سے کچھ مال حرام حاصل کیا تھا، اس کے انتقال کے
بعد اس کے ورثہ کے لئے وہ مال حلال ہوگا یا نہیں ؟ بتینواتوجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

جس طرح زید کے لئے یہ مال حرام تھا، اسی طرح اس کے ورثہ کے لئے بھی حرام ہوگا، اگر
اس مال کا مالک معلوم ہے تو اس پر رد واجب ہے، ورنہ تصدق علی الفقراء واجب ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: والحاصل انه ان علم ارباب الاموال وجب رده عليهم والافان علم عين الحرام لا يحل له ويتصدق به بنية صاحبه وان كان ما لا يختلطاً مجتمعاً من الحرام ولا يعلم اربابه ولا شيئاً منه بعينه حل له حكماً، والاحسن ديانة التنزه عنه (وبعد اسطر) لكن في المجتبى مات وكسبه حرام فالميراث حلال. ثم مره وقال لاناخذ بهذه الرواية وهو حرام مطلقاً على الورثة فتنبه اه ح. ومفاده الحرمة وان لم يعلم اربابه وينبغي تقييده بما اذا كان عين الحرام ليوافق ما نقلناه اذ لو اختلط بحيث لا يتميز يملكه ملكاً خبيثاً لكن لا يحل له التصرف فيه ما لم يؤد به له كما حققناه قبيل باب نزكوة المال فتأمل. (رد المحتار ج ۴) والله سبحانه وتعالى اعلم.

۱۰. از ربیع الاول ۹۹ھ

زندگی میں وراثت کی تقسیم :

سوال : زید نے اپنی زندگی میں تمام مال و جائیداد اپنی اولاد میں شرعی حصص کے مطابق تقسیم کر دی تو زید کی زوجہ کے لئے کیا حکم ہے ، یہ کون سے مکان میں سکونت اختیار کرے گی جبکہ مکان اولاد کے حصہ میں آجائے گا ؟ بیٹنوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر بیوی کو کچھ نہیں دیا تو گناہگار ہوگا، نیز زندگی میں وراثت کی تقسیم نہیں ہوتی بلکہ یہ مہربہ ہے اور اولاد کو کم و بیش مہربہ کرنے میں تفصیل ذیل ہے :

① اگر دوسروں کا اضرار مقصود ہو تو مکروہ تحریمی ہے ۔

② اگر اضرار مقصود نہ ہو اور کوئی وجہ ترجیح بھی نہ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ، ذکر و اناث میں تسویہ مستحب ہے ۔

③ دین داری ، خدمت گزاری ، خدمات دینیہ کا شغل یا احتیاج وغیرہ وجوہ کی بناء پر تفاضل مستحب ہے ۔

④ بے دین اولاد کو بقدر قوت سے زیادہ نہیں دینا چاہئے ، ان کو محروم کرنا اور زائد مال امور دینیہ میں صرف کرنا مستحب ہے ۔

اگر مکان متعدد ورثہ کو مشترک طور پر مہربہ کیا ہے اور یہ مکان قابل تقسیم ہے یا اس کا

قبضہ اولاد کو نہیں دیا تو یہ سبب صحیح نہیں ہوا، ہاں اگر مکان قابل تقسیم نہیں اور قبضہ بھی دے دیا یعنی ان کے تصرف و اختیار میں دے دیا تو سبب صحیح ہو گیا۔ اگر وہ اپنی رضا سے اس کی بیوی کو اس مکان میں رہنے دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔

قال الامام طاهر بن عبد الرشید البخاری رحمہ اللہ تعالیٰ : وفي الفتاوی رجل له ابن و بنت اراد ان يهب لهما شيئاً فالافضل ان يجعل للذكر مثل حظ الأنثيين عند محمد رحمه الله تعالى وعند ابی یوسف رحمه الله تعالى بينهما سواء هو المختار لو رود الأثار، ولو وهب جميع ماله لابنه جاز في القضاء وهو أتم ثم نص عن محمد رحمه الله تعالى هكذا في العيون، ولو أعطى بعض ولده شيئاً دون البعض لزيادة رشفه لأبأس به وإن كانا سواء لا ينبغي أن يفضل، ولو كان ولده فاسقاً فاراد أن يصرف ماله إلى وجه الخير ويحرمه عن الميراث هذا خير من تركه لأن فيه اعانة على المعصية، ولو كان ولده فاسقاً لا يعطى له أكثر من قوته خلاصة الفتاویٰ (ج ۴) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم.

۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۹ھ

بعض ورثہ کامیت پر کسی کے دین کا اقرار:

سوال : ایک شخص کا انتقال ہوا، اس کے والدین کا کہنا ہے کہ اس پر قرض بھی ہے، لہذا پہلے وہ ادا کیا جائے پھر میراث تقسیم ہو حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے، ایسی حالت میں کیا صورت اختیار کی جائے؟ بیٹنوا توجروا.

الجواب باسم ملہم الصواب

جس قرض پر دو معتبر گواہ ہوں وہ بہر صورت ادا کیا جائے گا اور جس پر گواہ نہ ہوں وہ صرف ان وارثوں کے حصہ سے دیا جائے گا جو اس کا اقرار کرتے ہیں، جو اقرار نہیں کرتے ان کے حصہ پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑے گا، قرض میں بیوہ کا مہر بھی شمار کیا جائے گا۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم.

۸ جمادی الثانیہ ۱۲۹۹ھ

مسلمان اور ذکری کے مابین وراثت جاری نہیں ہوتی :

سوال : ایک شخص مسیحی عثمان جس کا تعلق ذکری مذہب سے ہے، اس کا ایک بھائی محمد موسیٰ وہ بھی پہلے ذکری تھا، اب اس نے ذکری مذہب سے توبہ کر لی ہے، اس کے بھائی عثمان کا انتقال ہو گیا

اس کے باقی سب ورثہ ذکر ہی ہیں، صرف ایک بھائی مسلمان ہے کیا محمد موسیٰ کو اپنے بھائی سے میراث مل سکتی ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

ذکر ہی غیر مسلم اور زندیق ہیں اور مسلم و کافر میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہو سکتا، لہذا محمد موسیٰ کو وراثت نہیں ملے گی۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وموانعہ الرق والقتل واختلاف الدین اسلامًا وکفرًا (رد المحتار ص ۷۹ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۲۹ رجب ۱۲۹۹ھ

تقسیم ترکہ سے پہلے صدقہ و خیرات کرنا:

سوال: میرے ایک دوست کا انتقال ہو گیا، انہوں نے ایک بیوہ اور کچھ سامان چھوڑا ہے، معمولی کپڑوں کو ان کی بیوہ نے خیرات کر دیا ہے، کچھ قیمتی استعمال کے کپڑے رہ گئے ہیں، ان کی بیوہ یہ دریافت کرنا چاہتی ہے کہ ان کو بھی خیرات کر دیا جائے یا ان کے دوسرے قریبی عزیزان کپڑوں کو استعمال میں لائیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

تقسیم ترکہ سے قبل میت کی کسی چیز کا خیرات کرنا جائز نہیں، ترکہ کی ہر چیز میں ہر وارث کا حق ہے، تقسیم کے بعد جو وارث جتنا چاہے خیرات کرے، البتہ اگر اس کے ورثہ میں بیوہ کے سوا کوئی قریب یا بعید وارث نہیں تو بیوی کو ہر قسم کے تصرف کا حق ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

۱۹ شوال ۱۲۹۹ھ

کلالہ پر ایک اشکال کا جواب:

سوال: ولد الام کے استحقاق کی شرط یہ ہے کہ میت کلالہ ہو، جب ام یا بنت موجود ہو تو میت کلالہ نہیں، اب سوال یہ ہے کہ بنت کے ساتھ ولد الام محروم ہے اور ام کے ساتھ ولد الام وارث ہے، یہ معاملہ کیوں اور کیسے ہوا؟ اس سے معلوم ہوا کہ ماں کی موجودگی میں میت کلالہ نہیں (بیان القرآن، تنویر الایمان سندھی، تفسیرات احمدیہ، روح البیان وغیرہ) بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

کلالہ کی مآثور مشہور تفسیر یہ ہے: من لا ولد له ولا والد وهو مآثور عن ابی بکر وعمر

وابن عباس وعلی وابن مسعود وزید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم وبہ یقول
الشعبی والنخعی والحسن وقتادہ وجابر بن زید والحکم وبہ یقول اہل المدینۃ
واہل الکوفۃ والبصرۃ وهو قول الفقہاء السبعة والائمة الاربعة وجمہور
السلف والخلف بل جمیعہم وقد حکى الاجماع علیہ غیر واحد وورد فیہ حدیث
مرفوع (تفسیر ابن کثیر ص ۲۳۶ ج ۱)

اس تفسیر میں لفظ والد کا مفہوم متبادر صرف والد ہے، والدہ کو شامل نہیں۔
(۲) اس آیت میں عدم ام کی صورت کا حکم مذکور ہے اور مفہوم مخالف حجت نہیں اس لئے
وجود ام کی صورت سے آیت ساکت ہے جس کا حکم اجماع سے ثابت ہے۔
(۳) جن کے ہاں مفہوم مخالف حجت ہے وہ بھی یہاں مفہوم مخالف کے خلاف انعقاد اجماع
کی وجہ سے مفہوم کے قائل نہیں۔

قال العلامة الألوسی رحمہ اللہ تعالیٰ : ولا یضر عند من لم یقتل
بالمفہوم جریانہ فی صورۃ الامر والحدۃ مع ان قرابتہما لیست بطریق الکلالۃ
وکذا لا یضر عند القائل بہ ایضاً للاجماع علی ذلك (روح المعانی ص ۲۳۱ ج ۴)
اسی طرح سورۃ نساء کے آخر میں اخوات عینیہ وعلیہ کی توریث میں قید عدم الولد پر
اشکال ہوتا ہے کہ ولد بنت کو بھی شامل ہے حالانکہ بنت سے اخوات محروم نہیں ہوتیں بلکہ
عصبہ ہو جاتی ہیں، اس کے جوابات یہ ہیں :

(۱) یہ قید اعطاء نصف وثلثین کے لئے ہے وجود بنت کی صورت میں نصف وثلثان
کا حکم نہیں بلکہ اخوات عصبہ مع الغیر ہوتی ہیں۔

(۲) یہاں ولد سے ابن مراد ہے بقربینۃ ما بعدہ وهو قولہ تعالیٰ : وهو یرثہا
ان لم یکن لہا ولد۔

فان البنت لا تحجب الاخ۔ اس تفسیر پر حدیث اجعلوا الاخوات مع البنات عصبۃ بھی شاہد
ہے، یہ حدیث مشہور ہے اس لئے اس سے تفسیر قرآن صحیح ہے اور اگر اس کا خبر واحد ہونا تسلیم کر لیا
تو بھی اس کے مطابق انعقاد اجماع کی وجہ سے اس سے تفسیر قرآن صحیح ہے۔ یہ تفسیر مفہوم کلالہ کے خلاف
نہیں بلکہ موافق ہے اس لئے کہ کلالہ کی تفسیر مذکور میں اصول کی طرف ذکر مراد ہونے کا تبادلہ قرینہ
ہے کہ فروع کی طرف بھی ولد ذکر مراد ہے واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

غزہ رجب ۱۴۰۱ھ

وصی یا وارث کفن دفن کے مصارف ترکہ سے لے سکتا ہے :

سوال : بکر کا انتقال ہوا، اس نے ایک بیوی، دو لڑکے اور ایک لڑکی وارث چھوڑے، بکر کے کفن دفن کا انتظام اس کی لڑکی نے اپنے پاس سے کیا، نیت یہ تھی کہ ترکہ سے وصول کر لے گی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ لڑکی کفن دفن کے مصارف ترکہ سے لے سکتی ہے یا نہیں؟ خرچ کرتے وقت کسی کو گواہ بنانا ضروری ہے یا نہیں؟ اسی طرح اگر وصی کفن دفن پر خرچ کرے تو کیا حکم ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

(الجواب باسمِ ملہم الصواب)

وصی یا وارث اگر کفن دفن اپنے مال سے کرے تو ترکہ سے وصول کر سکتا ہے، خواہ نیت رجوع پر کسی کو گواہ بنائے یا نہ بنائے۔ لڑکی چونکہ وارث ہے، اس لئے وہ ترکہ میت سے مصارف کفن دفن لے سکتی ہے۔ رجوع علی ترکہ کے لئے نیت رجوع پر اشہاد ضروری نہیں۔

مگر رجوع کا حق صرف اتنی مقدار میں ہے جو سنت کے مطابق ہو اور اس سے زیادہ قیمتی نہ ہو جتنا میت کا زندگی میں عید وغیرہ کے موقع پر لباس پہننے کا معمول تھا۔ اگر کفن میں مقدار سنت سے زائد یا میت کے مواقع مخصوصہ پر معمول کے لباس سے زیادہ قیمتی کپڑا خرچ کیا تو زائد میں ترکہ سے رجوع نہیں کر سکتا

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: اوقضی (ای الوصی) دین المیت الثابت شرعاً او کفنه او اڈی خراج الیتیم او عشرہ من مال نفسه او اشتری الوارث الکبیر طعاماً او کسوة للصغیر او کفن الوارث المیت او قضی دینہ من مال نفسه فانه یرجع ولا یكون متطوعاً۔

وقال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: قوله او کفنه اطلقہ (ای لم یقیدہ بالاستہاد) هنا و فیما یأتی وجعل الوارث والوصی سواء فی الرجوع بما انفقه فی الکفن ولا بد من کون ذلك من غیر اسراف بحسب ما ذکرہ الائمة من کفن السنّة ومراعاة حال الرجل بما یلبسه فی الاعیاد وحجّامع الناس وقلیسة المرأة للزیارة انتھی شرنبلالیة (حاشیۃ الطحطاوی علی الدرر ص ۳۴۴ ج ۴)

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

۱۲ محرم ۱۴۱۹ھ

زوجہ کی تجہیز و تکفین کے مصارف زوج پر ہیں :
سوال : ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا ، تجہیز و تکفین کے مصارف اس نے
 اپنی جیب سے کئے ، دریافت طلب یہ ہے کہ زوج تجہیز و تکفین کے مصارف ترکہ سے وصول
 کر سکتا ہے یا نہیں ؟ بیٹنوا توجروا .

الجواب باسم ملہم الصواب

اصح قول کے مطابق زوجہ اگرچہ غنیہ ہو اس کا نفقہ زوج پر واجب ہے اور یہ قاعدہ
 ہے کہ نفقہ جس کے ذمہ ہوتا ہے ، تجہیز و تکفین بھی اسی کے ذمہ ہوتی ہے ، اس لئے زوج نے
 تجہیز و تکفین کے مصارف اپنے مال سے کئے تو اسے ترکہ سے وصول کرنے کا حق نہیں .
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله اوکفن الوارث المیت :
 (تنبيه) لومات ولاشیء له ووجب کفنه علی ورثته فکفنه الحاضر من مال نفسه
 لیرجع علی الغائب منهم بحصته لیس له الرجوع لو انفق بلا اذن القاضی حادی
 الزاهدی قال الرملی فی حاشیة الفصولین یستفاد منه انه لولم یجب علیهم
 کتفین الزوجة اذا صرفه من ماله غیر الزوج بلا اذنه او اذن القاضی فهو متبرع
 کالاجنبی فیستثنی تکفینها بلا اذن مطلقا بناء علی المفتی به من انه علی زوجها
 ولو غنیة . (رد المحتار ص ۴۵۸ ج ۵)

وقال ایضاً فی کتاب الفرائض : (قوله یبدأ من ترکه المیت (الی قوله) بتجهیزه)
 وكذا تجهیز من تلزمه نفقته كولد مات قبله ولو بلحظة وكزوجته ولو غنیة
 علی المعتمد در منتهی (رد المحتار ص ۴۸۳ ج ۵)

قلت المراد بالولد الفقیر الذی تحل له الصدقة كما صحح الفقهاء رحمهم الله
 تعالیٰ ان نفقة الصغیر الغنی فی ماله .

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله وتجب لطفله الفقیر :
 (قوله الفقیر) ای ان لم یبلغ حد الکسب فان بلغه کان للاب ان یؤجره او یدفعه
 فی حرفة لیکتب وینفق علیه من کسبه لو کان ذکرا بخلاف الانثی كما قدمه فی
 الحصانة عن المؤیدية قال الخیر الرملی لو استغنت الانثی بنحو خیاطة وغزل یجب
 ان تكون نفقتها فی کسبها كما هو ظاهر . (رد المحتار ص ۳۷۲ ج ۲)

والله سبحانه وتعالیٰ اعلم . ۱۳ محرم ۱۴۱۹ھ

اجنبی نے کسی کے کفن دفن کا انتظام کیا تو ترکہ سے نہیں لے سکتا :

سوال : ایک شخص کا سفر میں انتقال ہوا، ورثہ میں سے کوئی ساتھ موجود نہ تھا، ایک اجنبی شخص نے اس کے کفن دفن کا انتظام اپنے مال سے کیا۔ بعد میں ورثہ کا علم ہوا، تو اب سوال یہ ہے کہ وہ اجنبی شخص میت کے ترکہ سے کفن دفن کے مصارف لے سکتا ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اجنبی نے کفن دفن میں جو کچھ صرف کیا وہ اس کی طرف سے تبرع سمجھا جائے گا، اسے ترکہ سے وصول کرنے کا حق نہیں۔

البتہ اگر میت کا مال موجود ہو اور کوئی وارث یا وصی نہ ہو تو اجنبی میت کے مال سے کفن دفن کا انتظام کر سکتا ہے۔

قال العلامة ابن البزاز الكردي رحمه الله تعالى : الوصى او الوارث اذا اشترى للميت كفنا لهما الرجوع في مال الميت والاجنبى اذا اشترى لم يرجع۔

(البزازية بهامش الهندية ص ۶ ج ۶)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى تحت قوله وتجهيزه : قال في التبیین لان في التأخير فساد الميت ولهذا يملكه الجيران ايضا في الحضرة والرفقة في السفر اه ط (رد المحتار ص ۵ ج ۵)

وقال العلامة الشلبى رحمه الله تعالى : (قوله فقال في غير التجهيز و شراء الكفن) قال الاتقانى ومثل شراء الكفن لانه ضرورى لا يبتنى على الولاية الا ترى ان الام تملكه ولهذا الوما ت رجل في محلة قوم ومعه مال فكفنه ودفنوه من ماله جاز وان لم يكن له ولاية ه (حاشية الشلبى بهامش التبیین ص ۹ ج ۶)

والله سبحانه وتعالى اعلم

۱۳ محرم ۱۴۱۹ھ

وصی یا وارث نے اپنے مال سے قرض ادا کر کیا تو ترکہ سے وصول کر سکتا ہے :

سوال : ایک شخص مقروض ہونے کی حالت میں انتقال کر گیا، اس کا قرض اس کے وصی یا کسی ایک وارث نے اپنے مال سے ادا کر دیا تو اسے ترکہ سے وصول کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

بیٹنوا تو جروا۔

والد کا صغیر کی اشیاء منقولہ کو خریدنا یا فروخت کرنا :

سوال : ایک بچے کو والدہ کی میراث میں کچھ فرنیچر اور بسترہ وغیرہ ملے۔ والد کے لئے اس فرنیچر وغیرہ کا خریدنا یا کسی اجنبی کو فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جروا

الجواب باسم ملہم الصواب

صغیر کی اشیاء منقولہ کی خرید و فروخت قیمت مثل اور غبن بیسیر سے جائز ہے، بشرطیکہ والد کی صلاحیت عام معروف ہو یا مستور الحال ہو، اگر والد میں فساد ظاہر ہو تو دگنی قیمت سے جائز ہے، اس سے کم میں جائز نہیں۔

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : وبيع الاب مال صغیر من نفسه جائز بمثل القيمة وبما يتغابن فيه وهو اليسير والا وهذا كله في المنقول .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وبيع الاب الخ) مثله اذا باعه من اجنبی فثلاث صور في حكم واحد وهي بيع الاب من نفسه او من اجنبی وبيع الوصی من اجنبی ط قلت وهذا لو الاب عدلاً او مستوراً فلو فاسقاً ففي بيعه المنقول روايتان كما سيأتی. والشراء كالبيع وقال في جامع الفصولين للاب شراء مال طفله لنفسه بيسير الغبن لا بفاحشه ۵ (رد المحتار ص ۴۵۳ ج ۵)

قال العلامة المحصن رحمہ اللہ تعالیٰ : ولو البائع ابا فان محموداً عند الناس او مستوراً الحال يجوز ابن كمال .

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت قوله يجوز : ويجوز بيع منقوله في رواية فيوضع ثمنه في يد عدل وفي رواية لا الا بضعف قيمته وبه يفتی (رد المحتار ص ۴۵۴ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم .

۱۵ محرم ۱۴۱۹ھ

وصی کا یتیم کی اشیاء منقولہ کو خریدنا یا فروخت کرنا :

سوال : زید کچھ یتامی کا وصی ہے، یتامی کو وراثت میں کچھ ایسی اشیاء بھی ملی ہیں جن کے یتامی کے بلوغ تک ضائع ہو جانے اور ٹوٹ پھوٹ جانے کا اندیشہ ہے، جیسے چینی یا

ماربل وغیرہ کے برتن۔ زید کا ان برتنوں کو خود خریدنا یا کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا اور قیمت یتامیٰ کے مصارف میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بدینوا توجروا

الجواب باسم ملہم الصواب

اگر زید کو قاضی نے وصی مقرر کیا ہے تو وہ یتامیٰ کے مال کو خود نہیں خرید سکتا، کسی دوسرے کو منفعت ظاہرہ کے ساتھ فروخت کر سکتا ہے۔

اگر زید صغیر کے والد یا دادا کی جانب سے وصی ہے تو یتیم کی اشیاء منقولہ منفعت ظاہرہ کے ساتھ خود بھی خرید سکتا ہے۔

وصی کے یتیم کو کوئی چیز فروخت کرنے کا بھی یہی حکم ہے کہ بشرط منفعت ظاہرہ فروخت کر سکتا ہے۔

اجنبی کے ہاتھ بشرط ذیل فروخت کرنا جائز ہے :

① اس کی شہادت وصی کے حق میں قبول کی جاتی ہو، یعنی اس کے ساتھ وصی کا اصل و فرع یا زوجیت کا تعلق نہ ہو۔

② میت کا وارث نہ ہو۔

③ غبن فاحش نہ ہو۔

قال الامام الزیلعی رحمہ اللہ تعالیٰ : وهذا اذا تباع الوصی للصغیر مع الاجنبی واما اذا اشتری شیئاً من مال الیتیم لنفسه او باع شیئاً منه من نفسه جاز عند الج حتیفة رحمہ اللہ تعالیٰ واحدی الروایتین عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ اذا کان للیتیم فیه منفعة ظاهرة وتفسیره ان یبیع ما یساوی خمسة عشرة بعشرة من الصغیر او یشتري ما یساوی خمسة عشرة للصغیر من نفسه واما اذا لم یکن فیه منفعة ظاهرة للیتیم فلا یجوز، وعلى قول محمد رحمہ اللہ تعالیٰ واطهر الروایات عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ انه لا یجوز علی کل حال، هذا فی وصی الاب واما وصی القاضی فلا یجوز بیعه من نفسه بكل حال لانه وکیلہ (تبيين الحقائق ص ۶ ج ۶) وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وصح بیعه وشرؤه من اجنبی بها یتغابن الناس لابلما لا یتغابن وهو الفاحش لان ولايته نظرية فلو باع به کان فاسداً حتی یملک المشتري بالقیض قهستانی وهذا اذا تباع الوصی للصغیر مع الاجنبی و

ان باع الوصى او اشترى مال اليتيم من نفسه فان كان وصى القاضى لا يجوز ذلك مطلقا لانه وكيله وان كان وصى الاب جاز بشرط منفعة ظاهرة للصغير وهي قدر النصف زيادة او نقصا وقال لا يجوز مطلقا .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله وصح بيعه وشراؤه) اطلقهما فشملا النقص والنسيئة الى اجل متعارف لكن من ملئ ، فلو مغلبي ، فسيأتى فى الفروع اخرا الوصايا قال فى الخانية واذاباع شيئا من تركة الميت بنسيئة فان كان يتضرر به اليتيم بأن كان الاجل فاحشا لا يجوز اه رملى (قوله من اجنبى) اى عن الميت وعن الموصى فلو باع من نفسه فسيأتى او باع ممن لا تقبل شهادته له او من وارث الميت لا يجوز .

وقال ايضا : (قوله وان باع الوصى) اى ماله من اليتيم (قوله من نفسه) متعلق باشترى والضمير للوصى (قوله لانه وكيله) اى القاضى وفعل الوكيل كفعل الموكل وفعل الموكل قضاء وهو لا يقضى لنفسه ط (قوله وهى قدر النصف زيادة او نقصا) الزيادة راجعة الى الشراء والنقص الى البيع قال الزيلعى رحمه الله تعالى تفسير المنفعة الظاهرة ان يبيع ما يساوى خمسة عشر بعشرة من الصغير او يشتري ما يساوى عشرة بخمسة عشر لنفسه من مال اليتيم اه قال فى ادب الاوصياء وفى المنتقى وبه لفتى وفى الخانية وبهذا فسر الخيرية الامام السرخسى فى غير العقار وهى فى العقار عند البعض ان يشتري بضعف القيمة ويبيع بنصفها ، وفى الحافظية ويجوز بيع الوصى من نفسه وشراؤه ان كان فيهما نفع ظاهر كبيع ما يساوى تسعة بعشرة وشراء عشرة بتسعة ، قلت واما فى العقار فلا شك ان الخيرية فى الشراء التضعيف وفى البيع التنصيف لانه لا يقدر على بيعها من غيره الا بالتضعيف كما مر فكيف يسوغ له الشراء لنفسه بالاقل وارى زيادة الاثنين فى العشرة ونقص منها فيما عدا العقار كاف فى الخيرية لانه الغبن الفاحش الذى لا يتحملة الناس اه (رد المحتار ص ٢٥٣ ج ٥)

والله سبحانه وتعالى اعلم . ١٦ محرم ١٢٩٩ هـ

وصی یا والد کا صغیر کی زمین خریدنا یا فروخت کرنا :

سوال : خالد نے وفات سے کچھ عرصہ قبل قاسم کو اپنی جائیداد اور بچوں کی دیکھ بھال کیلئے وصی مقرر کیا۔ خالد کی جائیداد میں کچھ زمین بھی ہے، خالد کے بیٹوں میں سے بعض بالغ ہیں اور بعض نابالغ۔ پوچھنا یہ ہے کہ قاسم کے لئے اس زمین کا کچھ حصہ خود خریدنا یا کسی دوسرے کو فروخت کرنا اور اس سے حاصل شدہ رقم نابالغ بیٹوں کے مصارف میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا تو جبروا۔

الجواب باسمہم الصواب

والد کے لئے صغیر کی زمین کی خرید و فروخت جائز ہے بشرطیکہ والد کی صلاحیت عام معروف ہو یا مستور الحال ہو، اگر والد میں فساد ظاہر ہو تو دگنی قیمت سے خرید و فروخت جائز ہے، اس سے کم نہیں جائز نہیں۔

وصی الاب والجد کے لئے مندرجہ ذیل صورتوں میں خریدنا یا فروخت کرنا جائز ہے :

- ① دگنی قیمت سے کم میں نہ ہو۔
- ② نفقہ صغیر کا اور کوئی انتظام نہ ہو۔
- ③ منت کا دین ادا کر کے لئے۔
- ④ زمین کی پیداوار نفقہ صغیر سے کم ہو۔
- ⑤ سیلاب وغیرہ کی وجہ سے زمین کے تباہ ہونے یا اس میں نقصان واقع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔
- ⑥ زمین کسی جابر کے قبضہ میں ہو اور وصی کو خوف ہو کہ اگر میں اس سے حاصل کر بھی لوں تو بھی یہ قدیم قبضہ کو دلیل بنا کر دوبارہ چھین لے گا۔

④ میت نے وصیت مرسلہ کی ہو یعنی ثلث، ربع وغیرہ کسی نسبت محبتہ کی وصیت نہ کی ہو، مثلاً یوں کہا ہو کہ میرے مال میں سے ایک ہزار روپے فلاں کو دے دینا۔ اگر ایک ہزار روپے کل ترکہ کا ثلث یا اس سے کم ہیں تو یہ وصیت پورے ہزار روپے میں نافذ ہوگی اور اگر ہزار روپے کل ترکہ کے ثلث سے زائد ہیں تو مقدار ثلث تک نافذ ہوگی۔

مندرجہ بالا تمام صورتوں میں جواز بیع کے لئے دو شرطیں ہیں :

① ترکہ میت میں منقولات میں سے اتنی مقدار نہ ہو جس سے صور بالا میں ضرورت پوری کی جاسکتی ہو۔

② بیع صرف بقدر ضرورت قطعہ ارض کی ہو، مقدار ضرورت سے زائد کا بیچنا جائز نہیں۔

قال الامام الزيلعي رحمه الله تعالى : وقال المتأخرون من اصحابنا لا يجوز
للوصى بيع عقار الصغير الا ان يكون على الميت دين او يرغب المشتري فيه بضعف
التمن او يكون للصغير حاجة الى الثمن . قال الصدر الشهيد رحمه الله تعالى وبه
يفتى (تبين الحقائق ص ۲۱۳ ج ۶)

وقال العلامة الشلبي رحمه الله تعالى : (قوله او يرغب المشتري فيه بضعف
التمن) المراد بالتمن القيمة اه (قوله او يكون للصغير حاجة الى الثمن)
هذا حكم الوصى واما الاب اذا باع عقار الصغير بمثل القيمة فان كان الاب محمودا
عند الناس او مستورا يجوز حتى لو بلغ الابن لم ينقض البيع وان كان الاب فاسقا
لا يجوز البيع حتى لو بلغ الابن له نقض البيع - وهو المختار اه كافي .

(حاشية الشلبي بهامش التبين ص ۲۱۳ ج ۶)

وقال العلامة المحصفي رحمه الله تعالى : وجاز بيعه (اي الوصى) عقار
صغير من اجنبى لامن نفسه بضعف قيمته او لنفقة الصغير او دين الميت او
وصية مرسلة لانفاذها الامنه او لكون غلاظة لا تزيد على مؤنته او خوف خرابه
او نقصانه او كونه في يد متغلب . درر واشباهه ملخصا ، قلت وهذا لو البائع وصيا
لامن قبل امر او اخ فانهما لا يملكان بيع العقار مطلقا ولا شراء غير طعام وكسوة
ولو البائع ابا فان محمودا عند الناس او مستورا الحال يجوز ابن كمال .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله وجاز بيعه عقار
صغير الخ) اطلق السلف جواز بيعه العقار ، وقيده المتأخرون بالشروط المذكورة
كما في الخانية وغيرها ، قال الزيلعي رحمه الله تعالى قال الصدر الشهيد رحمه الله
تعالى وبه يفتى اي بقول المتأخرين وما في الاشباه من انه لا يجوز عند المتقدمين
سبق قلم ، فتنبه (قوله لامن نفسه) قال ابن الكمال وقولهم اجنبى يؤذن
ان بيعه من نفسه لا يجوز لان العقار من النفس الاموال فاذا باعها من نفسه
فالتهمة ظاهرة اه وفيه انه اذا كان بضعف القيمة لا يتأتى معه التهمة فلعل
القيد اتفاقى يؤيده ما في الهندية لو اشترى الوصى عقار اليتيم لنفسه جاز
لو خيرا بأن يأخذه بضعف القيمة عند البعض اه افاده السامحاني وقدمنا

مثله عن ادب الاوصياء وقوله عند البعض قيد لقوله بأن يأخذه إلا للجواز كما يعلم مما قدمناه (قوله اولنفقة) اى وان كان بمثل القيمة او بغيره يسير ط اقول وكذا يقال فيما بعده فيما يظهر بدليل جعله مقابلاً للاول .

(قوله اودين الميت) اى دين على الميت لا وفاء له الا ببيعه خائنه لكن يبيع بقدر الدين فقط على المفتى به كما قدمناه وكذا فى الوصية (قوله مرسله) تقدم تفسيرها بالتي لم تقيد بكسر كثلث او ربيع مثلاً وذلك كما اذا اوصى بمائة مثلاً (قوله او خوف خرايه) تقدم فى عقار الكبير الغائب ان الاصح انه لا يبيعه لذلك والظاهر انه لا يجزى التصحيح هنا لأن المنظور اليه هنا منفعة الصغير، ولذا حاز هنا فى بعض هذه الصور ما لا يجوز فى عقار الكبير تأمل (قوله او كونه فى يد متغلب) كأن استرده منه الوصى ولا بدئته له وخاف أن يأخذه المتغلب منه بعد ذلك تمسكاً بما كان له من اليد فللوصى بيعه وان لم يكن لليتيم حاجة الى ثمنه كما فى بيع الخانية (قوله يجوز) فليس للصغير نقضه بعد بلوغه اذ للاب شفقة كاملة ولم يعارض هذا المعنى معنى آخر فكان هذا البيع نظراً للصغير وان كان الاب فاسداً لم يجز بيعه العقار فله نقضه بعد بلوغه هو المختار الا اذا باعه بضعف القيمة اذ عارض ذلك المعنى معنى آخر ويجوز بيع منقوله فى رواية ويوضع ثمنه فى يد عدل وفى رواية لا الا بضعف قيمته وبه يفتى جامع الفصولين وسيأتى فى الفروع (تنبيه) ظاهر كلامهم هنا انه لا يفتقر بيع الاب عقار ولده الى المسوغات المذكورة فى الوصى ونقل الحموى فى حواشى الاشياء من الوصايا ان الاب كالوصى لا يجوز له بيع العقار الا فى المسائل المذكورة كما افتى به الحانوتى اه ثم رأيت فى مجموعة شيخ مشايخنا من لا على التركمانى قد نقل عبارة الحموى المذكورة ثم قال ما دحضته وهو مخالف لاطلاق ما فى الفصول وغيره ولم يستند الحانوتى فى ذلك الى نقل صحيح، ولكن اذا صارت المسوغات فى بيع الاب ايضاً كما فى الوصى صار حسناً مفيداً ايضاً . (رد المحتار ص ٥٢٢ ج ٥) والله سبحانه وتعالى اعلم .

والد کے سوا دوسرے رشتہ داروں کے اوصیاء کا مال صغیر میں تصرف کرنا :
سوال : ہندہ نے مرض الموت میں اپنی نابالغ اولاد کے لئے زید کو وصی مقرر کیا، اسی طرح
خالد نے انتقال سے کچھ دن پہلے عمرو کو اپنے نابالغ بھائی بہنوں کے لئے وصی مقرر کیا۔ پوچھنا یہ ہے
کہ زید اور عمرو میت کی نابالغ اولاد اور بھائی بہنوں کی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کر سکتے
ہیں یا نہیں ؟ بیٹو! توجروا۔

الجواب باسمِ مُلِہمِ الصَّواب

باپ، دادا اور قاضی کے سوا دوسرے رشتہ داروں کی جانب سے بنائے گئے اوصیاء کے لئے
صغیر کی منقولہ اشیاء کا فروخت کرنا مطلقاً اور غیر منقول جائیداد کا فروخت کرنا صرف چار صورتوں
میں جائز ہے، بشرطیکہ یہ منقولہ وغیر منقولہ اشیاء صغیر کو موصی سے میراث میں ملی ہوں، دوسرے اموال
میں تصرف جائز نہیں۔

تفصیل صورِ جواز :

- ① میت کا دین ادا کرنے کے لئے۔ اگر دین کل جائیداد کو محیط ہے تو کل جائیداد کو
فروخت کر سکتا ہے ورنہ صرف بقدر دین۔
- ② تنفیذ وصیتِ مرسلہ کے لئے بقدر تنفیذ وصیت۔ پوری زمین کا بیچنا جائز نہیں۔
وصیتِ مرسلہ سے مراد یہ ہے کہ کسی خاص نسبت کی تعیین نہ کی ہو، جیسے ثلث، ربع وغیرہ۔
- ③ سیلاب وغیرہ سے زمین کے تباہ ہونے یا مکان کے گرنے کا خوف ہو۔
- ④ کسی ظالم کے قبضہ کر لینے کا خوف ہو۔

اگر مذکورہ صورتوں کے سوا نفقہ صغیر وغیرہ کی ضرورت پیش آجائے تو معاملہ عدالت
قاضی یا مجلسِ حکم میں پیش کر کے فیصلہ کروایا جائے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله ووصی ابی الطفیل
احق الخ) : واما وصی الاخ والام والعم وسائر ذوی الارحام ففی شرح الاسبیجابی
ان لهم ببع ترکة المیت لدینہ او وصیتہ ان لم یکن احد من تقدم لا ببع عقار
الصغیر اذ لیس لهم الاحفظ المال ولا الشراء للتجارة ولا التصرف فیما یملکہ الصغیر
من جهة موصیهم مطلقاً لانهم بالنظر الیہ اجانب نعم لهم شراء ما لا یدمنه
من الطعام والكسوة وبيع منقول ورتة الیتیم من جهة الموصی لكونه من الحفظ

لان حفظ الثمن ایسر من حفظ العین اه من ادب الاوصیاء وغیره . وفي جامع
 الفصولین والاصل فیہ ان اضعف الوصیین فی اقوی الحالین كأقوی الوصیین فی
 اضعف الحالین و اضعف الوصیین وصی الام والاخ والعم واقوی الحالین حال صغر
 الوراثة واقوی الوصیین وصی الاب والجد والقاضی و اضعف الحالین حال کبر
 الوراثة ثم وصی الام فی حال صغر الوراثة کو صی الاب فی حال کبر الوراثة عند غیبة
 الوارث فلو وصی ببع منقوله لاعقاره کو صی الاب حال کبرهم اه (رد المحتار ص ۴۵ ج ۵)
 وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : قلت وهذا الوالد بائع وصیاً
 لا من قبل ام او اخ فانہما لا یملکان ببع العقار مطلقاً ولا شراء غیر طعام وکسوة .
 قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله مطلقاً) ای ولو فی هذه
 المستثنیات و اذا احتاج الحال الی بیعه یرفع الامر الی القاضی ط (رد المحتار ص ۴۵ ج ۵)
 وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وان لغير الوصی التصرف لخوف
 متغلب وعلیہ الفتوی وتمامہ فیما علقتہ علی الملتقی .

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وتمامہ فیما علقتہ علی
 الملتقی) حیث قال وانما لم یحصر التصرف فی الوصی اشارۃ الی جواز تصرف غیر
 کما اذا خاف من القاضی علی ماله ای مال الصغیر فانه یجوز لواحد من اهل
 السکة ان یتصرف فیہ ضرورة استحسانا وعلیہ الفتوی ذکرہ القہستانی .

(رد المحتار ص ۴۵ ج ۵)

وقال العلامة الطحطاوی رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله او خوف هلاکہ الخ) قال
 الحموی فی شرحہ اما العقار فبحصن بنفسہ حتی لو خیف هلاکہ او هلاک
 بنائہ ملک بیعه لتعینہ حفظا له کالمنقول والاصح انه لا یملك لانه نادر
 وفي التمر تاشی و یملك اجارة کل لانه حفظ انتهى (قوله لانه نادر) ای
 خوف الهلاک وهذا التعلیل غیر ظاہر لان الکلام فیما اذا تحقق هذا النادر .

(حاشیة الطحطاوی علی الدر ص ۳۲۲ ج ۴)

واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم

۲۳ محرم ۱۴۱۹ھ

وصی اب کا اولاد کبار کے مال میں تصرف :

سوال : زید نے بوقت موت عمرو کو اپنی اولاد کے لئے وصی مقرر کیا، اولاد میں کچھ نابالغ ہیں اور کچھ بالغ۔ بالغ اولاد کے حصص میں وصی کو تصرف کرنے کا کہاں تک اختیار ہے؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

منقول وغیر منقول جائیداد میں دو صورتوں میں تصرف مطلقاً جائز ہے، خواہ کبار حاضر ہوں یا غائب :

- ① میت کا دین ادا کرنے کے لئے بقدر دین۔
 - ② تنفیذ وصیت کے لئے بقدر تنفیذ وصیت۔
- اور دو صورتوں میں اس شرط سے تصرف جائز ہے کہ کبار غائب ہوں :
- ① سیلاب وغیرہ کی وجہ سے زمین یا دوسری اشیاء کے تباہ یا خراب ہونے کا اندیشہ ہو۔
 - ② کسی جابر کے قبضہ کر لینے کا خوف ہو۔

قال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ : وجاز بیعہ ای الوصی علی الکبیر الغائب فی غیر العقار الا لدین او خوف ہلاکہ ذکرہ عزمی زادہ معزیاً الی الخانیۃ، قلت وفی الزہلعی والقہستانی والاصح لا لانہ نادر۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ : (قوله وجاز بیعہ الخ) بیان المسألة انه اذا لم یکن علی المیت دین ولا وصیۃ فان الورثۃ کباراً حضوراً لا یبیع شیئاً ولو غیباً لہ بیع العروض فقط وان کلہم صغاراً یبیع العروض والعقار وان البعض صغاراً والبعض کباراً فکذلک عندہ وعندہما یبیع نصیب الصغار ولو من العقار دون الکبار الا اذا کانوا غیباً فیبیع العروض، وقولہما القیاس وبہ تأخذ وان کان علی المیت دین او وصی بدراہم ولادراہم فی التركة والورثۃ کباراً حضوراً فعندہ یبیع جمیع التركة وعندہما لا یجوز الا بیع حصۃ الدین اھ ملخصاً من غایۃ البیان عن نکت الوصایا لابی الیث (قوله الا لدین) ای فله بیع العقار لکنہ یوہم انه مقید بكون الکبیر غائباً وليس کذلک کما مر۔ وفی العنایۃ قید بالغیبۃ لانہم اذا کانوا حضوراً لیس للوصی التصرف فی التركة

اصلاً الا اذا كان على الميت دين او اوصى بوصیة ولم تقض الورثة الديون ولم ينفذ الوصیة من ماله فانہ یبغی التركة كلها ان كان الدين محيطاً و بمقدار الدين ان لم يحط وله ببيع ما نراد على الدين ايضاً عند ابی حنيفة رحمه الله تعالى خلافاً لهما وينفذ الوصیة بمقدار الثلث ولو باع لتنفيذها شيئاً من التركة جاز بمقدارها بالاجماع - وفي الزيادات الخلاف المذكور في الدين اه قال في ادب الاوصياء وبقولهما يفتى كذا في الحافظية والغنية وسائر الكتب اه ومثله في البرازية -

(قوله الاصح لا) راجع الى قوله او خوف هلاكه (قوله لانه) اي الهلاك نادر - قال في المعراج وقال بعضهم لا يملك وهو الاصح لان الدار لا تهلك غالباً فيبنى الحكم عليه لا على النادر اه (رد المحتار ص ۴۵۳ ج ۵)

قال العلامة الطحطاوى رحمه الله تعالى : (قوله لانه نادر) اي خوف الهلاك وهذا التعليل غير ظاهر لان الكلام فيما اذا تحقق هذا النادر .

(حاشية الطحطاوى على الدرر ص ۴۲۲ ج ۴)

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله وتاممه فيما علقته على الملتقى) حيث قال وانما لم يحصر التصرف في الوصى اشارة الى جواز تصرف غيره كما اذا خاف من القاضى على ماله اي مال الصغير فانه يجوز لواحد من اهل السكة ان يتصرف فيه ضرورة استحسانا وعليه الفتوى، ذكره القهستاني .
(رد المحتار ص ۴۵۲ ج ۵)

قلت : فحيث يجوز التصرف عند خوف الضياع لغير الوصى فلا يجوز للوصى اولى - والله سبحانه وتعالى اعلم .

۲۴ محرم ۱۳۱۹ھ

اب ووصی کی صغیر سے بیع و شرا میں ایجاب قبول اور ادا مٹمن کا طریقہ :
سوال : اب یا وصی صغیر سے کوئی چیز خریدیں یا اسے فروخت کریں تو ایجاب و قبول دونوں خود کریں یا کیا صورت اختیار کی جائے ؟ اسی طرح شراہ کی صورت میں ادا مٹمن اور بیع کی صورت میں وصول مٹمن کا کیا طریقہ اختیار کیا جائے ؟ بیٹنوا تو جروا -

الجواب باسم ملہم الصواب

اب کے بعثت یا اشترت کہنے سے بیع مکمل ہو جائے گی قبلت کہنے کی ضرورت نہیں، اور وصی کے لئے قبلت کہنا بھی ضروری ہے۔ مگر بیع کی صورت میں مجرد بیع سے اب ووصی کا صغیر کی طرف سے مبیع پر قبضہ معتبر نہیں، بلکہ یہ ضروری ہے کہ مبیع کو اس طرح الگ کر کے ممتاز کر دیا جائے کہ صغیر قبضہ کرنا چاہے تو کر سکے، اگر ایسا کرنے سے پہلے مبیع ہلاک ہو جائے تو اب ووصی ضامن ہوں گے۔ تمکن من القبض کے بعد یہ سمجھا جائے گا کہ اب ووصی صغیر کی جانب سے قابض ہیں، اس لئے اس کے بعد اگر مبیع ہلاک ہو جائے تو صغیر کی ہلاک ہوگی۔

شراء کی صورت میں اب ووصی کا سابقہ قبضہ کافی ہے، مستقل قبضہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح بیع کی صورت میں ثمن پر اب ووصی کا پہلے سے قبضہ موجود ہے، مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ البتہ شراء کی صورت میں اداء ثمن کا طریقہ یہ ہے کہ قاضی یا پنچایت کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کیا جائے جو پہلے صغیر کے لئے ثمن پر قبضہ کرے، پھر اب یا وصی کو لوٹا دے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ تحت (قوله وبيع الاب الخ) : وقال فی جامع الفصولین للاب شراء مال طفله لنفسه بیسیر الغبن لا بفاحشه اھ وفيه لوباع ماله من ولده لا یصیر قابضاً لولده بمجرد البیع حتی لو هلك قبل التمكن من قبضه حقيقة هلك علی الوالد ولو شری مال ولده لنفسه لا یبرأ عن الثمن حتی ینصب القاضی وکیلاً لولده یا خذ الثمن ثم یرده علی الاب ویتما البیع بقوله بعثت من ولدی ولا یحتاج الی قوله قبلت، وكذا الشراء ولو وصیاً لم یجز فی الوجهین ما لم یقل قبلت (مرد المحتار ص ۴۵۳ ج ۵) واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

۲۷ محمد س ۱۹۱ھ

مرض الموت کی تعریف :

سوال : مرض الموت کی جامع مانع تعریف مطلوب ہے۔ ضعیف آدمی جس کو کوئی مرض نہ ہو، وہ مریض بمرض الموت سمجھا جائے گا یا نہیں؟ اگر سمجھا جائے گا تو کتنی عمر ہو جانے پر؟ نیز کینسر وغیرہ جیسی بیماریاں جو عموماً موت کا سبب سمجھی جاتی ہیں، وہ مرض الموت میں داخل ہیں یا نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب

مرض الموت ایسی حالت کو کہتے ہیں جس میں ہلاکت کا اندیشہ ہو اور اسی حالت میں مر بھی

جائے، خواہ اسی عارضہ سے مراد ہو یا کسی دوسری وجہ سے، خواہ یہ حالت مرض کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے، مثلاً کوئی شخص کشتی میں ڈوب رہا ہو۔

اگر مرض کا ہلک ہونا معلوم نہ ہو تو اسے مرض الموت جب کہیں گے کہ اس میں اس قدر اضافہ ہو جائے کہ مریض گھر سے باہر کے ضروری مصالح سے عاجز ہو جائے، مثلاً عالم مسجد میں جانے اور تاجر تجارت سے عاجز ہو جائے۔

اگر مرض کسی مرحلہ پر ٹھہر جائے یعنی اس میں اضافہ نہ ہو رہا ہو اور اس ٹھہراؤ کے بعد ایک سال اسی حالت میں پورا ہو جائے تو یہ مرض الموت میں داخل نہیں۔ پھر جب مرض بڑھ جائے اور اسی زیادتی کی حالت میں مر بھی جائے تو اس زیادتی کے وقت سے مرض الموت شمار ہوگا۔

قال العلامة ابن نجيم رحمه الله تعالى بعد ذكر عبارة جامع الفصولين : و اراد به المرض الذي اتصل به الموت لان حقها لا يتعلق به الا به فلو طلقها في مرضه ثم صح ثمرات وهي في العدة لا ترث منه كما سيأتي ولو طلقها في مرضه ثم قتل او مات من غير ذلك المرض غير انه لم يبرأ فلها الميراث لانه قد اتصل الموت بمرضه - كذا في الظهيرية (البحر مكت ج ۴)

قال العلامة المحصن رحمه الله تعالى : من غالب حاله الهلاك بمرض او غيره بأن اضناه مرض عجز به عن اقامة مصالحه خارج البيت هو الاصح كعجز الفقيه عن الاتيان الى المسجد وعجز السوقي عن الاتيان الى دكانه وفي حقها ان تعجز عن مصالحها داخله كما في البزازية - ومفاده انها لو قدرت على نحو الطبخ دون صعود السطح لم تكن مريضة .

وقال العلامة ابن عابدين رحمه الله تعالى : (قوله عجز به الخ) فلو قدر على اقامة مصالحه في البيت كالوضوء والقيام الى الخلاء لا يكون فاراً وفسره في الهداية بان يكون صاحب فراش وهو ان لا يقوم بجوانحه كما يعتاده الاصحاء وهذا اضيق من الاول لان كونه ذا فراش يقتضي اعتبار العجز عن مصالحه في البيت فلو قدر عليها فيه لا يكون فاراً وصححه في الفتح حيث قال فاما اذا امكنه القيام بها في البيت لا في خارجه فالصحيح انه صحيح اه

وقال بعد اسطر : ثم ان هذا التما يظهر ايضاً في حق من كان له قدرة

على الخروج قبل المرض اما لو كان غير قادر عليه قبل المرض لكبر او لعلّة في رجله فلا يظهر فينبغي اعتبار غلبة الهلاك في حقه وهو ما مرّ عن ابي الليث وينبغي اعتماده لما علمت من انه كان يفتى به الصدر الشهيد، وان كلام محمد يدل عليه ولا طراده فيمن كان عاجزاً قبل المرض ويؤيده ان من الحق بالمرضى كمن بارز رجلاً ونحوه انما اعتبر فيه غلبة الهلاك دون العجز عن الخروج ولان بعض من يكون مطعوناً او به استسقاء قبل غلبة المرض عليه قد يخرج لقضاء مصالحه مع كونه اقرب الى الهلاك من مريض ضعف عن الخروج لصداع او هزال مثلاً وقد يوفق بين القولين بأنه ان علم ان به مرضاً مهلكاً غالباً وهو يزاد الى الموت فهو المعتبر وان لم يعلم انه مهلك يعتبر العجز عن الخروج للمصالح هذا ما ظهر لي.

وقال بعد اسطر : قلت وحاصله انه ان صار قد يما بأن تطاول سنة ولم يحصل فيه انزدياد فهو صحيح اما الوفيات حالة الانزدياد الواقع قبل التطاول او بعده فهو مريض (رد المحتار ص ۵۲ ج ۲) واللّٰهُ سبحانه وتعالى اعلم.

۹۔ محرم سنہ ۱۴۲۵ھ

مریض بمرض الموت کی املاک کا استعمال :

سوال : ایک شخص کی نانی مرض الموت میں مبتلا ہیں، ان کی ملکیت میں فریج اور کچھ پنکھے وغیرہ ہیں، جن سے سب گھر والے استفادہ کرتے ہیں، مرض سے پہلے بھی ان کی طرف سے استفادہ کی اجازت تھی، تو اب مرض کی حالت میں ان سے استفادہ اور مریض کے مال سے کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ بیٹنوا توجروا۔

الجواب باسم ملہم الصواب

اہل قرابت جو مرض الموت کے دوران جمع ہوتے ہیں، ان میں سے بعض ورثہ ہوتے ہیں اور بعض غیر ورثہ۔ ورثہ میں سے صرف ان افراد کے لئے بقدر معروف بلا اسراف مریض کے مال سے کھانا پینا جائز ہے جو مریض کی خدمت کرتے ہوں اور مریض ان کی خدمت کا محتاج ہو۔ غیر ورثہ کے لئے اگر مریض نے اجازت دے رکھی ہو تو ثلث مال سے وہ بھی کھا پی سکتے ہیں۔

فریج اور پنکھوں سے انتفاع کا حکم یہ ہے کہ اگر مریض نے حالت مرض میں سابقہ اجازت کو منسوخ نہیں کیا یا اس کی کوئی تحدید نہیں کی تو گھر کے افراد ہوں یا دوسرے تیمار دار سب کے لئے

انتقاء جائز ہے۔

قال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (فرع) قال فی البرازیة و
 وفی العتابی: اجمع قرابة المريض عنده يأكلون من ماله ان كانوا ورثة لم
 یجز الا ان یمتاج المريض الیهم لتعاهدہ فیأكلون مع عیالہ بلا اسراف
 وان لم یكونوا ورثة جاز من ثلث ماله لو یأمر المريض اھر (رد المحتار ص ۴۲ ج ۵)
 قال العلامة التمرتاشی رحمہ اللہ تعالیٰ: یعتبر حال العقد فی
 تصرف منجز فان كان فی الصحة فمن كل ماله والا فمن ثلثه .

وقال العلامة ابن عابدین رحمہ اللہ تعالیٰ: (قوله والا فمن ثلثه)
 استثنی فی الاشباہ التبرع بالمنافع کسكنی الدار قال فانه نافذ من كل المال
 وتما مھا فیھا وفی حواشیھا. (رد المحتار ص ۳۵ ج ۵)

وقال العلامة الحصکفی رحمہ اللہ تعالیٰ: وفی الفتاوی الصغری
 تبرعه فی مرضه انما ینفذ من الثلث عند عدم الاجازة الا فی تبرعه
 فی المنافع فینفذ من الكل (الی قوله) لکن فی العمادیة انها من الثلث
 فلعله روایتان (رد المحتار ص ۳۴ ج ۵) واللہ سبحانہ وتعالی اعلم.

۹ محرم ۱۴۲۰ھ





قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نُورُثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ
(بخاری و مسلم)



الحكمة الغراء في عدم توريت الانبياء عليهم السلام



- حضرات انبياء كرام عليهم السلام کے احوال
میں وراثت جاری نہ ہونے کے حکمتیں۔
- عدم توریت کے دلائل۔
- شیعہ کے خرافات کے جوابات۔
- کتبہ شیعہ سے عدم توریت کا ثبوت۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں ارث جاری نہ ہونے کی حکمتیں

سوال: حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کی حکمت اور دلیل کیا ہے؟ شیعہ منکر ہیں لہذا مفصل تحریر فرما کر رہنمائی فرمائیں۔ بیٹنوا توجروا

الجواب ومنہ الصدق والصواب

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں ارث جاری نہ ہونے میں یہ حکمتیں ہیں:

(۱) انسان کے پاس جو کچھ مال و دولت اور ساز و سامان ہے اس کا مالک حقیقی وہی ذات خالق کائنات ہے، انسان کے پاس یہ مال محض چند روز کے لئے امانت ہے اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے رفح حاجات کے لئے ہمیں یہ چیزیں مستعار دے رکھی ہیں جنہیں ہمارا کوئی استحقاق نہیں، پس اگر انسان کے مرنے کے بعد اس کا مال اجنبی لوگوں کو دلوا یا جاتا تو بھی کوئی ظلم نہ ہوتا، جب انسان خود اس مال کا مستحق نہیں تو اس کے اقارب کیسے مستحق ہو سکتے ہیں؟

مگر انسان اپنی کوتاہ نظری کی وجہ سے اس مستعار مال کو اپنی ملک سمجھنے لگتا ہے اور مرتے وقت اس مال کو چھوڑنے پر غمناک ہوتا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ نے محض شفقت و لطف سے اس مال کے ارث کے لئے قریبی رشتہ داروں کو معین فرمادیا تاکہ انسان یہ سمجھ کر مطمئن ہو جائے کہ یہ مال و دولت اگرچہ مجھ سے جدا ہو رہی ہے مگر پھر بھی اپنے ہی اقارب کے ہاتھوں میں جائے گی۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی حقیقت شناس نظر پر غفلت کا پردہ نہیں ہوتا، ہر چیز کا دنیا میں مستعار ہونا اور مالک و متصرف حقیقی صرف ذات باری کا ہونا ہر وقت ان کے تصور میں ہوتا ہے، جب حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی دور بین نظر کسی چیز کا اپنے نفس کو مالک اور مستحق ہی نہیں سمجھتی تو ان کا مال ان کے وارثوں کو دلا کر نہیں مطمئن کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی۔ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو نہ زندگی میں یہ تمنا تھی کہ ہمارے اقارب کا ترکہ ہمیں ملے اور نہ ہی اس دار فانی سے رخصت ہوتے وقت اپنے مال کے چھوٹنے کا کچھ افسوس ہوتا تھا، لہذا انبیاء علیہم السلام کے لئے مذکورہ بالا طریق سے تسلی اور اطمینان کی کوئی ضرورت نہ تھی۔

(۲) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام ساری اُمت کے روحانی باپ ہوتے ہیں، نبی کا علاقہ ہر فرد سے ہوتا ہے، اور ہر سود و احمر پر یکساں شفقت ہوتی ہے، اس لئے نبی کا مال بھی جمع اُمت پر صدقہ ہوتا ہے، جو کہ بلا لحاظ خرد و عجز مرد و عورت، صالح و فاسق، قریب و بعید عام مسلمانوں کی مصالح میں خرچ کیا جاتا ہے، اگر نبی کا مال صرف اس کے وارثوں پر تقسیم ہوتا تو اقربا کے ساتھ علاقہ و شفقت کا خاص ظہور ہوتا جو اُمت کے دیگر افراد کے لئے دل شکنی کا باعث ہوتا جو کہ شفقت عامہ کے خلاف ہے۔

(۳) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام بغیر کسی خاص معاوضہ کے تبلیغ احکام فرماتے تھے اور اعلان کرتے تھے کہ ہم کسی سے کوئی معاوضہ نہیں چاہتے، پس اگر نبی اپنے اقارب کا وارث ہوتا تو اعتراض ہو سکتا تھا کہ اس نے اپنی اُمت سے مال لیا ہے اور اگر نبی کی میراث اس کے وارثوں پر تقسیم ہوتی تو دشمن اعتراض کرتے کہ اپنے اقارب کے لئے مال جمع کر گیا ہے، لہذا اس اعتراض کی جڑ ہی کاٹ دی گئی کہ نبی کو نہ کسی سے کچھ لینے کی حرص اور نہ ہی کسی کو کچھ دینے یا وارثوں کے لئے مال جمع کرنے کی تمنا ہے۔

(۴) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اعلیٰ درجہ کی برزخی حیات حاصل ہے جس پر بعض دنیوی آثار بھی مرتب ہوتے ہیں، اسی وجہ سے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے اجساد کو مٹی نہیں کھاتی اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن اُمت کے لئے ویسے ہی حرام کر دی گئی ہیں جیسے آپ کی زندگی میں تھیں،

عدم جریان الـث بھی اسی برزخی زندگی کا اثر ہے۔

(۵) اگر حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا مال ان کے وارثوں کو دلایا جاتا تو ممکن تھا کہ بمقتضائے بشریت ان کے وارثوں کو تحصیل مال کی خاطر کبھی ان کی موت کا خیال گزرتا جو ان کے لئے وبال ثابت ہوتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کو ترکہ سے ناامید کر کے خفیف نقصان برداشت کروا کر ایک بہت بڑے وبال اور سبب ہلاکت سے بچالیا۔

(۶) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اِذَا لَمْ يَكُنْ لَصَدَقَةٍ" (متفق علیہ)

اور دوسرے موقع پر فرمایا: لَا مَوْرَثَ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ (بخاری و مسلم)

ان دونوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کا ترکہ ان کے وارثوں

پر حرام ہے، کیونکہ صدقہ ہے۔

ایک حدیث میں یوں ارشاد ہے: (لَتَقْتَسِمَ وَرَثَتِي دِينَارًا مَا تَوَكَّلْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَ مَوْنَةِ عَامِلِي فَهُوَ صَدَقَةٌ) (بخاری و مسلم)

اس روایت میں عامل کے چند معافی ہو سکتے ہیں۔ خلیفہ، کفیل کار، خادم، گورکن، بعد الوفات بھی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کا نفقہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مال میں باقی رہنا بھی اسی برزخی حیات کا اثر ہے۔

ہكذا افاد العلامة السيد اصغر حسين قدس سره، واللہ تعالیٰ اعلم
۱۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۳ھ

ارث انبیاء علیہم السلام سے متعلق شیعہ کے دلائل کا جواب :
سوال : شیعہ کہتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں جریانِ ارث کا ثبوت قرآن سے ہے۔ وورث سلیمان داؤد سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کا محقق جواب تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوایا لتفضیلاء لجرکم الجلیل

الجواب ومنه الصدق والصواب

شیعہ عموماً وورث سلیمان داؤد اور حضرت زکریا علیہ السلام کی دعاء رب ھب لی من لدنک ولیاً یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب رضیاً سے استدلال کیا کرتے ہیں۔

ان کا یہ استدلال محض تبلیس ہے، کیونکہ اس جگہ ارث فی المال مراد نہیں بلکہ علم و حکمت اور نبوت میں ارث مقصود ہے۔

نیز لفظ ارث بمعنی جانشین ہونا اور بمعنی لینا بھی استعمال ہوتا ہے۔ مگر یہ جانشینی یا لینا بطور میراث نہیں، قرآن میں ہے :

واورثناھا بنی اسرائیل

مورثھا من عبادنا من کان تقیاً

کتانحن الوارثین

پہلی آیت میں جانشین بنانا اور دوسری میں دینا اور تیسری میں لینا مراد ہے۔

اہل تشیع کی مستدل آیات میں ارث فی المال مراد نہونے پر چند قرائن ہیں :

(۱) ابن کا دارث فی المال ہونا ظاہر اور بدیہی امر ہے تو اس کی دعا یا خبر لغو ہوگی۔
(۲) حضرت داؤد علیہ السلام کے اور بھی بیٹے تھے، ورث سلیمان میں اگر ارث فی المال مراد لیا جائے تو لازم آئے گا کہ دوسرے بیٹوں کو وارث فی المال نہیں بنایا گیا، اور یہ ظلم ہے۔

(۳) حدیث میں ہے: انا معشر الاحبیاء لانورث ما ترکت بعد مؤنة عاملی و نفقة نسائی صدقة (مسند احمد ص ۶۳ ج ۲)
اس سے ثابت ہوا کہ آیات قرآنیہ میں ارث فی المال مراد نہیں۔
(۴) خود شیعہ کی کتب میں تصریح ہے کہ ورث سلیمان داؤد میں ارث فی النبوة مراد ہے:

عن ابی عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال ان سلیمان علیہ السلام ورث داؤد علیہ السلام وان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم ورث سلیمان علیہ السلام (اصول کافی)
بعض علماء کا قول ہے کہ وارث نہ ہونا صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے، انہیں ان آیات کے جواب کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔
حدیث ما ترکنا صدقة میں شیعہ کہتے ہیں کہ ما نافیہ ہے اور صدقة منصوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ ما ترکنا صدقة، لانورث کا مفعول ثانی ہے، ای لانورث الشیء الذی ترکنا صدقة۔

اس کا جواب یہ ہے کہ صدقة کی روایت بالرفع ہے اور فهو صدقة والی روایت بھی اس کی مؤید ہے۔

نیز توجیہ ثانی میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی کیا خصوصیت ہے؟ جو شخص بھی اپنا مال صدقة کر جائے اس کے ورثہ اس مال کے مستحق نہیں ہوتے۔
شیعہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کی لونڈی ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو میراث میں ملی تھیں جنہوں نے والدہ کی وفات کے بعد آپ کی پرورش کی، جن کا نکاح آپ نے اپنے متبئی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا تھا۔
نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مال کثیر میراث میں ملا تھا۔

جواب یہ ہے کہ ام امین رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے انتقال کے بعد آپ کے دادا اور والدہ کی مملوک ہو گئی تھیں، ان دونوں حضرات نے بوجہ شفقت آپ کو ہبہ کر دی تھیں، پھر آپ نے اسے آزاد کر دیا۔

علاوہ انہیں یہ واقعہ قبل از بعثت کا ہے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اپنی زندگی میں ہی اپنا تمام مال واسباب آپ کی نذر کر دیا تھا تاکہ لوگ مفلسی اور فقری کا طعنہ نہ دے سکیں۔ ووجدك عائلا فاغنى میں اسی طرف اشارہ ہے۔

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے مال میں ارث جاری نہ ہونے کی روایت خود کتب شیعہ میں بھی موجود ہے :

عن ابی عبد اللہ جعفر الصادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال ان العلماء ورثة الانبیاء وذلك ان الانبیاء لم یورثوا درهما ولا دینارا وانما ورثوا احادیث من احادیثہم (اصول کافی ص ۱۷، صافی کتاب العقل جزء اول ص ۸۳)

واللہ تعالیٰ اعلم

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۷ھ





شریعت کے مطابق تقسیم وراثت



اہمیت

پیش لفظ

از حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرآن کریم ایک اعلیٰ بلاغت کا جامع کلام ہے، ایک ایک حرف میں اشارات و نکات ہیں اکثر احکام شرعیہ کے صرف اصول قرآن بیان کر کے جزئیات کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد فرمایا کہ وہ ان کی تفصیلات اپنے قول و فعل سے مسلمانوں کو سمجھا دیں۔

لیکن بعض احکام کی اہمیت کے پیش نظر ان کی تمام جزئیات کو بھی قرآن نے خود پوری تفصیل سے بیان فرمادیا ہے، تمام عائلی قوانین نکاح و طلاق اور زوجین کے تعلقات پر غور کیا جائے تو اس کی پوری جزئیات کی تفصیل بھی قرآن میں ملتی ہے، اسی طرح تقسیم وراثت کا پورا قانون اس کی جزئیات کی تفصیلات کے ساتھ خود قرآن کریم نے وضع طور پر بیان فرمایا ہے اس سے وراثت کی خاص اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

یوں تو اسلامی تعلیم تمام معاملات میں ہی انسانی حقوق کی پوری ادائیگی پر زور دیتی ہے لیکن وارثوں کے حقوق ادا کرنے کی تاکیدیں خصوصیت کے ساتھ آئی ہیں۔

سبب یہ ہے کہ وراثت سے حاصل ہونے والا حصہ براہ راست حق تعالیٰ کا عطیہ ہے جس میں انسان کے کسی کسب و عمل کو دخل نہیں، اسی وجہ سے وراثت سے ملا ہوا مال اطیب الاموال کہلاتا ہے، جو شخص اس کی تقسیم میں قانون الہی کی مخالفت کرتا ہے وہ کئی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے غضب و قہر کا مورد ہوتا ہے۔ اول یہ کہ شاہی انعام جس کا حقدار کو پہنچانا اس کے ذمہ تھا اس نے اس میں خیانت کی، دوسرے حقدار کو حق سے محروم کر کے ظلم کیا۔ تیسرے یہ ظلم جو وراثت کی تقسیم میں ہوتا ہے نسلوں تک چلتا ہے اور اس کا وبال اس شخص پر رہتا ہے جس نے اول اس تقسیم میں خیانت کی ہے جن حضرات کو حق تعالیٰ نے دین کی بصیرت اور آخرت کی فکر عطا فرمائی ہے وہ اس ظلم سے خصوصیت کے ساتھ بہت دور رہتے ہیں، کیونکہ تقسیم ہو جانے کے بعد اس کے وبال سے نجات بہت مشکل ہے۔

مگر افسوس کہ آج کل مسلمانوں میں اس معاملے میں بھی انتہائی غفلت اور سخت کوتاہی

پائی جاتی ہیں۔

ضرورت ہے کہ اہل علم اور اہل دین عوام کو اس پر متنبہ کرنے کے لئے پوری کوشش ضرور کریں۔ اس وقت ایک مقدس بزرگ جو اپنی عمر کی آخری منزل میں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اس کی اہمیت و ضرورت کا احساس شدت کے ساتھ پیدا کیا اور مولانا مفتی رشید احمد صاحب کو اس کام کے لئے بجا طور پر منتخب کیا، موصوف نے اشارہ اللہ بہت اچھے انداز میں ایک مختصر رسالے کی صورت میں اس علمی فرض کو ادا کر دیا۔

لیکن صرف کوئی کتاب لکھ دینے سے اس مشکل کا حل نہیں ہوتا جب تک اس کی اشاعت کا ایسا انتظام نہ ہو کہ مسلمانوں کے ہر گھر میں پہنچے اور ہر مسلمان مرد و عورت اس سے واقف ہو۔ اس لئے ضرورت اس کی ہے کہ تبلیغ و دعوت کا کام کرنے والے حضرات اس کی اشاعت کو عام کریں، اہل خیر حضرات اس کے نسخے کثیر تعداد میں خرید کر یا خود چھپوا کر مسلمانوں میں پھیلا دیں۔ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو کامیاب فرمائیں۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِ التَّوَكُّلُ

بندہ محمد شفیع عفا اللہ عنہ

دارالعلوم کراچی نمبر ۱۴

۲۰ رمضان ۱۳۸۷ھ



عہ تبلیغی جماعت کے مشہور سربراہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ ۱۲

تقسیم وراثت کی اہمیت ————— ۳

ضروری گزارش

از حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّيْكَ عَلَى رَسُوْلِكَ الْكَرِيْمِ

بعد از حمد و صلوة مستند علماء کرام و ذمہ دارانہ مساجد نیز دینی مذہبی کتابیں لکھنے والے مصنفین، مؤلفین کی خدمت بابرکت میں گزارش ہے کہ آپ حضرات اس طرف زیادہ توجہ فرمائیں، میراث شرعی اسلامی، پیغمبری تعلیم میں جو اہمیت رکھتی ہے وہ اظہر من الشمس ہے، اور اکثر مسلمانان عالم علماء و عملاً بے خبر و نادان واقف پائے جاتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ تمام دینی باتوں میں یہ حق اللہ اور حق العباد میں زیادہ سے زیادہ ضروری اور متفق علیہ ہے، کیا اچھا ہو کہ اس اہم فریضہ کے لئے چاروں طرف سے آواز اٹھائی جائے۔

قول اور قلم سے میراث شرعی ادا کرنے پر زور دیا جائے، علماء اور مشایخ موقع پر پہنچ کر احسن طریقے سے عرض معروض کریں، خدا چاہے یہ محنت رائیگاں نہ جائے گی۔

ایک عرصہ سے ناچیز کے دل میں تمنا کے درجہ میں یہ بات رہی کہ کیا ہی خوب ہو، ہم سب بل جمل کر اس عظیم الشان سعادت کو حاصل کریں، ایک روز یہ تمنا خدا پاک کی توفیق سے پختہ ارادہ کے درجہ میں آئی اور میں نے استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب زاد اللہ نور ایمانہ سے عرض کیا جو کہ خدا کے فضل و کرم سے دینی خدمت میں شب و روز مشغول ہیں اور قلم اور قول سے اس مقصد کی اشاعت میں ہر اعتبار سے اس کے اہل ہیں آپ نے میبری استدعا کو بدل و جان قبول کیا اور بہت جلد رسالہ ہذا کو لکھ کر شائع کر دیا، اسی طرح دیگر علماء کرام، بزرگان دین، پیران عظام، دینی ترقی کے لئے محنت کرنے والے احباب بھی حسن و خوبی سے اس کے لئے پوری پوری عملاً کوشش فرمائیں۔

سید المرسلین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین شافع محشر ساقی کوثر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و اصحابہ و بارک وسلم کی روح پاک کو زیادہ سے زیادہ شاد فرما کر اپنے لئے صدقہ جاریہ سعادت دارین حاصل کریں، اور مجھ ناچیز اور اس مسلمان عورت، مرد کے لئے جو اس مبارک اور ضروری مقصد میں حصہ لے اسے رضائے حق، عافیت دارین اور قوت ایمانی،

صحّتِ جماعی نصیب ہو۔ آمین بالنبی الامین -

ہدایت :

✽ اس اہم کام میں کوشش کرنے والوں کو کس قدر فضیلت حاصل ہو سکتی ہے صرف اس قدر سوچ لینا کافی ہے کہ جب از روئے حدیث پاک متروکہ سنت کو زندہ کرنے پر متلو شہیدوں کا اجر ملتا ہے تو اس متروکہ اہم فریضہ کو زندہ کرنے کا کس قدر اللہ تعالیٰ انعام عطا فرمائیں گے

تنبیہ :

✽ جو حضرات خلاف قرآن پاک و حدیث شریف مرنے کا مال تقسیم کر چکے ہوں وہ آئندہ کسی مرنے والے کے لئے تقسیم شرعی کا انتظار نہ فرمائیں بلکہ ذمہ دار علماء سے فتویٰ لے کر اب جس کا جو حق رہ گیا ہو ادا کریں اور توبہ بھی فرمائیں تاکہ بری الذمہ ہو سکیں، اور ادا کرنے پر مجبور و معذور ہوں تو جس قدر ادا کر سکیں اس میں تاخیر نہ کریں، اور پھر بھی کوئی حق باقی رہ جائے تو اہل حق سے معاف کرائیں۔ یہ یاد رہے کہ نابالغ کا حق اس کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہوتا۔

خادم العلماء :

بندہ عزیز دُعا جو دہلوی غفرلہ و لوالدیہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَرَغْفَیْ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الذِّیْنَ صِیْطَیْ

اما بعد، اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی میراث سے اپنے جن بندوں کو حصہ دینا اور اپنے دین کی حفاظت کے لئے منتخب فرمانا چاہتے ہیں اُن کے قلوب میں تبلیغ و اشاعتِ دین کا ایسا درد عطار فرمادیتے ہیں جو انھیں کسی وقت بھی چین نہیں لینے دیتا اور زندگی کے آخری سانس تک بیقرار رکھتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بوقت شہادت دودھ پلایا گیا جو آپ کے شکم مبارک کے زخم سے باہر نکل آیا، اس زمانہ میں یہ موت کی حتمی اور یقینی علامت قرار دی جاتی تھی، چنانچہ اس تجربہ کے بعد سب حضرات کو یقین ہو گیا کہ آپ دُنیا سے رخصت ہو رہے ہیں ایسے وقت میں ایک نوجوان عیادت کے لئے آیا، جب وہ جانے لگا تو اسے واپس بلوایا اور فرمایا کہ ازارِ ٹخنوں سے اوپر رکھا کرو، سبحان اللہ! دین کی تبلیغ اور اپنے مسلمان بھائی کی فلاح و بہبود کا کیا جذبہ تھا کہ زخم کی شدت اور موت کا مشاہدہ بھی اس سے غافل نہ کر سکا، قابلِ غور مقام ہے کہ آخر وہ کونسی چیز تھی جس نے ان حضرات کو زندگی اور اس کی تمام تر لذات سے یکسر مستغنی کر رکھا تھا؟

بسودائے جاناں زجاں مشتغل بذکر حبیب از جہاں مشتغل

بذکر حق از خلق بگر بختہ چناں مست ساقی کہ مے رنجتہ

یہ مقام دردِ محبت رکھنے والوں کو حاصل ہوتا ہے، ان کی بصیرت کھول دی جاتی ہے، اور ان پر اشیاء کے حقائق منکشف کر دیے جاتے ہیں۔

دردِ درونِ خود بیفزاد دردِ را تا بہ بینی سبز و سرخ و زردِ را
؟ کی آنکھیں اور قلوب دردِ محبت سے کورے ہیں وہ اس کی حقیقت کیا جانیں۔

تو ندیدی گہے سلیمان را چہ شناسی زبانِ مرغِ را

لطف مے شناسی بخدا تا بخشی

لطف مے تجھ سے کیا کہو زاہد ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

اب بھی زمانہ ایسی منتخب ہستیوں سے خالی نہیں۔

ہنوز آں ابرِ رحمت در فشان ست خم و خجنانہ با مہر و نشان ست

جن لوگوں کو اس زمانہ میں اہل اللہ کے فقدان کی شرکایت ہے درحقیقت ان کی نظر کا

قصور ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں طلب ہی نہیں۔

تقسیم وراثت کی اہمیت ————— ۶

آب کم جو تشنگی آور بدست تا بجوشد آبت از بالا و پست
اگر کوئی شخص پانی نہ ملنے کی شکایت کرتا ہے تو یہ اسکی دلیل ہے کہ درحقیقت اسے پیاس ہی
نہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی کریم ہے وہ کبھی کسی پیاسے کو تشنہ لب اور طالب کو محروم واپس نہیں
فرماتے، وَالَّذِينَ جَاهَلُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا — اُولَٰئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا
وہ ذات بڑی شکور ہے، غرضیکہ نفس و شیطان کی چال اور فریب ہے کہ کوئی اللہ والا ملتا ہی
نہیں، کیا دنیا میں کبھی یہ بھی سنا ہے کہ درد و کرب میں مبتلا اور موت کے پنجے میں گرفتار مریض یہ
کہے کہ مجھے علاج کے لئے کوئی طبیب یا ڈاکٹر نظر نہیں آتا، اس وقت تو اسے ہر شخص طبیب نظر
آنے لگتا ہے اس لئے کہ یہ دنیوی زندگی عزیز ہے، اس کی اہمیت ہے اس کے برعکس حقیقی اور
دائم زندگی کی اہمیت قلب میں نہیں ۵

کارہا با خلق آری جملہ راست با خدا تزیرو حیلہ کے رواست
جس واقعہ نے مجھے متاثر کر کے زیر نظر سالہ مرتب کرنے پر آمادہ کیا قلب میں اس واقعہ کے
اثر کی گہرائی نے عنانِ قلم کو روکنے کی کوشش کے باوجود خلافِ عادت سطور بالا میں قدرے طوالت
پیدا کر دی، میں یہ کہہ رہا تھا کہ حفاظتِ دین کا درد رکھنے والے ایسے حضرات بفضلہ تعالیٰ اب
بھی موجود ہیں کہ اُمتِ مسلمہ کی ادنیٰ سی دینی یا دنیوی تکلیف انھیں اس قدر مقرر کر دیتی ہے کہ راحت
و آرام کا فور ہو جاتا ہے اور جسمانی تکالیف و امراض حتیٰ کہ موت و حیات کی کشمکش بھی ان کی راہ میں
ذرہ بھر بھی رکاوٹ پیدا نہیں کر سکتی بلکہ ان حالات میں منزلِ حبیب کو قریب دیکھ کر ان کا کرب
ہمت اور زیادہ تیز گام ہو جاتا ہے، ایسی منتخب ہستیوں میں سے ایک ٹمٹماتا ہوا چراغِ سحر حضرت
مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دامت برکاتہم کی ذات ہے، شدتِ علالت اور انتہائی ضعف و
نقاہت کے دوران جب کہ ہر دیکھنے والا یہ کہنے پر مجبور تھا:

مریضِ محبت میں اب کیا دھڑکے جو ہیں سانس باقی وہ آ جا ہے ہیں

مجھے پیغام بھیجا کہ ایک ضروری کام ہے، بندہ حاضر ہوا تو فرمایا:
”شریعت کے مطابق تقسیم وراثت میں بڑی کوتاہیاں ہوتی ہیں، اچھے اچھے دیندار گھرانے اس
مہلک مرض میں مبتلا ہیں، دنیا کی محبت میں پھنس کر اپنی عاقبت برباد کر بیٹھتے ہیں اس لئے شریعت
کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت اور اس میں جو غلطیاں کی جاتی ہیں ان کی تفصیل پر کوئی رسالہ لکھو“
بندہ کے ذہن میں فوراً حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ مذکورہ کی تصویر آ گئی اور سوچنے

تقسیم وراثت کی اہمیت ————— ۷

لگا:

”یہ حضرات کتنے بلند حوصلہ ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا عجیب دردِ محبت عطا فرمایا ہے۔“
اس قسم کے تقاضوں کا عموماً بندہ کے پاس ایک ہی جواب ہوتا ہے یعنی عدم الفرصتی اور
تحریر کی عدم اہلیت کا صحیح اور معقول عذر بیان کر کے سبکدوش ہو جاتا ہوں مگر اس
تقاضے کی نوعیت نے زبان پر مہر سکوت لگا دی۔ ”نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن“ کے عالم
میں سوچ رہا تھا کہ یہ وقتی تقاضا ہے، میں جا کر اپنے مشاغل میں لگ جاؤں گا اور بات
ختم ہو جائے گی مگر حضرت شاہ صاحب خدا داد بصیرت سے غالباً میری اس کیفیت کو
بھانپ گئے اور حبیب سے رقم نکال کر ارشاد فرمایا:
”یہ رسالہ کی طباعت وغیرہ کے مصارف کے لئے ہے، اللہ تعالیٰ باقی مصارف کے لئے
بھی انتظام فرمادیں گے۔“

یہ رقم کیا تھی ایک زنجیر تھی، ایسا پکڑا بلکہ ایسا جکڑا کہ سب داؤ پیچ ہرن ہو گئے، حیرت
کی انتہا نہ رہی کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو صیادی کی کتنی بڑی صلاحیت عطا فرمائی ہے جب
کوئی راہ فراز نظر نہ آئی تو مستعیناً باللہ سب مشاغل کو مؤخر کر کے رسالہ مرتب کیا، اگر اس کی ترتیب
میں کچھ خامی ہو تو مضامین بہر صورت قیمتی ہیں اس لئے کہ میری اپنی چیز تو ہے نہیں قرآن و حدیث
کے جواہر پارے ہیں، دُرِ خواہ منظومہ ہوں یا منشورہ بہر کیف ان کی قیمت اور حُسن ذاتی میں کوئی
فرق نہیں پڑتا، قال البوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ:

فالدِّرِيزُ داحِسنٌ اَوْ هو منتظمٌ و لیس ینقص قدرًا غیر منتظم

چند روز بعد حضرت شاہ صاحب نے جملہ مصارف کی رقم ارسال فرمادی، اب یہ رسالہ آپ کے
ہاتھ میں ہے، حضرت شاہ صاحب اپنا کام کر چکے ان کا جذبہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہرگز رائیگاں جائیگا
اپنے لئے زادِ آخرت اور اُمت کے لئے ایک حجت قائم فرمادی، آگے اس کی اشاعت، اس پر عمل
کرنا اور دوسروں کو عامل بنانے کی سعی کرنا آپ کا فرض ہے، خدا نخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر ذوقِ
اس حجت کا جواب نہ بن پڑے، اللہ تعالیٰ اس ناپذیر خدمت کو قبول فرمائیں اور ہم سب کچھ اسکی تبلیغ و
اشاعت اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، وَمَا ذَلِكْ عَنِكَ اللّٰهُ بَعِزٌّ۔

رشید احمد

منتصفِ رمضان ۱۳۸۷ھ

تقسیم وراثت میں غلطیاں

① مسلمانوں میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو دُنیاۓ فانی کی محبت میں پھنس کر تقسیم وراثت کے شرعی اصول پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں، پھر اگر خود کو گنہگار سمجھتے ہوئے انحراف کیا تو یہ فسق اور گناہ عظیم ہے جس پر وعید کا بیان آگے آئے گا اِنْ شَاءَ اللہ، اور اگر خدا نخواستہ قرآنی قانون سے انکار یا اس سے نفرت اور اتخاف تک نوبت پہنچ گئی تو یہ صریح کفر ہے، دُنیا کے چند روزہ عیش و عشرت کی خاطر آخرت کی دائمی نعمت سے محروم ہو جانا اور عذاب جہنم کو اختیار کرنا اور زمانہ حال کے منافع کے پیش نظر مستقبل کو برباد کر لینا اور دُنیاۓ فانی کی تحصیل میں اپنے خالق، مالک، احکم الحاکمین اور محبوب حقیقی کو ناراض کرنا اور اس کے قہر و عذاب اور جہنم کی دہکتی ہوئی آگ پر حرأت کرنا کتنی بڑی حماقت، کوتاہ نظری اور ناعاقبت اندیشی ہے، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھیں۔ آمین ۵

خلیل آسادر ملک یقین زن نوائے للاحب الالفین زن
عشقہائے کز پئے رنگے بود عشق نبود عاقبت ننگے بود
عشق با مُردہ نباشد پایدار عشق را با حیات و باقیوم دار

اے یہ کیا ظلم کر رہا ہے کہ مرنے والوں پہ مر رہا ہے

جو دم حسینوں کا بھر رہا ہے بلند ذوق نظر نہیں ہے

② بعض مواضع میں یہ دستور ہے کہ بیوہ اگر دوسرا نکاح کر لے تو اسے میراث سے محروم کر دیتے ہیں، اس لئے وہ بیچاری اپنا حصہ میراث محفوظ رکھنے کی خاطر دوسرا نکاح نہیں کرتی اور عمر بھر بیوگی کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ مرحوم شوہر کے اعزہ و اقرباء کے لئے شب و روز طرح طرح کے مظالم کا تختہ مشق بنی رہتی ہے۔

③ سندھ میں یہ رواج بھی ہے کہ جو عورت شوہر کے قبیلہ سے نہ ہو اسے حصہ میراث نہیں دیتے یہ بھی بہت بڑا ظلم اور جہالت ہے بیوی کا حصہ قرآن کریم نے بہر حال فرض کیا ہے خواہ وہ شوہر کے خاندان سے ہو یا کسی دوسرے خاندان سے۔

④ یہ جرم تو اکثر دیندار اور اہل علم گھرانوں میں بھی پایا جاتا ہے کہ بہنوں سے حصہ

میراث معاف کروا لیتے ہیں، مگر خوب سمجھ لیں اور یاد رکھیں کہ بہنوں کے معاف کرنے سے آپ ہرگز بری الذمہ نہیں ہو سکتے، اولاً تو اس لئے کہ بہنیں جاہلیت کے رواج کے مطابق حصّہ میراث طلب کرنے کو بہت معیوب سمجھتی ہیں اور بھائیوں کی ناراضی اور لوگوں کے طعن و تشنیع سے ڈرتی ہیں۔ کافرانہ رواج نے ظلمِ عظیم کے ساتھ ساتھ ان مظلوم عورتوں کی زبان بندی بھی کر رکھی ہے اور وہ بیچارگی کے عالم میں بزبان حال پکار رہی ہیں۔

یہ دستورِ زباں بندی عجیب سے تیری محفل میں یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے یاں میری

ان کے پوشیدہ درد اور صدمہ کا یہ عالم ہوتا ہے۔

مرادِ دلیت اندر دل اگر گویم زباں سوزد و گردم در کشم ترسم کہ مغزِ استخوان سوزد

اللہ کے لئے ان بے زبان مظلوم عورتوں کی فلک شگاف آہ سے ڈریے اور اپنے حال پر رحم کھائیے، کہیں ان کے دردناک دل کا شعلہ آپ کے خرمنِ عیش و عشرت کو خاکستر نہ کر دے۔ سیدِ دو عالم محسنِ عظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اتقوا دعوة المظلوم فانہ لیس بینهما و بین اللہ حجاب ”مظلوم کی بددعا سے ڈرو، کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کسی قسم کا کوئی حجاب نہیں“ یعنی بہت جلد قبول ہوتی ہے۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن اجابت از در حق بہر استقبال می آید

دوسروں پر ظلم کرنا درحقیقت اپنے نفس پر ظلم ہے۔

جو جلاتا ہے کسی کو خود بھی جلتا ہے ضرور شمع بھی جلتی رہی پروانہ جل جائیکے بعد

نجیث اور حرام مال میں کبھی برکت نہیں ہوتی ع

ستمگر بھی کوئی دیکھا جو پھولا اور پھلا ہوگا

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے: يَمْحُوكَ اللَّهُ الرِّبَا وَيُزِيحُ الصَّدَقَاتِ اللَّهُ تَعَالٰی سُو کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو بڑھاتے ہیں۔

دوسری جگہ فرماتے ہیں: وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ بَّالٍ لَّيْرٍ بُّوَا فِيْ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا آتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ اور جو چیز تم سود پر دو گے تاکہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتی اور جو رضائے الہی کے لئے زکوٰۃ دو گے تو ایسے لوگ اللہ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

اگر ایسا ظالم دنیوی عذاب سے بچ بھی گیا تو حساب و کتاب کا ایک متعین دن یقیناً آنے والا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ، یقیناً آخرت کا عذاب بہت بڑا ہے اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس عذاب اکبر سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین غرضیکہ اولاً تو ان کا بادل ناخواستہ محض زبان سے معاف کرنا ہی شرعاً معتبر نہیں، ثانیاً اگر شاذ و نادر کوئی عورت بشرح صدر و طیب خاطر بھی معاف کر دے تو بھی یہ معاف کرنا اور کرنا گناہ سے خالی نہیں کیونکہ اس میں خلاف شرع ہندوؤں کی ظالمانہ رسم کی ترویج و تائید ہوتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے، ثالثاً یہ معاف کرنا شرعی اصول کے خلاف ہے، اس لئے کہ حق معاف کرنا یا چھوڑنا یا ساقط کرنا یا بری کرنا یا بخش دینا وغیرہ الفاظ سے صرف قرض معاف ہوتا ہے، ان الفاظ سے متعین چیز کی تملیک نہیں ہوتی، متعین چیز کی تملیک کے لئے ہبہ، عطیہ، ہدیہ یا دینا وغیرہ کے الفاظ موضوع ہیں، مگر ترکہ میں ان الفاظ سے بھی تملیک نہیں ہوتی، کیونکہ ایسی مشترک چیز جو تقسیم کے بعد بھی قابل انتفاع رہے اس کا ہبہ شرعاً صحیح نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ وقتاً فوقتاً عید وغیرہ کے مواقع پر بہنوں کو جو ہدایا دینے کا دستور ہے وہ اس کے عوض میں اپنا حصہ میراث بھائیوں کو دیتی ہیں، یہ خیال بھی غلط ہے، اس لئے کہ اس بیع پر بہنوں کی رضامندی نہیں پائی جاتی بلکہ وہ رواج کے مطابق مجبور ہیں، نیز مختلف مواقع پر دیئے جانے والے ہدایا کی مقدار اور جنس اور مالیت مجہول ہے لہذا یہ بیع صحیح نہیں، غرضیکہ حرام کو حلال بنانے اور بے زبان مظلوم بہنوں کا حصہ میراث ہضم کرنے کے لئے جو چالیں بھی چلی جاتی ہیں وہ سب شرعاً مردود اور باطل ہیں۔

(۵) میت کی یادگار کے طور پر کسی چیز کو معمولی سمجھ کر یا متبرک سمجھ کر بعض وارث ترکہ میں سے بعض اشیاء پر بدون اطلاع یا بدون رضا دوسرے وارثوں کے قبضہ کر لیتے ہیں، یہ بھی حرام اور گناہ کبیرہ ہے جو حق العبر ہونے کی وجہ سے توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا خواہ وہ ادنیٰ سی چیز ہی کیوں نہ ہو، پھر اگر وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے تو اس سے معاف کروانے پر بھی معاف نہ ہوگا جب تک وہ بالغ نہ ہو جائے اس کا معاف کرنا شرعاً معتبر نہیں، پس اگر اس کے بلوغ سے قبل ہی وہ یا یہ چل بسا تو عذاب آخرت سر پر رہا، اعاذنا اللہ منہ، ایسا تبرک، حاصل کر کے عذاب جہنم اختیار کرنا کتنی بڑی حماقت اور ناعاقبت اندیشی، البتہ اگر سب وارث عاقل و بالغ ہوں اور سب کی طیب خاطر سے رضامندی کا پورا یقین

ہو تو کچھ خرچ نہیں، مجنون اور نابالغ کی رضا کا اعتبار نہیں، بہر کیف اس سے احتراز ہی بہتر ہے اس لئے کہ سب وارثوں کی رضا کا یقین مشکل ہے، نیز اپنے نفس کو دوسروں پر ترجیح دینا اور کچھ طلب کرنا مروت اور جذبہ ایثار کے خلاف ہے لہذا اسکا صحیح طریقہ یہی ہے کہ ہر چیز سب وارثوں پر بقدر حصص تقسیم کی جائے، اگر کوئی چیز ناقابل تقسیم ہو تو اسے کوئی ایک وارث خرید لے اور اس کی قیمت سب پر بقدر حصص تقسیم کی جائے، اگر کسی چیز میں سب وارثوں کو رغبت ہو تو اسے آپس میں نیلام کر لیں، جو زیادہ قیمت دے اس کو دیدی جائے۔

غزوہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار میں اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں پر استعمال ہوتے ہوئے ایک دندانہ پڑ گیا تھا، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد یہ تلوار ان کے صاحبزادے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہی اور انکی شہادت کے بعد ان کے بھائی عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس رہی، یہ تلوار بہت متبرک تھی، کیونکہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں غزوہ بدر میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی کے ہاتھ سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اللہ تعالیٰ کے دشمنوں پر اس قدر شدت کے ساتھ استعمال ہوئی تھی کہ اس پر ایک نشان ہمیشہ کے لئے یادگار رہ گیا تھا اس لئے عروہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادوں میں سے عثمان بن عروہ نے یہ مقدس تلوار تین ہزار میں خرید لی، اس پر ان کے بھائی ہشام بن عروہ فرماتے ہیں ولوددت انی کنت اخذتہ ”میری خواہش یہ تھی کہ یہ تلوار مجھے مل جاتی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم وارضاهم وجعل الجنة مثوہم وماؤہم ورزقنا حبہم واتباعہم۔ آمین، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں اور ان کو راضی کریں اور ان کا ٹھکانہ جنت میں کریں اور ہم سب کو ان کی محبت اور اتباع کی نعمت عطا فرمائیں۔ آمین

⑥ کفن میں سے کچھ کپڑے کا مصلیٰ بنایا جاتا ہے جس پر نماز پڑھانے والا کھڑا ہوتا ہے اور بعد میں نماز جنازہ پڑھانے والے یا غسل دینے والے کو دیدیا جاتا ہے، نیز قبر میں رکھنے کے لئے روح کیوڑہ اور اگر بتی وغیرہ ساتھ لے جاتے ہیں یہ امور دین میں زیادتی اور بدعت ہونے کے علاوہ اس لئے بھی ناجائز ہیں کہ یہ مال شرعی تجہیز و تکفین سے زائد ہونے کی وجہ سے ترکہ میں داخل ہے جس کے احکام اور اس میں احتیاط کی تاکید و اہمیت اوپر بیان ہوئی۔

④ میت کو ایصال ثواب کے لئے ترکہ میں سے مال خرچ کیا جاتا ہے اس میں بھی وہی

قباحتیں ہیں کہ سب وارثوں کی رضامندی حاصل نہیں کی جاتی، بعض وارث غائب ہوتے ہیں تو بھی بدوں ان کی اطلاع و رضا کے مال خرچ کر دیا جاتا ہے، اگر سب کی رضا حاصل کرنے کی کوشش بھی کی گئی تو طیب خاطر سے سب کی رضامندی متیقن نہیں، پھر اگر وارثوں میں کوئی نابالغ یا دیوانہ ہو تو اس کی رضا سے بھی اسکا مال خرچ کرنا جائز نہیں، یتیم کا مال کھانے پر قرآن کریم میں سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں جن کا بیان آگے آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

⑧ بعض مرتبہ کوئی وارث خود کو سب کا بڑا اور متولی سمجھ کر پورے ترکہ پر جبراً قابض و متصرف رہتا ہے اور اس میں من مانی کارروائی کرتا ہے، دوسرے وارثوں کے مطالبہ پر بھی تقسیم نہیں کرتا، اور یتیموں کے مال میں تصرف کرنے سے نہیں ڈرتا، فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ یہ لوگ جہنم کی آگ پر کتنے صابر اور جری ہیں؟ اَعَاذَنَا اللَّهُ تَعَالَى مِنْهَا۔

⑨ اگر وارثوں میں کوئی نابالغ یا مجنون ہو تو تقسیم ترکہ اور اس میں تجارت، اور زمین میں زراعت وغیرہ تصرفات کا مختار صرف ولی یعنی باپ، پھر اسکا دھی، پھر دادا، پھر اسکا وصی اور پھر حاکم مسلم ہے، صغیر کی زمین بیچنے کا اختیار بجز چند مخصوص صورتوں کے ولی کو بھی نہیں۔ ما بھائی اور چچا وغیرہ کو تقسیم ترکہ اور اس میں تجارت و زراعت وغیرہ کی اجازت نہیں، البتہ ان کے مال کی حفاظت، بیع منقول بغرض حفاظت اور ان کی خوراک، پوشاک وغیرہ ضرورت یا خریدنے کی اجازت ہے بشرطیکہ صغیران کی پرورش میں ہو۔

اسی طرح کوئی وارث لاپتہ ہو تو تقسیم ترکہ اور اس کے حصّہ میں تصرف کا اختیار صرف حاکم مسلم کو ہے، حاکم مسلم کی عدم موجودگی میں شہر کے دیاندار لوگ کسی کو متولی بنادیں۔

علم میراث کی فضیلت و اہمیت

یہ امر بدیہی اور مسلم ہے کہ جو عمل جس حد تک اہم اور نیکو ہوتا ہے اس کا علم حاصل کرنا بھی اتنی فضیلت اور اہمیت رکھتا ہے لہذا ذیل میں علم میراث کی فضیلت اور اس کی اہمیت بیان کی جاتی ہے جس سے معلوم ہو گا کہ اس کے مطابق عمل کرنے کی شریعت نے کتنی تاکید فرمائی ہے اور اسے کتنا اہم قرار دیا ہے۔

① روی البیہقی والحاکم عن ابی ہریرۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فرائض (علم میراث) سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ، اسلئے

صَلَّىٰ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ
النَّاسَ فَإِنَّهُ نَصِيفُ الْعِلْمِ وَإِنَّهُ يَنْسِي وَهُوَ
أَوَّلُ مَا يَنْزَعُ عَنْ أَقْمَتِي (الدار المنثور)

(۲) روى الطبرانی فی الاوسط مرفوعاً
تَعَلَّمُوا الْقُرْآنَ وَالْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ -

(۳) روى الدارمی عن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرفوعاً تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ كَمَا تَعَلَّمُونَ الْقُرْآنَ
(۴) وفي رواية عن عمر رضی اللہ عنہ تَعَلَّمُوا
الْفَرَائِضَ فَانْهَامَنَ دِينُكُمْ

(۵) روى عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ
مرفوعاً مَنْ قَرَأَ الْقُرْآنَ فَلْيَتَعَلَّمِ الْفَرَائِضَ

(۶) روى الدارمی فی باب لا فتداء بالعلماء
عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال
لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ
وَعَلِّمُوهُ النَّاسَ تَعَلَّمُوا الْفَرَائِضَ وَعَلِّمُوهُ
النَّاسَ فَإِنَّهُ مَرْؤٌ مَقْبُوضٌ وَالْعِلْمُ سَيَقْبُضُ
وَيُظْهِرُ الْفِتَنَ حَتَّى يَخْتَلِفَ أَشْنَاءُ فِي بَعْضِهَا
لَا يَجِدَانِ أَحَدًا يَفْصِلُ بَيْنَهُمَا

لا یجدان احداً یفصل بینہما

مسئلہ میں جھگڑا کریں گے اور ان کو کوئی ایسا عالم دستیاب نہ ہوگا جو ان دونوں کے درمیان
فیصلہ کرے -

(۷) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
مرفوعاً وان مثل العالم الذی لا یعلم
الفرائض کمثل البرنس کا رأسولی (۱۲ الی ۷
من جمع الفوائد)

کہ وہ نصف علم ہے اور بلا شک و بھلا دیا جائے گا،
اور میری امت سے یہی علم سب سے پہلے سلب
کیا جائے گا -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قرآن
اور فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھلاؤ -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم فرائض
ایسے اہتمام سے سیکھو جیسے قرآن سیکھتے ہو -

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تم فرائض سیکھو
کیونکہ وہ تمہارے دین سے ہے -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص
قرآن پڑھتا ہو وہ فرائض بھی سیکھے -

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت
ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تم خود بھی علم سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھلاؤ اور
خود بھی علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو بھی سکھلاؤ
کیونکہ میں وفات پانے والا ہوں اور علم
عنقریب معدوم ہونے والا ہے اور بہت سے
فتنے ظاہر ہونگے حتیٰ کہ دو شخص ترکہ کے کسی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ
وہ عالم جو فرائض نہ جانتا ہو ایسا ہے جیسا
کہ بے سر کے ٹوپی، یعنی بدوں فرائض کے علم
بے رونق اور بے زینت بلکہ بیکار رہتا ہے -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ
وہ عالم جو فرائض نہ جانتا ہو ایسا ہے جیسا
کہ بے سر کے ٹوپی، یعنی بدوں فرائض کے علم
بے رونق اور بے زینت بلکہ بیکار رہتا ہے -

شریعت کے مطابق تقسیم وراثت کی اہمیت اور اس کے خلاف پروعیدین

① وَأَنْتُمْ أَلْيَتُمْ أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا
الْخَبِيثَاتِ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ
إِلَى أَمْوَالِكُمْ ذَاتًا كَانَ حُوبًا كَبِيرًا
(۲-۳)

اور یتیموں کے مال انہی کو پہنچاتے رہو، یعنی
انہی کے خرچ میں لگاتے رہو اور تم (ان کی) اچھی
چیز سے (اپنی بُری چیز کو مت بدلو اور ان کے مال
مت کھاؤ اپنے مالوں (کے رہنے) تک ایسی
کارروائی کرنا بڑا گناہ ہے، یعنی جب تمہارے پاس کچھ نہ رہے تو بقدر حق الخدمت اپنے گذارے

کے لئے ان کے مال سے لینا درست ہے۔

② وَابْتَغُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ
فَإِنْ اَسْتَمْتُمْ مِنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ
أَمْوَالَهُمْ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا
أَنْ يَكْبَرُوا ۚ (۴-۶)

اور تم یتیموں کو آزما لیا کرو یہاں تک جب وہ بالغ
ہو جائیں پھر اگر ان میں کچھ تمیز دیکھو تو ان کے
اموال ان کے حوالہ کر دو اور ان اموال کو ضرورت
سے زائد اٹھا کر اور اس خیال سے کہ یہ بالغ ہو جائیں
گے جلدی اڑا کر مت کھا ڈالو۔

③ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ
كَثُرٌ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا (۴-۷)

مردوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز میں سے جس
کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے قرابت دار چھوڑ
جائیں اور عورتوں کے لئے بھی حصہ ہے اس چیز
میں سے جس کو ماں باپ اور بہت نزدیک کے

قرابت دار چھوڑ جائیں، خواہ وہ چیز قلیل ہو یا کثیر، حصہ بھی ایسا جو قطعی طور پر مقرر ہے۔

④ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ
ظُلْمًا إِنَّهُمْ يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا
وَسَيُصْلَوْنَ سَعِيرًا (۴-۱۰)

بلاشبہ جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں
اور کچھ نہیں اپنے شکم میں آگ بھری ہے ہیں اور
عنقریب دہکتی آگ میں داخل ہونگے۔

⑤ يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ
مِثْلُ حَظِّ الْأُنثِيَيْنِ

اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں تمہاری اولاد کے بارے
میں کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔

احکام میراث کی تفصیل کے بعد فرماتے ہیں :

یہ سب احکام مذکورہ اللہ تعالیٰ کے ضابطے ہیں اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت کریگا اللہ تعالیٰ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا نہ مانے گا اور بالکل ہی اس کے ضابطوں سے نکل جائے گا اس کو آگ میں داخل کر دیں گے اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور اس کو ایسی سزا ہوگی جس میں ذلت بھی ہوگی۔

⑥ نَزَلَكَ حُدُودَ اللَّهِ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ
وَرَسُولَهُ يَدْخُلْهُ جَنَّاتُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا
الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ
وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ
يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيهَا مِنْهُ وَلَهُ عَذَابٌ
مُهِينٌ ۝ (۴-۱۳، ۱۴)

اے ایمان والو! تمہیں یہ بات حلال نہیں کہ عورتوں کے مال یا جان کے جبراً مالک ہو جاؤ اور ان عورتوں کو اس غرض سے مقید مت کرو کہ جو کچھ تم لوگوں نے ان کو دیا ہے اس میں کا کوئی حصہ وصول کر لو مگر یہ کہ وہ عورتیں کوئی صریح ناشائستہ حرکت کریں، یعنی اگر عورت شوہر کی نافرمان اور بدخلق ہے تو خاندان کو جائز ہے کہ بدون مال لئے ہوئے جو مہر سے زیادہ نہ ہو اس کو نہ چھوڑے۔

④ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرِهًا ط وَلَا تَعْضَلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا أَنْتُمْ مُوْهُتَاتُ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَنَّ بِفَاحِشَةٍ مُبَيَّنَةٍ ۚ (۴-۱۹)

اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ۔

⑧ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ۚ (۴-۲۹)

اور ہر ایسے مال کے لئے جس کو والدین اور رشتہ دار لوگ چھوڑ جائیں ہم نے وارث مقرر کر دیے ہیں اور جن لوگوں سے تمہارے عہد بند مھے ہوئے ہیں ان کو انکا حصہ دیدو، بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر مطلع ہیں۔

⑨ وَكُلٌّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ ط وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَامْتُواهُمْ نَصِيبُهُمْ ط إِنْ لَمْ يَكُنْ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۚ (۴-۳۳)

بیشک اللہ تعالیٰ تم کو اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو۔

⑩ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا ۚ (۴-۵۸)

اور وہ لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں حکم دریافت کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ

⑪ وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَاءِ ط قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَى عَلَيْكُمْ فِي

الْكِتَابِ فِي يَتِمَّى النِّسَاءِ الَّتِي لَا تَوْفُّهُنَّ
مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَنْ تَنْكِحُوهُنَّ
وَالْمُسْتَضَعْفَيْنِ مِنَ الْوُلَدَانِ لَا أَنْ
تَقُومُوا لِلْيَاثِمِ بِالْقِسْطِ وَمَا تَفْعَلُوا
مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِ عَلِيمًا

(۱۲۷-۱۲۸)

ان کے بارے میں تم کو حکم دیتے ہیں اور وہ
آیات بھی (حکم دیتی ہیں) جو قرآن کریم میں
تمہیں پڑھ کر سنائی جایا کرتی ہیں جو کہ ان یتیم
عورتوں کے باب میں ہیں جن کو ان کا مقدر
حق نہیں دیتے ہو اور ان کے ساتھ نکاح کرنے
سے نفرت کرتے ہو، اور جو آیات کہ کمزور بچوں

کے باب میں ہیں اور جو آیات اس باب میں ہیں کہ یتیموں کی تمام کارگزاری انصاف کے ساتھ کرو
اور تم جو نیک کام کرو گے سو بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو خوب جانتے ہیں۔

سورہ نسا کے آخر میں احکام میراث کے بعد ارشاد ہے۔

۱۲) يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰتٰكُمْ اَنْ تَصُوْذُوْا وَاللّٰهُ
بِحُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(۱۷۷-۱۷۸)

اللہ تعالیٰ تم سے دین کی باتیں اس لئے بیان
کرتے ہیں کہ تم گمراہی میں نہ پڑو اور اللہ تعالیٰ
ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے
سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن
بلوغ کو پہنچ جائے۔

۱۳) وَلَا تَقْرُبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشَدُّكَ (۱۵۳-۱۵۴)

اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے
سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن
بلوغ کو پہنچ جائے۔

۱۴) وَلَا تَقْرُبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ
هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشَدُّكَ (۱۷۷-۱۷۸)

اور تم لوگ میراث کا مال سارا سمیٹ کر کھا جاتے
ہو اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو۔

۱۵) وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْمَلًا مَّآ هُوَ
تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (۸۹-۹۰)

اس کے بعد قیامت کی ہولناکیوں کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کو یاد کر کر کے ایسے جرائم سے باز آ جاؤ

۱۶) عَنْ النَّبِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ
قَطَعَ مِيرَاثَ وَارِثَةٍ قَطَعَ اللَّهُ مِيرَاثَهُ (رواہ
ابن ماجہ ورواہ البیہقی فی شعب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
شخص نے اپنے وارث کا حق مارا قیامت
کے روز اللہ تعالیٰ اس کو جنت سے اس کے
حصہ سے محروم کر دیں گے۔

(۱۷) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من كانت لہ مظلمۃ لایخبر من غرضہ او شیء فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لا یكون دینار ولا درہم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ (رواہ البخاری)

(۱۸) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فینا من لا درہم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی من یأتی یوم القیمۃ بصلوۃ و صیام و زکوۃ و یتأتی قد شتم ہذا و قذف ہذا و اکل مال ہذا و سفک دم ہذا و ضرب ہذا فیعطی ہذا من حسناتہ و ہذا من حسناتہ فان فنیت حسناتہ قبل ان یقضی ما علیہ اخذ من خطایا ثم طرح علیہ ثم طرح فی النار (رواہ مسلم)

سے قبل ختم ہو گئیں تو مظلوموں کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے پھر اس کو جہنم کی آگ میں پھینک دیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے کسی بھائی پر ظلم کیا ہو تو وہ اس سے آج ہی معاف کر لے اس روز سے قبل کہ جب نہ دینار ہوگا اور نہ درہم، اگر ظالم کے پاس کوئی عمل صالح ہوگا تو بقدر اس کے ظلم کے اس سے لیکر مظلوم کو دیدیا جائے گا، اگر ظالم کے پاس حسنات نہ ہوں گی تو مظلوم کے گناہ اس پر لا دیئے جائیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہم میں مفلس وہ ہے کہ جس کے پاس نہ درہم ہے اور نہ کوئی سامان، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ درحقیقت میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے روز نماز روزے اور زکوۃ وغیرہ عبادات لائے گا مگر اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر بہتان لگایا ہوگا اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، پس ان مظلوموں کو اسکی حسنات دی جائیں گی، اگر اس کی حسنات ادار حقوق دی جائیں گے پھر اس کو جہنم کی آگ میں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم قیامت کے روز اہل حقوق کو ان کے حقوق ضرور بالضرور ادا کرو گے حتیٰ کہ بے سینگ الی بکری کے لئے سینگ والی بکری سے بدلہ لیا جائے گا۔

(۱۹) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لتؤدب الحقوق الی اہلہا یوم القیمۃ حتی یقاد الشاة الجلیاء من الشاة القرناء (رواہ مسلم)

(۲۰) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الظلم فان الظلم ظلمات یوم القیمة واتقوا الشح فان الشح اھلك من کان قبلکم حملھم علی ان سفکوا دمائھم واستحلوا محارمھم (رواہ مسلم)

(۲۱) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الظالم ظلمات یوم القیمة (رواہ الشیخان)

(۲۲) عن ابی موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ یملی الظالم حتی اذا اخذہ لم یفلتہ ثم قرأ وكذلك اخذ ربك اذا اخذ القرى وہی ظالمة۔ الایۃ (متفق علیہ)

اخذ القرى وہی ظالمة۔ آخر تک، ترجمہ: اور آپ کے رب کی دار و گیر ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دار و گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں، بلاشبہ اس کی دار و گیر بڑی لم رہا سخت ہے۔

(۲۳) عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا دوا ولا شفاء لیوان لا یغفر اللہ الا شرک باللہ یقول اللہ عز وجل ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔ ودیوان لا یترکہ اللہ ظلم العباد فیما بینھم حتی یقتض بعضھم من بعض ودیوان لا یعیا اللہ بہ ظلم العباد فیما بینھم و بین اللہ فذلک الی اللہ ان شاء عد بہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن بہت سی ظلمتوں کا باعث ہوگا اور حرص سے بچو کیونکہ بیشک حرص نے ہی پہلی امتوں کو ہلاک کیا، حرص نے انھیں خون بہانے اور محارم کو حلال سمجھنے پر برا نگینہ کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن بہت سی ظلمتوں اور آفتوں کا باعث ہوگا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ظالم کو کچھ مدت تک مہلت دیتے ہیں حتیٰ کہ جب اس پر گرفت فرماتے ہیں تو پھر نہیں چھوڑتے، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی، وكذلك اخذ ربك اذا

اخذ القرى وہی ظالمة۔ آخر تک، ترجمہ: اور آپ کے رب کی دار و گیر ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دار و گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں، بلاشبہ اس کی دار و گیر بڑی لم رہا سخت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال نامے تین قسم کے ہیں۔ (۱) جسے اللہ تعالیٰ نہیں بخشیں گے وہ شرک ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں، ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ۔

(۲) بندوں کے ایک دوسرے پر مظالم، اللہ تعالیٰ ان کو ایک دوسرے سے قصاص دلائے بغیر نہیں بخشیں گے۔ (۳) حقوق اللہ میں کوتاہی

وان شاء قبحا وزعنه،

(رواہ البیہقی فی شعبہ لایمان)

(۳۴) عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایاک

ودعوة المظلوم فانتما یسأل اللہ تعالیٰ

حقہ وان اللہ لا یمنع ذاحق حقہ

(رواہ البیہقی فی شعبہ لایمان)

(۳۵) عن سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ

عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

من اخذ شبرا من الارض ظلما فانه

یطوقه یوم القیمة من سبع ارضین

(رواہ الشیخان)

(۳۶) عن ابی حرة الرقاشی عن عمر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم الا لا تظلموا الا لا یحل مال

امرئ الا بطیب نفس منه (رواہ البیہقی

فی شعبہ لایمان والدارقطنی فی المجتبیٰ)

(۳۷) عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ

عنه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال

من انتهب نھیة فایس منا (رواہ الترمذی)

(۳۸) عن سالم عن ابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

اخذ من الارض شیئا بغير حق خسف به

یوم القیمة الی سبع ارضین

(رواہ البخاری)

یہ اللہ کی نظر میں اتنی بڑی بات نہیں وہ چاہیں

تو اس پر عذاب کریں اور چاہیں تو بخش دیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مظلوم

کی بددعا سے ڈرو، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ

سے اپنا حق طلب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ

کسی حقدار سے اس کا حق نہیں روکتے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس

شخص نے کسی کی زمین سے ظلماً ایک ہشت

جگہ لی اس کو قیامت کے روز سات زمینوں

سے اس کا طوق پہنایا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خبردار!

ظلم مت کرو، خبردار! کسی شخص کا مال بدن

اس کی طیب خاطر کے حلال نہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے

کوئی چیز غصب کی وہ ہم میں سے نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس

نے کسی کی زمین سے ناحق کچھ لیا اسے قیامت

کے روز سات زمینوں تک غرق کیا جائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے کسی کی زمین ناحق دبائی اس پر حشر میں اس زمین کی مٹی لادی جائے گی۔

(۲۹) عن یعلیٰ بن مرّة رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اخذ ارضا بغير حقها کلف ان یحمل ثراها الی المحشر (رواہ احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے زمین سے ایک بالشت ظلماً لی، اللہ تعالیٰ اس کو اس کی تکلیف دیں گے کہ وہ اس کو سات زمینوں کے آخر تک کھودے، پھر یوم قیامت کے آخر تک یعنی لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے تک اس کو اس کا طوق پہنائیں گے،

(۳۰) وعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ایما رجل ظلم شبرا من الارض کلفہ اللہ عن وجع ان یحفہ حتی یربلغ آخر سبع ارضین ثم یطوقہ الی یوم القیمۃ حتی یقضی بین الناس (رواہ احمد)

حلال کھانے کی تاکید اور صرام پر وعید

اوپر بہت سی آیات و احادیث میں کسی کا حق ظلماً دبانے پر سخت وعیدیں گزر چکی ہیں، یہاں مزید کچھ آیات و احادیث تحریر کی جاتی ہیں۔

(۳۱) کُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ (۲-۵۷) کھاؤ پاک ان چیزوں سے جو کہ ہم نے تمہیں دی ہیں
(۳۲) يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي الْأَرْضِ حَلَالًا طَيِّبًا وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّكُمْ عَعْدُو قُتُوبٍ (۲-۱۶۸)
اے لوگو! جو چیزیں زمین میں موجود ہیں اُن میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم مت چلو، فی الواقع وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔

(۳۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِنَّ كُنتُمْ مِنْ عِبَادِهِ تَعْبُدُونَ (۲-۱۷۲)
اے ایمان والو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرو، اگر خاص ان کے ساتھ غلامی کا تعلق رکھتے ہو۔

(۳۴) وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ

اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور

بِالْبَاطِلِ وَتَدْنُوا زَهَارًا إِلَى الْحُكَّامِ
لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ
بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْمَلُونَ (۲-۱۸۸)

پر مت کھاؤ اور ان کے جھوٹے مقدمہ کو حکام کے
یہاں اس غرض سے رجوع مت کرو کہ اسکے
ذریعہ سے لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطریق

گناہ یعنی ظلم کے کھا جاؤ اور تم کو اپنے جھوٹ اور ظلم کا علم بھی ہو۔

(۳۵) الَّذِينَ يَأْكُلُونَ الرِّبَا لَا يَقْوَمُونَ
لِأَكْمَالِ يَقْوَمُ الَّذِي يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطَانُ
مِنَ الْمَسِيحِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا إِنَّمَا
الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبَا وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَ
حَرَّمَ الرِّبَا فَمَن جَاءَكَ مَوْعِدَةٌ مِّنْ
رَّبِّهِ فَأَنْتَهَى فَلَهُ مَا سَكَنَ وَآمَرَكَ
إِلَى اللَّهِ وَمَنْ عَادَ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲-۲۴۵)

جو لوگ سود کھاتے ہیں (یعنی لیتے ہیں) نہیں
کھڑے ہوں گے (قیامت میں قبروں سے) مگر
جس طرح کھڑا ہوتا ہے ایسا شخص جس کو
شیطان خطی بنادے پٹ کر (حیران و مدبوش)
یہ دسرا، اس لئے ہوگی کہ ان لوگوں نے کہا تھا
کہ بیع بھی تو مثل سود کے ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ
نے بیع کو حلال فرمایا ہے اور سود کو حرام
کر دیا ہے، پھر جس شخص کو اس کے پاس پروردگار

کی طرف سے نصیحت پہنچی اور وہ باز آگیا تو جو کچھ (حکم آنے سے) پہلے (لینا) ہو چکا ہے وہ اسی کارہاؤ
(باطنی) معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ رہا اور جو شخص پھر عود کرے تو یہ لوگ دوزخ میں جائیں گے، وہ
اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۳۶) يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرِي الصَّدَقَاتِ
وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ أَثِيمٍ (۲-۲۴۶)

اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتے ہیں اور صدقات کو
بڑھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے کسی کفر
کرنے والے کو اور کسی گناہ کرنے والے کو۔

(۳۷) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ
وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ
مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ
مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۚ وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ
رُءُوسُ أَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُونَ وَلَا
تُظْلَمُونَ (۲-۲۴۸، ۲۴۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا
بقایا ہے اس کو چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو،
پھر اگر تم (اس پر عمل) نہ کرو گے تو اشتہار
میں لو جنگ کا اللہ کی طرف سے اور اسکے رسول
کی طرف سے (یعنی تم پر جہاد ہوگا) اور اگر تم توبہ
کرو تو تم کو تمہارے اصل مال مل جائیں گے (اور

اس قانون کے بعد) نہ تم کسی پر ظلم کرو پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔

(۳۸) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُضَاعَفَةً وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (۳-۱۳۱، ۱۳۰)

(۳۹) إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَشِيمًا يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ لَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا (۴-۱۰۸، ۱۰۷)

اے ایمان والو! سود مرت کھاؤ کئی حصے زائد (کر کے) اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو، امید ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ، اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتے جو بڑا خیانت کرنے والا اور بڑا گنہگار ہو، جن کی یہ کیفیت ہے کہ آدمیوں سے تو چھپاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے نہیں بھرتائے حالانکہ وہ اس وقت ان کے پاس ہوتا ہے جبکہ وہ خلاف

مرضیٰ الہی گفتگو کے متعلق تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کو اپنے احاطہ میں لئے ہوئے ہیں۔

(۴۰) وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ (۶-۱۵۳)

(۴۱) فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (۷-۸۵)

(۴۲) كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا سَرَ رِزْقِكُمْ (۲-۵۷)

اور ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ۔

تو تم ناپ اور تول پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔

کھاؤ پاک ان چیزوں سے جو کہ ہم نے تمہیں دی ہیں۔

(۴۳) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن كَثِيرًا مِّنَ الْأَخْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَا كُفُونَ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ

اے ایمان والو! اکثر یہود و نصاریٰ کے علماء و مشایخ لوگوں کے مال نامشروع طریقے سے کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے باز رکھتے ہیں اور غایت حرص سے جو لوگ سونا چاندی جمع کر رہے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے سو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے جو کہ اس روز واقع ہوگا کہ ان کو دوزخ کی آگ میں

فَذُوْقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْذِبُونَ ۝ (۳۵، ۳۴-۹) تپایا جائے گا پھر ان سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی گردنوں اور ان کی پشتوں کو داغ دیا جائے گا یہ ہے وہ جس کو تم نے اپنے لئے جمع کر کے رکھا سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔

﴿۴۴﴾ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ تُحِيطُونَ (۱۱-۸۴)

اور تم ناپ اور تول میں کمی مت کیا کرو، میں تمہیں فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھے تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا۔

﴿۴۵﴾ وَأَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (۱۱-۸۵)

تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔ اور ناپ تول کرو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو، یہ اچھی بات ہے اور انجام بھی اسکا اچھا ہے۔

﴿۴۶﴾ وَأَوْفُوا الْمِكْيَالَ إِذَا بَخَلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ اسَ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا (۱۴-۳۵)

ہم نے جو نفیس چیزیں تمہیں دی ہیں ان کو کھاؤ اس میں حد شرعی سے مت گزر و کہیں میرا غضب تم پر واقع ہو جائے اور جس پر میرا غضب واقع ہوتا ہے وہ بالکل گیا گزرا ہوا۔

﴿۴۷﴾ كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِي وَمَنْ يَحِلَّ عَلَيْهِ غَضَبِي فَقَدْ هَوِيَ (۲۰-۸۱)

اے پیغمبرو! تم (اور تمہاری امتیں) پاک چیزیں کھاؤ، اور نیک کام کرو اور میں تم سب کے لئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان مت کیا کرو۔

﴿۴۸﴾ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ (۲۳-۵۱)

﴿۴۹﴾ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ (۲۶-۱۸۱)

﴿۵۰﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطِ اسَ الْمُسْتَقِيمِ (۲۶-۱۸۲)

﴿۵۱﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ (۲۶-۱۸۳)

اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔

۵۲) وَمَا أَسْتَيْتُم مِّن رَّبٍّ بِالْإِيمَانِ
فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرُبُّوا عِنْدَ اللَّهِ
وَمَا أَسْتَيْتُم مِّنْ زَكَاةٍ تُرِيدُونَ وَجْهَ
اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُونَ ۝ (۳۹-۳۸)

اور جو چیز تم اس غرض سے دو گئے کہ وہ لوگوں
کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ
اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتی اور جو زکوٰۃ
دو گئے جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتے
ہو گئے تو ایسے لوگ اللہ کے پاس بڑھاتے رہیں گے۔

۵۳) وَوَضَعَ الْمِيزَانَ ۚ أَلَّا تَطْغَوْا
فِي الْمِيزَانِ (۵۵-۵۴)

اور اس نے ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں
کمی بیشی نہ کرو۔

۵۴) وَأَقِيمُوا زُكْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا
تُخْسِرُوا الْمِيزَانَ (۵۵-۹)

اور انصاف کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو
اور تول کو گھٹا و مت۔

۵۵) وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا
اُكْتُتُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَ
إِذَا كَانُوا لَهُمْ أَوْزَارُهُمْ يَخْسِرُونَ
أَلَّا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۚ
يَوْمَ عَظِيمٍ ۚ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ
الْعَالَمِينَ ۝ (۸۳-۶۲)

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں
کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں تو پورا لے لیں
اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں
کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں کہ وہ ایک
بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے
جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے
کھڑے ہوں گے۔

یہود کی مذمت میں فرماتے ہیں :

۵۶) فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا
عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ
عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۚ وَأَخْتَدُوا
الْبُاطِلَ وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَخْلَصُوا
النَّاسَ بِالْبَاطِلِ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ (۴-۱۶۰، ۱۶۱)

سو یہود کے انہی بڑے بڑے جرائم کے سبب بہت
سی پاکیزہ چیزیں جو ان کے لئے حلال تھیں ہم
نے ان پر حرام کر دیں اور سبب اسکے کہ وہ بہت
آدمیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی راہ سے مانع بن
جاتے تھے اور سبب اسکے کہ وہ سود لیا کرتے تھے
حالانکہ ان کو اس سے ممانعت کی گئی تھی اور سبب
اس کے کہ وہ لوگوں کے مال ناحق طریقے سے کھا جاتے تھے اور ہم نے ان لوگوں کے لئے جو ان
میں سے کافر ہیں دردناک سزا کا سامان کر رکھا ہے۔

⑤۷ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَلُونَ لِلسُّحْتِ
(۵-۷۲)

⑤۸ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ
فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتِ
لَئِيسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (۵-۶۲)

⑤۹ كَذَٰلِكَ يَنْهَاهُمُ الرَّبُّ بِتَنَزُّوتِ الْأَحْبَابِ
عَنْ قَوْلِهِمْ إِلَّا شِمْرًا أَكَلِهِمُ السُّحْتُ
لَئِيسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ (۵-۶۳)

⑥۰ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا وَإِنَّ اللَّهَ
أَمْرُ الْمُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُ الْمُرْسَلِينَ فَقَالَ
يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا
صَالِحًا وَقَالَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا
مِنَ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ثُمَّ ذَكَرَ الرَّجُلَ
يَطْبِئُ السُّفْرَ اشْتَعَتْ أَغْبَرُ مَدَّ يَدَيْهِ
إِلَى السَّمَاءِ يَا رَبِّ يَا رَبِّ وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ
وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَغَدَى بِالْحَرَامِ
فَإِنَّهُ يَسْتَجَابُ لَذَلِكَ (رواه مسلم)

یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں
بڑے حرام کھانے والے ہیں۔

اور آپ ان میں بہت ایسے آدمی دیکھتے ہیں، جو
دوڑ دوڑ کر گناہ و ظلم و حرام کھانے پر گرتے ہیں
واقعی ان کے یہ کام بڑے ہیں۔

ان کے مشایخ و علماء ان کو گناہ کی بات اور
سود کھانے سے کیوں منع نہیں کرتے؟ واقعی
ان کی یہ عادت بُری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک
اللہ تعالیٰ پاک ہے وہ صرف پاک ہی کو قبول
کرتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ نے مؤمنین
کو بھی اس چیز کا حکم دیا ہے جس کا رسولوں کو
حکم دیا، پس فرمایا کہ اے پیغمبرو! کھاؤ
پاک چیزوں سے اور نیک عمل کرو اور فرمایا
اے ایمان والو! تم کھاؤ پاک چیزوں سے
جو ہم نے تم کو عطا کیں، پھر آپ نے ایسے شخص
کا ذکر کیا جو لمبا سفر کرے گا پر آگندہ بال ہوگا
غبار آلود ہوگا اور آسمان کی طرف ہاتھ پھیلا کر
اے میرے رب! اے میرے رب! پکارے گا،

حالانکہ اس کا کھانا حرام ہوگا اور اس کا پینا حرام ہوگا اور اس کا لباس حرام ہوگا اور
اس کی عذرا حرام ہوگی تو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے؟

تنبیہ: مسافر کی دعا قبول ہوتی ہے اور لمبا سفر مزید موقع قبول ہے، ایسے ہی پر آگندہ
بال اور غبار آلود ہونا عجز و انکسار اور اضطراب و شکستگی کا مظہر ہے جو قبول دعا کا بڑا
سبب ہے، اسی طرح آسمان کی طرف ہاتھ پھیلانا اور یارب! یارب! پکارنا اپنی احتیاج
کا مظہر ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں جوش لاتا ہے، غرضیکہ قبول دعا کے ان تمام

اسباب و مواقع کے ہوتے ہوئے بھی صرف حرام سے پرہیز نہ کرنے کی وجہ سے دُعا رد کر دی جاتی ہے، ذرا اپنے حالات کا جائزہ لیں اور سوچیں کہ آج دعائیں کیوں قبول نہیں ہوتیں؟ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو حرام سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

(۶۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا قی علی الناس زمان لا یمالی المرء ما اخذ منہ امن الحلال ام من المحرام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ انسان اس کی کچھ پروا نہ کرے گا کہ اس نے مال کہاں سے لیا حلال سے لیا یا حرام سے۔

(رواہ البخاری)

زاد رزین فاذا ذاك لا تجاب لہم دعوة (جمع الفوائد)

(۶۲) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحلال بئین والحرام بئین و بینہما مشتبہات لا یعلہن کثیر من الناس فمن اتقی الشبہات استبرأ لدينہ و عراضہ ومن وقع فی الشبہات وقع فی الحرام کالرأی یرعی حول الحمی یوشک ان یرتع فیہ الا وان لكل ملک حمی الا وان حمی اللہ محارمہ الا وان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت صلح الجسد کلہ واذا فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب (رواہ الشیخان)

رزین نے یہ الفاظ بھی روایت کئے ہیں، پس اُس وقت اُن کی دُعا قبول نہ کی جائے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حلال ظاہر اور حرام بھی ظاہر ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ مشتبہ چیزیں ہیں کہ جن سے بہت سے لوگ غافل ہیں پس جو شخص ان مشتبہ چیزوں سے بچا اس نے اپنے دین اور اپنی عزت کو بچا لیا اور جو شخص ان مشتبہ چیزوں میں واقع ہو گیا وہ حرام میں واقع ہو گا جیسے کہ کوئی چر دا ہا کسی کی مخصوص چراگاہ کے قریب اپنے مویشی چرائے تو بعید نہیں کہ کسی وقت اس ممنوع چراگاہ کے اندر داخل ہو جائے، خبردار! بے شک ہر بادشاہ کے لئے ایک مخصوص چراگاہ اور ممنوع علاقہ ہوتا ہے۔ خبردار! بیشک اللہ تعالیٰ کا ممنوع علاقہ اسکی حرام کردہ اشیاء ہیں، خبردار!

بیشک جسم میں ایک گوشت کا ٹوٹھڑا ہے جب یہ درست ہو جائے تو سارا جسم درست ہو جاتا ہے اور جب یہ خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے، خبردار! وہ ٹوٹھڑا دل ہے۔

(۶۳) عن الحسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما

عنہما قال حفظت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یرید الی مالا یرید (رواہ احمد والترمذی والنسائی)
 فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ہدایت حفظ کی کہ مشتبہ چیز کو چھوڑ کر غیر مشتبہ کو اختیار کرو۔

تنبیہ : جب شبہ کی چیزوں سے بچنے کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر سخت تاکید فرمائی ہے تو غور فرمائیے کہ حرام سے بچنا کتنا مہم ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی سمجھ اور قوفیق عطا فرمائیں، آمین

(۶۴) عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یکسب عبد مالا من حرام فیتصدق منه فیکبل منه ولا ینفق منه فیبارک له فیہ ولا ینترکہ خلف ظہورہ الا کان زاده الى النار ان اللہ لا یمحو السیئ بالسیئ ولکن یمحو السیئ بالحسن انت الخبیث لا یمحوہ الخبیث (رواہ احمد)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی انسان حرام مال کم کر اس سے صدقہ کرتا ہے تو وہ صدقہ قبول نہیں کیا جاتا اور اس حرام مال سے اپنی ضروریات میں خرچ کرتا ہے تو اس میں اس کے لئے برکت نہیں دی جاتی، اور حرام مال چھوڑ کر مرجاتا ہے تو وہ صرف جہنم کا سامان ہوگا، بے شک اللہ تعالیٰ گناہوں کو حرام مال سے صدقہ کرنے سے نہیں مٹاتے بلکہ حلال مال سے صدقہ کرنے سے گناہوں کو مٹاتے ہیں۔ خبیث مال گناہوں کے خبیث کو نہیں مٹاتا۔

تنبیہ : حرام مال سے صدقہ دیکر ثواب کی اُمید رکھنے کو فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ نے کفر کہا ہے۔
 (۶۵) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یدخل الجنة لحم نبت من السحت وکل لحم نبت من السحت کانت النار اولی بہ (رواہ احمد والدارمی والبیہقی)
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو گوشت حرام سے پیدا ہوا وہ جنت میں نہ جائیگا، اور ہر وہ گوشت جو حرام سے پیدا ہوا جہنم کی آگ کا مستحق ہے۔

(۶۶) عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت کان لابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ غلام ینخرج له الخرج فكان ابو بکر رضی اللہ عنہ
 حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام تھا جو آپ کو مال کی معین مقدار ادا کیا کرتا تھا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس

تعالیٰ عنہ یا کُلْ مِنْ خِراجہ فِجاء مِیَوْمًا
بشیء فاکل منہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال لہ الغلام تدری ما هذا فقال ابوبکر
رضی اللہ تعالیٰ عنہ وما هو قال کنت
تکھنت لانتان فی الجاہلیۃ وما احسن
الکھانۃ الا اتی خدا عنہ فلقین فاعطا
بذلک فہذا الذی اکل منہ قالت
فا دخل ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
یدہ فقاء کل شیء فی بطنہ

(رواہ البخاری)

ہاتھ اپنے منہ میں داخل کیا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔

(۶۷) عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الن
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال
لا یدخل الجنة جسد غدی بالحرم
(رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

(۶۸) عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما
قال من اشتری ثوباً بعشرة دراهم و
فیہ درهم حرام لم یقبل اللہ تعالیٰ لہ
صلوۃ ما دام علیہ ثم ادخل اصبعہ
فی اذنیہ وقال صمتان لم یکن النبی
صلی اللہ علیہ وسلم سمعہ یقولہ (رواہ احمد)

اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے نہ سنا ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں
(۶۹) ابوالطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ رفعہ
من کسب مالا من حرام فاعتق ووصل
منہ رحمہ کان ذلک اصرًا للکبیر یضعف

مال سے کھایا کرتے تھے، پس وہ ایک روز کچھ لایا جس
سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ کھایا، پھر غلام
نے پوچھا کہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ کیا ہے؟ تو
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟
تو غلام نے کہا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک
شخص کے لئے فال نکالی تھی حالانکہ میں فال نکالنا
نہ جانتا تھا مگر میں نے اسکو دھوکہ دیا، اب وہ
وہ شخص مجھ سے ملا تو اس نے اس فال کے
عوض کچھ دیا، یہ وہی ہے جس کو آپ نے
کھایا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو
جسم حرام سے غذا دیا گیا ہو گا وہ جنت
میں داخل نہ ہو گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا
کہ جس شخص نے دس درہموں کے عوض کپڑا
خریدا حالانکہ ان میں ایک درہم حرام تھا
تو جب تک یہ کپڑا اس پر رہے گا اللہ تعالیٰ
اس کی نماز قبول نہ فرمائیں گے پھر اپنے کانوں
میں دونوں انگلیاں داخل کر کے فرمایا کہ
اگر میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے نہ سنا ہو تو یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں
حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
شخص نے حرام سے کچھ مال کمایا، پھر اس
سے غلام آزاد کیا اور اس سے صلہ رحمی کی

(جمع الفوائد)

تو یہ بجائے ثواب کے گناہ ہو گا۔

اور گزر چکا ہے کہ فقہاء کرام نے بہ نیت ثواب حرام سے صدقہ کرنے کو کفر قرار دیا ہے۔

(۴۰) میمونۃ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت افتنا یا رسول اللہ عن السرقة قال من اکلها وهو یعلم انها سرقة فقد شارك فی اثم سرقتها۔
 (جمع الفوائد)

حضرت میمونہ بنت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں چوری کا حکم بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے یہ جانتے ہوئے کہ یہ چوری کا مال ہے اسے کھایا تو بلاشبہ وہ اس کی چوری کے گناہ میں شریک ہو گیا۔

تنبیہ : اس حدیث سے وہ لوگ سبق حاصل کریں جو دیدہ و دانستہ ایسے لوگوں کے ہاں کھاتے پیتے رہتے ہیں جن کی آمدنی حرام کی ہے یا وارثوں اور یتیموں کا حق دبا لے بیٹھے ہیں۔

(۴۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المعدة حوض البدن والعروق الیہا واردة فاذا صحت المعدة صدرت العروق بالصحة واذا فسدت المعدة صدرت العروق بالفساد رواہ البیہقی فی شعب الایمان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معدہ بدن کا حوض ہے، بدن کی عروق ہاں پہنچتی ہیں پس جب معدہ تندرست ہوگا تو عروق تندرستی لیکر لوٹیں گی اور جب معدہ فاسد ہوگا تو عروق بیماری لے کر لوٹیں گی۔

اس حدیث میں اگرچہ ظاہری اور جسمانی صحت و مرض کا بیان ہے مگر بلاشبہ باطنی صحت و مرض کا بھی یہی حال ہے۔

پیٹ کی مثال ایسے حوض جیسی ہے جس کے ارد گرد مختلف کیا ریوں میں سبزہ اور پھول لگے ہوئے ہوں اور اس حوض سے نالیوں کے ذریعہ یہ کیا ریاں سیراب ہوتی ہوں پس اگر حوض کا پانی صاف ہے اور اپنے اندر پوری پوری قوت نامیہ رکھتا ہے تو یہ کیا ریاں خوب پھل پھول دیں گی اور اگر حوض کے پانی میں شورہ یا کاسٹک وغیرہ ہے تو کیا ریوں میں ڈالے ہوئے تخم کو جلا کر رکھ دے گا، اسی طرح پیٹ میں غذا حلال طیب ہے تو اس سے خون صالح پیدا ہوگا اور وریدوں و شریانوں کے ذریعہ آنکھ، کان وغیرہ تک جو غذا پہنچے گی اس سے ان اعضاء میں نمو اور پھل پھول آئیں گے یعنی اللہ تعالیٰ کی

عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہیں گے اور اگر پیٹ میں طعام خبیث و حرام ہے تو اس سے فاسد خون پیدا ہوگا جو وریدوں و شریانوں کے ذریعہ اعضاء تک پہنچ کر ان کی قدرتی صلاحیت یعنی خدا ترسی اور اطاعت خداوندی کی استعداد کو جلا کر خاک کر دیگا ایسے اعضاء کو حسنات کی توفیق نہیں ہوتی۔

(۷۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایت لیلۃ اسری بی علی قوم بطونہم کالبیوت فیہا الحیات تری من خارج بطونہم فقلت من ہؤلاء یا جبریل قال ہؤلاء اکلۃ الریاء فی روایۃ من امتک (رواہ احمد وابن ماجہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں معراج کی رات ایک ایسے گروہ پر گزر راجن کے پیٹ مکانوں کی طرح (بڑے بڑے) تھے اور ان کے اندر سانپ بھرے ہوئے تھے جو پیٹ کے باہر سے دکھائی دیتے تھے، میں نے کہا اے جبریل! یہ لوگ کون ہیں؟ اس نے کہا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں۔

(۷۳) عن سمرة بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال فانطلقنا حتی اتینا علی نھر من دم فیہ رجل قائم علی وسط النھر وعلی شطآنہما رجل بین یدیه حجارة فاقبل الرجل الذی فی النھر فاذا اراد ان یشرج رعی الرجل بحجر فی فیہ فردۃ حیث کان فجعل کلما جاء لیخرج رعی فیہ بحجر فیرجع کما کان فقلت ما هذا قال والذی فی النھر اکل الریاء۔ (رواہ البخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل میکائیل علیہما السلام) آگے بڑھے یہاں تک کہ ایک خون کی نہر پر ہمارا گزر ہوا، اس نہر کے نیچے میں ایک شخص کھڑا ہوا تھا اور کنارے پر ایک دوسرا آدمی تھا جس کے پاس پتھر تھے پھر نہر کے اندر والے شخص نے کنارے کی طرف رخ کیا اور جب نہر سے باہر نکلنا چاہا تو باہر والے آدمی نے اس کے منہ پر پتھر کھینچ مارا اور پھر اسے اپنی جگہ پر واپس کر دیا، اس طرح جب بھی نہر کے اندر والے شخص نے باہر نکلنا چاہا کنارے والے نے اس کو پتھر مار کر واپس کر دیا، میں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا کہ جو شخص نہر میں ہے یہ سو درخور ہے،

(۷۴) عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لعنت فرائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم
أكل الربا وموكله وكاتبه وشاهديه
وقال هم سواء

(رواه البخاری ومسلم ولفظه لمسلم)

(۷۵) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
الربا سبعون جزءا يسرها ان يسكنكم
الرجل امة (ابن ماجه والبيهقي)

(۷۶) عن عبد الله بن حنظلة غسيل
الملئكة قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم درهم ربوا يأكله الرجل
وهو يعلم اشد من ستة وثلاثين زنية
(رواه احمد والدارقطني)

دروی البیہقی فی شعب الایمان
عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
وزاد وقال من نبت لحمه من السحت
قال تاراولی به۔

جس کا گوشت حرام مال سے پیدا ہوا وہ آگ کا مستحق ہے۔

دُنیا سے زہد اور آفرت کی ترغیب

(۷۷) زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ
النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ
وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثُ ذَلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِنْدَ حَسَنِ الْمُنَاقِبِ ۝

خوشنما معلوم ہوتی ہے (اکثر) لوگوں کو محبت
مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں،
بیٹے ہوئے، ڈھیر ہوئے سونے چاندی کے
نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے
یا دوسرے مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی

سود کھانے والے پر، کھلانے والے پر، سود
کا معاملہ لکھنے والے پر اور سود کے معاملہ
کے دونوں گواہوں پر، اور فرمایا کہ گناہ
میں وہ سب برابر ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سود
کے ستر حصے ہیں اور سب سے کم حصہ ایسا ہے
جیسے کوئی اپنی ماں کے ساتھ زنا کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سود
کا ایک درہم جسے کوئی شخص جانتے ہوئے
کھاتا ہے چھتیس زنا سے بھی بدتر ہے۔

اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس روایت
کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت
کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

قُلْ أَوْ نَبِّئْكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذَلِكُمْ لِلَّذِينَ
اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ
بَصِيرٌ (۱۵، ۱۴ - ۳)

لیکن یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی
زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے
پاس ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ کیا تمہیں کوئی
ایسی چیز بتاؤں جو بدرجہا بہتر ہو ان چیزوں
سے (سوسنوں) ایسے لوگوں کے لئے (جو اللہ سے)

ڈرتے ہیں ان کے مالک (حقیقی) کے پاس ایسے باغ ہیں جن کے پائیں میں نہریں جاری ہیں
ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے ایسی بیبیاں ہیں جو صاف ستھری کی ہوئی ہیں اور
ان کے لئے خوشنودی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتے بھالتے ہیں بندوں کو،
(۴۸) وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعٌ
الْغُرُورِ (۳ - ۱۸۵)

اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں ہے صرف
دھوکے کا سودا ہے۔

تجھے ان کافروں کا شہروں میں چلنا پھرنا
مغالطہ میں نہ ڈال دے، چند روزہ بہا رہے
پھر ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، اور وہ بری
آرام گاہ ہے۔

(۴۹) لَا يَخْرُجُكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا
فِي الْبِلَادِ مَتَاعٌ قَلِيلٌ قَفَّيْتُمْ مَاؤُهُمْ
جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ
(۳ - ۱۹۶، ۱۹۷)

تو ہاں اس شخص کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں
ان لوگوں سے لڑے جو آخرت کی زندگی کے بے
دنیوی زندگی اختیار کئے ہوئے ہیں۔

(۸۰) فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ
يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ
(۴ - ۷۷)

آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے
اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے
لئے جو اللہ کی مخالفت سے بچے اور تم پر ناگے
برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا۔

(۸۱) قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَ
الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ قَفْ وَكَأ
تُظْلَمُونَ فَتِيلًا (۴ - ۷۷)

تم دنیوی زندگی کے سامان کی خواہش کرتے
ہو پس اللہ تعالیٰ کے پاس بہت غنیمت کے
مال ہیں۔

(۸۲) تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
فَعِندَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ (۴ - ۹۷)

اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو و لعب کے

(۸۳) وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَ

لَهُمْ وَلِلَّذِينَ الْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ
يَتَّقُونَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ (۶۱-۳۲)

(۸۴) وَذِيَالَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ كِبًا
وَلَهُمْ غُرَّتُهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَ
ذِكْرِيهِمْ أَن تَبْسُلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ
لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ
وَأَن تَعْدِلَ كُلُّ أَعْدَلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا
أُولَئِكَ الَّذِينَ أُبْسِلُوا بِمَا كَسَبُوا لَهُمْ
شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا
كَانُوا يَكْفُرُونَ ۝ (۶۱-۷۰)

اور آخرت کا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے، کیا
تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔

اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ
جنہوں نے اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا،
اور دنیوی زندگی نے اُنہیں دھوکے میں ڈال
رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت
بھی کرتا رہ تاکہ کوئی شخص اپنے کردار سے
اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ نہ اس کا
مددگار رہے اور نہ سفارش کرنے والا، اور
(یہ کیفیت ہے کہ) اگر دنیا بھر کا معاوضہ

بھی دے ڈالے تو اس سے نہ لیا جائے، یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے، ان کے لئے
نہایت تیز (کھولتا ہوا) پانی پینے کے لئے ہوگا اور دردناک سزا ہوگی اپنے کفر کے سبب سے۔

(۸۵) وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ
فِتْنَةٌ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ
(۸-۲۸)

اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال
اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور
اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس
بڑا بھاری اجر ہے۔

تم تو دنیا کا مال اسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ
آخرت چاہتے ہیں۔

(۸۶) تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ
يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۚ (۸-۶۷)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے
بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور
تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں
اور تجارت کہ جس میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو
اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو
تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی
راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو

(۸۷) قُلْ إِن كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ
وَأَخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ
وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَلِكٌ تَرْضَوْنََهَا أَحَبَّ
إِلَيْكُمْ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي
سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ
بِأَمْرِهِ ۚ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۚ

تم منتظر ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم بھیج دیں اور اللہ تعالیٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں کو ان کے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

کیا تم نے آخرت کے عوض دنیا کی زندگی پر قربانی کر لی؟ سو دنیوی زندگی کا تمتع تو آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔

پس ان کے اموال و اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیوی زندگی میں ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کی جان کفر ہی کی حالت میں نکل جائے۔

اور ان کے اموال و اولاد آپ کو تعجب میں نہ ڈالیں، اللہ کو صرف یہ منظور ہے کہ ان چیزوں کی وجہ سے دنیا میں ان کو گرفتار عذاب رکھے اور ان کا دم حالت کفر ہی میں نکل جائے۔

جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی رگڑا بیٹھے ہیں اور جو لوگ ہماری آیات سے بالکل ہی غافل ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔

بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کے نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے یہاں تک کہ جب وہ زمین

(۸۸) اَسْرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ (۹۱-۳۸)

(۸۹) فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ ۝ (۹۵-۵۵)

(۹۰) وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ ۚ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُوْنَ ۝ (۹۵-۸۵)

(۹۱) اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاءَنَا وَاَسْرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأْنَنُوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيَاتِنَا غٰفِلُوْنَ ۚ اُولٰٓئِكَ مَا وٰهُمْ النَّاسُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ (۱۰-۸۶)

(۹۲) اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ اَنْزَلْنَاهُ مِنْ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِنْ مِّمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۚ حَتّٰى اِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ

زُخُوفَهَا وَازْيَنْتُ وَظَنَّ أَهْلَهَا أَنَّهُمْ
قَادِرُونَ عَلَيْهَا لَا إِلَهَ إِلَّا هُمْ
أَوْ هَكَذَا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا إِنْ كَانَ لَكُمْ
تَغْنٌ بِالْأَمْسِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ
لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝ (۱۰-۲۷)

اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی
خوب زیباش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے
سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے ہیں
تو دن میں یا رات میں اس پر ہماری طرف
سے کوئی حادثہ آپڑا سو ہم نے اس کو ایسا

صاف کر دیا کہ گویا کل وہ موجود ہی نہ تھی ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کرتے ہیں ایسے
لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں

(۹۳) مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَوَرِثَتَهَا مُتَوِّفٍ إِلَيْهِمْ أَعْمَالُهُمْ فِيهَا
وَهُمْ فِيهَا لَا يَبْخَسُونَ ۝ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ
وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطْلٌ مَّا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝ (۱۱-۱۶، ۱۵)

جو شخص محض حیات دنیوی اور اس کی رونق
چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال ان کو
دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور
ان کے لئے دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی یہ ایسے
لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ
کے اور کچھ نہیں اور انھوں نے جو کچھ کیا تھا

وہ آخرت میں سب ناکارہ ہو گا اور جو کچھ کر رہے ہیں وہ اب بھی بے اثر ہے۔

(۹۴) اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ
وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا
مَتَاعٌ ۝ (۱۳-۲۶)

اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہے رزق زیادہ دیتا ہے
اور تنگی کر دیتا ہے اور یہ لوگ دنیوی زندگی
پر اترتے ہیں اور یہ دنیوی زندگی آخرت
کے مقابلہ میں بجز ایک متاع قلیل کے اور کچھ نہیں
اور آپ اپنی آنکھ اٹھا کر بھی اس چیز کو نہ
دیکھتے جو کہ ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو برتنے
کے لئے دے رکھی ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور

(۹۵) لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا
بِهِ أَرْزَاقًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ
وَلَا خَفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

جھکا اپنے بازو کو ایمان والوں کے واسطے،
اور اپنے کو ان لوگوں کے ساتھ قید رکھا کیجئے
جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض
اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی

(۹۶) وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ
رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ
وَجْهَهُ لَا تَعْدُ عَيْنُكَ عَنْهُمْ فَزُرْ

زینۃ الحیوۃ الدنیا وَلَا تَطْعُمْ مَنْ
أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ
هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا ۝ (۱۸-۲۸)

غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اسکا حال حد سے گزر گیا ہے۔

۹۷) وَأَضْرَبَ لَهُمْ مَثَلَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ
نَبَاتُ الْأَرْضِ فَأَصْبَحَ هَشِيمًا تَذَرُوهُ
الرِّيحُ ۖ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
مُقْتَدِرًا ۝ (۱۸-۲۵)

لئے پھرتی ہو اور اللہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔

۹۸) أَلْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا ۖ وَالْبَاقِيَةُ الصَّالِحَةُ خَيْرٌ
عِنْدَ رَبِّكَ ۖ شَوَابًا وَخَيْرٌ أَمَلًا ۝ (۱۸-۲۶)

مال اور اولاد حیاتِ دنیا کی ایک رونق ہے اور جو اعمالِ صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ آپ کے رب کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں اور امید کے اعتبار سے بھی ہزار درجہ بہتر ہیں۔

۹۹) وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا
بِهِ أَنْزَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا لِنَفْثَنَّهُمْ فِيهِ ۖ وَرِزْقُ رَبِّكَ
خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ۖ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ
وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا تَسْأَلْ رِزْقًا ۖ
فَنَحْنُ نَرْزُقُكَ ۖ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوَىٰ ۝ (۲۰-۱۳۱، ۱۳۲)

رہیے، ہم آپ سے معاش نہیں چاہتے، معاش آپ کو ہم دیں گے اور بہتر انجام تو پرہیزگاری ہے

۱۰۰) وَمَا أُوتِيتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَمَتَّاعٌ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَزِينَتُهَا ۖ وَمَا عِنْدَ اللَّهِ

اور جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے وہ دنیوی زندگی کا عارضی سامان ہے اور یہیں کی زینت ہے

خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

(۲۰ - ۶۰)

(۱۰۱) أَفَمَنْ وَعَدْنَاهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَا قِيَّةَ كَمَنْ مَّتَعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝ (۲۸ - ۶۱)

اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ اس سے بدرجہا بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے کیا تم نہیں سمجھتے بھلا وہ جس شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس کو پانے والا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ دے رکھا ہے پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہوگا جو گرفتار کر کے لیجائے جائیں گے۔

قارون موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا سو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں جبکہ اس کو اس کی برادری نے کہا کہ تو اتر امت، واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور تجھے اللہ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ آخرت میں لے جانا فراموش مت کر اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی بندوں کے ساتھ احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو۔

بے شک اللہ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔ قارون کہنے لگا کہ مجھے تو یہ سب کچھ میسر ہی ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے، کیا اس قارون نے یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت

(۱۰۲) إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ فَبَغَىٰ عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُ مِنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ أُولَى الْقُوَّةِ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۚ وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۚ قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۚ أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَنْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَآكْثَرُ جَمْعًا وَلَا يُسْأَلُ عَنْ ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ۚ فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لِيَكُن لَنَا مَثَلٌ مَّا أُوتِيَ قَارُونُ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ۚ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَيَكُن ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ

لَمَنْ أَمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقَاهَا
إِلَّا الصِّدْقُونَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ
الْأَرْضَ قَفًّ فَمَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ
يَنْصُرُهُ وَنَهُ مِنَ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُنتَصِرِينَ ۝ وَأَصْبَحَ الَّذِينَ
تَمَنَّوْا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ
وَيُكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ ۝ كَذَلِكَ
اللَّهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَاطٍ وَيُكَانَهُ
لَا يَفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝

(۲۸ - ۷۶ تا ۸۲)

میں بھی اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع
بھی ان کا اس سے کہیں زیادہ تھا اور اہل
جرم سے ان کے گناہوں کی تحقیق کر نیکی غرض
سے سوال نہ کرنا پڑے گا پھر وہ اپنی آرائش
سے اپنی برادری کے سامنے نکلا جو لوگ دنیا
کے طالب تھے کہنے لگے کہ کیا خوب ہوتا کہ ہمیں
بھی وہ ساز و سامان ملا ہوتا جو قارون کو ملا
واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے اور جن
لوگوں کو فہم عطا ہوئی تھی وہ کہنے لگے، ارے
تمہارا ناس ہو اللہ تعالیٰ کا ثواب اس دنیوی
کرت و فکر سے ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص
کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے،

اور وہ ثواب کامل طور پر انہی کو دیا جاتا ہے جو دنیا کی حرص اور طمع سے صبر کرنے والے ہیں پھر
ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرائے کو زمین میں دھنسا دیا سو کوئی ایسی جماعت نہ
ہوئی جو اس کو اللہ کے عذاب سے بچا لیتی اور وہ نہ خود ہی اپنے کو بچا سکا اور کل جو لوگ اس
جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ آج کہنے لگے: بس جی یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ اپنے بندوں
میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی سے دینے لگتا ہے اگر ہم پر
اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہمیں بھی دھنسا دیتا، بس جی معلوم یوں ہوا کہ کافروں کو فلاح
نہیں ہوتی۔

اور یہ دنیوی زندگی بجز لہو و لعب کے اور
کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت ہے
کاش ان کو اس کا علم ہوتا۔

(۱۰۳) وَمَا هَذِهِ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا
لَهْوٌ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ
لَهِی الْحَيَاةُ ۝ كَذَلِكَ نُمِيتُكُمْ لَعَلَّكُمْ

(۲۹ - ۷۶)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن
سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی

(۱۰۴) يَأْتِيهَا النَّاسُ آتِفُورًا رَبَّكُمْ
وَإِلَّا عَنْ

وَلَا يَكْفُرُ الْوَلَدُ لِلْوَالدَيْنِ وَالْوَالدَتَانِ
شَيْئًا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا
تَغُرَّتْكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّتْكُمْ
بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝ (۳۱-۳۳)

طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی
بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے
ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے، یقیناً اللہ کا
وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگی کافی دھوکہ
میں نہ ڈالے۔

(۱۵) يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ
إِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَ
زِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ
سَرَاحًا جَمِيلًا ۝ وَإِنْ كُنْتُمْ تُرِيدُونَ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْآخِرَةَ فَإِنَّ
اللَّهَ أَعَدَّ لِلْمُحْسِنِينَ مِنْكُمْ أَجْرًا
عَظِيمًا ۝ (۲۸-۲۹-۳۰)

اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرما دیجئے
کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار چاہتی
ہو تو آؤ میں تمہیں کچھ متاع دیدوں، اور
تمہیں خوبی کے ساتھ رخصت کر دوں اور
اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول
کو اور عالم آخرت کو تو تم میں سے نیک کردار
کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے
اے بھائیو! یہ دنیوی زندگی محض چند
روزہ ہے اور ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے۔

(۱۶) يَقَوْمِ إِنَّمَا هِيَ الدُّنْيَا
مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ
الْقَرَارِ ۝ (۴۰-۳۹)

جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو ہم اس
کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا
کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ اس
(دنیا) میں سے دیں گے اور آخرت میں اس کا
کچھ حصہ نہیں۔

(۱۷) مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ
نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۚ وَمَنْ كَانَ
يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا
وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝ (۴۲-۴۰)

اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک
ہی طریقہ کے ہو جائیں گے تو جو لوگ رحمن
کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لئے گھروں
کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی
جن پر چڑھا کرتے ہیں اور ان کے گھروں

(۱۸) وَتَوَلَّى أَنْ يَكُونُ النَّاسُ أُمَّةً
وَاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَكْفُرُ
بِالرَّحْمَنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقْفًا مِنْ
فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ۝
وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوَابٌ وَسُرُرًا عَلَيْهَا

يَسْكُونُ ۚ وَ زُخْرُفًا ۚ وَإِنْ كُنْ
ذَلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُنْقِبِينَ ۝
(۲۳-۳۳، تا ۳۵)

کے کوڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ
لگا کر بیٹھتے ہیں اور یہ سب چیزیں سونے
کی بھی اور یہ ساز و سامان کچھ بھی نہیں صرف
دنوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے اور

آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں اللہ سے ڈرنے والوں کے لئے ہے۔

(۱۰۹) إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ ۚ
لَهُوٌ وَإِنْ تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ
أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلَكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝
(۲۷-۳۶)

یہ دنیوی زندگی تو محض لہو و لعب ہے اور
اگر تم ایمان و تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تعالیٰ
تمہیں تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے
تمہارے مال طلب نہیں کرے گا

(۱۱۰) اَعْلَمُوا أَنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
لَعِبٌ وَلَهُوٌ وَزِينَةٌ وَتَفَاخُرٌ
بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ
كَمَثَلٍ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ
نَبَاتُهُ ثُمَّ يَهْبِجُ فَتَرَاهُ مُصْفَرًّا
ثُمَّ يَكُونُ حُطَامًا ۚ وَفِي الْآخِرَةِ
عَذَابٌ شَدِيدٌ ۚ وَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانٌ ۚ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا
مَتَاعُ الْغُرُورِ ۝ (۵۷-۶۰)

تم خوب جان لو کہ دنیوی حیات محض لعب
لہو اور زینت اور باہم ایک دوسرے پر
فخر کرنا اور اموال و اولاد میں ایک کا
دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتانا ہے، جیسا
مینہ ہے کہ اس کی پیداوار کاشتکاروں کو
اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی
ہے سو تو اس کو زرد دیکھتا ہے، پھر وہ
چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں عذاب
شدید ہے اور اللہ کی طرف سے مغفرت

اور رضامندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکہ کا اسباب ہے۔

(۱۱۱) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ
أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ
اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ (۶۳-۹)

اے ایمان والو! تم کو تمہارے مال و اولاد اللہ
کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا
کرے گا سو ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں

(۱۱۲) إِنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ
وَاللَّهُ عِنْدَكَ أَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (۶۴-۱۵)

تمہارے مال و اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش
کی چیز ہے اور اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

(۱۱۳) فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ ۖ وَآثَرَ الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا ۖ فَإِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَأْوٰى ۖ
وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ ۖ وَانْتَهَىٰ
النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ
الْمَأْوٰى ۖ (۷۹ - ۸۴ تا ۸۱)

تو جس شخص نے سرکشی کی ہوگی اور دنیوی
زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ اس کا
ٹھکانہ ہوگا، اور جو شخص اپنے رب کے
سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو
خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا
ٹھکانہ ہوگا۔

(۱۱۴) بَلْ شُوْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ ۚ وَأَبْقٰى ۖ (۸۴ - ۸۶، ۸۷)
(۱۱۵) وَيَلٰٓئِكُمۡ لِكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٌ ۖ
الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَعَدَّدَهُ ۖ يَحْسَبُ
أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَهُ ۚ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ
فِي الْحُطَمَةِ ۖ وَمَا أَدْرَاكَ مَا
الْحُطَمَةُ ۖ نَارُ اللَّهِ الَّتِي مُوقَدَةٌ ۖ
الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْفِتَنِ ۖ هِيَ الَّتِي
عَلَيْهِمْ مُّوَصَّلَةٌ ۖ فِي عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ
(۱۰۴ - ۱۰۷)

بلکہ تم اپنی دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو
حالانکہ آخرت بدرجہا بہتر اور پائیدار ہے۔
بڑی خسرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس
پشت عیب نکالنے والا اور رور و طعنہ
دینے والا ہو، جو مال جمع کرتا ہو اور اس کو
بار بار گنتا ہو، وہ خیال کر رہا ہے کہ اس
کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں،
واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا
جس میں جو کچھ پڑے تو اس کو توڑ پھوڑ دے
اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑ پھوڑنے والی

آگ کیسی ہے؟ وہ اللہ کی آگ ہے جو سلگانی گئی ہے، جو دلوں تک جا پہنچے گی، وہ ان پر
بند کر دی جائے گی، وہ لوگ آگ کے بڑے لمبے لمبے ستونوں میں ہوں گے۔

بنی اسرائیل کی مذمت میں فرماتے ہیں :

(۱۱۶) أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرُوا الْحَيٰوةَ
الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ ۚ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْصَرُونَ ۚ

یہ وہ لوگ ہیں کہ انھوں نے دنیوی زندگی
کو لے لیا ہے بعوض آخرت کے، سو نہ تو ان
کی سزائیں تخفیف کی جائے گی اور نہ کوئی انکی
طرفداری کرنے پائے گا۔

(۲ - ۸۶)

کفار کی مذمت میں فرماتے ہیں :

(۱۱۷) الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِيْنَهُمْ كُھُوًا

جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و

وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا
فَالْيَوْمَ نَنْسُهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ
يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا
يَجْحَدُونَ ۝ (۷۱ - ۷۵)

لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیوی زندگی نے
دھوکہ میں ڈال رکھا تھا سو ہم بھی آج
کے روز ان کا نام نہ لیں گے جیسا انھوں نے
اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری
آیتوں کا انکار کرتے تھے،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ
کی قسم دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں ایسی
مثال ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی
سمندر میں ڈال کر نکالے تو دیکھے کہ وہ
کیا لائی؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بکری کے
ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بچے پر
گزر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ تم میں سے اس کو ایک درہم کے عوض
کون لینا پسند کرتا ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم نے عرض کیا کہ ہم تو اسے مفت میں لینا
دینا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا
مؤمن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر
کے لئے جنت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اللہ میں تم پر فقر کا خوف نہیں کرتا،
لیکن مجھے یہ خطرہ ہے کہ تم پر پہلے لوگوں
کی طرح دنیا پھیلا دی جائے تو تم ان کی

(۱۱۸) عن المستورد بن شداد رضی اللہ
تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یقول واللہ ما الدنیا فی
الآخرة الا مثل ما یجعل احدکم اصبعہ
فی الیم فلینظر بمریجہ (رواہ مسلم)
(۱۱۹) وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر
بجدی اسک میت قال ایتکم یحب
ان هذا الہ یدارہم فقالوا ما نحب
انہ لنا بشیء قال فواللہ للدنیا اھون
علی اللہ من هذا علیکم (رواہ مسلم)
بھی پسند نہیں کرتے، آپ نے فرمایا کہ واللہ
(۱۲۰) وعن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر
(رواہ مسلم)

(۱۲۱) وعن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ
عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
فواللہ لا الفقرا خشی علیکم ولكن
اخشى علیکم ان تبسط علیکم الدنیا

كما بسطت على من كان قبلكم
فتنا فسوها كما تنافسوها وتهللكم
كما اهلكتهم (متفق عليه)

(۱۲۲) وعن سهل بن سعد رضي الله
تعالى عنه قال قال رسول الله صلى الله
عليه وسلم لو كانت الدنيا تعدل عند
الله جنم بعوضة ما سقى كافراً منها
شربة (رواه احمد والترمذي وابن حبان)
(۱۲۳) وعن ابی موسیٰ رضي الله تعالى
عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
من احب دنياه اضر باخريته ومن
احب اخريته اضر بدنياه فاشروا ما
يبقى على ما يفنى -

(رواه احمد والبيهقي في شعب الایمان)

(۱۲۴) وعن ابی هريرة رضي الله تعالى
عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم
اصدق كلمة قالها الشاعر كلمة لبید
الاكل شئ مما خلا الله باطل -

(متفق عليه)

(۱۲۵) وعن عبد الله رضي الله تعالى عنه
قال خط النبي صلى الله عليه وسلم خطاً مربعاً
وخطاً خطاً في الوسط خارجاً منه وخطاً خطاً
صغاراً الى هذا الذي في الوسط من
جانبه الذي في الوسط فقال هذا
الانسان وهذا اجله محيط به وهذا

طرح اس میں رغبت کرنے لگو اور وہ تمہیں
ان پہلی اُمتوں کی طرح ہلاک کر ڈالے -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اگر دنیا کی اللہ تعالیٰ کے ہاں پچھر کے برابر
بھی وقعت ہوتی تو کافر کو اس سے ایک
گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے -

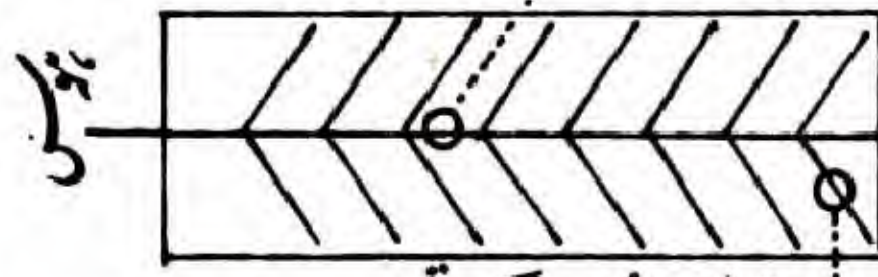
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس
شخص نے اپنی دنیا کو بنایا اُس نے اپنی آخرت
کو بگاڑا اور جس نے اپنی آخرت کو سنوارا
اُس نے اپنی دنیا کو بگاڑا، پس تم باقی
کو فانی پر ترجیح دو -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
کلام شعراء میں سب سے زیادہ صحیح حضرت
لبید رضي الله تعالى عنه کا یہ قول ہے:
”خبردار! اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز باطل ہے“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مربع خط
بنایا اور ایک خط اس کے درمیان میں اس
طرح بنایا کہ وہ اس مربع سے باہر نکل ہاتھ
اور اس درمیانی خط کی طرف اس کے اطراف
سے چھوٹے چھوٹے خطوط بنائے پھر فرمایا کہ
یہ درمیانی خط انسان ہے اور یہ مربع اس

الذی ہو خارج املہ و هذه الخطط
الصغار الاعراض فان اخطأه هذا
فخشه هذا وان اخطأه هذا فخشه هذا
(رواه البخاری)

انسان کی موت ہے جو اسے محیط ہے، اور
موت انسان



یہ خط جو مریح سے خارج ہے یہ انسان کی موت ہے

اور یہ چھوٹے خطوط حوادث ہیں، پس اگر وہ ایک حادثہ سے بچ گیا تو اسے دوسرا حادثہ آئے گا
اور اگر دوسرے سے بچ گیا تو تیسرا حادثہ اس کا خاتمہ کر دے گا۔

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر
ابن آدم کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں
تو وہ تیسری کی تلاش میں ہوگا، ابن آدم
کے پیٹ کو صرف مٹی ہی بھرتی ہے، اور
اللہ تعالیٰ اس شخص پر توجہ فرماتے ہیں جو
ان کی طرف متوجہ ہو۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکار کر
فرمایا کہ دنیا میں مسافر بلکہ راہرو کی طرح
رہو اور اپنے کو اصحاب قبور میں شمار کرو۔

(۱۲۶) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَعَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَأَبْنِ آدَمَ وَادِيَانِ مِنْ مَالٍ
لَا يَتَغَيَّ ثَالِثًا وَلَا يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ
إِلَّا التُّرَابُ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ تَابَ
(متفق عليه)

(۱۲۷) وَعَنْ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ قَالَ اخَذَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْضَ جَسَدِي
فَقَالَ كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ
عَابِرُ سَبِيلٍ وَعَدَ نَفْسَكَ مِنْ أَصْحَابِ
الْقُبُورِ (رواه البخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما
سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے استنجاء سے فارغ ہو کر تیمم فرمایا تو
میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پانی تو آپ
سے قریب ہی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: کیا معلوم کہ وہاں تک پہنچ ہی

(۱۲۸) وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى
عَنْهُمَا وَعَنْهُمْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَهْرِيقُ الْمَاءَ فَيَتِيمَمُ
بِالتُّرَابِ فَاقُولُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ
الْمَاءَ مِنْكَ قَرِيبٌ يَقُولُ لَا يَدْرِي لَعَلِّي
لَا أَبْلُغُهُ (رواه فی شرح السنۃ وابن

الجوزی فی کتاب الوفاء ۲

(۱۲۹) عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان
النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال هذا
ابن آدم وهذا اجله وضع يده عند
قفاه ثم بسط فقال وشما مله
(رواہ الترمذی)

(۱۳۰) وعن عمر بن شعيب عن ابيه
عن جده رضي الله تعالى عنه ان النبي
صلى الله عليه وسلم قال اول صلاح
هذه الامة اليقين والزهد و اقل
فسادها البخل والامل -

(رواہ البيهقي في شعب الایمان)

(۱۳۱) ابن عمر رضي الله تعالى عنهما
وعنه رفعه ما ذئبان ضاويان في
حظيرة يأكلان ويفسدان باضر فيها
من حب الشرف وحب المال في دين
المراء المسلم (جمع الفوائد)

(۱۳۲) انس رضي الله تعالى عنه دخلت
على سلمان فرأيت بيته رشا فقلت
له في ذلك فقال ان النبي صلى الله
عليه وسلم عهد الى ان يكون زادك
كزاد الركب (جمع الفوائد)

عليه وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ تیرا گوشہ مسافر کی طرح ہونا چاہیے -
(۱۳۳) عائشة رضي الله تعالى عنها رفعة
ان كنت تريد ان الاسراع واللحوق بي

نہ پاؤں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گڈی پر
ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ ابن آدم کی موت ہے
پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پھیلا کر
فرمایا کہ اس کی ہوس وہاں ہے -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اس اُمت کی صلاح کی بنیاد آخرت
پر یقین اور دنیا سے بے رغبتی پر ہے
اور اس کے فساد کی بنیاد بخل اور ہوس
پر ہے -

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
دو خونخوار بھیڑیے بکریوں کے باڑے میں
داخل ہو کر حملہ کر دیں تو وہ مسلمان کے
دین میں حُب جاہ و حُب مال سے زیادہ
مضر نہیں -

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں
کہ میں سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس
گیا تو میں نے اُن کے مکان کو خستہ حالت
میں دیکھا تو میں نے ان سے اس بابے میں
کچھ کہا تو انھوں نے فرمایا کہ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ تیرا گوشہ مسافر کی طرح ہونا چاہیے -

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے
روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

فیکفیک من الدنیا کزاد الراكب و
ایاک و مجالسۃ الاغنیاء ولا تستخلفی
ثوباً حتی ترقعہ (جمع الفوائد)
نفسرمایا کہ اگر تو میرا قرب چاہتی ہے تو
تجھے دنیا سے توشہ مسافر کے برابر کافی ہے
اور اغنیاء کے پاس بیٹھنے سے بچنا، اور
بغیر پیوند رگائے کوئی کپڑا پرانا سمجھ کر نہ اتارنا۔

سب بیمار یوں کی جڑ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: حب الدنیا رأس کل خطیئۃ
”دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے۔“ انسان دنیوی عسکر و جاہ، مال و دولت اور عیش و
عشرت کی حرص میں آخرت سے غافل ہو جاتا ہے حالانکہ حقیقی عزت آخرت کی عزت ہے
اور حقیقی شرف وہ ہے جو مالک کی نظر میں ہو اس کے سامنے دنیا کی عزت اور اہل
دنیا کی نظر میں شرف کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عورت اپنے بچے کو دودھ پلا رہی تھی کہ اچانک
وہاں سے ایک خوبصورت جوان گھوڑے پر سوار بڑی شان و شوکت سے گزرا اس کو دیکھ کر اس
عورت نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس جوان جیسا کر دے، بچے کو اللہ تعالیٰ نے
قوت گویائی عطا فرمائی اس نے چھاتی سے منھ ہٹا کر اس سوار کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ اے اللہ!
مجھے اس جیسا نہ کیجیو، یہ کہہ کر پھر دودھ پینے لگ گیا، تھوڑی دیر بعد ایک سیاہ فام عورت
قریب سے گزاری گئی جو انتہائی خستہ حال تھی اسے مارا گھسیٹا جا رہا تھا، اس کو دیکھ کر اس بچے
کی ماں نے دعا کی کہ اے اللہ! میرے بچے کو اس عورت جیسا نہ کیجیو، اس پر بچے نے چھاتی
سے منھ ہٹا کر کہا کہ اے اللہ! مجھے اس جیسا بنا، اس کی ماں کو بڑی حیرت ہوئی کہ یہ بچہ بولنے کیسے
لگ گیا اور پھر یہ نیک عار سے انکار کرتا ہے اور بُری حالت کا طلبگار ہے، ماں نے بچے سے
اس کا سبب دریافت کیا تو بچے نے کہا کہ وہ جوان سوار ظالم تھا اور یہ خستہ حال عورت نیک ہے
لوگ کہتے ہیں کہ اس نے چوری کی ہے اور زنا کا ارتکاب کیا ہے حالانکہ یہ پاک ہے۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت والا وہ ہے جو ان کے احکام سے غافل نہ ہو
خود اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ اَکْثَرَ مَکْرَمَہٗ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰیہُمْ ؕ ”اللہ تعالیٰ کے

نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار ہو۔
حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب بیٹھے ہوئے ایک شخص سے پوچھا کہ تو اسے کیسا سمجھتا ہے؟ تو اس نے کہا کہ یہ ایک رئیس آدمی ہے، واللہ! اگر یہ کہیں نکاح کا پیغام بھیجے یا کسی کی سفارش کرے تو قبول ہو، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، پھر ایک دوسرا شخص گزرا، تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب بیٹھنے والے سے فرمایا کہ تو اس کو کیسا سمجھتا ہے؟ اس نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فقرا، مسکین سے ایک آدمی ہے، اگر یہ نکاح کا پیغام بھیجے یا کسی کی سفارش کرے تو قبول نہ کی جائے اور اگر کچھ بات کرے تو کوئی سننے کو تیار نہ ہو، اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس پہلے شخص جیسوں سے پوری زمین بھری ہوئی ہو تو ان سب سے یہ دوسرا شخص بہتر ہے،

غرضیکہ حقیقی عزت وہ ہے جو خالق کی نظر میں ہو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بہت سے پرانگندہ بال اور خستہ حال لوگ جن کو کوئی اپنی مجلس میں نہیں بیٹھنے دیتا اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی اتنی بڑی عزت اور قدر ہوتی ہے کہ وہ اگر اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پوری فرمادیں۔

حضرت زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گاؤں کے رہنے والے تھے ان کی شکل و صورت بھی کچھ اچھی نہ تھی مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت رکھتے تھے ۷
نہ گوری سے مطلب نہ کالی سے مطلب پیا جس کو چاہے سہاگن وہی ہے
ایک روز بازار میں بیٹھ کر یہ اپنا سامان بیچ رہے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دے پاؤں پیچھے سے تشریف لائے اور ان کو بغل میں دبایا، جب معلوم ہوا کہ دونوں جہاں کے سردار آقائے نامدار اور ناداروں کے غمگسار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو تبرک کے لئے اپنی کمرسید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے ساتھ چپاں کر دی، اس کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمانا شروع کیا کہ اس غلام کو کون خریدے گا؟ اس پر انھوں نے عرض کیا: ”یا رسول اللہ! اگر ایسا ہو تو آپ مجھ کو بہت کم قیمت پائیں گے“ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لیکن تو اللہ کے ہاں بہت قیمتی ہے“

افسوس کہ لوگوں نے عزت اور تمول کی حقیقت کو نہیں سمجھا، حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دلے دارم جواہر خانہ عشق است تحویش کہ دار ذریہ گردوں میر سامانے کہ من دارم
قلوب پر دنیوی مال و دولت کی ہوس کا زنگ چڑھا ہوا ہے اس لئے حقیقت سمجھنے
سے کورے ہیں۔ حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ۵

آئینت دانی چہ را غماز نیست زانکہ زنگار از رخس ممتاز نیست
رو تو زنگار از رخ او پاک کن بعد زیں این نور را ادراک کن
ملے گا تو وہی جو قسمت میں لکھا ہے، پھر بلا امتیاز حلال و حرام طلب دنیا میں نہہک رہ کر
آخرت کو برباد کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟ قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ ۵
گرہ بریزی بحسب را در کوزہ چند گنجید قسمت یک روزہ
کوزہ چشم حریصاں پر نشد تا صدف قانع نشد پر در نشد
خالق کی رضا پر مخلوق کی رضا کو جج دینا اور آخرت کی غیر فانی نعمتوں کے مقابلہ میں دنیا کے عارضی
عیش و عشرت کو اختیار کرنا کتنی بڑی کم ہمتی و کم ظرفی کی بات ہے۔

قال العارف الرومی رحمہ اللہ تعالیٰ ۵

اسپ ہمت سوئے آخر تاختی آدم سجود را فناختی
آخر آدم زادہ اے ناخلف چند پنداری تو پستی را شرف
یا ز شہ در دست آرد شیر زر کرگساں بر مردگاں بکشادہ پر

عارف کامل حضرت مجذوب قدس سرہ فرماتے ہیں ۵
یہ عالم عیش و عشرت کا حیالت کیف و مستی کی تخیل کر بلند اپنا کہ یہ باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل میرانہ ہو گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہو فریب خواب ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

کیا خوب فرمایا ہے ۵

لطف دنیا کے ہیں کے دن کے لئے کھونہ جنت کے مزے انکے لئے
یہ کیا اے دل تو بس پھریوں سمجھ تو نے ناداں گل دیئے تنکے لئے

ہر مرض کا علاج

قرآن و حدیث میں ان ہوسناکیوں کا علاج موت اور قیامت کی ہولناکیوں کا تصور

بیان فرمایا ہے، فرماتے ہیں إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِ لَكَنُودٌ ”انسان اپنے رب کا بڑا ناشکر ہے“
وَلَا تَكُنْ عَلَىٰ ذَٰلِكَ لَشِيمٌ ”اور وہ اسے خوب جانتا بھی ہے“ وَرَأَتْهُ لِحَبِيبٍ الْخَيْرِ لَشَدِيدٌ ”اس
نافرمانی کی وجہ یہ ہے کہ“ بیشک انسان مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے“ أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا
بُعِثَ رَمَافِي الْقُبُورِ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ إِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيرٌ ”اس
میں اس مہلک مرض کا علاج بتایا گیا ہے کہ حساب و کتاب کے دن کو یاد کیا کرو۔ حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم فرماتے ہیں اَلْكَثْرُ ذِكْرُهَا ذِمَّ اللّٰهَاتِ الْمَوْتِ، ”موت کو کثرت سے یاد کیا کرو جو کثیر سب
لذتوں کو ختم کر دینے والی ہے“ اور فرمایا: کَفَى بِالْمَوْتِ وَاعْظَا، ”موت کی یاد عبرت و نصیحت
حاصل کرنے کے لئے کافی ہے“ ۵

وہ کے دُنیا میں بشر کو نہیں زیب غفلت موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دُنیا میں یہ کہتی ہے قضا میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان ہے
حضرت مجذوب قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا ہے ۵

رنگِ رلیوں پہ زمانے کی نہ جانالے دل یہ خنزاں ہے جو باندازِ بہار آئی ہے
کسی کی موت پر یتیموں، بیواؤں اور بے زبان بہنوں کا حصّہ میراث اور قطعہ زمین دبانے والوں
کو سوچنا چاہیے کہ ہم بھی عنقریب ہی موت کے چنگل میں گرفتار ہو کر اس زمین کے نیچے دبنے
والے ہیں اور علیم و خبیر کے سامنے حساب کتاب کے لئے پیش ہونے والے ہیں ۵
قدم سوئے مرقدِ نظر سوئے دُنیا کہاں جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے
تھا جو مشغولِ ہوسِ تمیلِ سرماں چھوڑ کر
چل دیا وہ آج سب دُنیا کے سماں چھوڑ کر

اللّٰهُمَّ اجْعَلْ حُبَّكَ احَبَّ الاشْيَاءِ اِلَيَّ واجْعَلْ خَشْيَتَكَ اخَوْفَ الاشْيَاءِ عِنْدِي واقْطَعْ
عَنِّي حَاجَاتِ الدُّنْيَا بِالسُّوْقِ اِلَى لِقَائِكَ وَاِذَا قُرِيتْ اَعْيُنُ اَهْلِ الدُّنْيَا مِنْ دُنْيَاهُمْ
فَاقْرَءْ عَيْنِي مِنْ عِبَادَتِكَ- اللّٰهُمَّ اجْعَلْ اٰخِرَتِي خَيْرًا مِنْ اَوَّلِيَّ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اٰجَمَعِينَ اٰمِيْن بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

رشید احمد

غزوة صفر ۱۳۸۵ھ عشية الجمعة



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
تَعْلَمُوا الْفَلَاحُ نِصْفُ الْعِلْمِ وَنِصْفُ النَّاسِ فَانْصِفُوا الْعِلْمَ



تسمیۃ الجیرات

- اختصار و جامعیت میں "دریا بکوزہ" ~~~~~ ○
- کشف مشتبہات میں بے مثال ~~~~~ ○
- بعض تحقیقات عمیقہ میں منفرد ~~~~~ ○
- طریقہ جدید، ایک عظیم الشان شاہکار ~~~~~ ○
- حساب کے اصول اصول ~~~~~ ○



مندرجات :

تقریظ	حضرت مولانا محمد اعجاز علی
ملاحظہ	متعلق تقریظ
تسہیل المیراث کی خصوصیات	
○ پیش لفظ	وجہ تالیف
○ مقدمہ	تعریف، موضوع، غرض
○ سبق اول	مستحقین کے مراتب
○ سبق دوم	موانع ارث
○ سبق سوم	رشتہ دار وارثین کی اقسام
○ سبق چہارم	ذوی الفروض اور ان کے سہام
○ سبق پنجم	عصبات
○ سبق ششم	نسب الربح
○ سبق ہفتم	تصحیح المسألة
○ سبق ہشتم	طریق رد
○ سبق نہم	ذوی الارحام
○ سبق دہم	مناسخہ
○ سبق یازدہم	ترکہ کی سہام وارثین پر تقسیم
○ سبق دوازدہم	تخارج
○ سبق سیزدہم	خنثی کا حکم
○ سبق چہار دہم	جمل کا حکم
○ سبق پانزدہم	مفقود کا حکم
○ ضمیمہ اولی	تخریج کا جدید و مفید ترین طریقہ
○ ضمیمہ ثانیہ	حساب کے انمول اصول
○ ضمیمہ ثالثہ	دو منفرد تحقیقات



تقریظ

از شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب قدس سرہ

محدث و مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً و مسلماً - اما بعد، میں نے اپنے دوست مولانا مولوی رشید احمد صاحب لودھیانوی کی بے نظیر تصنیف ”تسہیل المیراث“ دیکھی اور غور سے دیکھی۔

کتاب مذکور کی افادیت میں تسہیل فہم میں، مسائل کی تحقیق میں کوئی کمی نہیں، بلکہ اگر اہل علم حضرات غور فرمائیں گے تو ان کو معلوم ہوگا کہ فرار النض کے بعض دقیق مسائل اس وضاحت کے ساتھ بیان کئے ہیں کہ انسان متحیر ہو جاتا ہے، اس سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ اس میں رطب و یابس کی بھرتی نہیں کی ہے، مسائل و احکام مسائل کی پوری تحقیق کی ہے اور اقوال محققہ سے کتاب مذکور کو محلی و مزین کیا ہے، میں دعا گو ہوں کہ منعم حقیقی مصنف علام کو توفیق عطا فرمائے کہ وہ اسی قسم کے علمی خزانے آئندہ بھی اہل علم کے سامنے رکھیں۔ و ما ذلک علی اللہ بعزیز،

محمد اعجاز علی امرہ ہوی، مراد آبادی

۲۵ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ



ملاحظہ :

حضرت مؤلف دامت برکاتہم کتابوں پر تقریظ لکھنے لکھوانے کی مروج رسم کے سخت خلاف ہیں، اس کی مفصل وجہ آپ کی سوانح حیات "انوار المرشد" میں ہے، معہذا "تسمیل المیراث" پر اپنے استاذ محترم سے تقریظ لکھوانے کی وجوہ دلچ ذیل ہیں :

① یہ واقعہ حضرت والا کی بالکل نوخیزی و نوآموزی کا ہے، اس وقت آپ کو تقریظ مروج کے قبائح کا علم نہ تھا۔

② "تسمیل المیراث" حضرت مؤلف دامت فیضہم کی سب سے پہلی تصنیف ہے جو دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد جلد ہی بالکل نوآموزی و نوعمری کے زمانہ میں تحریر فرمائی ہے، دوسری جانب علم فرائض ایسا دقیق و مشکل کہ اکثر بڑے بڑے جلیل القدر علماء بھی اس سے ناواقف ہیں، حتیٰ کہ اس علم کے نام تک سے گھبراتے ہیں، ان حالات کے پیش نظر حضرت مؤلف نے اپنے استاذ محترم سے تصدیق کروانے کی ضرورت محسوس فرمائی تاکہ خدا نخواستہ اس انتہائی نکٹھن اقدام میں کوئی لغزش ہوگئی ہو تو اسکی اصلاح ہو جائے، یہ اُس نوعمری میں بھی آپ میں فکر آخرت کی دلیل ہے مگر تقریظ سے ثابت ہوا کہ عمر و علم دونوں میں بالکل نوخیزی کے زمانہ میں بھی آپ علوم کے شہسوار تھے ع

یہ جس کی ابتدا تھی انتہا اس کی کہاں ہوگی ؟

③ آپ کے استاذ محترم نے اس کتاب پر طریق مروج کے مطابق محض رسمی تقریظ نہیں لکھی بلکہ اس بہت مختصر سی کتاب کو بغرض مطالعہ مہینوں اپنے پاس رکھا، اور ایک ایک لفظ پر خوب غور و خوض کے بعد تقریظ تحریر فرمائی، اسلئے یہ تقریظ مروج میں داخل نہیں۔

اس تقریظ میں یہ امر خاص طور پر بحیر العقول ہے کہ حضرت مولانا محمد اعجاز علی صاحب قدس سرہ جیسے عظیم شخصیت نے اپنے بالکل نوعمر و نوآموز شاگرد کو "دوست" جیسے عظیم عزاء اور "مصنف علام" جیسے عظیم لقب کے شرف سے نوازا۔

تسہیل المیراث کی خصوصیات

- ① اختصار کے ساتھ جامعیت میں اس کی نظیر نہیں۔
- ② ہر مسئلہ میں صرف مفتی بہ مذہب ذکر کیا گیا ہے۔
- ③ میراث کی عام کتابوں میں جو عبارات موہم خلاف حقیقت تھیں انھیں تسہیل المیراث میں واضح کر دیا گیا ہے یا طرز بیان بدل کر وہم رفع کر دیا گیا ہے، مثلاً عام کتابوں میں پہلے عصبہ بنفسہ کی تعریف اور اس کی چار اقسام :
 ① اصل میت ② جزر میت ③ جزر اصل قریب میت ④ جزر اصل بعید میت
 مع ان کی ترتیب فی الارث کے بیان کی جاتی ہیں، اس کے بعد عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر کا بیان ہوتا ہے، جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ عصبہ بالغیر اور عصبہ مع الغیر ترتیب فی الارث میں عصبہ بنفسہ سے مؤخر ہیں، چنانچہ جب بنت و عم و اخت وارث ہوں تو بہت سے حضرات اسی مغالطہ کی بنا پر عم کی وجہ سے اخت کو محروم کر دیتے ہیں، تسہیل المیراث میں بیان مذکور ایسے طریق سے تحریر کیا گیا ہے کہ اس میں خلاف حقیقت کا وہم ہرگز نہیں ہو سکتا، اسی طرح اور بھی بہت سے مشتبہ مضامین کو واضح کیا گیا ہے،
- ④ ضمیمہ اولیٰ میں تخریج مسئلہ کے ایک جدید مختصر اور مفید ترین طریق کا اضافہ کیا گیا ہے، یہ طریق جدید مؤلف کا خود ایجاد کردہ ہے، جو مروج طریق سے بالکل جدا اور بہت سہل و مختصر ہے۔ مناسخہ کے وہ طویل و عریض مسائل جو گفتگوں میں بمشکل تحریر کئے جاتے تھے اب اس جدید طریق کے ذریعہ منٹوں میں باسانی حل ہو سکتے ہیں، فالحمد للہ علیٰ ذلک
- ⑤ ضمیمہ ثانیہ میں حساب کے نہایت قیمتی و انمول اصول تحریر کئے گئے ہیں۔
- ⑥ ضمیمہ ثالثہ میں دو اہم مسائل کی منفرد علمی تحقیق ہے جو کسی دوسری کتاب میں نہیں۔



پیش لفظ



الحمد لله الذی له میراث السموات والارضین، والصلوة
والسلام علی عبادہ الذین لهم یورثوا ولهم یورثوا من النبیین
خصوصاً علی افضلہم الذی جعل الفرائض نصف الدین
وعلی وارثیہ من آلہ واصحابہ ومن حللہم اجمعین۔

امّا بعد، بندہ سعود اختر الشیر برشید احمد بن مولانا محمد سلیم لودیانوی
رزقہما اللہ حبہ عرض گزار ہے کہ علم میراث کی اہمیت اور عام ضرورت کسی پر مخفی
نہیں، دنیا میں شاذ و نادر ہی کوئی شخص ایسا ہوگا جس کو ان مسائل سے سابقہ
نہ پڑتا ہو، اسی وجہ سے اس علم میں بے شمار کتابیں مختلف زبانوں میں لکھی
گئیں، مگر تا حال بندہ کی نظر سے جتنی کتابیں گزریں ان میں سے بعض انتہائی اختصاراً
اور بعض اختلاف اقوال کی وجہ سے فہم مقصد میں نخل تھیں اور بعض زیادہ طول
کی وجہ سے ممل، لہذا کسی ایسے رسالہ کی ضرورت تھی جس میں حتی المقدور
سہل طریقہ پر بالاختصار ہر بحث میں صرف مفتی بہ قول نقل کرنے پر اکتفا
کیا جائے اور اختلاف اقوال کی الجھنوں سے مجرّد ہو، شاید کہ مستفیدین کی
دعا خیر کی برکت سے ہی آخرت میں کوئی فلاح کی صورت ہو جائے چنانچہ
اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے یہ رسالہ شروع کرتا ہوں واللہ الموفق
والمعین ومنہ الاصابۃ والاجابۃ۔



مقدمہ

علم فرائض کی تعریف :

یہ چند قواعد فقہیہ کا ایسا علم ہے جس کے جاننے سے میت کے شرعی ورثہ اور ان میں شرعی اصول سے تقسیم ترکہ کا طریقہ معلوم ہو جاتا ہے۔

موضوع :

مستحقین میں ترکہ کی تقسیم۔

غرض و غایت :

ترکہ کے مستحقین اور ان کے شرعی حقوق کی مقدار کا معلوم کرنا۔

وجہ تسمیہ :

فرائض فریضہ کی جمع ہے جو فرض سے مأخوذ ہے، جس کے معنی تقدیر و تعیین کے ہیں، چونکہ اس علم میں وارثوں کے جو حصے بیان کئے جاتے ہیں، ان کی تقدیر و تعیین خود شریعت نے کی ہے، اسلئے اس کو علم فرائض کہتے ہیں۔

سبق اول

مستحقین کے مراتب :

① میت کے کل مال سے سب سے پہلے وہ چیزیں ادا کی جائیں، جن پر غیر کا حق لگا ہوا ہو، مثلاً وہ شے جو قرض خواہ کے پاس رہن ہے یا وہ چیز جس کو میت نے خرید لیا تھا، لیکن قیمت ابھی ادارہ کی تھی اور نہ اس پر قبضہ کیا تھا، بلکہ اصل مالک اور بائع کے قبضہ میں تھی، ان صورتوں میں قرض خواہ اپنا قرض اور بائع اپنی قیمت ان چیزوں سے وصول کر سکتا ہے، اور یہ تجہیز و تکفین سے بھی مقدم ہے۔

اکثر کتب میں تجہیز و تکفین کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جس مال پر غیر کا حق لگا ہو وہ ترکہ سے خارج ہے، پس ترکہ میں سے تجہیز و تکفین سب سے مقدم ہے۔

② پھر تجہیز و تکفین ضروری شرعی بغیر اسراف و تنگی کے وسط حال سے کی جائے۔

③ پھر وہ امانت و قرض ادا کیا جائے جس کا اقرار میت نے اپنی صحت میں مرض

موت سے پہلے کیا ہو یا اقرار تو مرض موت ہی میں کیا ہو مگر اس قرض کا وجوب عام طور سے لوگوں کو معلوم ہو یا گواہ موجود ہوں۔

(۴) پھر وہ امانت و قرض جس کا اقرار مرض الموت میں کیا ہو اور اس کا وجوب لوگوں کے مشاہدہ سے ثابت نہ ہو اور نہ ہی گواہ موجود ہوں۔

مرض الموت ایسی حالت کو کہتے ہیں جس میں ہلاکت کا اندیشہ غالب ہو اور اسی حالت میں مر بھی جائے، خواہ اسی عارضہ سے مرے ہو یا کسی دوسری وجہ سے، خواہ یہ حالت مرض کی وجہ سے ہو یا کسی اور وجہ سے، مثلاً کوئی شخص کشتی میں ڈوب رہا ہو، چونکہ سبب اکثر مرض ہی ہوتا ہے اس لئے مرض الموت کہا جاتا ہے۔

اگر مرض کا مہلک ہونا معلوم نہ ہو سکے تو اسے مرض الموت جب کہیں گے کہ اس میں اس قدر اضافہ ہو جائے کہ مریض گھر سے باہر کے ضروری مصالح سے عاجز ہو جائے، مثلاً عالم مسجد میں جانے سے اور تاجر تجارت سے عاجز ہو جائے۔

اگر مرض کسی مرحلہ پر ٹھہر جائے یعنی اس میں اضافہ نہ ہو رہا ہو اور اس ٹھہراؤ کے بعد ایک سال اسی حالت میں پورا ہو جائے تو یہ مرض الموت میں داخل نہیں، پھر جب مرض بڑھ جائے اور اسی زیادتی کی حالت میں مر بھی جائے تو اس زیادتی کے وقت سے مرض الموت شمار ہوگا۔

اگر قرض خواہ زیادہ ہوں اور سب کا قرض ترکہ سے پورا نہ ہو سکتا ہو، تو کل ترکہ قرض خواہوں کے سهام کے موافق تقسیم ہوگا۔

(۵) پھر باقی مال کے ثلث سے وصیت ادا کی جائے۔ میت نے مرض الموت میں یا اس سے پہلے کوئی معاملہ کر کے اس کو اپنی موت سے متعلق کر دیا۔ مثلاً کہا کہ میری موت کے بعد مسجد بنوادینا یا قضا شدہ روزے کا فدیہ ادا کر دینا۔

یا جو چیز میت کے ذمہ واجب نہیں تھی مگر اس نے مرض الموت میں بطور تبرع اس کو لازم کر لیا، مثلاً کسی کا قرض معاف کر دیا، یا کوئی خاص چیز کسی کے لئے مقرر کر دی یا کسی کو مہبہ کر دیا۔ یہ سب چیزیں وصیت شمار ہوں گی اور ثلث مال سے پوری کی جائیں گی۔

اگر میت نے مختلف وصیتیں کی ہوں اور وہ سب ثلث مال سے پوری نہ ہو سکیں تو جو زیادہ ضروری ہو وہ مقدم ہوگی۔ یعنی فرارض کی وصیت واجبات پر اور واجبات کی نوافل پر

مقدم ہوگی، لہذا فدیہ نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ کی وصیت قربانی کی وصیت سے مقدم ہے، کیونکہ قربانی واجب ہے فرض نہیں۔ اور اگر ضروری، غیر ضروری ہونے میں مساوی ہوں جیسے نماز و روزہ و زکوٰۃ و حج یا بنائے مسجد و بنائے مدرسہ تو جس کا ذکر وصیت میں پہلے کیا ہو وہ مقدم ہوگی، یہ قاعدہ حقوق اللہ میں ہے۔

اور اگر حقوق العباد غیر ضروریہ جمع ہو گئے۔ مثلاً زید و عمرو دونوں کے لئے وصیت کی تو ثلث مال دونوں پر تقسیم کیا جائے گا، اور موصی لہم مذکر و مؤنث کو برابر حصہ ملے گا، البتہ اگر بعض کے لئے زیادہ اور بعض کے لئے کم کی وصیت کی تو ان میں ثلث قرض خواہوں کی طرح بقدر سهام تقسیم ہوگا،

اور حقوق العباد غیر ضروریہ و حقوق اللہ آپس میں جمع ہوں تو جملہ حقوق کے عدد پر ثلث مال کو تقسیم کر کے حقوق العباد کے حصے ان کو دیدیے جائیں اور باقی حقوق اللہ کے حصوں سے اگر سب حقوق ادا نہ ہو سکیں تو جو زیادہ ضروری ہو یا مورث نے جس کو بوقت وصیت پہلے ذکر کیا ہو وہ مقدم ہوگا اور حقوق اللہ کے سب حصے اسی ایک پر دگادئے جائیں گے۔ فقیر غیر معین کے لئے وصیت حقوق اللہ میں داخل ہے اور معین شخص کے لئے وصیت خواہ فقیر ہو یا غنی حقوق العباد سے ہے۔

مثلاً زید - ہندہ - بنائے مسجد - بنائے مدرسہ و فقیر غیر معین کے لئے وصیت کی تو ثلث مال کے پانچ حصے کر کے ایک ایک حصہ زید و ہندہ کو دیا جائے اور باقی حقوق اللہ کے تین حصوں سے اگر سب حقوق ادا نہ ہو سکیں تو وصیت میں جسکو پہلے ذکر کیا ہو وہ مقدم ہوگا۔ بلا وصیت میت عبادات واجبہ کا ثلث مال سے ادا کرنا وارثوں پر ضروری نہیں اور وصیت و اقرار امانت میں اور ایسے قرض کے اقرار میں جس کا وجوب لوگوں کو معلوم نہ ہو اور نہ ہی گواہ موجود ہوں، یہ شرط ہے کہ موصی و مقرر عاقل بالغ ہوں، نیز خاص اقرار فی المرض اور وصیت میں یہ شرط بھی ہے کہ مقررہ اور موصی لہ وارث شرعی نہ ہوں، یعنی اقرار فی المرض اور وصیت ایسے شخص کے لئے جائز نہیں جو مقرر اور موصی کی موت کے وقت اس کا وارث ہو۔ اقرار اور وصیت کے وقت وارث ہو یا نہ ہو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ البتہ اقرار فی المرض کے عدم جواز کے لئے اگرچہ بوقت اقرار وارث ہونا شرط نہیں مگر یہ ضروری ہے کہ بوقت اقرار سبب ارث موجود ہو، پس اگر کسی شخص نے اپنے بیٹے کی موجودگی میں اپنے بھائی

کے لئے اقرار کیا، پھر یہ بیٹا مقرر سے پہلے مر گیا تو یہ اقرار باطل ہے، کیونکہ یہ بھائی مقرر کی موت کے وقت وارث ہے اور بوقت اقرار اگرچہ بیٹے کی وجہ سے وارث نہ تھا مگر سبب ارث یعنی اخوة بوقت اقرار موجود ہے، اور اگر کسی اجنبیہ عورت کے لئے اقرار کرنے کے بعد اس سے نکاح کر لیا تو یہ اقرار صحیح ہے، کیونکہ اگرچہ یہ عورت موت مقرر کے وقت وارث ہے مگر سبب ارث بوقت اقرار موجود نہ تھا، اگر وصیت کرنے کے بعد نکاح کر لیا تو وصیت صحیح نہیں، کیونکہ وصیت ہر وارث کے لئے ناجائز ہے خواہ وصیت کے وقت سبب ارث موجود ہو یا بعد میں پیدا ہوا ہو۔

مرض الموت سے پہلے اقرار وارث کے لئے بھی جائز ہے، اور کسی کے لئے وراثت کا اقرار اور وارث کے لئے امانت مستملکہ کا اقرار مرض الموت میں بھی جائز ہے بشرطیکہ امانت رکھنا عام لوگوں کو معلوم ہو یا اس پر گواہ موجود ہوں۔

اقرار سے رجوع کرنا درست نہیں، وصیت سے اگر صراحۃً رجوع کیا یا فعل دال علی الرجوع کیا تو رجوع ہو جائے گا۔ البتہ وصیت کا انکار کرنے سے وصیت باطل نہ ہوگی۔ اگر موصی نے موصی کو قتل کر دیا یا مقتول نے بعد قتل سانس نکلنے سے پہلے قاتل کے لئے وصیت کی تو یہ وصیت باطل ہے۔

مسلم کی وصیت کافر کے لئے اور کافر کی مسلم کے لئے جائز ہے۔

ثلث مال سے زیادہ وصیت میں خرچ کرنا اور وصیت و اقرار کی دوسری غیر معتبر صورتیں اس وقت ناجائز ہیں جب کل وارث راضی نہ ہوں، اگر سب وارث عاقل بالغ ہوں اور مورث کی وفات کے بعد سب راضی بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں، مورث کی وفات سے پہلے رضا کا اعتبار نہیں۔

اگر ثلث مال کی وصیت میں ثواب کی نیت اور کوئی ضرورت نہ ہو صرف وارثوں کا حصہ کم کرنا مقصود ہو یا زندگی میں مرض الموت سے پہلے سب مال کا فیصلہ کر کے بلا قصور سب وارثوں کو محروم کر جائے تو یہ تصرف نافذ ہو جائے گا لیکن گنہگار ہوگا۔ اگر کسی غیر شرعی مصرف کے لئے وصیت کی تو وہ نافذ نہ ہوگی۔

اگر مرض الموت میں کوئی چیز کسی کو ہبہ کر دی تو اگرچہ یہ وصیت کے حکم میں ہے، مگر چونکہ جب تک مریض میں سانس باقی ہے اس وقت تک اس مرض کا مرض الموت ہونا قطعی

نہیں، ممکن ہے کہ مریض تندرست ہو جائے، لہذا بالفعل یہ چیز موبہوب لہ کو دلوادی جائیگی، لیکن اگر اسی مرض میں مر گیا تو اس کا حکم وصیت جیسا ہے، اسی طرح مرض میں اگر وارث کے لئے اقراء کیا تو فی الحال دلوادیا جائے گا البتہ اسی مرض میں فوت ہو گیا تو واپس لے لیا جائے گا۔

⑥ پھر ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے۔ ذوی الفروض کی تعریف سبق سوم میں اور تفصیل سبق چہارم میں ہے۔

④ عصبیات۔ اگر ذوی الفروض نہ ہوں یا ان کو پورا حصہ دینے کے بعد کچھ بچ جائے تو عصبیات پر بالترتیب تقسیم ہوگا۔ عصبیات کی تعریف سبق سوم میں اور تفصیل سبق پنجم میں ہے۔

⑧ عصبیات نہ ہوں تو زوجین کے سوا دوسرے ذوی الفروض پر ان کے حصوں کے مطابق رد کیا جائے گا۔ رد کا طریقہ سبق ہشتم میں ہے۔

⑨ ورنہ ذوی الارحام کو بالترتیب ملے گا۔ ذوی الارحام کی تعریف سبق سوم میں اور تفصیل سبق نہم میں ہے۔

⑩ مولی الموالاة۔ ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو مولی الموالاة کو دیا جائے۔ کوئی مجہول النسب شخص جس کا نسب اور رشتہ کچھ معلوم نہ ہو کسی دوسرے شخص سے کہے کہ آپ میرے مولی یعنی کفیل و سردار ہیں، اگر میں آپ کی زندگی میں مر گیا تو آپ میرے ترکہ کے مستحق ہوں گے، اور اگر میں کوئی نقصان کروں تو تادان بھی آپ کو دینا پڑے گا، وہ دوسرا شخص اس کو قبول کرے تو وہ مولی الموالاة کہلاتا ہے۔ یہ مجہول النسب شخص اس کی زندگی میں مر جائے تو اس کی میراث مولی الموالاة کو پہنچے گی، اگر دو مجہول النسب شخص جانبین سے باہم ایسا اقرار کریں تو جانبین سے مولی الموالاة ہو جائیں گے اور پہلے مرنے والے کی میراث دوسرے کو ملے گی۔

جب تک مولی الموالاة نے کسی قسم کا تادان ادارہ نہیں کیا اس وقت تک مجہول النسب کو اس اقرار سے رجوع کر لینا جائز ہے، مولی نے اس کی طرف سے کوئی تادان ادارہ کر دیا تو اقرار سے رجوع صحیح نہیں۔

⑪ پھر مقررہ بالنسب علی الغیر۔ یعنی وہ مجہول النسب شخص جس کے بارے میں میت

نے اپنے وارثوں میں داخل ہونے اور اپنے نسب میں شریک ہونے کا اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس کا علاقہ نسب کسی دوسرے سے لگ جائے لیکن اصل نسب والے نے اس کا اقرار نہ کیا ہو اور نہ گواہ ہوں، ایسا شخص مقلہ بالنسب علی الغیر کہلاتا ہے، اس کے وارث ہونے کی تین شرائط ہیں:

- ① مقلہ آخری دم تک اپنے اس اقرار پر قائم رہا ہو، اس سے رجوع نہ کیا ہو۔
 - ② مقلہ کی عمر اس قابل ہو کہ مقلہ کی تصدیق کی جاسکے۔
 - ③ مقلہ اگر اتنی عمر کا ہے کہ اپنے نفس سے تعبیر کر سکتا ہے تو وہ بھی مقلہ کی تصدیق کرے اگرچہ مقلہ کی وفات کے بعد ہی کرے، البتہ اگر مقلہ اتنا صغیر ہے کہ اپنے نفس سے تعبیر نہیں کر سکتا تو اس کی تصدیق ضروری نہیں۔
- مثلاً زید کسی مجہول النسب شخص سے متعلق کہتا ہے کہ یہ میرا بھائی یا میرا چچا ہے، اور اس شخص کی عمر اس قابل ہے کہ اس کا بھائی یا چچا ہو سکے، یعنی زید کے باپ یا دادا سے پندرہ بیس برس چھوٹا ہے، زید کے اس اقرار سے یہ لازم آیا کہ یہ شخص اس کے باپ یا دادا کا بیٹا ہے لیکن زید کے باپ یا دادا نے کبھی اس کا اقرار نہیں کیا اور نہ گواہ ہیں۔ البتہ مقلہ زید کی تصدیق کرتا ہے۔ ایسی صورت میں زید کا اقرار اپنے حق میں صحیح ہوگا اور یہ شخص زید کے وارثوں میں داخل ہو جائے گا، لیکن ذوی الفروض یا عصبہ نہ بنے گا بلکہ مذکورہ بالا جملہ اقسام نہ ہونے کی صورت میں وارث ہوگا۔
- اگر نسب علی الغیر کا اقرار کرنے کے بعد اس سے رجوع کر لیا تو یہ رجوع صحیح ہے، ایسا مقلہ وارث نہ ہوگا۔

تنبیہ: اگر غیر نے مثلاً زید کے باپ یا دادا نے بھی اقرار کر لیا کہ یہ میرا بیٹا ہے یا گواہ موجود ہوں یا مقلہ نے خود اپنے نسب میں داخل ہونے کا اقرار کیا، مثلاً کہا کہ فلاں شخص میرا بیٹا ہے اور اس مجہول النسب کی عمر بھی اس قدر ہے کہ اس کا بیٹا ہو سکتا ہے اور مقلہ کی تصدیق بھی کرتا ہے تو یہ نسب ثابت ہو جائے گا، اس لئے یہ شخص حقیقی ذوی الفروض عصبہ کی طرح میراث پائے گا۔ اس صورت میں اقرار کے بعد رجوع صحیح نہیں۔

- ⑫ پھر جس کو ثلث مال سے زاید کی وصیت کی ہو۔
- ⑬ اگر وہ بھی نہ ہو یا اس سے کچھ بچے تو بیت المال میں داخل کر دیا جائے۔

بیت المال نہ ہونے کی صورت میں زوجین یا ابن رضاعی یا بنت رضاعیہ یا مستحق کے ذوی الفروض و ذوی الارحام کو دے دیا جائے، بشرطیکہ یہ سب بیت المال کے مال کے مستحق ہوں، ورنہ کسی دوسرے کا خیر میں رگادیا جائے۔

سبق دوم

موانع ارث :

مانع ارث مدبشیک چیز چار رُق و قتل و اختلاف دین و دار
چار ہیں لیکن بکفار ست خاص مختصہ گفتم تو ایں را یا ردار

(۱) رُق خواہ کامل ہو جیسے قن، یا ناقص جیسے مدبر، مکاتب، ام ولد غلام شرعاً مالک ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اس کے قبضہ میں جو کچھ آتا ہے وہ اس کے مولیٰ کی ملک ہو جاتا ہے، لہذا اگر غلام کا کوئی رشتہ دار مرجائے تو غلام اس کا وارث نہ ہوگا، کیونکہ اگر اس کو حصہ دلایا جائے تو وہ مولیٰ کی ملک ہو جائے گا جو اس مال کا مستحق نہ تھا، اور غلام کے انتقال پر اس کے وارثوں کو میراث اس لئے نہیں ملتی کہ غلام کسی چیز کا مالک ہی نہیں جو کچھ بھی اس کے قبضہ میں ہے وہ سب مولیٰ کا مملوک ہے۔

(۲) قتل سے مراد وہ قتل ہے جس کی وجہ سے فی نفسہ قصاص یا کفارہ واجب ہو اگرچہ کسی مانع کی وجہ سے قصاص و کفارہ ساقط ہو گیا ہو، پس اگر باپ نے بیٹے کو قتل کر دیا تو باپ وارث نہ ہوگا اگرچہ اس پر قصاص و کفارہ بھی نہیں۔ اور اگر مورث نے ناحق قاتل پر حملہ کیا، اس نے اپنے بچاؤ کے لئے مورث پر وار کیا اور مورث مر گیا، یا صبی یا مجنون نے مورث کو قتل کر دیا تو یہ محروم نہ ہوں گے، کیونکہ ان پر فی نفسہ کفارہ یا قصاص نہیں۔

قائدہ : قتل جو قصاص یا کفارہ کا موجب ہے اس کی تین قسمیں ہیں :

(۱) عمد : ایسی چیز سے قصداً قتل کرے جو جارج ہونے کی وجہ سے اجزاء میں تفریق پیدا کرتی ہو، مثلاً تلوار، تیز پتھر، تیز لکڑی، آگ وغیرہ، اس قتل کا موجب قصاص و اثم وارث سے حرمان ہے۔

(۲) شبه بالعمد : ایسی چیز سے قصداً قتل کرے جو جارج نہ ہو، مثلاً گلا گھونٹنا

یا پتھر یا لکڑی وغیرہ، خواہ پتھر یا چھڑی اتنی چھوٹی ہو جس سے عموماً انسان مرتا نہیں اس کا موجب اثم و دیت و کفارہ و حرمان ہے۔

(۳) خطاً: سموا قتل ہو جائے، مثلاً کسی شکار کی طرف تیر مارا اچانک کسی انسان کو لگ گیا، یا انسان کو شکار سمجھ کر تیر مارا اور وہ مر گیا۔ اس کا موجب دیت و کفارہ و حرمان ہے۔

(۳) اگر وارث اور مورث میں سے ایک مسلمان ہے دوسرا کافر تو ان میں سے کوئی ایک دوسرے کا وارث نہ ہوگا، کافر خواہ عیسائی یا یہودی ہو یا قادیانی یا شیعہ سب کا یہی حکم ہے۔ مرتد کو قتل کر دیا گیا یا مر گیا تو اس کا حالت اسلام میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان وارثوں پر تقسیم کر دیا جائے اور حالت ارتداد کی کمائی بیت المال کے مصارف میں خرچ کی جائے۔

مرتد کی موت کے بعد اس کا مال مسلمان وارثوں کو ملے گا، خواہ حالت اسلام میں وہ مال اس کو حاصل ہوا ہو یا مرتد ہونے کے بعد، عورت اور مرد میں یہ فرق ہے کہ مرد مرتد ہو جائے تو وہ واجب القتل ہے، جب اس کا خون ہی اس حال میں محفوظ نہیں تو مال بدرجہ اولیٰ محفوظ نہ ہوگا، بخلاف عورت کے کہ اس کا خون محفوظ ہے تو مال بھی محفوظ ہوا، عورت اگر مرتد ہو جائے تو واجب القتل اس لئے نہیں کہ اس سے حرب وغیرہ کا خوف نہیں، لہذا جب تک وہ اسلام نہ لائے اس کو مجبوس رکھنے کا حکم ہے۔

مرتد جیسے مسلمان کا وارث نہیں ہوتا، اسی طرح کسی کافر یا مرتد کا بھی وارث نہیں ہوتا۔ البتہ اگر کسی علاقے میں اتنے لوگ مرتد ہو جائیں کہ بادشاہ کو ان سے مقاتلہ کی ضرورت پڑے تو یہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہونگے۔

کوئی مسلمان کفار کے یہاں قید ہو جائے تو اس کے تین حال ہیں:

- ① اگر وہ مسلمان ہے تو میراث میں مسلمانوں کا سا حال ہے۔
- ② اگر اس نے اپنا دین چھوڑ دیا تو اس کا حکم مرتد کا سا ہے۔
- ③ اگر کچھ معلوم نہیں کہ وہ مرتد ہو گیا یا مر گیا یا زندہ ہے تو اس کا حکم مفقود کا سا ہے۔ مفقود کا بیان رسالہ کے آخر میں ہے۔

فائدہ : چونکہ مسلم کافر پر ولایت رکھتا ہے۔ اسی لئے مسلم کی شہادت بھی کافر پر قبول کی جاتی ہے، لہذا قیاس یہ ہے کہ مسلم کافر کا وارث ہو جائے، لیکن خلاف قیاس حدیث وارد ہونے کی وجہ سے وارث نہ ہوگا۔

(۴) اختلاف دار کفار کے ساتھ خاص ہے، پس اگر ایک مسلم دار الاسلام میں ہو اور دوسرا دار الحرب میں تو ایک دوسرے کے وارث ہوں گے، البتہ کفار کے لئے اختلاف دار مانع عن الارث ہے۔ اختلاف دار خواہ حقیقہً و حکماً دونوں طرح ہو مثلاً حربی و ذمی، یا صرف حکماً ہو مثلاً مستامن و ذمی، یہ دونوں اگرچہ حقیقہً دار الاسلام میں ہیں مگر ان میں حکماً اختلاف دار ہے، کیونکہ مستامن دار الحرب کی طرف واپسی کا خیال رکھتا ہے ذمی نہیں، اور ذمی کے قاتل پر قصاص واجب ہے مستامن کے قاتل پر نہیں۔

اسی طرح اگر مختلف دارین کے دو حربی ایک دار میں جمع ہوں تو حقیقہً اگرچہ دار واحد ہے مگر حکماً مختلف ہے، کیونکہ اصل میں دارین مختلفین کے ہیں اور ہر ایک اپنے دار کی طرف رجوع کا خیال رکھتا ہے، لہذا ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے، البتہ اگر صرف حقیقہً اختلاف دار ہو حکماً نہ ہو تو مانع ارث نہ ہوگا، مثلاً حربی و مستامن اگرچہ حقیقہً دارین مختلفین میں ہیں مگر مستامن چونکہ دار الحرب کی طرف رجوع کا خیال رکھتا ہے لہذا حکماً اختلاف نہیں، پس ان میں توارث جاری ہوگا۔

تنبیہ : اختلاف دار جب ہوگا کہ دونوں جگہ کا بادشاہ مستقل ہو، اور دونوں بادشاہوں کی آپس میں صلح بھی نہ ہو۔

فائدہ : مذکورہ بالا چار اسباب کے علاوہ موت کے وقت کا معلوم نہ ہونا بھی میراث سے محروم ہونے کا ایک سبب ہے، یعنی یہ معلوم نہ ہو کہ پہلے کون مرا ہے اور پیچھے کون، مثلاً بہت سے رشتہ دار ایک ساتھ جہاز میں غرق ہو گئے یا مکان یا دیوار کے گرنے سے دب کر مر گئے یا آگ میں جل گئے، یہ معلوم نہیں کہ کون پہلے مرا ہے کون پیچھے۔ تو یہاں یوں سمجھیں گے کہ گویا سب ایک ہی ساتھ مرے ہیں، نہ یہ اس کا وارث نہ وہ اس کا، ان کے بعد جو وارث موجود ہوں گے ان کو میراث دی جائے گی، مثلاً زید کے تین لڑکے ہیں، عمرو، بکر، خالد، پھر خالد کے دو لڑکے ہیں، سلطان اور حامد، زید اور اس کا لڑکا خالد دونوں غرق ہو گئے، معلوم نہیں کہ پہلے کون مرا ہے اور کون پیچھے، تو زید اور خالد ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے، یعنی ایسا نہ

کیا جائے گا کہ زید کے مال کے تین حصے کر کے دو عمرو و بکر کو دیئے جائیں اور ایک خالد کو ملے، پھر خالد کے مرجانے کی وجہ سے اس کے دونوں لڑکوں سلطان و حامد کو ملے، بلکہ خالد محروم ہو جائے گا۔ اس لئے اس کے لڑکوں کو زید کے مال سے کچھ نہ ملے گا، کل مال زید کے لڑکوں عمرو و بکر کو دیا جائے گا۔ اسی طرح یہ بھی نہ ہو گا کہ خالد کے مال سے سدس اس کے باپ زید کو دیا جائے، پھر زید کے مرجانے کی وجہ سے اس کا یہ حصہ اس کے لڑکوں عمرو و بکر کو ملے، بلکہ زید خود محروم ہو گا، لہذا خالد کے مال سے زید کے لڑکوں کو کچھ نہ ملے گا، کل مال خالد کے لڑکوں حامد و سلطان کو ملے گا۔

تنبیہ: محروم و محجوب کے اگرچہ لغتاً ایک ہی معنی ہیں مگر اصطلاحاً دونوں میں فرق ہے۔ محروم اسے کہتے ہیں جو مذکورہ بالا اسباب میں سے کسی سبب کی وجہ سے محروم ہو۔ محجوب وہ ہے جس کی میراث کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کم ہو جائے یا بالکل رُک جائے، اول کو حجب نقصان اور دوم کو حجب حرمان کہتے ہیں۔

محروم کسی وارث کو محجوب نہیں کرتا، نہ حجب نقصان نہ حجب حرمان۔ محجوب حجب نقصان و حجب حرمان دونوں طریقہ سے وارثوں کے لئے حاجب ہوتا ہے۔

سبق سوم

رشتہ دار وارثوں کی اقسام :

رشتہ دار وارثوں کی تین قسمیں ہیں :

- ① ذوی الفروض۔ جن کا حصہ قرآن یا حدیث یا اجماع اُمت سے متعین ہے۔
- ② عصبیات۔ ذوی الفروض کے سوا باقی رشتہ داروں میں سے جو خود بھی مذکر ہوں اور میت کی طرف بواسطہ مذکر منسوب ہوں۔
- ③ ذوی الارحام۔ ذوی الفروض کے سوا جو خود مؤنث ہوں یا میت کی طرف بواسطہ مؤنث منسوب ہوں۔

تنبیہ: لفظ وارث جہاں مطلق ہو اس سے مراد صرف ذوی الفروض اور عصبیات ہونگے ذوی الارحام کو شامل نہ ہوگا۔

سبق چہارم

ذوی الفروض اور ان کے سهام

سهام :

شش بود فرض مقدر در کتاب حق عزیز
نصف و ربع و ثمن باشد ثلث و ثلثان سدس نیز

قرآن مجید میں چھ سهام متعین ہیں۔ نصف، ربع، ثمن، ثلث، ثلثان، سدس۔ پہلے تینوں کو طائفہ اولیٰ اور آخری تینوں کو طائفہ ثانیہ کہا جاتا ہے۔ عدد کی دو قسمیں ہیں، مطلق اور مضاف، مطلق کو صحیح بھی کہتے ہیں، مثلاً دو، تین وغیرہ، اور مضاف کو کسر بھی کہتے ہیں، مثلاً نصف، ربع، ثمن وغیرہ۔ ہر کسر کے لئے صحیح عدد کی ضرورت ہے، مثلاً نصف کے لئے دو کی ضرورت ہے، جب تک کسی چیز کے دو حصے نہ کئے جائیں اس کا نصف نہیں نکل سکتا، اسی طرح ربع کے لئے چار کی ضرورت ہے، جو کسر جس اقل عدد صحیح کی محتاج ہو اس صحیح عدد کو اس کسر کا مخرج کہا جاتا ہے اور یہ کسر اپنے اس مخرج کی طرف مضاف ہوا کرتی ہے مثلاً ربع الاربعہ وغیرہ، ربع اگرچہ آٹھ اور بارہ وغیرہ سے بھی نکل سکتا ہے، مگر کم از کم اور اقل عدد جس سے ربع نکل سکے وہ چار ہے، اس سے کم سے ربع نہیں نکل سکتا، لہذا ربع کا مخرج چار ہے۔

پس سهام مذکورہ میں سے نصف کا مخرج دو، ربع کا چار، ثمن کا آٹھ، ثلث اور ثلثان کا تین اور سدس کا چھ ہے۔

اگر طائفہ اولیٰ کے افراد آپس میں یا طائفہ ثانیہ کے آپس میں جمع ہو جائیں تو ان میں سے جس کا مخرج اکثر ہو اس کا اعتبار ہوگا، پس نصف و ربع جمع ہوں تو ان کا مخرج چار ہوگا، نصف و ثمن جمع ہوں تو مخرج آٹھ ہوگا، ربع و ثمن کبھی جمع نہ ہونگے، ثلث و ثلثان جمع ہوں تو چونکہ دونوں کا مخرج تین ہی ہے لہذا اجتماع کے وقت بھی تین ہی ہوگا۔

عہ یہ اشعار رسالہ میراث مطبوعہ ملتان سے بترمیم و تغیر نقل کئے گئے ہیں ۱۲ منہ

ثلث و سدس یا ثلثان و سدس یا تینوں جمع ہوں تو مخسرج چھ ہوگا۔
طائفہ اولیٰ سے نصف طائفہ ثانیہ کے خواہ کسی فرد سے بھی جمع ہو مخسرج چھ،
ربیع جمع ہو تو بارہ، ثمن جمع ہو تو چوبیس ہوگا۔

تنبیہ: ثلث مابقی جس کی تفسیر آگے آئیگی اگر نصف سے جمع ہو تو بدستور سابق مخسرج چھ ہوگا۔ البتہ اگر ربیع سے جمع ہو تو مخسرج بارہ نہیں بلکہ چار ہی ہوگا۔ اور ثلث مابقی و ثمن کبھی جمع نہ ہونگے مسئلہ لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہوالحی الذی لایموت - یا ہو الباقی۔ یا بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھیں، پھر لفظ میت بہت لمبا کھینچ کر لکھیں اور اس کے بائیں گوشہ پر میت کا نام اور دائیں گوشہ پر لفظ مسئلہ لکھیں اور اس میت کے نیچے اس کے تمام وارثوں کو لکھیں جو اس کی وفات کے وقت زندہ تھے۔ اگر وارثوں میں زوج یا زوجہ ہو تو سب سے پہلے اس کو لکھیں، اس کے بعد باقی وارثوں کو، زوج یا زوجہ کو بعد میں لکھنے سے بھی اگرچہ مسئلہ صحیح نکل آتا ہے مگر لکھنے والا ناواقف سمجھا جاتا ہے، اگر وارثوں میں کوئی عصبہ بھی ہو تو اس کو سب سے آخر میں لکھیں، پھر ذوی الفروض کے حالات میں غور کر کے ہر وارث کے نیچے اس کا حصہ مقررہ نصف ربع وغیرہ لکھ دیں، عصبہ ہو تو اس کے نیچے ع لکھ دیں، کوئی وارث محروم ہو تو اس کے نیچے م لکھ دیں۔ پھر ذوی الفروض کے نیچے لکھے ہوئے سهام کے مخسرج کو لفظ مسئلہ کے اوپر لکھ دیں اور اس مخسرج سے ہر وارث کا حصہ نکال کر اس وارث کے نیچے لکھتے جائیں، سب وارثوں کو حصہ دینے کے بعد اگر کچھ بچے تو اس کو عصبہ کے نیچے لکھ دیں، اس کے بعد

عبارت والفاظ میں بھی پوری تصریح کر دیں

کہ فلاں شخص کے مال کے بعد تقدیم حقوق مقدمہ

علی المیراث اس قدر سهام بنا کر فلاں وارث

کو اس قدر دیا جائے اور فلاں کو اس قدر۔

مسئلہ				
زوجہ	ام	بنت	عم	خال
ثمن	سدس	نصف	ع	م
۳	۲	۱۲	۵	

عول: بعض دفعہ مسئلہ سے وارثوں کو دیئے گئے سهام کا مجموعہ اصل مسئلہ کے عدد سے بڑھ جاتا ہے، اس کا نام عول ہے، وہاں حصوں کے مجموعہ کو اصل مسئلہ پر علامت بنا کر اس کے اوپر لکھ دیتے ہیں، آگے جو عمل ہوگا اس عول کے عدد سے ہوگا، عول کے لغوی

معنی تنگی کے ہیں، اس صورت میں چونکہ وارثوں کا حصہ کم ہو جاتا ہے اس لئے اس کو عول کہتے ہیں، دو، تین، چار اور آٹھ کا عول نہیں ہوتا، چھ کا عول دس تک شفعاً و تراً ہر طرح آتا ہے اور بارہ کا عول سترہ تک صرف و تراً آتا ہے شفعاً نہیں اور چوبیس کا عول فقط ستائیس آتا ہے۔

مسئلہ ۷	مسئلہ ۸
زوج	اختین عینیتین
نصف	ثلثان
۳	۴

ذوی الفروض :

وہ دو اصحاب فرائض پس بکن یاد اے فتا || چار ہستند از رجال و ہشت بشمار از نساء
چار اول زوج و اب ہم جد و اخ خیفی بود || ہشت ثانی اخت خیفی علی و عینی بود
نیز بنت و بنت الابن و زوجہ و مادر شمار || ہشتیم جدہ صحیحہ دیگرے رانست کار
جد سے مراد جد صحیح ہے۔
جد صحیح وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں مؤنث کا واسطہ نہ ہو، مثلاً باپ کا باپ اور باپ کے باپ کا باپ وغیرہ۔
جد فاسد وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں مؤنث کا واسطہ ہو، مثلاً ماں کا باپ اور باپ کی ماں کا باپ وغیرہ۔
جد صحیحہ وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں جد فاسد کا واسطہ نہ ہو، مثلاً باپ کی ماں اور ماں کی ماں اور باپ کی ماں کی ماں وغیرہ۔
جدہ فاسدہ وہ ہے کہ میت کی طرف اس کی نسبت میں جد فاسد کا واسطہ ہو، مثلاً ماں کے باپ کی ماں اور ماں کے باپ کی ماں کی ماں وغیرہ۔
اخوة کی تین قسمیں ہیں :
عینی، علی، خیفی۔

عینی وہ اخوة ہے جو ماں اور باپ دونوں طرف سے ہو عین سے مأخوذ ہے جو بمعنی افضل ہے، چونکہ دونوں طرف سے اخوة یک طرفہ اخوة سے افضل ہے لہذا اس کو عینی کہا جاتا ہے۔
علی وہ اخوة ہے جو صرف باپ کی طرف سے ہو، علہ سے مأخوذ ہے جو بمعنی سوکن ہے۔
عہ علتہ مأخوذ من العلل وهو الشرب بعد الشرب فان الزوج وقرۃ بعد اخوی مدلل کأنہ شرب ثم بعد

باپ ایک ہو اور ماں جدا ہو تو وہ دونوں مائیں ایک دوسرے کی سوکن ہوں گی، اس لئے یہ اخوة علی کہلاتی ہیں۔

خیفی وہ اخوة ہے جو صرف ماں کی جانب سے ہو، خیف سے مأخوذ ہے جو بمعنی مختلف ہے، چونکہ ایسی اخوة میں باپ مختلف ہوتے ہیں لہذا اسے خیفی کہتے ہیں۔

اس کے بعد خود صاحب اخوة یعنی بھائی بہن پر بھی ان الفاظ کا اطلاق ہوتا ہے، بھائی عینی اور بہن عینیہ وغیرہ کہا جاتا ہے، ان کی جمع اعیان، اعیانی، بنو الاعیان وعلات، علاق، بنو العلا واخلایف، اخیانی، بنو الاخیاف آتی ہے۔ پھر چونکہ اعمام وعمات واخلوال وخاللات ماں باپ کے بھائی بہن ہوتے ہیں لہذا ان کو بھی اعیانی و علاق واخلانی کہا جاتا ہے، پس باپ کا عینی بھائی عم عینی کہلائے گا۔ قال الشیخ احمد بن محمد بن علی المقرئ رحمہ اللہ تعالیٰ:

وصتی ارحمت تمیز الاعیان || فہم الذین یضمہم ابولک

اخلایف امر لیس یجمعہم لب || وبعکسہ العلات یفترقان

بنت الابن جہاں بھی آئے گا عام ہوگا، یعنی بنت الابن و بنت ابن الابن وغیرہ، اسی طرح ابن الابن بھی عام ہے، یعنی ابن الابن وابن ابن الابن وغیرہ۔

احوال الاب :

سوس آید مرید را با پسر و ابن پسر || سدس و تعصیب آیدش با دختر و دختر پسر
گرازیں دو قسم مذکورین نباشد هیچ کس || نیست ز اصحاب فرایض عصبہ محض است و بس
جب میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہو اگرچہ ان کے ساتھ بیٹی یا پوتی بھی ہو تو باپ کو سدس ملے گا۔
اور اگر بیٹا و پوتا نہیں، صرف بیٹی یا پوتی ہے تو باپ کو سدس بھی ملے گا اور عصبہ بھی ہوگا۔
عصبہ کا مختصر حال یہ ہے :

عصبہ آن باشد کہ اودارد دو حال || گر بود تنہا بگیرد کل مال

ور بود باوے کسے صاحب نصیب || ہرچہ ز و ماند بگیرد اے حبیب

اس کی پوری تفصیل سبق خیم میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

احوال الجد :

جد چوں پدرست میدان جز سقوط ام اب || ردّ ام ہم سوئے ثلث مابقی اے پر ادب
جد محروم ست اے دلدار از میراث خویش || باید راقرب کہ ازوے بہت در تنسیب پیش

اب اور جد کا دو مسائل میں فرق ہے :

- ① ام الاب اب کی وجہ سے محسوم ہے، جد سے محسوم نہیں۔
 - ② اب کی موجودگی میں ام کو جن صورتوں میں ثلث مابقی ملتا ہے ان میں اگر اب نہ ہو بلکہ جد ہو تو کل مال کا ثلث دیا جائے گا۔
- ثلث مابقی کی پوری تفصیل ام کے حالات میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

احوال الاخوة والاخوات الخيفية :

در فرایض ہست مرا ولاد مادر اسہ حال || مریکے راسدس و ثلث از بہر اکثر اے کمال
ساقط ندایشان بولد و باید پر با جد نیز || قسمتے یکسانست در اولاد ام اے پر تمیز
اولاد عام ہے مذکر ہو یا مؤنث، اسی طرح ولد کا لفظ جس جگہ بھی آئے گا مذکر و مؤنث
ولد الابن، ولد ابن الابن وھکذا سب کو شامل ہوگا۔ البتہ ولد البنت کو شامل نہیں۔
قال کشاعر :

بنونا بنوا بنائنا و بنائنا || بنوھن ابنا الرجال الاباعد

احوال الزوج والزوجة :

پس بدانکہ نصف شوہر را بنیاد بے ولد || ربع باشد بے تفاوت گر ولد باوے بود
با ولد ثمن ست زن را ربع باشد بے ولد || واحدے باشد کہ اکثر نیست فرق اے ذی خرد
زوجہ اگر دو یا زیادہ ہوں تو ہر ایک کو جدا گانہ ربع یا ثمن نہیں ملے گا بلکہ ایک ہی ربع
یا ثمن سب پر برابر تقسیم ہوگا۔

احوال البنات :

در فرایض مریات صلب راسہ حال دان || مریکے رانصف و ثلثان بہر اکثر بے گمان
عصبہ بالغیر می گردندایشان با پسر || پس پسر را حصہ دو زن بدہ اے پر ہنر
احوال بنات لا بن

چوں بنات صلب میدان در تمامی حالها || مریات ابن را اندر ہمہ احوالها
لیک احوال ست چندین نیز شانرا زاد ست || از بنات صلب میت کان ہمہ لیست لها

عہ عصبہ بالغیر کی تعریف سبق پنجم میں ملاحظہ ہو ۱۲

سدرس بایک بنت صلبی مربنات ابن رست || با پسر محبوب دان رستی ز قیل و قالما
 بادو بنت این حکم باشد لیک با ابن پسر || عصبہ میگردان تو شانرا اندر نیجا کلمہ
 بنات الابن و بنات ابن الابن وغیرہ کے چھ حال ہیں، تین حال تو بنات کی طرح ہیں،
 یعنی جب بنات نہ ہوں تو :

① ایک بنت الابن کو نصف

② دو یا زیادہ کو ثلثان

③ اگر ان کے ساتھ ابن الابن بھی ہو خواہ ان کا بھائی ہو یا ابن العم تو ان کو عصبہ
 کر دے گا اور للذکر مثل حظ الانثیین ان میں تقسیم ہوگی، بشرطیکہ یہ ابن الابن انکا محاذی ہو۔
 اور تین حال بنات الابن کے خاص ہیں :

① ایک بنت کی موجودگی میں بنت الابن ایک ہو یا زیادہ انکو سدرس ملے گا، البتہ
 ابن الابن محاذی کے ساتھ عصبہ ہو کر باہم للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کریں گے۔
 ② ابن کی وجہ سے محروم ہوں گی۔

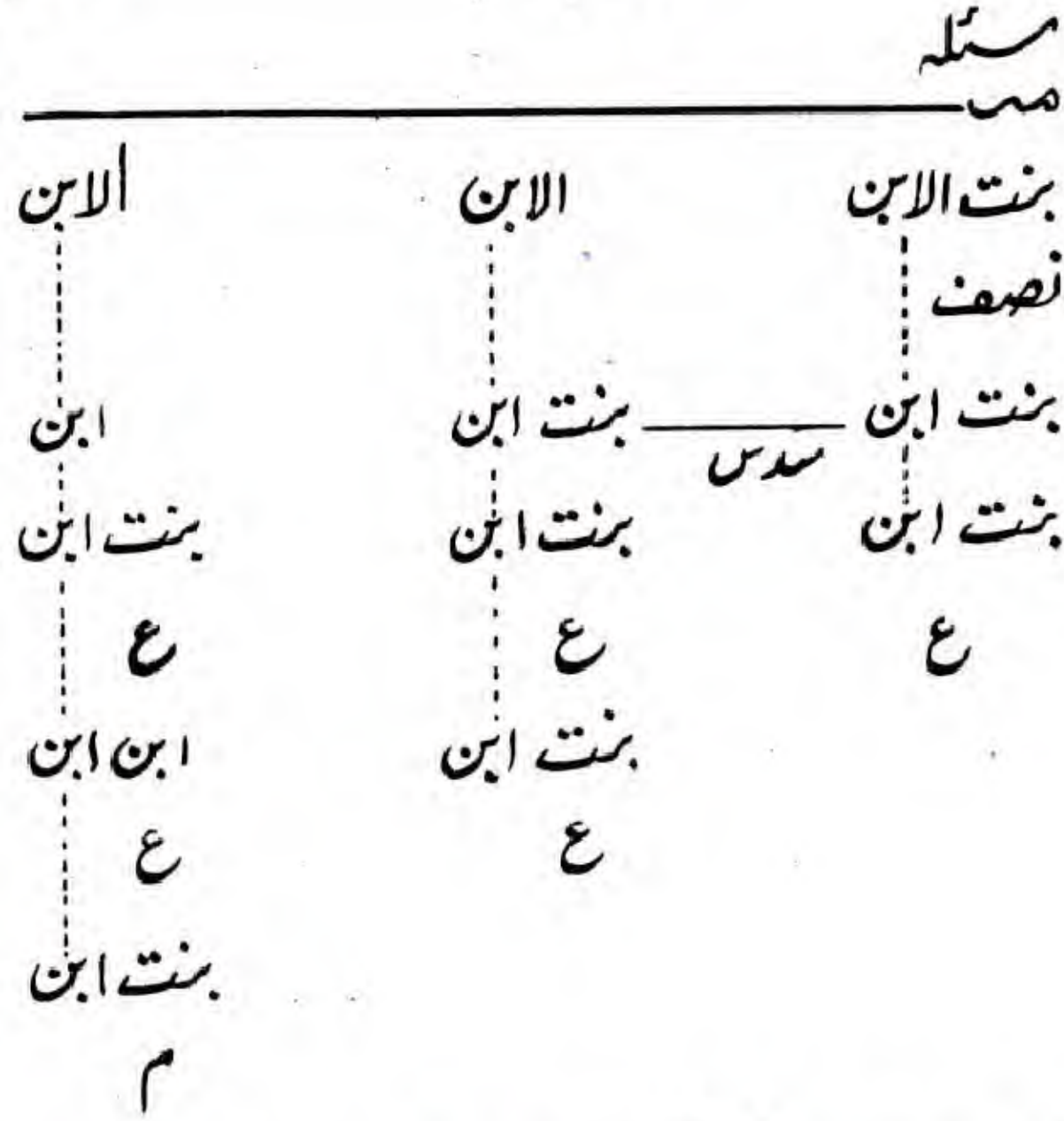
③ دو یا زیادہ بنات کے ساتھ ساقط ہوں گی، لیکن اگر ان کے ساتھ ابن الابن
 محاذی یا اسفل ہو تو ان کو عصبہ کر دیگا اور آپس میں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کریں گے۔
 غرضیکہ بنات الابن جب صاحب فرض ہوں تو ابن الابن محاذی سے عصبہ ہوں گی
 اسفل سے نہیں، اور اگر بنات کی وجہ سے محروم ہو گئی ہوں تو محاذی و اسفل دونوں کی وجہ
 سے عصبہ ہو جاتی ہیں، اور عالی بہر صورت سفلیات کے لئے حاجب ہے، اسی طرح
 بنت الابن عالیہ کی وجہ سے بھی سفلیات جب کہ عصبہ نہ ہوں محروم ہوں گی، البتہ
 اگر بنت نہ ہو تو سب سے عالیہ بنت الابن بنت کے حکم میں ہوگی اور اس سے سفلی بنت
 الابن کے حکم میں اور اس سے سفلی اگر عصبہ نہ ہو تو محروم رہے گی۔

خلاصہ یہ کہ ابن الابن اور بنت الابن کے اجتماع کی تین حالتیں ہیں :

① ابن الابن عالی ہو تو بہر حال بنت الابن کے لئے حاجب ہوگا۔

② ابن الابن محاذی بہر صورت بنت الابن کو عصبہ کر دیتا ہے۔

③ ابن الابن اسفل ہو تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ بنت الابن اگر صاحب فرض ہے
 تو اسے عصبہ نہ کرے گا، اور اگر محروم ہے تو عصبہ کر دے گا۔



پہلے درجہ میں ایک بنت الابن کو نصف اور دوسرے درجہ میں دو بنات الابن کو سدا لے گا، تیسرے درجہ کی تین بنات الابن اور چوتھے درجہ کی ایک بنت الابن اسی درجہ کے ابن الابن کی وجہ سے عصبہ ہوں گی، اس لئے باقی مال انہیں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا، پانچویں درجہ کی بنت الابن محسوم ہوگی۔

أحوال الاخوات العینۃ :

خواہران عینی میت را بود احوال پنج || نصف گر باشد یکے ثلثان اگر باشند گنج
 با برادر عینی و ہم دختر و دختر پسر || عصبہ گردان جملہ را اسہام شان نیکو بسنج
 پہلے شعر میں دو حال مذکور ہیں :

① ایک کو نصف۔

② دو یا زیادہ کو ثلثان۔

اور دوسرا شعر بھی دو حال کو متضمن ہے :

① برادر عینی کی وجہ سے عصبہ بالغیر ہوں گی اور باقی مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کریں گے۔

② دختر و دختر پسر کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہوں گی مگر دختر و دختر پسر خود عصبہ نہ ہوں گی بلکہ ذوی الفروض ہی رہیں گی۔

عصبہ بالغیر و عصبہ مع الغیر میں فرق اور ان کی تعریف سبق پنجم میں آئے گی
ان شاء اللہ تعالیٰ -

پانچواں حال احوال اخوات علیہ کے آخر میں ہے کیونکہ وہ بھی اس میں شریک ہیں
احوال الاخوات علیہ :

خواہران علیہ را حالات جملہ ہفت ہست	نصف مر یک راست ثلثان ہر چہ زاید بر یکست
سدس ایشان راست با یک خواہر عینی فقط	و بود دو باید از میراث شازداشتست
لیک میدان گر اخ علی با ایشان ہم بود	عصبہ ہر یک میشود از داغ محرومی ہست
و بود ملحق با ایشان دختر و دختر پسر	عصبہ میگردد زن از ان کلیہ کان شارع بہست
با پسر و ابن پسر ہم با پدر بالا اتفاق	نیز با جد نزد نعمان غیر را اینجا شک است
ہست ساقط اخوة و اخوات اعیان ہم علی	نیز علی با اخ عینی بدان یکسو نشست

اخ علی کی وجہ سے اخوات علیہ عصبہ بالغیر ہوں گی اور باقی ماندہ مال ان میں
لذاکرا مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا ،

بنت و بنت الابن کی وجہ سے عصبہ مع الغیر ہوں گی، مگر بنت اور بنت الابن خود
عصبہ نہ ہوں گی -

جب بنت یا بنت الابن کے ساتھ اخت عینیہ و اخت علیہ دونوں جمع ہو جائیں
تو دونوں عصبہ ہوں گی ، مگر قوی عصبہ کی موجودگی میں ضعیف عصبہ محروم ہو جاتا ہے
جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ سبق پنجم میں آئے گی ، اس لئے اخت علیہ محروم ہوگی ،
اسی طرح اخ علی بھی محروم ہوگا -

احوال الجدة :

سدس آید جدہ را پدری بود یا مادری || یا کہ اکثر لیک بعدی شد بقربی یاں بری
جملہ جدہ گشت ساقط با وجود ام بدان || جدہ ابو ی گشت ساقط با پدر دان ، چنان
ہر شخص کی چار پشت تک تیس جدہ ہو سکتی ہیں جن میں سے چودہ صحیحہ ہیں اور باقی
سولہ فاسدہ ہیں -

نقشہ آئندہ صفحہ پر ہے -

چودہ جدات صحیحہ کا نقشہ

نمبر پشت	جدات صحیحہ ابوی	جدات صحیحہ اموی
پشت اول	دادی عا	پہلی پشت میں صرف دو جدہ صحیحہ ہو سکتی ہیں
پشت دوم	دادا کی ماں عا	دادی کی ماں عا
پشت سوم	دادا کی دادی عا	دادی کی نانی عا
پشت چہارم	دادا کے دادا	دادا کی نانی
	کی ماں عا	کی ماں عا

اگر میت کی زیادہ جدات ہوں اور قرب و بعد میں فرق ہو مثلاً ایک جدہ پشت اول سے اور دوسری پشت دوم سے ہو تو قربی کی وجہ سے بعدی محروم ہوگی اگرچہ قربی خود بھی محروم ہو، مثلاً باپ دادی اور پر نانی کی موجودگی میں دادی کی وجہ سے پر نانی محروم ہوگی اگرچہ دادی خود بھی باپ کی وجہ سے محروم ہے۔

اور اگر سب جدات ایک ہی درجہ کی ہوں تو ان سب میں سب سے برابر تقسیم ہوگا اگرچہ ایک جدہ صاحب قرابتین اور دوسری صاحب قرابت واحدہ ہو، مثلاً ہندہ کے پوتے

اور نواسی کا آپس میں نکاح ہوا اور ان سے زید پیدا ہوا تو ہندہ زید کی جدہ صاحب قرابتین ہوئی، کیونکہ یہ زید کے باپ کی دادی بھی ہے اور اس کی ماں کی نانی بھی، ایک دوسری عورت صالحہ ہے جو زید کے باپ کی نانی ہے اور اس کو زید سے بس یہی علاقہ ہے، تو اس صورت میں

زید کے مرنے پر صالحہ و ہندہ پر سب سے برابر تقسیم ہوگا، یہ نہیں ہوگا کہ ہندہ دو حصے اور صالحہ کو ایک حصہ دیا جائے، بخلاف دوسرے مواقع کے کہ وہاں دو طرف کی قرابت سے حصہ بھی دو طرح سے ملتا ہے، مثلاً ایک شخص کسی عورت کا زوج بھی ہے اور ابنِ اعم بھی، تو زوج ہونے کی وجہ سے اپنا مقررہ حصہ بھی لے گا اور اگر کوئی عصبہ اس سے مقدم موجود نہ ہو تو ذوی الفروض کے بعد باقی ماندہ مال بھی یہی زوج لے گا، کیونکہ ابنِ اعم عصبہ ہے۔

جد کی وجہ سے ام الاب وام ام الاب وغیرہ محروم نہ ہوں گی، کیونکہ ان میں جد کا واسطہ نہیں، البتہ ام الجد محروم رہے گی۔

احوال الام :

در فرائض گربہ بینی ہست مادر را سہ حال
مثل مذکور ست گر باشد دوئی از اخت و اخ
ثلث ما بقی ست بعد از فرض زوج ہم
ثلث از کل ست چون نبود ازین مذکور کل
سدرس با ولد ست ولد الابن بے از قیل و قال
یعنی و علی و خیفی بست و یک باشد مثال
گر با ایشان ہم پدر ماند زمیت در مسائل
ضبط احوال فرائض شد بفضل ذی الجلال
ماں کے تین حال ہیں :

① سدرس ② ثلث ما بقی ③ ثلث کل۔

یہ تینوں حالات ترتیب وار معتبر ہیں، یعنی سب سے پہلے ان صورتوں کا اعتبار کیا جائے گا جن میں ماں کو سدرس ملتا ہے، اگر سدرس کی صورتوں میں سے کوئی صورت بھی نہ ہو تو پھر وہ صورتیں معتبر ہوں گی جن میں ثلث ما بقی ملتا ہے، اگر ان میں سے کوئی صورت نہ ہو تو ثلث کل دیا جائے گا، مثلاً میت نے بیٹی، ماں، باپ اور شوہر وارث چھوڑے تو ماں کو سدرس ملے گا، شوہر کو دے کر باقی کا ثلث نہیں دیا جائے گا۔
اگر میت کے بھائی اور بہنوں میں سے دو یا زیادہ موجود ہوں اگرچہ خود محروم ہی ہوں تب بھی ماں کو سدرس ملے گا۔

تمت احوال اصحاب الفروض بحمد اللہ

سبق پنجم

عصبات :

عصبہ بمعنی پٹھا ہے، اصطلاحاً وہ جو کہ گوشت پوست میں شریک ہو، جس کے عیب دار ہونے سے خاندان میں عیب لگے، شرع میں اولاد باپ کی ہوتی ہے اس لئے عورت کے خاندان کی اولاد عصبہ نہیں، کیونکہ وہ اولاد تو اس کے شوہر کی ہے۔
اصلی وارث عصبہ ہے، اس لئے بیٹا شرع میں عصبہ ہوا ذوی الفروض میں سے

نہ ہوا، ذوی الفروض کے بعد عصبہ کا حق ہے، اگر ذوی الفروض میں سے کوئی بھی نہ ہو یا ان سے کچھ بچے تو وہ عصبہ کو ملے گا۔

عصبہ کی دو قسمیں ہیں :

① عصبہ نسبی ② عصبہ سببی۔

عصبہ سببی معنی ہے، مذکر ہو یا مؤنث۔ یہ عصبہ نسبی سے مؤخر ہے، اگر معتق بھی نہ ہو تو اس کا عصبہ بنفسہ وارث ہوگا، پھر سببی، وہ کذا۔ معتق کے ذوی الفروض اور عصبہ بالغیر مع الغیر اور ذوی الارحام کا کوئی حق نہیں۔

اگر کوئی اپنے ذی رحم محرم کا مالک ہو جائے تو وہ غلام خود بخود آزاد ہو جائے گا، اگرچہ مالک نے آزاد کرنے کا قصد نہ کیا ہو، اس غلام کی میراث کا مستحق عصبہ نسبی کی عدم موجودگی میں ہی مالک ہوگا، اگر دو یا زیادہ شخصوں نے مشترک غلام آزاد کیا تو ہر ایک کو اس کے حصے کے مطابق میراث ملے گی۔

عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں :

① عصبہ بنفسہ ② عصبہ بالغیر ③ عصبہ مع الغیر

عصبہ بنفسہ : یہ خود بھی مذکر ہوتے ہیں اور میت کی طرف بواسطہ ذکر غسوب ہوتے ہیں۔

عصبہ بالغیر : وہ ذوی الفروض عورتیں ہیں جو اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جاتی ہیں، اور وہ بھائی خود بھی عصبہ بنفسہ ہوتے ہیں اس لئے ان میں تقسیم نلذکر مثل حظ الانثیین ہوتی ہیں، جیسے ابن کے ساتھ بنت اور ابن الابن کے ساتھ بنت الابن اور اخ عینی کے ساتھ اخت عینیہ اور اخ علی کے ساتھ اخت علیہ۔

جو عورتیں ذوی الفروض نہیں وہ اپنے بھائی کے ساتھ مل کر عصبہ نہیں ہوتیں، پس عم کے ساتھ عمہ عصبہ نہ ہوگی۔

عصبہ مع الغیر : وہ ذوی الفروض عورتیں ہیں جو دوسری ذوی الفروض عورتوں کی وجہ سے عصبہ ہو جاتی ہیں اور عصبہ بنانے والی خود ذوی الفروض ہی رہتی ہیں، جیسے بنت اور بنت الابن کی وجہ سے اخت عینیہ و اخت علیہ۔

جہاں مطلق لفظ عصبہ لکھا جاتا ہے اس سے عصبہ بنفسہ مراد ہوتا ہے اور فی الواقع عصبہ

مع عصبہ بنفسہ اور عصبہ بالغیر مع الغیر کی تفسیر عنقریب آرہی ہے۔ ۱۲۔

یہی ہے عصبہ مع الغیر وبالغیر اصل میں ذوی الفروض ہیں، اس لئے جہاں کوئی عصبہ کی تعریف پوچھتا ہے تو عصبہ بنفسہ کی تعریف بیان کی جاتی ہے، اسی وجہ سے سبق سوم میں عصبہ کی تعریف میں عصبہ بنفسہ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔

عصبہ نسبی کی باعتبار استحقاق کے چار اقسام ہیں :

① جزر میت : ابن وابن الابن وھکذا، اور بنت و بنت الابن وھکذا، جب کہ ابن یا ابن الابن کی وجہ سے عصبہ ہو گئی ہوں۔

② اصل میت : اب و اب الاب وھکذا۔

③ جزر اصل قریب میت : اخ عینی و علی اور ان کی ذکور اولاد وان سفلوا، اور اخت عینیہ و علیہ جب کہ اخ یا بنت کی وجہ سے عصبہ ہو گئی ہوں۔

④ جزر اصل بعید میت : عم عینی و علی و عم الاب و عم الجد وان علوا و اولادھم لان کران وان سفلوا۔

یہ چاروں اقسام ترتیب وار وارث ہوتی ہیں، یعنی سب سے مقدم پہلی قسم، پھر دوسری، پھر تیسری، پھر چوتھی۔

پھر ہر قسم میں سے قریب کی وجہ سے بعید محروم ہوگا، جیسے اخ علی کی وجہ سے ابن لایح العینی اور ابن العم کی وجہ سے عم الاب۔

پھر قوی کی وجہ سے ضعیف محروم ہوگا، جیسے اخ عینی کی وجہ سے اخ علی، اسی طرح اخت عینیہ بیٹی یا پوتی کی وجہ سے عصبہ ہو گئی ہو تو اخ علی اور قسم چہارم کے سب عصبات محروم ہوں گے۔

مسئلہ ۷	مسئلہ ۸	مسئلہ ۹
زوج ۱ ام ۲ اب ۳	زوج ۱ ام ۲ ام الام ۳ اختین عینیاتین ۴	زوج ۱ اختین عینیاتین ۲ اختین خفیاتیین ۳
مسئلہ ۱۰	مسئلہ ۱۱	مسئلہ ۱۲
زوج ۱ ام ۲ اب ۳	زوج ۱ ام الام ۲ اختین عینیاتین ۳ اختین خفیاتیین ۴ بنت ۱ اخت عینیہ ۲	زوج ۱ بنت ۲ اخت عینیہ ۳

عہ اس کی تحقیق رسالہ کے آخر میں ضمیمہ ثالثہ میں ملاحظہ ہو ۱۲

مسئلہ ۳	مسئلہ ۱۲	مسئلہ ۴
بنتیں اخت عینیہ عم	زوج بنت اب ام الالب	زوج بنت اخت عینیہ اخ علی
۲ ۱ ۲	۳ ۶ ۳ ۲	۱ ۲ ۱ ۲

مسئلہ ۹	مسئلہ ۵	مسئلہ ۱۵
خمس اخوات عینیہ اخ عینی اخ عینی ابن قاتل	اخت عینیہ اخ عینی اخ عینی	اخت عینیہ اخ عینی اخ عینی
۵ ۲ ۲ ۲	۱ ۲ ۲	۲ ۲ ۲

مسئلہ ۱۵	مسئلہ ۲۴
زوج بنت بنت ام اب الالب	زوجہ بنتیں ام الام ابن الاخ العینی
۳ ۲ ۳ ۲	۳ ۱۶ ۲ ۱

مسئلہ ۸	مسئلہ ۲۴	مسئلہ ۶
زوجہ بنت ابن ابن ابن	زوجہ بنتیں اب ام	ام بنت اب اخ خفی
۱ ۱ ۲ ۲ ۲	۳ ۱۶ ۲ ۲ ۲	۱ ۳ ۲ ۲ ۲

مسئلہ ۷
اخت علیہ اخت علیہ اخت علیہ اخ علی اخ علی
۱ ۱ ۱ ۲ ۲

مسئلہ ۱۷
زوجہ ام ابن قاتل اخت عینیہ اخت عینیہ اخت خفیہ اخت خفیہ
۳ ۲ ۲ ۲ ۲ ۲

سبق ششم

نسب اربع :

اسوۂ دو عدد تماثل شد عدد کم بیش را تذ اخل شد
شد تباین چون عا د شد واحد گو توافق چون ثالثے زاید

① تماثل : دو یا زیادہ اعداد آپس میں متساوی ہوں ۔

تسهیل المیراث ————— ۲۹

ان کا عا د اعظم بھی ان سے مساوی ہوتا ہے جو ان متساوی اعداد میں سے ہر ایک کو یکبارگی تقسیم کرتا ہے۔

بڑے سے بڑا ایسا عدد جو دو یا زیادہ اعداد کو پورا پورا تقسیم کرتا ہو اسے عا د اعظم یا مشترک مقسوم علیہ عظم کہا جاتا ہے۔

ان اعداد میں سے ہر ایک کو عا د اعظم پر تقسیم کرنے سے جو جواب آئے وہ اس عدد کا وفق کہلاتا ہے۔

مثلاً چار اور چار میں نسبت تماشل ہے، ان کا عا د اعظم بھی چار ہے، جو دونوں کو پورا تقسیم کرتا ہے اور ہر ایک کا وفق ایک ہے۔

(۲) قداخل: دو عدد متساوی نہ ہوں بلکہ کم و بیش ہوں اور چھوٹا عدد بڑے کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہو۔

ان کا عا د اعظم چھوٹے عدد سے مساوی ہوتا ہے جو کہ چھوٹے عدد کو یکبارگی اور بڑے کو دو یا زیادہ بار تقسیم کرتا ہے، مثلاً تین اور چھ میں تداخل ہے ان کا عا د اعظم تین ہے، تین کا وفق ایک اور چھ کا وفق دو ہے۔

(۳) توافق: چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم نہ کر سکے مگر کوئی تیسرا عدد ان دونوں میں سے ہر ایک کو پورا پورا تقسیم کر دے جو ان کا عا د اعظم ہوگا، مثلاً آٹھ اور بارہ میں توافق ہے، ان کا عا د اعظم چار ہے جو دونوں کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے، آٹھ کا وفق دو اور بارہ کا وفق تین ہے۔

توافق میں بڑے اعداد کا عا د اعظم معلوم کرنے کا طریقہ عنقریب آ رہا ہے۔

(۴) تباین: نہ چھوٹا عدد بڑے کو پورا تقسیم کرے اور نہ کوئی تیسرا عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم کر سکے، ان کا عا د اعظم ایک ہوتا ہے، مثلاً تین اور سات میں تباین ہے، سوائے ایک کے کوئی عدد ان دونوں کو پورا پورا تقسیم نہیں کر سکتا، اس لئے ان کا وفق بھی نہیں نکلتا۔

اشکال: توافق کی تعریف (جن عددوں کو کوئی تیسرا عدد پورا پورا تقسیم کر دے) پر لازم آتا ہے کہ عا د اعظم ایک ہونے کی صورت میں بھی نسبت توافق ہو کیونکہ یہ ہر ایک عدد کو پورا پورا تقسیم کر دیتا ہے۔

جواب : ایک عدد نہیں اور توافق میں عاد اعظم کا عدد ہونا ضروری ہے۔

عدد : وہ ہے جس کے طرفین کا مجموعہ اس سے دوگنا ہو۔

فائدہ : یہ نسب اربع صرف اعداد میں ہیں۔ اس لئے ایک کی نسبت ایک سے

یا کسی عدد سے معلوم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، البتہ ان دونوں صورتوں میں چونکہ

وفق نہیں نکلتا اس لئے یہ تباین کے حکم میں ہیں۔

توافق میں عاد اعظم معلوم کرنے کا طریقہ :

بڑے عدد کو چھوٹے پر تقسیم کرنے

سے جو باقی بچے اس پر چھوٹے عدد مقسوم علیہ

کو تقسیم کریں، پھر اس نئے مقسوم علیہ کو

دوسرے باقی پر، اسی طرح عمل کرتے

جائیں یہاں تک کہ کچھ باقی نہ رہے آخری

مقسوم علیہ عاد اعظم ہوگا۔

اگر یہ عاد اعظم ایک ہے تو نسبت

تباین ہوگی، اور اگر کوئی عدد ہے تو نسبت

توافق ہوگی۔

مثال :

۳۸۴ اور ۱۲۹۶ کا عاد اعظم یوں نکلے گا۔

$$\begin{array}{r}
 384 \overline{) 1296} \quad 3 \\
 \underline{1152} \\
 144 \overline{) 384} \quad 2 \\
 \underline{288} \\
 96 \overline{) 144} \quad 1 \\
 \underline{96} \\
 48 \overline{) 96} \quad 2 \\
 \underline{96} \\
 \hline
 \end{array}$$

عاد اعظم مطلوب ۴۸ ہے

دو سے زیادہ اعداد کا عاد اعظم نکالنے کے لئے پہلے دو اعداد کا عاد اعظم نکالیں، پھر اس

عاد اعظم اور تیسرے عدد کا عاد اعظم نکالیں، اسی طرح عمل کرتے جائیں، آخری عاد اعظم جواب ہوگا۔

سبق، مفتاح

تصحیح المسألة :

اگر سهام ورثہ پر منکسر ہوں تو اس کے دفع کے لئے ایک طریقہ ہے جس کو تصحیح المسألة

کہتے ہیں۔

طریقہ یہ ہے کہ اگر کسر صرف ایک طائفہ میں ہو تو اس طائفہ کے رؤس و سهام کی

آپس میں نسبت معلوم کی جائے۔

اگر تماثل یا تداخل ہو اور سهام رؤس سے زیادہ ہوں تو تصحیح کی ضرورت نہیں۔
تداخل میں سهام رؤس سے کم ہوں یا توافق ہو تو رؤس کے وفق کو اور تباین ہو تو
کل رؤس کو اصل مسئلہ میں اور اگر عول ہو تو عول میں اور ہر وارث کے سهم میں ضرب
دیں۔

اصل مسئلہ یا عول میں ضرب دینے سے جو حاصل آئے وہ تصحیح المسائلہ ہے، اس کو
اصل مسئلہ کے ساتھ علامت — بنا کر اس کے اوپر لکھ دیا جائے۔

مسئلہ ۱۸	مسئلہ ۱۷	مسئلہ ۱۶
اب ۱/۵ ام ۱/۵ خمس بنات ۲/۱۰	اب ۱/۳ ام ۱/۳ ست بنات ۲/۱۲	زوج ۲/۶ ثماني اخوات علیہ ۲/۸

اگر کسر دو یا زیادہ طائفہ میں ہو تو اولاً ہر طائفہ کے سهام و رؤس کی نسبت معلوم کریں، اگر
تداخل ہو اور سهام رؤس سے کم ہوں یا توافق ہو تو رؤس کے وفق کو اور تباین ہو تو کل رؤس
کو محفوظ رکھیں، پھر رؤس طائفہ اولیٰ کے محفوظ داشتہ عدد اور رؤس طائفہ ثانیہ کے محفوظ
داشتہ عدد کی آپس میں نسبت دیکھیں، تباین ہو تو ایک کو دوسرے میں ضرب دیں، توافق
ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں، تداخل ہو تو اکثر کو لے لیں، تماثل
ہو تو دونوں میں سے ایک کو لے لیں، پھر اس حاصل ضرب یا مأخوذ کی رؤس طائفہ ثالثہ
کے محفوظ داشتہ عدد سے نسبت دیکھیں اور اسی طرح عمل کرتے جائیں، حتیٰ کہ سب طائفے
پورے ہو جائیں، پھر اس آخری حاصل ضرب یا مأخوذ کو اصل مسئلہ یا عول میں اور ہر
وارث کے سهم میں ضرب دیں، جو حاصل آئے وہ تصحیح المسائلہ ہے۔

مسئلہ ۱۸	مسئلہ ۱۷	مسئلہ ۱۶
ثلث بنات ۲/۱۲ ثلث جدات ۱/۳ ثلث اعمام ۱/۳	اربع زوجات ۳/۶ ثلث جدات ۲/۶ اثنا عشر عمما ۲/۸	زوجتین ۳/۶۳ ست جدات ۲/۸۴ عشر بنات سبعة اعمام ۱۶/۳۳۶ اربع زوجات ثماني عشر بنتا خمس عشرة جد سبعة اعمام ۱/۱۸۰ ۳/۵۴ ۲/۲۸۸ ۲/۴۲ ۱/۱۸۰

مسئلہ ۲۵

بنت بنت بنت
 خرچ کرد در خسرید پدر ۳۰ درم خرچ کرد در خسرید پدر ۲۰ درم بیس خرچ نہ کرد
 ۱۹ ۱۶ ۱۰

سبق ششم

طریق رد :

اگر ذوی الفروض میں سے ہر ایک کو پورا حصہ ملنے کے بعد کچھ مال بچ جائے اور کوئی عصبہ بھی نہ ہو تو باقی مال ذوی الفروض نسبہ یعنی زوجین کے سوا باقی ذوی الفروض پر ان کے سهام کے مطابق رد کیا جائے گا، اس لئے ذوی الفروض نسبہ کو من لایرد علیہم کہا جاتا ہے، زوجین کو اس سے کچھ نہ ملے گا، لہذا یہ من لایرد علیہم کہلاتے ہیں۔

رد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر مسئلہ میں من لایرد علیہم نہ ہوں اور من لایرد علیہم جنس واحد ہوں تو بعد الرد ان کے رؤس سے اور مختلف جنس کے ہوں تو ان کے سهام سے مسئلہ کیا جائے اور اس کو اصل مسئلہ کے ساتھ علامت لے کر بنا کر اس کے اوپر لکھ دیا جائے۔

مسئلہ ۴	مسئلہ ۲	مسئلہ ۳	مسئلہ ۵
اربع بنات	جدہ	اخت خیفیہ	اخت خیفیہ ام
۲	۱	۱	۲
۲	۱	۲	۳

مسئلہ ۴	مسئلہ ۵	مسئلہ ۵
بنت بنت الابن	اخت عینیہ	اخت خیفیہ
۳	۱	۱
۱	۳	۴

مسئلہ میں من لایرد علیہ بھی ہو تو پہلے صرف من لایرد علیہ کا مسئلہ کے سهم کے اقل مخرج سے نکالیں، اس سے من لایرد علیہ کو حصہ دے کر باقی محفوظ رکھیں، پھر صرف من لایرد علیہم کا مسئلہ نکالیں گویا کہ من لایرد علیہ ان کے ساتھ نہیں اور من لایرد علیہم

میں سے ہر ایک کو ان کے مسئلہ سے حصہ دے کر مندرجہ بالا طریقہ سے ان پر رد کریں،
یعنی ان کے رؤس یا سهام سے مسئلہ کیا جائے، پھر من یرد علیہم کے مسئلہ بعد الرد کی من لا
یرد علیہ کے مسئلہ سے باقی کے ساتھ نسبت دیکھیں۔

اگر تماثل ہو تو مسئلہ من لا یرد علیہ بر حال رہے گا۔

تباین ہو تو کل مسئلہ من یرد علیہم کو اور تداخل ہو تو اس کے وفق کو من لا یرد علیہ
کے کل مسئلہ میں اور من لا یرد علیہ کے اس سهم میں جو اس کو اپنے مسئلہ سے ملا ہے
ضرب دیں۔

توافق اس جگہ نہیں ہو سکتا۔

من لا یرد علیہ کے مسئلہ میں ضرب دینے سے جو حاصل آئے وہ مخرج بعد الرد ہے۔
من یرد علیہم میں سے ہر ایک کو اپنے مسئلہ سے جو سهم ملا ہے اس کو من لا یرد علیہ
کے مسئلہ سے باقی کے کل یا وفق میں ضرب دیں۔

مسئلہ ۴	مسئلہ ۱۶	مسئلہ ۸	مسئلہ ۲۸
زوج ثلاث بنات	زوجہ اربع اخوات عینیہ	زوج ست بنات	زوجہ اربع جدات ست اخوات خفیہ
$\frac{۲}{۱}$	$\frac{۳}{۴}$	$\frac{۳}{۲}$	$\frac{۳}{۱۲}$
$\frac{۸}{۳}$	$\frac{۸}{۱۲}$	$\frac{۸}{۶}$	$\frac{۲}{۱۲}$
$\frac{۲}{۱}$	$\frac{۳}{۴}$	$\frac{۳}{۲}$	$\frac{۳}{۱۲}$

مسئلہ ۱۴۴
اربع زوجات
$\frac{۳}{۵}$
$\frac{۱۶}{۲۸}$
$\frac{۲}{۴}$
$\frac{۲۸}{۱۰۰۸}$
$\frac{۲}{۴}$
$\frac{۲۸}{۱۰۰۸}$

سبق ہم

ذوی الارحام :

ذوی الارحام کی بھی بلحاظ استحقاق عصبات نسبہ کی طرح چار اقسام ہیں۔ اور عصبات
ومن یرد علیہم کی عدم موجودگی میں بالترتیب وارث ہوتے ہیں، یعنی قسم اول سب سے

مقدم، پھر ثانی، پھر ثالث، پھر رابع۔

① جزر میت : اولاد البنات و اولاد بنات الابن وان سفلوا۔

② اصل میت : الاجداد والجدات الفاسدة۔

③ جزر اصل قریب میت : اولاد الاخوات و بنات الاخوة و بنو الاخوة

لام و اولادهم۔

④ جزر اصل بعید میت : اعمام خفیہ، عمات، اخوال و خالات، بنات الاعمام

وکل هؤلاء للابوین و ابوی الابوین، اور ان سب کی اولاد۔

اگر ایک قسم کے مختلف ذوی الارحام جمع ہو جائیں تو ہر ایک قسم کا آپس میں طریق تقسیم جدا ہے

مسئلہ			
بنت	بنت	بنت	قسم اول : قریب کی وجہ سے بعید
بنت	بنت	بنت	محروم ہوگا، جیسے بنت البنت کی وجہ سے
بنت	ابن	بنت	بنت بنت الابن،
۱	۲	۱	پھر ولد الوارث کی وجہ سے ولد غیر

الوارث محروم ہوگا، جیسے بنت بنت الابن کی وجہ سے ابن بنت البنت۔

پھر ان ذوی الارحام کے اصول جو میت تک و سائر ہیں ان کو دیکھا جائے کہ ان میں ذکورۃ و انوثۃ کا اختلاف ہے یا نہیں؟

اگر نہیں تو موجودہ ذوی الارحام پر للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کی جائے۔

اختلاف ذکورۃ و انوثۃ ہے تو میت کی طرف سے سب سے پہلے جس جگہ اختلاف ہو

وہاں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کی جائے۔

اس تقسیم میں وصف اصول کی اور عدد سب سے آخری فروع کا معتبر ہوگا، مثلاً اصول میں اگر ایک ابن ہے اور اس کے آخر میں ایک ابن اور ایک بنت یا دو بنت یا دو ابن ہیں تو اس ابن کو جو اصول میں ہے دو ابن کے قائم مقام کیا جائے، اسی طرح اگر اصول میں ایک بنت ہے اور اس کے آخر میں ایک ابن اور ایک بنت یا دو بنت یا

۱۵ وارث سے مراد ذوالفرض یا عصبہ ہے۔

نہیں، پس اب ام الام کی وجہ سے اب اب الام محروم نہ ہوگا۔
 پھر مثل قسم اول عمل کیا جائے مگر اس میں سب سے آخری بطن کے عدد کا اعتبار نہیں
 بلکہ اسی بطن کا عدد معتبر ہے جس پر اختلاف ذکورۃ وانوشتہ کی وجہ سے تقسیم کر رہے ہیں۔
 قسم سوم : قریب کی وجہ سے بعید محروم ہوگا، جیسے بنت الاخ کی وجہ سے بنت ابن الاخ۔
 پھر ولد الوارث کی وجہ سے ولد غیر الوارث محروم ہوگا، جیسے بنت ابن الاخ کی وجہ سے
 ابن بنت الاخ۔

پھر اگر سب اصول خفی ہوں تو آخری فروع میں مذکور و نوشتہ پر علی السوۃ تقسیم کر دی جائے۔
 اور سب اصول عینی یا سب علی ہوں تو باعتبار اختلاف ذکورۃ وانوشتہ قسم اول کی
 طرح عمل کیا جائے۔

اور مختلف ہوں تو پہلے اصول پر تقسیم کی جائے یعنی عینی علی خفی بھائی اور بہنوں میں
 سے ذوی الفروض کو ان کا حصہ مقررہ دے کر باقی عصبات کو دیا جائے، اگر عصبہ کوئی نہو اور
 رد کی ضرورت پڑے تو رد کیا جائے۔

ذوی الفروض کو حصہ دیتے وقت بھی وصف اصول کی اور عدد سب سے آخری
 فروع کا معتبر ہوگا۔

اس کے بعد عینیہ علیہ خفیہ ہر ایک کو جدا جدا طائفہ کر کے خفیہ کا حصہ ان کے آخری
 فروع پر علی السوۃ تقسیم کر دیا جائے اور عینیہ و علیہ میں مثل قسم اول عمل کیا جائے۔

مسئلہ ۱۹

اخ عینی اخت عینیہ			اخ علی اخت علیہ			اخ خفی اخت خفیہ		
۳	۲	۳	۲	۲	۲	۱	۱	۱
بنت ابن بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت	بنت بنت
۳	۲	۱	۳	۲	۱	۳	۲	۱

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) و بوطریق المجاز فمن یدلی الی المیت یرسل قرابتہ الیہ بشخص والباء

فیہ للالصاق فالقرابة مشتركة بین المدلی والمدلی والواسطة ۱۲

۱۲ اس کی تحقیق رسالہ کے آخر میں ضمیمہ ثالثہ میں ملاحظہ ہو ۱۲ منہ

مثلاً ۳۰		مثلاً ۱۲	
اغت عینیہ	اغت خیفیہ	اغت علی علیہ	اغت عینیہ
$\frac{3}{15}$	$\frac{2}{10}$	$\frac{1}{5}$	$\frac{3}{9}$
ابن ۱۵	بنی ۱۰	ابن ۱	ابن بنت ۱ ۲
۱۵			۹

قسم چہارم : قریب کی وجہ سے بعید محروم ہوگا، جیسے عمہ کی وجہ سے بنت العم اور بنت العم کی وجہ سے عمۃ الاب -

پھر اگر اصول صرف جانب ام یا صرف جانب اب ہوں تو قوی کی وجہ سے ضعیف محروم ہوگا، یعنی عینی کی وجہ سے علی و خیفی اور علی کی وجہ سے خیفی محروم ہوگا۔

پھر ولد الوارث کی وجہ سے ولد غیر الوارث محروم ہوگا، جیسے بنت العم کی وجہ سے ابن العم شتم مثل القسم الاول خیفیہ میں بھی للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگی۔

اور اگر دونوں جانب موجود ہوں تو پہلے جانب ام کو ثلث اور جانب اب کو ثلثان دیکر ہر دو کو جدا جدا طائفہ کر دیا جائے، ہر ایک طائفہ میں قوی کی وجہ سے ضعیف محروم ہوگا۔

پھر ولد الوارث کی وجہ سے ولد غیر الوارث محروم ہوگا۔

ایک طائفہ کے قوی یا ولد الوارث کی وجہ سے دوسرے طائفہ کا ضعیف یا ولد غیر

الوارث محروم نہ ہوگا۔

اس کے بعد ہر دو طائفہ میں مثل قسم اول عمل کیا جائے۔

اگر میت کی عمہ و خالہ وغیرہ نہ ہوں تو میت کے باپ یا ماں کی عمہ و خالہ میت کی عمہ و خالہ کے قائم مقام ہوں گی۔

اگر باپ کی عمہ و خالہ اور ماں کی عمہ و خالہ جمع ہو جائیں تو جانب اب کو ثلثان اور جانب ام کو ثلث دے کر جدا جدا طائفہ کر دیں، پھر ہر طائفہ کو جو حصہ ملا ہے اس میں سے اس طائفہ کی جانب عمہ کو ثلثان اور جانب خالہ کو ثلث دے کر جدا جدا طائفہ کر کے ہر ایک طائفہ میں مثل قسم اول عمل کریں۔

تسهيل الميراث _____ ۳۹

لئے لفظ میت کا لمبا خط کھینچ کر اس کے اوپر ”مورث اعلیٰ“ اور اس کا نام لکھیں اور نیچے اس کی وفات کے وقت اس کے جو وارث زندہ تھے مع ان کے ناموں کے لکھیں، کیونکہ صرف ام یا زوجہ یا ابن وغیرہ لکھنے سے دوسرے تیسرے نمبر کے مسئلہ میں جب پھر اسی رشتہ کے وارث لکھے جاتے ہیں تو اشتباہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس کے نیچے کچھ جگہ چھوڑ کر اس میت کے لئے جو مورث اعلیٰ کے بعد اور دوسروں سے پہلے مرا ہو خط کھینچ کر اس کے اوپر ”ثانی“ اور اس میت کا نام لکھیں اور نیچے اس کی وفات کے وقت اس کے جو وارث زندہ تھے مع ناموں کے لکھیں۔

اسی طرح تھوڑی تھوڑی جگہ چھوڑ کر ترتیب وار ہر میت کے لئے خط کھینچ کر اس کے اوپر اس کا درجہ ثالث، رابع وغیرہ اور اس کا نام اور نیچے اس کے وارث جو اس کی وفات کے وقت زندہ تھے مع ناموں کے لکھتے جائیں۔

پھر پہلے مورث اعلیٰ کا مسئلہ نکالیں، باوجود سابقہ عول و رد و تصحیح وغیرہ۔ پھر اس کے وارثوں سے جو شخص مر گیا ہو اس کے نام اور سهام کے نیچے قبر کا نشان بنادیں، ان سهام کو جو میت ثانی کو میت اول سے حاصل ہوئے ”مانی الید“ کہا جاتا ہے، اس مانی الید کے عدد کو میت ثانی کے خط کے اوپر بائیں طرف اس کے نام کے ساتھ علامت مع بنا کر اس کے اوپر لکھ دیں۔

پھر میت ثانی کا مسئلہ مثل سابق نکالیں، پھر میت ثانی کے مسئلہ کی اس کے مانی الید سے نسبت معلوم کریں۔

تمائل ہو تو مسئلہ میت اول بر حال رہے گا۔

تداخل یا توافق ہو تو مسئلہ ثانیہ کے وفق کو اور تباین ہو تو اس کے کل کو مسئلہ اولیٰ کے کل میں اور میت اول کے وارثین میں سے ہر ایک کے سهام میں ضرب دیں۔ مسئلہ اولیٰ میں ضرب دینے سے جو حاصل آئے وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا، اس کو مسئلہ اولیٰ کے اوپر خط کھینچ کر اس پر لکھ دیں۔

پھر میت ثانی کے وارثوں میں سے ہر ایک کے سهام کو مانی الید کے وفق یا کل میں ضرب دیں۔

پھر میت ثالث کا نام جس جس جگہ وارثوں میں ہو اس پر مع سهام کے قبر کا

نشان بنادیں اور جس جس جگہ سے اس کو سهام ملے ہوں سب کو جمع کر کے میت ثالث کے خط پر مافی الید کی علامت بنا کر اس کے اوپر لکھ دیں، پھر اس کا مسئلہ نکال کر اس کی مافی الید سے نسبت دیکھیں، تماثل ہو تو مخرج اول بر حال رہے گا ورنہ مسئلہ ثالثہ کے وفق یا کل کو مخرج اول میں اور میت اول و ثانی کے وارثوں کے سهام میں ضرب دیں اور میت ثالث کے وارثوں کے سهام کو اس کے مافی الید کے وفق یا کل میں ضرب دیں، پھر میت رابع و خامس وغیرہ میں یہی عمل کرتے جائیں، الیٰ آخر الصورتۃ المسئلۃ تعضاً۔ مسئلہ کامل ہو جانے کے بعد ”الاحیاء“ لمبا کھینچ کر اس پر ”المبلغ“ لکھ کر اس کے اوپر آخری مخرج کا عدد لکھ دیں اور ”الاحیاء“ کے نیچے سب میتوں کے موجودہ وارثین کے نام لکھ کر ہر ایک کے نیچے جو سهام اس کو جس جگہ سے ملے ہوں جمع کر کے لکھ دیں اسکے بعد بدستور سابق عبارت میں بھی ہر ایک کے سهام کی تصریح کر دیں۔

فائدہ: جہاں کہیں مناسخہ میں ایسی صورت پیش آئے کہ کسی میت کے وہی وارث ہوں جو اس کے مورث کے تھے اور اس میت کے ساتھ ترکہ میں شریک تھے، ان سے زائد کوئی وارث نہ ہو، خواہ اسی حیثیت سے وارث ہوں جس سے پہلے تھے یا دوسری حیثیت سے تو ایسی صورت میں ایسا مورث اختصار عمل کے لئے کالعدم سمجھا جاتا ہے، اس کے نام کے نیچے ”کالعدم“ لکھ دیتے ہیں، مگر اس میں دو شرائط ہیں:

① کالعدم کرنے سے جن وارثوں کا حصہ بڑھتا ہے بعینہ وہی وارث میت ثانی کے ہوں، نہ ان سے کم ہوں نہ زیادہ۔

② مسئلہ ثانیہ کے سهام میں مناسبت بھی وہی ہو جو مسئلہ اولی کے سهام میں ہے۔
تنبیہ: اگر مسئلہ میں من لا یرد علیہ بھی ہو اور کالعدم کرنے سے پہلے عول کی صورت ہو اور اس کے بعد رد کی ضرورت پڑے تو کالعدم کرنا صحیح نہوگا، اگرچہ مسئلہ ثانیہ کے سهام میں بھی مناسبت وہی ہو جو مسئلہ اولی کے سهام میں ہے، کیونکہ اس صورت میں کالعدم کرنے سے سهام کی زیادتی میں تناسب نہیں رہتا۔
کالعدم کرنے کی مثال:

کسی شخص نے ایک زوجہ اور چار ابن وارث چھوڑے، پھر وہ زوجہ مر گئی اس نے بھی یہی چار بیٹے وارث چھوڑے۔

اس صورت میں زوجہ کو اول ہی سے کالعدم سمجھیں گے، اس تطویل کی حاجت نہیں کہ مورث اعلیٰ نے زوجہ اور چار ابن چھوڑے پھر زوجہ مری اس نے بھی چار ابن چھوڑے بلکہ اول ہی سے اس شخص کی جائیداد چار بیٹوں کو دیدی جائے۔

یہ مثال اس کی تھی کہ ایک ہی حیثیت سے وارث ہیں، جس طرح اس شخص کے بیٹے تھے اسی طرح اس کی زوجہ کے بھی بیٹے ہیں۔

دوسری حیثیت سے وارث ہونے کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص نے فقط چار ابن چھوڑے اور پھر ایک ابن نے صرف ہی تین بھائی وارث چھوڑے تو ایسا ابن کالعدم سمجھا جائے گا، گو وارثین باقی نے میت اول سے ابن ہو کر اور میت ثانی سے بھائی ہو کر حصہ لیا۔

مسئلہ ۱۶ مورث اعلیٰ حلیمہ			مسئلہ ۱۷ ثانی زید مصۃ			مسئلہ ۱۸ ثالث زینب مصۃ		
زوج بنت ام			زوجہ ام اب			ام الام ابن ابن بنت		
زید زینب ہندہ			فاطمہ کلثوم مسعود ہندہ			سلطان حامد سارہ		
$\left(\frac{۳}{۴}\right)$ $\left(\frac{۶}{۹}\right)$ $\left(\frac{۲}{۳}\right)$			$\frac{۱}{۸}$ $\frac{۱}{۸}$ $\frac{۲}{۱۶}$			$\left(\frac{۱}{۳}\right)$ $\frac{۲}{۲۷}$ $\frac{۲}{۲۷}$		
$\frac{۱}{۹}$ $\frac{۱}{۹}$ $\frac{۲}{۱۸}$			۸ ۸ ۱۶ ۲۲ ۲۲ ۱۲ ۱۸ ۹ ۹			۱۲۸		
مسئلہ ۱۹ رابع ہندہ مصۃ			مسئلہ ۲۰ مورث اعلیٰ بکر			مسئلہ ۲۱ ثانی رقیہ مصۃ		
زوج اخ عینی			زوجہ ام الاب			زوج ابن بنت		
محمود ولید خالد			عائشہ رقیہ			سعید حمید زبیدہ		
$\frac{۱}{۹}$ $\frac{۱}{۹}$ $\frac{۲}{۱۸}$			$\frac{۳}{۱۸}$ $\left(\frac{۲}{۱۲}\right)$ $\frac{۱}{۱۲}$			$\frac{۱}{۳}$ $\frac{۲}{۶}$ $\frac{۱}{۳}$		
۸ ۸ ۱۶ ۲۲ ۲۲ ۱۲ ۱۸ ۹ ۹			۱۲ ۱۲ ۱۲ ۴ ۴ ۳ ۶ ۳ ۳			۱۲۸		
۱۸ ۱۲ ۱۲ ۴ ۴ ۳ ۶ ۳ ۳			۱۲ ۱۲ ۱۲ ۴ ۴ ۳ ۶ ۳ ۳			۱۲۸		
۱۲ ۱۲ ۱۲ ۴ ۴ ۳ ۶ ۳ ۳			۱۲ ۱۲ ۱۲ ۴ ۴ ۳ ۶ ۳ ۳			۱۲۸		

سبق یازدہم

ترکہ کی سہما وارثین پر تقسیم :

مخرج کی عدد ترکہ سے نسبت دیکھیں۔

اگر متماثل ہو تو ظاہر ہے کہ کسی قسم کے عمل کی ضرورت نہیں۔

تداخل یا توافق ہو تو عدد ترکہ کے وفق کو اور تباین ہو تو اس کے کل کو ہر وارث کے سہم

میں ضرب دے کر حاصل ضرب کو مخارج کے کل یا وفق پر تقسیم کریں۔

فیصد حصہ معلوم کرنا چاہیں تو عدد ترکہ = ۱۰۰ فرض کر کے عمل مذکور کریں۔

مسئلہ ۱۵/۳۰/۲۰ مورث علیٰ ابراہیم	مسئلہ ۲ ثانی عبد اللہ محمد	مسئلہ ۳ ثالث عاجزہ محمد
زوجہ ابن بنت	ابن ابن بنت	ابن الاخ ابن الاخ بنت الاخ
صفیہ عبد اللہ عاجزہ	زاید عابد ہاجرہ	زاید عابد ہاجرہ
کالعدم (۲) (۱/۵)	(۲/۳) (۲/۴) (۱/۲)	(۱/۵) (۱/۵) م
	۸/۳۲ ۲/۱۶	۲۰

مسئلہ ۴ رابع زاید محمد	مسئلہ ۱۲۰ الاخ
زوجہ اخت عینیہ اخ علی	عابد ہاجرہ عظیمہ
عظیمہ ہاجرہ عابد	۶۵ ۴۲ ۱۳
۱/۱۳ ۲/۲۶ ۱/۱۳	فیصد = ۵۴ ۱/۴ ۳۵ ۱۰ ۵/۶

مسئلہ ۸۰/۲۸۰/۱۹۲۰ مورث علیٰ زید	مسئلہ ۶ ثانی عزیزہ محمد
زوجہ زوجہ ابن بنت بنت بنت	ابن ابن بنت بنت
کریمہ عزیزہ عبد اللہ ہاجرہ خدیجہ عظیمہ	حمید ولید خدیجہ عظیمہ
(۵) (۵/۳۰) (۱۲/۸۲) (۱۲/۸۲) (۱۲/۸۲) (۱۲/۸۲)	(۱/۵) (۱/۵) (۲/۱۰) (۲/۱۰)
۲۸/۱۶۸ ۱۲/۸۲ ۱۲/۸۲ ۱۲/۸۲ ۱۲/۸۲	۲۰ ۲۰ ۲۰ ۲۰

مسئلہ	ثالث عظیمہ ۸۹	مسئلہ ۲۴	رابع کریمہ ۱۲
زوج بنت اخت عینیہ اخت علیہ اخ علی	زوج بنت اخت عینیہ اخت علیہ اخ علی	بنت ابن النعم ابن النعم	بنت ابن النعم ابن النعم
احمد فاطمہ خدیجہ ہاجرہ عبداللہ	احمد فاطمہ خدیجہ ہاجرہ عبداللہ	ہاجرہ عزیز سعید	ہاجرہ عزیز سعید
$\frac{1}{89}$ $\frac{2}{148}$ $\frac{1}{89}$	$\frac{1}{89}$ $\frac{2}{148}$ $\frac{1}{89}$	$\frac{1}{30}$ $\frac{1}{30}$ $\frac{2}{60}$	$\frac{1}{30}$ $\frac{1}{30}$ $\frac{2}{60}$

الاحتمال ۱۹۲۰ لغ

عبداللہ ہاجرہ خدیجہ حمید ولید احمد فاطمہ عزیز سعید	عبداللہ ہاجرہ خدیجہ حمید ولید احمد فاطمہ عزیز سعید
۶۴۲ ۳۹۶ ۴۴۵ ۴۰ ۴۰ ۸۹ ۱۴۸ ۳۰ ۳۰	۶۴۲ ۳۹۶ ۴۴۵ ۴۰ ۴۰ ۸۹ ۱۴۸ ۳۰ ۳۰
فیصد = ۳۵ $\frac{20.5}{8}$ $\frac{23.14}{96}$ $\frac{2.1}{12}$ $\frac{2.1}{12}$ $\frac{2.1}{96}$ $\frac{9.13}{38}$ $\frac{1.9}{14}$ $\frac{1.9}{14}$	فیصد = ۳۵ $\frac{20.5}{8}$ $\frac{23.14}{96}$ $\frac{2.1}{12}$ $\frac{2.1}{12}$ $\frac{2.1}{96}$ $\frac{9.13}{38}$ $\frac{1.9}{14}$ $\frac{1.9}{14}$

مسئلہ ۱۳ ۶۵	مسئلہ ۲۴ ۱۹۲
زوجہ ام خمس اخوات عینیہ	زوجہ ام ابن ابن بنت بنت
۱۵ ۱۰ ۴۰	۲۲ ۳۲ ۳۲ ۳۲ ۱۴ ۱۴
فیصد = $\frac{23.1}{13}$ $\frac{5.5}{13}$ $\frac{61.4}{13}$	فیصد = $\frac{12.1}{4}$ $\frac{14.2}{3}$ $\frac{14.4}{32}$ $\frac{14.4}{32}$ $\frac{14.4}{32}$ $\frac{8.41}{38}$ $\frac{8.41}{38}$

سبق دوازدہم

تخارج :

اگر کوئی وارث ترکہ میں سے کسی معین چیز پر صلح کرے، مثلاً کہے کہ فلاں چیز یا اتنے روپے ترکہ سے مجھے دیدیں، یا متوفاة کا مہر جو میرے ذمہ ہے مجھ سے نہ لیں، باقی ترکہ میں مجھے کوئی حق نہیں، اسے تخارج کہتے ہیں، یہ صلح جائز ہے۔

مطلق صلح کو بیع، اجارہ، ابرار وغیرہ عقود میں سے جس عقد پر ممکن ہو حمل کر کے اس کے صحیح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اگر کسی عقد پر بھی محمول نہ ہو سکے تو صلح جائز نہ ہوگی، تخارج بیع پر محمول ہو سکتا ہے۔

لہذا اگر بدل صلح عرض ہے یعنی بکیل، موزون اور سونے، چاندی کے سوا کوئی اور چیز ہے تو بہر صورت صلح جائز ہے۔

اگر سونے سے چاندی پر یا بالعکس یا دونوں سے دونوں پر یا سونے اور چاندی اور عرض سے دونوں پر صلح کی تو ترکہ کا حاضر ہونا اور قبضہ اسی مجلس میں کرنا شرط ہے، خواہ بدل صلح مصالح کے حصہ سے کم ہو یا زیادہ۔

اگر دونوں سے یا تینوں سے صرف سونے یا صرف چاندی پر صلح کی تو شرط مذکور سے زائد یہ شرط بھی ہے کہ بدل صلح اپنی جنس میں سے مصالح کے حصہ سے زیادہ ہو۔

اسی طرح اگر بدل صلح مکمل یا موزون ہو تو رہو کی صورتیں ناجائز ہوں گی۔

اگر میت پر دین خیط بالترکہ ہے تو صلح جائز نہیں، البتہ اگر محیط بالترکہ نہیں تو بہتر یہ ہے کہ ادارہ دین سے پہلے صلح نہ کریں، اگر کر لی جائے تو جائز ہے۔

اگر میت کا لوگوں پر دین ہے تو کسی وارث کے لئے یہ جائز نہیں کہ کسی چیز پر صلح کر کے اپنا حصہ دین دوسروں کے سپرد کر دے، کیونکہ قرض خواہ کا مقروض کے سوا کسی دوسرے کو کسی چیز کے عوض میں قرض کا مالک بنانا صحیح نہیں۔

اگر ایسی ضرورت پیش آئے تو یہ تدبیر ہو سکتی ہے کہ باقی وارث کھجور وغیرہ کی ایک مٹھی مصالح سے اس کے حصہ دین کے برابر ثمن میں فروخت کر دیں، پھر مصالح اس ثمن کو مقروض پر حوالہ کر دے تاکہ باقی وارث اس مقروض سے وصول کر لیں۔

صلح کے بعد باقی ترکہ کی تقسیم کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے مصالح کو دوسرے وارثوں میں داخل کر کے مسئلہ نکالیں بوجہ سابقہ عول، رد، تصحیح وغیرہ، پھر مصالح کے سہم کو کل مسئلہ سے تفریق کر کے باقی مسئلہ کو علامت ص بنا کر اس کے اوپر لکھ دیں اور مصالح کے نام اور سہام پر ”ص“ کا احاطہ کر دیں۔

مسئلہ ۳			مسئلہ ۲۲			
زوج	ام	عم	زوجہ	ابن	ابن	ابن
۳	۲	۱	۴	ص	۷	۷
فیصد = $\frac{۶۶}{۳}$	$\frac{۳۳}{۳}$		فیصد = ۱۶	۲۸	۲۸	۲۸

سبق سیزدہم

خنثی کا حکم :

جہاں تک ہو سکے خنثی کو سب احکام میں مرد یا عورت کی طرح شمار کریں گے، اگر اس میں مرد کی علامات زیادہ ہوں، مثلاً ڈاڑھی نکل آئے یا مرد کی پیشاب گاہ سے پیشاب کرتا ہو یا اس سے کسی عورت کو حمل رہ جائے تو اس کو مرد سمجھا جائے گا، اگر عورت کی علامات زیادہ ہوں، مثلاً وہ خود حاملہ ہو گئی یا پستان ظاہر ہو گئے یا حیض آنے لگے یا عورت کی پیشاب گاہ سے پیشاب کرتی ہو تو عورت سمجھی جائے گی، اگر دونوں مقاموں سے پیشاب کرتا ہو تو جس مقام سے پہلے پیشاب نکلے اس کا اعتبار ہوگا، لیکن جب دونوں حالتیں بالکل برابر ہوں اور حالت ایسی مشتبہ ہو جائے کہ کسی وجہ سے کسی طرح بھی مرد یا عورت ہونے کو ترجیح نہ دے سکیں تو اس کو خنثی مشکل کہتے ہیں، میراث میں اس کا حکم اسو الخالین ہے، یعنی مرد یا عورت فرض کرنے سے جس تقدیر پر محسوس رہے یا حصہ کم ملے اسی تقدیر کا اعتبار ہے۔

مسئلہ			مسئلہ		
زوجه	ابن الاخ العینی	ولد الاخ العینی	ابن بنت خنثی مشکل	بنت خنثی مشکل	
۱	۳	۴	۱	۲	۱
فیصد = ۲۵	۷۵	۷۵	فیصد = ۵۰	۲۵	۲۵

سبق چہار دہم

حمل کا حکم :

حمل کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں :

- ① مورث کا ہو، یعنی اس کی زوجہ حاملہ ہو۔
- ② غیر مورث کا ہو، مثلاً مورث کی والدہ کو حمل ہو۔

حملہ مورث :

زوجہ مورث معتدہ موت تو ہوگی ہی، علاوہ ازیں معتدہ طلاق بھی ہو سکتی ہے، اس لئے اس کی تین صورتیں ہیں :

① فقط معتدہ موت : اس حمل کے وارث ہونے کی یہ شرط ہے کہ عورت نے انقضاء عدت کا اقرار نہ کیا ہو تو موت مورث سے دو سال کے اندر پیدا ہو۔
انقضاء عدت کا اقرار کر لیا ہو تو شرط مذکور کے علاوہ یہ شرط بھی ہے کہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔

② معتدہ موت و معتدہ رجعیہ : اس میں یہ شرط ہے کہ انقضاء عدت کا اقرار نہ کیا ہو تو موت مورث سے دو سال کے اندر پیدا ہو، اگرچہ وقت طلاق سے برسوں بعد ہو، یوں سمجھا جائے گا کہ زوج نے عدت کے اندر صحبت کر کے طلاق سے رجوع کر لیا تھا، اور جو ان عورت کی عدت تین حیض ہے، جن کے لئے کوئی مدت متعین نہیں۔
انقضاء عدت کا اقرار کر لیا ہو تو مزید یہ شرط بھی ہے کہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔

③ معتدہ موت و معتدہ یاسنہ : انقضاء عدت کا اقرار نہیں کیا تو وقت بینونہ سے دو سال کے اندر پیدا ہو۔

انقضاء عدت کا اقرار کر لیا ہو تو یہ شرط بھی ہے کہ وقت اقرار سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو۔

حملہ غیر مورث :

اس کی چار صورتیں ہیں :

① غیر معتدہ : اس میں موت مورث سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونا شرط ہے البتہ اگر موت مورث کے وقت حمل کا ظہور عام طور پر معلوم ہو یا اس پر شاہد موجود ہوں تو اس میں شرط مذکور نہیں، موت مورث سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے کی صورت میں بھی وارث ہوگا، بشرطیکہ اکثر مدت حمل یعنی وقت علوق سے دو سال کے اندر پیدا ہو۔

اگر ظہور حمل عام طور پر معلوم نہیں اور نہ ہی اس پر شاہد ہیں، مگر بعض وارث

موتِ مورث کے وقت وجود حمل کا اقرار کرتے ہیں اور مقرین کا عدد نصابِ شہادت سے کم ہے تو یہ حمل صرف مقرین کے حق میں وارث ہوگا۔

(۲) معتدہ رجعیہ : انقضائِ عدت کا اقرار نہ کیا ہو تو موتِ مورث سے چھ ماہ اور وقت طلاق سے دو سال میں سے جو مدت زیادہ ہو، اس کے اندر پیدا ہو۔

انقضائِ عدت کا اقرار کر لیا ہو تو یہ شرط مزید ہے کہ وقتِ اقرار سے چھ ماہ کے اندر ہو۔
(۳) معتدہ بائنہ : انقضائِ عدت کا اقرار نہ کیا ہو تو وقتِ بیونہ سے دو سال کے اندر پیدا ہو۔ انقضائِ عدت کا اقرار کر لیا ہو تو یہ شرط بھی ہے کہ وقتِ اقرار سے چھ ماہ کے اندر ہو۔

(۴) معتدہ موت : اس کا حکم بعینہ معتدہ بائنہ کی طرح ہے۔
شرائطِ مذکورہ کے علاوہ حمل کے وارث ہونے کی یہ شرط بھی ہے کہ ماں کے پیٹ سے اکثر زندہ باہر آجائے، خروجِ اکثر کا اعتبار اگر بچہ سیدھا پیدا ہو تو خروجِ سینہ سے ہے ورنہ خروجِ ناف سے، پس اگر مردہ پیدا ہو یا خروجِ اکثر سے پہلے مر گیا تو وارث نہ ہوگا، یہ شرط جب ہے کہ بچہ خود بخود نکلے، اگر جنائیت سے نکالا گیا تو وارث ہوگا۔

تقسیم ترکہ میں بہتر تو یہ ہے کہ حمل کی پیدائش کا انتظار کر لیں تاکہ اس کا وارث یا غیر وارث اور مرد یا عورت ہونا ظاہر ہو جائے، لیکن اگر انتظار نہ کریں اور پیدا ہونے سے پہلے ہی تقسیم کرنا چاہیں تو حمل کے لئے بتقدیر ذکورۃ والنوثة جدا جدا دو مسئلے نکالیں، حمل کے سوا باقی وارثوں کو جس صورت میں کم ملے وہ ان کو دے کر مسئلہ سے جو باقی بچے وہ حمل کے لئے امانت رکھیں۔

ایک حمل سے زیادہ بچے پیدا ہو جانے کا بھی احتمال ہے اس لئے بہتر ہے کہ وارثوں سے ضامن لے لیا جائے۔

بچہ پیدا ہونے کے بعد اگر کل امانت داشتہ کا مستحق ہوا تو فیہا ورنہ اس کی وجہ سے جن وارثوں کو اقل حصہ دیا تھا ان کا حصہ پورا کر دیا جائے، مگر سهام کا اقل و اکثر ہونا مخرج متحد ہونے کے بعد معلوم ہوتا ہے، اگر مخرج مختلف ہے تو سهام کا اقل و اکثر ہونا ظاہر نہیں ہوتا، مثلاً ایک شخص نو سے تین اور دوسرا چار سے دو لیتا ہے، اس صورت میں بظاہر تین لینے والے کا حصہ زیادہ معلوم ہوتا ہے مگر حقیقتہً دو لینے والے کا حصہ

زیادہ ہے، کیونکہ دو چار کا نصف اور تین نو کا ثلث ہے، اس لئے ہر دو صورت ذکورۃ و انوثۃ میں سے اقل و اکثر معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ دونوں مسئلوں کا مخرج متحد ہو۔

مخرج متحد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر دونوں مسئلوں میں تداخل یا توافق ہو تو ہر ایک مسئلہ کے وفق کو اور تباین ہو تو کل کو دوسرے مسئلہ کے کل میں ضرب دے کر ہر مسئلہ کے سهام کو دوسرے مسئلہ کے وفق یا کل میں ضرب دیں، مخرج متحد ہو کر اقل و اکثر معلوم ہو جائے گا۔

مسئلہ ۲۷ باعتبار ذکورۃ ۲۱۶ = ۳ × ۷۲					مسئلہ ۲۸ باعتبار انوثۃ ۲۱۶ = ۸ × ۲۷				
زوجه	ام	اب	بنت	حمل	زوجه	ام	اب	بنت	حمل
$\frac{۹}{۲۷}$	$\frac{۱۲}{۳۶}$	$\frac{۱۲}{۳۶}$	$\frac{۱۳}{۳۹}$	$\frac{۲۶}{۷۸}$	$\frac{۳}{۲۷}$	$\frac{۲}{۳۲}$	$\frac{۲}{۳۲}$	$\frac{۸}{۶۴}$	$\frac{۸}{۶۴}$

زوجه کو ۲۷ اور ام و اب میں سے ہر ایک کو ۳۲ اور بنت کو ۳۹ دے کر باقی ۸۹ حمل کے لئے محفوظ رکھیں گے، اگر لڑکا پیدا ہوا تو زوجه کو ۳ اور ام و اب میں سے ہر ایک کو ۴ دے کر باقی ۷۸ اس کو دیں گے۔

لڑکی ہوئی تو ۸۹ میں سے ۲۵ بنت کو دیں گے تو اس کا حصہ ۶۴ ہو جائے گا، باقی ۶۴ اس نو مولود لڑکی کو دیں گے۔

بچہ مردہ پیدا ہوا تو زوجه کو ۳ اور اب و ام میں سے ہر ایک کو ۴ اور بنت کو ۶۹ دیں گے، تاکہ اس کا حصہ نصف یعنی ۱۰۸ پورا ہو جائے اور باقی ۹ اب کو عصبہ ہونے کی وجہ سے ملیں گے۔

تنبیہ: وارثوں میں صغیر یا حمل موجود ہو تو اس کی ماں، بھائی اور چچا وغیرہ کو تقسیم ترکہ اور صغیر کے مال میں تجارت اور زمین میں زراعت وغیرہ کی اجازت نہیں، البتہ صغیر کے مال کی حفاظت، بیع منقول بغرض حفاظت اور صغیر کے لئے خوراک پوشاک وغیرہ ضروریات خریدنے کی اجازت ہے بشرطیکہ صغیران کی پرورش میں ہو، ترکہ کی تقسیم اور صغیر کے مال منقول میں تجارت اور زمین میں زراعت کا اختیار صرف ولی یعنی باپ پھر اس کے وصی پھر دادا پھر اس کے وصی اور پھر حاکم مسلم کو ہے، اگر وہ بھی نہ ہو تو

محلہ کے دیانتدار لوگ کوئی متولی متعین کر دیں۔
صغیر کی زمین بیچنے کا اختیار بجز چند مخصوص صورتوں کے دلی کو بھی نہیں۔

سبق پانزدہم

مفقود کا حکم :

مفقود ایسا غائب ہے جس کے مرنے یا زندہ ہونے کا کچھ حال معلوم نہ ہو، مفقود کا حکم لگنے کی کوئی میعاد نہیں، بلکہ اس کا مدار اس پر ہے کہ اس کا کچھ پتہ چلنے کی امید منقطع ہو جائے۔

جب مفقود کی عمر نوے برس ہو جائے تو اس کے مرنے کا حکم دیا جائے گا، اور اس کا مال موجودہ وارثین پر تقسیم ہوگا۔

غیر کے مال میں جب سے مفقود ہوا اسی وقت سے مردہ متصور ہوگا، یعنی اگر کوئی شخص اس کے مفقود ہونے کے بعد مر گیا تو یہ مفقود اس کا وارث نہ ہوگا، اگرچہ مفقود کی عمر ابھی تک نوے برس کی نہ ہوئی ہو، مگر چونکہ غیر کے مال میں بھی مردہ ہونے کا حکم نوے برس کی عمر کے بعد ہی ظاہر ہوتا ہے، اس سے پہلے اس کے واپس آکر وارث بن جانے کا احتمال ہے، اس لئے اس میت کے مال سے مفقود کا حصہ امانت رکھا جائے گا، اگر واپس آگیا تو اس کو مل جائے گا، ورنہ نوے برس کی عمر ہو جانے کے بعد جس میت کے مال سے امانت رکھا تھا اسی کے ان وارثوں پر کوٹایا جائے گا جو اس کے انتقال کے وقت زندہ تھے، موجودہ وارثوں کا اعتبار نہیں اور نہ ہی مفقود کے وارثوں کا اس میں کوئی حق ہے۔

تنبیہات :

① مفقود کی عمر نوے برس ہو جانے پر اس کو مردہ قرار دینے کا یہ مطلب نہیں کہ اس حکم کے بعد اگر وہ زندہ یا اس کی حیات کی خبر معتبر آجائے تب بھی مردہ متصور ہوگا، بلکہ اس کا مال اس کو واپس کر دیا جائے گا۔

② غائب کے مال میں قاضی کے سوا کسی کو تصرف کا اختیار نہیں، اس لئے مفقود کی صورت میں ترکہ کی تقسیم اور اس کے حصہ میں تصرف کے لئے قاضی کوئی شخص متعین کرے۔

مفقود کا مسئلہ نکالنے کا طریقہ بھی وہی ہے جو حمل کا ہے یعنی مفقود کو زندہ و مردہ فرض کر کے ہر دو تقدیر پر دو مسئلے نکال کر دونوں کا مخرج متحد کر کے مفقود کے سوا باقی وارثوں کو اقل دیدیں اور جو مسئلہ سے باقی بچے وہ مفقود کے لئے امانت رکھیں، اگر مفقود واپس آکر کل امانت داشتہ کا مستحق ہو گیا تو فیہا، اور اگر بعض کا مستحق ہو یا واپس نہ آیا تو اس کی وجہ سے جن وارثوں کو اقل دیا تھا ان کا حصہ پورا کر دیا جائے۔

مسئلہ ۸ / ۵۶ باعتبار حیوة مسئلہ ۷ / ۵۶ باعتبار وفاة

زوج اختین عینیتین اخ عینی مفقود زوج اختین عینیتین اخ عینی مفقود

زوج کو ۲۸ اور اختین کو ۱۴ دے کر باقی ۱۸ مفقود کے لئے امانت رکھیں گے، اگر مفقود آگیا تو ۱۸ سے ۴ زوج کو دے کر باقی ۱۴ اس کو ملیں گے، اگر نہ آیا تو کل امانت داشتہ یعنی ۱۸ اختین کو مل جائیں گے اور ان کے مجموعہ سهام ۳۲ ہو جائیں گے۔

فائدہ : جب مناسخہ میں حمل یا مفقود کی صورت پیش آئے تو وہاں دو صورتوں میں سے ایک صورت لکھی جائے گی، مگر پہلے الگ دونوں صورتوں کو حل کر کے جس صورت میں باقی وارثوں کو کم ملے وہ سلسلہ مناسخہ میں داخل کی جائے۔

آخر میں غرق، حرق، ہدمی اور اسیر و مرتد کے احکام بیان کرنے کا دستور ہے مگر یہ تینوں مضمون بقدر ضرورت موانع ارش کے بیان میں گزر چکے ہیں لہذا اب ان کے لئے مستقل بحث کی حاجت نہیں۔ فقط و هذا اول ما تيسر لي جمعه وتأليفه في عنفوان الشباب، وشرح به قداحي الناصب في فنهرات الفضة من خدمة الطلاب، فالما قول من طالعها وعلما، او استفاد به وتعلمه، ان لا ينساني في دعوة، واطيب ساعاته، والمستول من الله تعالى ان ينفع به الطالبين، ويجعله لي ذخرا ليوم الدين، سبحانه ربك رب العزة عما يصفون، و سلام على المرسلين، والحمد لله رب العالمين، وصلى الله تعالى على خير خلقه محمد وعلى آله وصحبه اجمعين، آمين برحمتك يا ارحم الراحمين ۵

زيد العبد الرشيد احمد

۲۶ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ یوم النجمین

ضمیمہ اولیٰ

ذیل میں تخریج مسئلہ کا ایک جدید اور مفید ترین طریقہ لکھا جاتا ہے جو بندہ نے خود ایجاد کیا ہے، عول، رد وغیرہ سب جدید طریق پر کئے گئے ہیں، اس میں مہارت ہو جانے کے بعد مناسخہ کے لمبے چوڑے مسائل بہت مختصر وقت میں بہولت نکالے جاسکتے ہیں، طریق مروج کی بنسبت بہت سہل و مختصر ہے۔

طریقہ یہ ہے کہ سهام کا مخرج متحد نکالنے کی بجائے فیصد کے حساب کے مطابق تنو کو مخرج بنا کر اس سے ہر وارث کو حصہ دیا جائے، اس طریق میں حساب کسور کی ضرورت پڑتی ہے، اس لئے اس کے چند ضروری اور آسان طریقے لکھے جاتے ہیں۔

اصطلاح عربی میں خط کے اوپر کی رقم کو کسر اور نیچے کی رقم کو اس کسر کا مخرج کہا جاتا ہے، مثلاً دو بڑے تین (۲/۳) میں دو کسر اور تین اس کا مخرج ہے، جس سے مقصود یہ ہے کہ مقسوم کے تین حصے کر کے ان میں سے دو حصے لے لئے جائیں۔

① جمع :

سب کسور کا مخرج متحد نکالیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ دو مخارج کی آپس میں نسبت معلوم کریں۔

اگر تباہ ہو تو ایک مخرج کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں۔

توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں۔

تداخل ہو تو اکثر کو لے لیں۔

تماثل ہو تو دونوں میں سے ایک کو لے لیں۔

پھر اس حاصل ضرب یا مأخوذ کی تیسرے مخرج کے ساتھ نسبت دیکھ کر اس کے کل یا وفق میں ضرب دیں، پھر اس دوسرے حاصل ضرب کی چوتھے مخرج سے نسبت دیکھیں، اسی طرح عمل کرتے جائیں، حتیٰ کہ سب مخارج ختم ہو جائیں۔

آخری حاصل ضرب کو خط کھینچ کر اس کے نیچے لکھ دیں، پھر اس آخری حاصل ضرب

عہ نسبت معلوم کرنے کے لئے دیکھئے سبق ششم - ۱۲

کو ہر کسر کے اصل مخارج پر تقسیم کر کے حاصل تقسیم کو ہر کسر میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو خط مذکور کے اوپر لکھتے جائیں، سب کسور کا مخرج متحد ہو جائے گا۔
پھر یہ جدید کسور جو ہر کسر کی ضرب سے حاصل ہوئیں اور خط کے اوپر لکھی گئی ہیں، ان کے مجموعہ کو مخرج متحد پر تقسیم کر کے صحیح عدد بنالیں، اگر تقسیم کے بعد کچھ بچ جائے تو وہ مخرج کی کسر ہوگی۔

اگر اس کسر اور مخرج میں تباہی ہو تو دونوں بر حال رہیں گے، اور اگر تداخل یا توافق ہو تو دونوں کی بجائے ان کے وفق رکھ دیں، اس طرح عدد چھوٹے ہو جائیں گے تو حساب میں سہولت ہوگی۔

$$\frac{2}{3} + \frac{5}{6} + \frac{4}{9} + \frac{3}{5}$$

$$\frac{40 + 45 + 40 + 54}{90} = 2\frac{49}{90}$$

حاصل جمع $2\frac{49}{90}$ مخرج متحد ۹۰

② تفریق :

اس میں بھی بطریق مذکور سب کسور کا مخرج متحد کر کے تفریق کریں، باقی ماندہ کسر اور اس کے مخرج میں اگر تداخل یا توافق ہو تو ان کی بجائے ان کے وفق رکھ کر عدد کو چھوٹا کر لیں، جیسے جمع میں گزرا۔

اگر مفروق کی کسور مفروق منہ سے زیادہ ہوں اور مفروق منہ کے ساتھ عدد صحیح بھی ہو تو صحیح عدد میں سے ایک لے کر اسے مخرج کے ساتھ ضرب دیکر جنس کسور سے کر کے ساتھ والی کسور سے جمع کر کے تفریق کریں۔

$$\frac{3}{4} - \frac{1}{3}$$

$$\frac{9 - 4}{12} = \frac{5}{12}$$

حاصل تفریق $\frac{5}{12}$

③ کسر کی عدد صحیح میں ضرب :

مخرج کو صحیح عدد پر تقسیم کریں، حاصل تقسیم کسر سے کم ہو جائے تو کسر کو اس پر تقسیم

کر کے صحیح عدد بنائیں۔

اگر مخرج صحیح عدد پر پورا تقسیم نہ ہو سکے تو کسر کو صحیح عدد میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو مخرج پر تقسیم کر کے صحیح عدد بنالیں، تقسیم کے بعد کچھ بچ جائے تو وہ اس مخرج کی کسر ہوگی، پھر اس کسر اور مخرج کے اعداد کو بطریق مذکور چھوٹے کر لیں۔

$$\text{حاصل ضرب } 2\frac{1}{2} = \frac{9}{2} = \frac{3}{2} \times 3$$

۴) کسر کی عدد صحیح پر تقسیم :

اگر کسر مقسوم علیہ پر پوری تقسیم نہ ہو سکے تو مخرج کو مقسوم علیہ میں ضرب دیکر مخرج اور کسر دونوں کو بطریق مذکور چھوٹے کر لیں۔

$$\text{حاصل تقسیم } \frac{2}{15} = \frac{2}{3} = 6 \div \frac{2}{5}$$

۵) اگر عدد صحیح مقسوم مقدار میں مقسوم علیہ سے کم ہے یا مقسوم کو مقسوم علیہ پر تقسیم کرنے سے کچھ باقی بچ جاتا ہے تو کل مقسوم کو یا باقی کو کسر، اور مقسوم علیہ کو اس کا مخرج کر دیا جاتا ہے، پھر بطریق مذکور کسر اور اس کے مخرج کو چھوٹے کر لیں۔

$$\text{حاصل تقسیم } \frac{3}{8} = \frac{3}{4} = 8 \div 6 \quad \text{حاصل تقسیم } 2\frac{2}{3} = 8 \div 3$$

۶) اگر عدد صحیح مقسوم کے ساتھ کسور بھی ہوں اور عدد صحیح مقسوم علیہ پر تقسیم نہ ہو سکتا ہو یا تقسیم کے بعد کچھ بچ جاتا ہو تو اس مقسوم عدد صحیح کو مخرج میں ضرب دیکر جنس کسور سے کر کے ساتھ والی کسور کے ساتھ جمع کر کے مقسوم علیہ پر بطریق مذکور تقسیم کریں۔

$$\text{حاصل تقسیم } \frac{11}{12} = 3 \div \frac{11}{2} = 2\frac{3}{2}$$

مثالہ	مورث اعلیٰ زید	ثانی عزیزہ مہ
زوجہ زوجہ ابن بنت بنت	ابن ابن بنت بنت	ابن ابن بنت بنت
کریمہ عزیزہ عبداللہ ہاجرہ خدیجہ عظیمہ	حمید ولید خدیجہ عظیمہ	کریمہ عزیزہ عبداللہ ہاجرہ خدیجہ عظیمہ
(۶۱/۱۲) ۳۵ ۱۴/۲ ۱۴/۲ ۱۴/۲	(۶۱/۱۲) ۳۵ ۱۴/۲ ۱۴/۲ ۱۴/۲	(۶۱/۱۲) ۳۵ ۱۴/۲ ۱۴/۲ ۱۴/۲

ثالث عظیمہ صفحہ ۱۸

رابع کریمہ صفحہ ۶

زوج	بنت	اخت عینیہ	بنت	ابن العم	ابن العم
احمد	فاطمہ	خدیجہ	ہاجرہ	عزیز	سعید
$\frac{۲۶۱}{۹۶}$	$\frac{۹۱۳}{۲۸}$	$\frac{۲۶۱}{۹۶}$	$\frac{۳۱}{۸}$	$\frac{۹}{۱۶}$	$\frac{۹}{۱۶}$

الاحمد

عبداللہ	ہاجرہ	خدیجہ	حمید	ولید	احمد	فاطمہ	عزیز	سعید
۳۵	$\frac{۲۰۵}{۸}$	$\frac{۲۳۱۴}{۹۶}$	$\frac{۲۱}{۱۲}$	$\frac{۲۱}{۱۲}$	$\frac{۲۶۱}{۹۶}$	$\frac{۹۱۳}{۲۸}$	$\frac{۹}{۱۶}$	$\frac{۹}{۱۶}$

عول :

وارثوں کے سهام بطور کسور یعنی $\frac{۱}{۲} + \frac{۱}{۲}$ وغیرہ کی صورت میں لکھ کر انھیں جمع کریں،
مجموعہ پر مافی الید کو تقسیم کر کے حاصل تقسیم کو ہر وارث کے سهام میں ضرب دیتے جائیں۔

زوج	ام	اخت عینیہ	اخت عینیہ
$\frac{۳۴}{۴}$	$\frac{۱۲}{۴}$	۲۵	۲۵

رد :

اس کی چار صورتیں ہیں :

- ① من لا یرد علیہم مسئلہ میں نہ ہوں اور من یرد علیہم جنس واحد ہوں تو کل مال من یرد علیہم کے رؤس پر علی السوۃ تقسیم کر دیا جائے۔
- ② من لا یرد علیہم مسئلہ میں نہ ہوں اور من یرد علیہم مختلف جنس کے ہوں تو مثل عول عمل کیا جائے۔
- ③ من لا یرد علیہ بھی مسئلہ میں موجود ہو اور من یرد علیہم جنس واحد ہوں تو من لا یرد علیہ کو اس کا حصہ مقررہ فیصد دیکر باقی کو من یرد علیہم کے رؤس پر برابر تقسیم کیا جائے۔
- ④ مسئلہ میں من لا یرد علیہ موجود ہو اور من یرد علیہم مختلف جنس کے ہوں تو من لا یرد علیہ کو اس کا حصہ مقررہ دیکر باقی کو من یرد علیہم پر عول کی طرح تقسیم کریں، یعنی من لا یرد علیہ سے باقی ماندہ کو من یرد علیہم کے سهام کے مجموعہ پر تقسیم کر کے حاصل تقسیم

کو من یرد علیہم میں سے ہر ایک کے سهام میں ضرب دیتے جائیں۔

مسئلہ			
بنت	بنت	بنت	بنت
۲۵	۲۵	۲۵	۲۵

مسئلہ	
بنت	بنت الابن
۰ - ۴۵	۰ - ۲۵

مسئلہ				
زوج بنت	بنت	بنت	بنت	بنت
۲۵	$۱۸\frac{۳}{۴}$	$۱۸\frac{۳}{۴}$	$۱۸\frac{۳}{۴}$	$۱۸\frac{۳}{۴}$

مسئلہ		
زوج	بنت	جدہ
۲۵	$۵۶\frac{۱}{۴}$	$۱۸\frac{۳}{۴}$

رشید احمد

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۷ھ یوم الخمیس



ضمیمہ ثانیہ

نسب اربع کا معلوم کرنا اس علم پر موقوف ہے کہ بڑا عدد چھوٹے پر یا یہ دونوں عدد کسی تیسرے پر تقسیم ہوتے ہیں یا نہیں؟ لہذا ذیل میں چند ایسے اصول تحریر کئے جاتے ہیں جن سے ہر عدد کے متعلق خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو فوراً معلوم کیا جاسکتا ہے کہ یہ کس کس عدد پر تقسیم ہو سکتا ہے۔

- ① جس عدد کے شروع میں جفت یا صفر ہو وہ دو پر یقیناً تقسیم ہو سکے گا۔
- ② درجات عدد میں سے تین، چھ اور نو کو چھوڑ کر باقی کا مجموعہ تین پر تقسیم ہو جائے تو کل عدد بھی تین پر تقسیم ہو سکے گا، مجموعہ کو تین پر تقسیم کرنے سے اگر کچھ بچے تو کل عدد کو تین پر تقسیم کرنے سے بھی اتنا ہی بچے گا۔
- ③ جس عدد کے شروع میں دو صفر ہوں یا پہلے دو درجے چار پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد چار پر تقسیم ہو سکے گا۔
- اسی طرح جس کے شروع میں دو صفر ہوں یا پہلے دو درجے پچیس پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد بھی پچیس پر تقسیم ہو گا۔
- ④ جس عدد کے شروع میں صفر یا پانچ ہو وہ پانچ پر تقسیم ہو جائے گا۔
- ⑤ جو عدد عددین متباینین پر تقسیم ہو سکے وہ دونوں کے حاصل ضرب پر بھی تقسیم ہو سکے گا، مثلاً جو عدد دو اور تین دونوں پر تقسیم ہو وہ چھ پر بھی تقسیم ہو گا، جو تین اور چار دونوں پر تقسیم ہو وہ بارہ پر، جو تین اور پانچ دونوں پر تقسیم ہو وہ پندرہ پر، جو دو اور نو دونوں پر تقسیم ہو وہ اٹھارہ پر تقسیم ہو گا، وقس علیٰ هذا۔
- ⑥ جس عدد کے شروع میں تین صفر ہوں یا پہلے تین درجات آٹھ پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد آٹھ پر تقسیم کیا جاسکتا ہے۔
- اسی طرح جس کے شروع میں تین صفر ہوں یا پہلے تین عدد ایک سو پچیس پر تقسیم ہو جائیں وہ کل عدد بھی ایک سو پچیس پر تقسیم ہو سکے گا۔
- ⑦ درجات عدد میں سے نو کو چھوڑ کر باقی کا مجموعہ نو پر تقسیم ہو سکتا ہو تو یہ کل عدد

بھی نو پر تقسیم ہوگا اور مجموعہ کو نو پر تقسیم کرنے سے اگر کچھ بچے تو اس کل عدد کو نو پر تقسیم کرنے سے بھی وہی بچے گا۔

(۸) عدد کے شروع میں ایک صفر ہو تو دس پر، دو صفر ہوں تو سو پر، تین ہوں تو ہزار پر تقسیم ہو سکے گا، وقس علیٰ ہذا۔

(۹) درجات عدد میں سے فرد درجات یعنی پہلا، تیسرا، پانچواں (اکائی، سیکڑہ، دہ ہزار) وغیرہ کو جمع کریں اور زوج درجات یعنی دوسرا، چوتھا، چھٹا (دہائی، ہزار، لاکھ) وغیرہ کو الگ جمع کریں، اگر دونوں مجموعے برابر ہوں یا دونوں میں اتنا تفاضل ہو کہ وہ گیارہ پر پورا پورا تقسیم ہو سکے تو یہ کل عدد گیارہ پر تقسیم ہوگا۔

(۱۰) جس عدد کے شروع میں چار صفر ہوں یا پہلے چار درجات سولہ پر تقسیم ہو سکیں وہ کل عدد سولہ پر تقسیم ہو سکتا ہے۔

(۱۱) کسی عدد کو تقسیم کرنے کے بعد حاصل تقسیم اگر پہلے مقسوم علیہ پر یا کسی دوسرے عدد پر تقسیم ہو سکے تو ہر دو مقسوم علیہ کا حاصل ضرب پہلے مقسوم کو تقسیم کر دے گا۔

(۱۲) جو عدد کسی بڑے عدد پر تقسیم ہو سکے وہ اس میں متداخلہ اعداد پر بھی تقسیم ہوگا، مثلاً جو چھ پر تقسیم ہوگا وہ تین اور دو پر بھی تقسیم ہوگا۔

(۱۳) جو عدد کسی چھوٹے عدد پر تقسیم نہ ہو وہ اس کے اضعا ف پر بھی تقسیم نہ ہوگا، مثلاً جو دو پر تقسیم نہیں ہوتا وہ چار اور چھ پر بھی تقسیم نہ ہوگا۔

(۱۴) جس اقل عدد کے شروع میں جفت ہو وہ ایسے اکثر عدد کو تقسیم نہیں کر سکتا جس کے شروع میں طاق ہو۔

(۱۵) جس اقل عدد کے شروع میں پانچ ہو اس پر وہ اکثر عدد تقسیم نہ ہو سکے گا جس کے شروع میں پانچ یا صفر نہ ہو۔

(۱۶) جس اقل عدد کے شروع میں صفر ہو اس پر ایسا اکثر عدد تقسیم نہ ہوگا جس کے شروع میں صفر نہ ہو۔

(۱۷) جب کسی عدد کو ایک عدد میں ضرب اور دوسرے پر تقسیم کرنا ہو تو مضروب فیہ

کے وفق میں ضرب اور مقسوم علیہ کے وفق پر تقسیم کرنے سے بھی وہی جواب آئے گا، اس میں

سہولت و اختصار ہے۔

رشید احمد

۱۴ ذی القعدہ ۱۳۶۶ھ یوم خمیس



اللہ تعالیٰ نے بندہ سے عرصہ دراز تک علم الفرائض کی تدریس، اس کے مباحث میں تدبیر و تفکر اور ان کی بہتر تشریح و تعبیر و تحریر کی خدمات لی ہیں، اس دوران ازمنہ مختلفہ میں دلچ ذیل دو بہت اہم اشکال اور ان کے حل ذہن میں آئے، مزید ثبوت کے لئے میں نے یہ اشکالات بعض دوسرے علماء کو بھی بھیجے، ان کا جواب بھی میرے مطابق آیا، یہ مباحث تو پہلے کے ہیں مگر ان کے ساتھ تاریخیں وہ لکھی گئی ہیں جب اس بارہ میں تحریرات مختلفہ کے حاصل کو ایک تحریر میں مرتب کیا گیا۔

احسن الفتاویٰ قدیم کے مرتب نے ان کو بصورت سوال و جواب شائع کر دیا، پھر بعض ناشرین نے وہاں سے اسی طرح بصورت سوال و جواب لے کر تسہیل المیراث کے ضمیمہ میں شائع کر دیا، درحقیقت یہ دونوں اشکالات کسی غیر کی طرف سے نہیں۔

رشید احمد

۳ ذی القعدہ ۱۴۱۳ ہجری

اشکال اول :

سلسلہ عصبات عم الجذ پر ختم ہو جاتا ہے یا کہ اوپر بھی جاری ہے؟ اگر عم الجذ پر ختم نہیں تو ذوی الارحام اور ان سے متاخر اصناف کی توریث کی کیا صورت ہوگی؟ کیونکہ جب سلسلہ عصبات منتهی نہیں تو ہر شخص کا دنیا میں کوئی نہ کوئی عصب ضرور ہوگا جو کسی نہ کسی درجہ میں اس کے جد میں شریک ہوگا، حتیٰ الی آدم علیہ السلام۔

نیز فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا سلسلہ عصبات کو عم الجذ پر ختم کر دینا، آگے ذکر نہ کرنا دال ہے کہ اس سے آگے سلسلہ نہیں چلتا اور عم الجذ میں عموم (وان علا) نہ تو عام کتب میں مذکور ہے اور نہ درایت اس کا اس جگہ عموم مراد لینا صحیح ہے، کیونکہ اگر جد میں عموم مراد ہو تو جزر الجذ کے بعد کوئی دوسرا مرتبہ نہ نکلنا چاہیے، عم الاب عم الجذ بھی اسی میں داخل ہو جاتے ہیں، حالانکہ فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ ان دونوں مراتب کو جزر الجذ کے بعد مستقل ذکر کرتے ہیں، جس سے ظاہر ہے کہ جد

میں عموم مراد لینا صحیح نہیں، اور عصبیات کا سلسلہ عم الجذ پر ختم ہو جاتا ہے۔

حل :

سلسلہ عصبیات عم الجذ پر ختم نہیں ہوتا، بزاز یہ میں ہے وھکذا عمومة الاجداد وان علوا واولادھم الذکران وان سفلوا اور معین الحکام کے حاشیہ پر لسان الحکام میں بھی ”وان علوا“ کی تصریح موجود ہے، عام کتب میں اس کی تصریح نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جب پہلے مراتب میں بار بار عموم کی تصریح کی جا چکی تو اب ہر مرتبہ میں اس کی ضرورت نہ رہی بلکہ علی سبیل المقایسہ فہم مخاطب پر چھوڑ دیا گیا اور بعض مصنفین نے احتیاطاً ذکر بھی کر دیا۔ چونکہ وراثت کا مدار ثبوت نسب پر ہے اس لئے اگر کوئی شخص اپنا سلسلہ نسب اپنے آباء کے اسماء سے میت کے کسی جد تک ثابت کر دے تو وارث ہوگا۔ والا فلا، محض شرکت فی النسب مبہم طور پر کافی نہیں۔ کیونکہ ابہام کی حالت میں عصبیات کے قرب و بعد کا پتہ چلنا محال ہے، اور بلا لحاظ قرب و بعد ساری دنیا پر میراث تقسیم کرنا بھی محال اور امر محال کو مستلزم قول باطل ہے، پس ذوی الارحام اور اصناف متأخرہ کی توریث پر کوئی اعتراض نہ رہا۔

عمومة الاجداد میں وان علوا کا عموم کتب بالا میں مصرح ہے۔

حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا جز را لجد کے بعد عم الاب و عم الجذ کو مستقل ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عصبیات کی توریث میں تین قسم کی ترتیب ملحوظ ہے، پہلے ترتیب فی الجہت، پھر ترتیب فی الدرجہ، پھر ترتیب فی القوۃ والضعف، جز را لجد کے مرتبہ میں یہ وہم ہوتا تھا کہ عم اور عم الاب و عم الجذ وغیرہ ایک ہی صنف ہیں اور متساوی فی الجہت ہیں، اس وہم کے دفعیہ کے لئے ثم عم الاب ثم عم الجذ کا اضافہ کیا گیا، تاکہ ان میں اختلاف جہت اور ہر ایک کا علیحدہ صنف ہونا ظاہر ہو جائے، لہذا ابن ابن العم کی موجودگی میں عم الاب محسوم ہوگا۔ کیونکہ جہت میں متأخر ہے، اگر ان سب کو ایک ہی جہت سمجھا جاتا تو معاملہ برعکس ہوتا، کیونکہ اتحاد صنف کے بعد اقرب فی الدرجہ مقدم ہوتا ہے اور عم الاب اس لحاظ سے اقرب ہے۔

غرضیکہ اس اضافہ سے حضرات فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ کا مقصد سلسلہ عصبیات کو ختم کرنا نہیں بلکہ میت کے ہر درجہ کے اب کی اولاد ذکر کو مستقل صنف اور مختلف الجہت ظاہر کرنا مطلوب ہے، مراتب غیر محصورہ میں سے دو تین مراتب کو ذکر کر کے عموم و شمول مراد لینا

اور بقیہ کو علی سبیل المقالیستہ فہم مخاطب کے اعتماد پر چھوڑ دینا عام طور پر شائع و ذائع ہے۔
واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۴ رجب ۱۳۷۵ھ

اشکال ثانی :

ذوی الارحام کی صنف ثانی میں اعلیٰ اختلاف پر تقسیم کرتے وقت صنف اول کی طرح
آخری بطن کا عدد معتبر ہوگا یا نہیں؟
مجھے اس میں کچھ مدت تک تعارض اولہ کی وجہ سے تردد رہا ہے لہذا اولاد متعارضہ
نقل کی جاتی ہیں۔

عبارات ذیل سے ثابت ہوتا ہے کہ آخری بطن کا عدد معتبر نہ ہوگا۔

① قال فی الشریفۃ فی بیان اولاد القسم الرابع وذلك لان الشیء انما یبتعد حکماً
اذا کان یتصور ثبوتہ حقیقۃً ومن البین امکان التعدد فی الاولاد من البنین والبنات
فیثبت التعدد فیہم حکماً بتعدد الفروع اما الاب والام فلا یتصور فیہما التعدد حقیقۃً
فلذا لا یتثبت التعدد حکماً فی القرابات المنشعبۃ منہما۔

② قسم رابع میں جب عمۃ الاب وخالۃ الاب اور عمۃ الام وخالۃ الام جمع ہوں تو پہلے
جانب اب کو ثلثان اور جانب ام کو ثلث دیکر پھر ہر ایک طائفہ میں جانب عمۃ کو ثلثان
اور جانب خالہ کو ثلث دیا جاتا ہے، اس میں فروع کی کثرت و قلت سے کوئی فرق نہیں پڑتا،
جب اب کی عمۃ و خالہ کے ثلث و ثلثان میں عدد فروع سے کوئی فرق نہیں ہوتا تو قسم دوم میں
اب کے ابوین کے ثلث و ثلثان میں آخری بطن کے عدد سے بطریق اولیٰ فرق نہ پڑنا چاہیے۔

ذیل کی عبارات سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ بطن اول پر تقسیم کرتے وقت اگرچہ آخری
بطن کا عدد معتبر نہیں، بہر کیف جانب اب کو ثلثان اور جانب ام کو ثلث ملے گا، مگر بطن ثانی
اور اس کے مابعد پر تقسیم کرتے وقت آخری بطن کا عدد معتبر ہوگا۔

① سب کتب میں ہے ”ثم مثل الصنف الاول“۔

② سب کتب میں ہے کہ اعلیٰ اختلاف پر تقسیم کر کے ذکور و اناث کو علیحدہ علیحدہ طائفہ
کیا جائے، لفظ ”ذکور و اناث“ بصیغہ جمع تب ہی صحیح ہو سکتا ہے کہ عدد فروع معتبر ہو۔

③ اگر آخری بطن کا عدد معتبر نہیں تو قسم دوم کے بیان میں سب کتب میں جو تفصیل

لکھی گئی ہے وہ فضول ہو جاتی ہے، سب کتب میں جو طویل عبارت موجود ہے اس کی بجائے صرف اتنی عبارت کافی تھی :

وان استوت منازلہم ولیس فیہم من یدلی بوارث اوکان کلہم یدلون بوارث و
اتفقت صفتہ من یدلون بہم فالقسمۃ حینئذ علی ابدالہم وان اختلفت صفتہ من
یدلون بہم یقسم المال علی اول بطن اختلف کما فی الصنف الاول۔

یعنی جب اتحاد قرابت اتحاد صفت میں اور اختلاف قرابت اختلاف صفت میں
داخل ہے تو عام کتب میں دونوں کو جداگانہ ذکر کرنا فضول ہے، جداگانہ ذکر کرنے سے صرف
یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ اختلاف قرابت سے مراد بطن اول میں اختلاف ہے، اس میں
ثلاث وثلثان کے طور پر تقسیم ہوگی، اور اختلاف صفت سے بطن ثانی اور اس کے مابعد میں
اختلاف مراد ہے، جس پر تقسیم کرتے وقت آخری بطن کا عدد معتبر ہوگا، اگر اس میں بھی
آخری بطن کے عدد کا اعتبار نہیں بلکہ ثلاث وثلثان کا طریقہ ہی ہے تو اختلاف صفت و
اختلاف قرابت کو الگ الگ کیوں ذکر کیا گیا ؟

حل :

تحقیق کے بعد یہی صحیح معلوم ہوتا ہے کہ آخری بطن کے عدد کا اعتبار نہیں، جو اولہ
اس کے خلاف معلوم ہوتی ہیں ان کے جواب یوں دیے جاسکتے ہیں :

① صنف اول سے تشبیہ جملہ امور میں نہیں بلکہ صرف اعلیٰ اختلاف پر تقسیم کرنے
میں تشبیہ ہے۔

② چونکہ قسم اول میں ”ذکور واناث“ بصیغہ جمع مذکور تھا، لہذا قسم ثانی میں
مسامحۃً بلا تبدل و تغیر جمع کا صیغہ لے آئے۔

③ چونکہ اتحاد قرابت اتحاد صفت میں داخل ہے لہذا جمیع کتب میں اس موقع
پر مندرج تفصیل محض طویل لا طائل ہے، اس مسامحہ کا نشانہ یہ ہے کہ قسم رابع کی اولاد میں
تفصیل ضروری ہر کسی نے اس شبہاء کی وجہ سے وہ تفصیل یہاں بھی درج کر دی، پھر بواسطہ
نقل در نقل سب کتابوں میں پھیل گئی۔ واللہ بہرحمہ وتعالیٰ اعلم،

۲۲ ذی القعدہ سنہ ۱۳۰۶ ہجری

تمت بالخیر

تہیہ المیراث ————— ۶۲